از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد رضا عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

جلد: 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ





ابو امیمہ اویس



فہرس

تفسیر سورۃ القمر

تفسیر سورہ رحمن

تفسیر سورۃ الواقعہ

تفسیر سورۃ الحدید

تفسیر پارہ 28 سورہ مجادلہ

تفسیر سورۃ الحشر

تفسیر سورۃ الممتحنۃ

تفسیر سورۃ الصف

تفسیر سورۃ الجمعۃ

تفسیر سورۃ المنافقون

تفسیر سورۃ التغابن

تفسیر سورۃ الطلاق

تفسیر سورۃ التحریم

تفسیر پارہ 29 سورۃ الملک

تفسیر سورۃ القلم

تفسیر سورۃ الحاقۃ

تفسیر سورۃ المعارج

تفسیر سورہ نوح

تفسیر سورۃ الجن

تفسیر سورۃ المزمل

تفسیر سورۃ المدثر

تفسیر سورۃ القیامۃ

تفسیر سورۃ الدھر

تفسیر سورۃ المرسلات

تفسیر پارہ 30 سورۃ النبأ

تفسیر سورۃ النازعات

تفسیر سورہ عبس

تفسیر سورۃ التکویر

تفسیر سورۃ الانفطار

تفسیر سورۃ المطففین

تفسیر سورۃ الانشقاق

تفسیر سورۃ البروج

تفسیر سورۃ الطارق

تفسیر سورہ اعلیٰ

تفسیر سورۃ الغاشیہ

تفسیر سورۃ الفجر

تفسیر سورۃ البلد

تفسیر سورۃ الشمس

تفسیر سورۃ اللیل

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

یقیناً ہم نے تجھے اظہار حق کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے○ تاکہ اے مسلمانو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام○ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا○

نبی ﷺ کی چند صفات اور بیعت کا ذکر: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے ہم نے تمہیں مخلوق پر شاہد بنا کر مومنوں کو خوشخبری سنانے والا کافروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اس آیت کی پوری تفسیر سورۂ احزاب میں گزر چکی ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت واحترام کرو بزرگی اور پاکیزگی کو تسلیم کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صبح وشام تسبیح کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعظیم وتکریم بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خود اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں جیسے ارشاد ہے ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [1] یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی وہ ان کے ساتھ ہے ان کی باتیں سنتا ہے ان کا مکان دیکھتا ہے ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے پس دراصل رسول اللہ ﷺ کے واسطے ان سے بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [1] الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے بدلے میں جنت انہیں دے دی ہے وہ راہ اللہ میں جہاد کرتے ہیں مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ تورات انجیل میں بھی موجود ہے اور اس قرآن میں بھی سمجھ لو کہ اللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہوگا؟ پس تمہیں اس خرید وفروخت پر خوش ہو جانا چاہئے دراصل سچی کامیابی یہی ہے ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے راہ اللہ میں تلوار اٹھائی اس نے اللہ سے بیعت کر لی۔ [2] اور حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا۔ اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ

---

[1] [سورۃ النسآء : آیت ۸۰]

[2] [سورۃ التوبہ : آیت ۱۱۱]

تعالٰی سے بیعت کرنے والا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی‘ ① پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے وہ بڑا ثواب پائے گا‘ یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو ایک ببول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی‘ اس دن بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تیرہ سو‘ چودہ سو‘ یا پندرہ سو تھی‘ ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی‘ اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ بخاری شریف میں ہے ہم اس دن چودہ سو تھے‘ ② بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کی سوتیں ابلنے لگیں۔ ③ یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سخت پیاسے ہوئے‘ پانی نہیں تھا‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنویں میں اسے گاڑ دیا‘ اب تو پانی جوش کے ساتھ ابلنے لگا یہاں تک کہ سب کو کافی ہوگیا‘ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو‘ لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا‘ ④ بخاری کی روایت میں ہے کہ پندرہ سو تھے۔ ⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہے‘ ⑥ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فی الواقع تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا پہلا قول تھا پھر آپ کو کچھ وہم سا ہوگیا‘ اور چودہ سو فرمانے لگے‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوا پندرہ سو تھے‘ ⑦ لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے‘ ایک روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔ ⑧ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سات سو

---

① [ضعیف : كنز العمال (١٠٤٨٥) الفتح الكبير (١١٨٧٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف الجامع الصغير (٥٦٣١)] اس کی سند میں فضل بن یحییٰ مجہول ہے۔]

② [صحیح : ترمذی : كتاب الحج : باب ما جاء فی الحجر الاسود (٩٦١) ابن ماجه (٢٩٤٤) مسند احمد (٢٤٧/١) صحيح ابن خزيمة (٢٧٣٥) دارمی (١٨٤٦)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

③ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التفسير : تفسير سوره الفتح (٤٨٤٠) صحيح مسلم : كتاب الامارة (١٨٥٦) مسند احمد (٣٩٦/٣)]

④ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التفسير : باب اذ يبا يعونك تحت الشجرة (٤٨٤٠) صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب استحباب مبايعة الامام الجيش عندارادة القتال (١٨٥٦)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب المناقب باب ٢٥۔ صحيح مسلم : كتاب الامارة (١٨٥٦۔ ٧٢)]

⑥ [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الامارة (٨٠)]

⑦ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب المغازی : باب غزوة الحديبيه (٤١٥٣)]

⑧ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب المغازی : باب غزوة الحديبيه (٤١٥٥) صحيح مسلم : كتا ب الامارة (١٨٥٧۔ ٧٥)]

صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ سے چلے قربانی کے ستر اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ۔ ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سو تھے' ابن اسحاق اسی طرح کہتے ہیں اور یہ ان کے اوہام میں شمار ہے' بخاری و مسلم میں جو محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہزار کئی سو تھے' جیسے ابھی آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ آپ کو مکہ بھیج کر قریش کے سرداروں سے کہلوائیں کہ حضور لڑائی بھڑائی کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ شریف کے عمرے کیلئے آئے ہیں' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال سے تو اس کام کیلئے آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور مجھ سے وہ کس قدر خار کھائے ہوئے ہیں مجھے تو وہ زندہ ہی نہیں چھوڑیں گے' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور سرداران قریش کے پاس بھیجا آپ جا ہی رہے تھے کہ راستے میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص مل گیا اور اس نے آپ کو اپنے آگے اپنی سواری پر بٹھا لیا' اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ میں لے گیا آپ قریش کے بڑوں کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا' انہوں نے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے آپ نے جواب دیا یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کر لوں' اب ان لوگوں نے جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو روک لیا' ادھر لشکر اسلام میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا گیا ہے' اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹیں گے' چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور ان سے بیعت لی' ایک درخت تلے یہ بیعت الرضوان ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی یعنی لڑتے لڑتے مر جائیں گے' لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں' جتنے مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اس میدان میں تھے سب نے آپ سے بہ رضامندی بیعت کی سوائے جد بن قیس کے جو قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا' یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ غلط تھی' [1]

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو' حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا یہ لوگ ابھی یہیں تھے کہ بعض مشرکین میں سے کچھ تیز کلامی شروع ہو گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر بازی بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ آمنے سامنے ہو گئے ادھر ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو روک لیا ادھر یہ لوگ رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسول کے پاس آئے اور

---

[1] [سیرۃ ابن هشام (٣١٥/٢)]

بیعت کا حکم دے گئے آؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ' اب کیا تھا مسلمان بے تابانہ دوڑے ہوئے حاضر حضور ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے سب نے بیعت کی اس بات پر کہ ہرگز ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے' اس سے مشرکین کانپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ ①

بیہقی میں ہے کہ بیعت کے وقت اللہ کے رسول نے فرمایا الٰہی عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام کو گئے ہوئے ہیں۔ پس آپ نے خود اپنا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہت افضل تھا۔ ② اس بیعت میں سب سے پہل کرنے والے حضرت ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلایئے تا کہ میں بیعت کرلوں' آپ نے فرمایا کس بات پر کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ کے دل میں ہو اس پر۔ ③ آپ کے والد کا نام وہب تھا' صحیح بخاری شریف میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا دراصل واقعہ یوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنے گھوڑے لے آؤ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا یہ اپنے طور پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کررہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہورہی ہے تو یہ بیعت سے مشرف ہوئے' پھر گھوڑے لینے گئے اور گھوڑا لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں' اب جناب فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی' اس بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔ ④ بخاری کی دوسری حدیث میں ہے لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کررہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہر ایک کی نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ ذرا دیکھو تو کیا ہورہا ہے؟ یہ آئے تو دیکھا کہ بیعت ہورہی ہے تو بیعت کرلی پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے' ⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی ہے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور آپ ببول کے درخت تلے تھے۔ ⑥ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر

---

① [**مرسل و ضعیف** : دلائل النبوۃ للبیھقی (٤/١٣٣)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

② [**ضعیف** : اس میں حکم بن عبدالملک ضعیف ہے۔]

③ [**مرسل وضعیف** : دلائل النبوۃ للبیھقی (٤/١٣٧)]

④ [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٨٧)]

⑤ [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٨٧)]

⑥ [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ (١٨٥٦)]

درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر کو اٹھا کر میں تھامے ہوئے تھا' ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ نہ بھاگنے پر۔ (۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے مرنے پر بیعت کی تھی۔ (۲) آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیعت کر کے میں ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ! تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضور میں نے تو بیعت کر لی آپ نے فرمایا خیر آؤ بیعت کرو چنانچہ میں نے قریب جا کر پھر بیعت کی۔ (۳) حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گزرا صرف اتنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بے سپر ہوں تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی پھر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی' پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ! تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی پھر بیچ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں' آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی چنانچہ اس آخری جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ! تمہیں ہم نے جو ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس دشمن کا وار روکنے کیلئے کوئی چیز نہیں میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی تو آپ ہنسے اور فرمایا تم بھی اس شخص کی طرح ہو جس نے اللہ سے دعا کی کہ اے الٰہی میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

پھر اہل مکہ سے صلح کی تحریک کی آمد و رفت ہوئی اور صلح ہو گئی' میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا خادم تھا ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے میں تو اپنا گھر بار' بچے' مال و دولت سب راہ اللہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا' جب صلح ہو چکی ادھر کے لوگ ادھر' ادھر کے ادھر آنے لگے تو میں ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا' اچانک مشرکین مکہ میں سے چار لوگ وہیں آئے اور حضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے بڑا برا معلوم ہوا میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا' ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے' تھوڑی دیر گزری ہوگی جو میں نے سنا کہ وادی کے نیچے کے حصہ سے کوئی منادی ندا کر رہا تھا کہ اے مہاجر بھائیو حضرت ابن زنیم قتل کر دیئے گئے' میں نے جھٹ سے تلوار تان لی اور اسی درخت تلے گیا جہاں وہ چاروں سوئے ہوئے تھے جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کئے اور اپنے ایک ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار تول کر ان سے کہا اس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت دی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کا سر قلم کر دوں گا جب وہ اسے مان چکے' میں نے کہا اٹھو اور میرے آگے آگے چلو چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ادھر میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی مکرز نامی

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ (۱۸۵۸-۷۶)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب البیعة فی الحرب علی ان لا یفروا (۲۹۶۰)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب من بایع مرتین (۷۲۰۸)]

عبلات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تھے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو برائی کی ابتداء بھی انہی کے سر رہے اور پھر اس کی تکرار کے ذمے دار بھی یہی رہیں' چنانچہ سب کو رہا کر دیا گیا' اس کا بیان آیت ﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ﴾ [1] الخ' میں ہے۔ [2]

حضرت سعید بن میسیّب رحمہ اللہ کے والد بھی اس موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپ کا بیان ہے کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ ہم پر پوشیدہ رہی ہم معلوم نہ کر سکے کہ کس جگہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی' اب اگر تم پر یہ پوشیدگی کھل گئی ہو تو تم جانو' [3] ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب سے افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا' [4]

حضرت سفیان فرماتے ہیں اس جگہ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا [5] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے' مگر سرخ اونٹ والا' ہم جلدی سے دوڑے دیکھا تو ایک شخص اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کی تلاش میں تھا' ہم نے کہا چل بیعت کر' اس نے جواب دیا کہ بیعت سے زیادہ نفع تو اس میں ہے کہ میں اپنا گم شدہ اونٹ پالوں۔ [6] مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا کون ہے جو ثنیۃ المرار پر چڑھ جائے اس سے وہ دور ہو جائے گا جو بنی اسرائیل سے دور ہوا؟۔ پس سب سے پہلے قبیلہ خزرج کے ایک صحابی اس پر چڑھ گئے پھر تو اور لوگ بھی پہنچ گئے' پھر آپ نے فرمایا تم سب بخشے جاؤ گے مگر سرخ اونٹ والا ہم اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تیرے لئے رسول اللہ ﷺ سے استغفار طلب کریں تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے میرا اونٹ مل جائے تو میں زیادہ خوش ہوں بہ نسبت اس کے کہ

---

[1] [سورة الفتح : آیت ۲٤]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب غزوة ذی قرد و غیرها (۱۸۰۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحدیبیه (٤١٦٢) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب استحباب مبایعة الامام الجیش عند ارادة القتال (۱۸۵۹)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الحدیبیه (٤١٥٤) صحیح مسلم : کتاب الامارة (۱۸۵٦ـ ۷۱)]

[5] [صحیح : مسند احمد (۳/ ۳۵۰) ابوداود : کتاب السنة : باب فی الخلفاء (٤٦٥٣) ترمذی (۳۸٦۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف : ابن ابی حاتم، ترمذی : کتاب المناقب (۳۸٦۳)] اس کی سند میں خداش بن عیاش ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تمہارے صاحب میرے لئے استغفار کریں، یہ شخص اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا'۔ ① حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور ﷺ کے زبانی یہ سنا کہ اس بیعت والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے تو کہا ہاں ہوں گے آپ نے انہیں روک دیا تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے آیت ﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ ② پڑھی یعنی تم میں سے ہر شخص کو اس پر وارد ہونا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بعد ہی فرمان باری ہے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ﴾ ③ یعنی پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں گرا دیں گے (مسلم) ④ حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت حاطب کی شکایت لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا ہے۔ ⑤ ان بزرگوں کی ثناء بیان ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کے ہاتھ ہیں، اس بیعت کو توڑنے والا اپنا ہی نقصان کرنے والا ہے اور اسے پورا کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہے جیسے فرمایا ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ⑥ الخ، یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جبکہ انہوں نے درخت تلے تجھ سے بیعت کی ان کے دلی ارادوں کو اس نے جان لیا پھر ان پر دلجمعی نازل فرمائی اور قریب کی فتح سے انہیں سرفراز کیا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ⑫ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ⑬ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ⑭

جو بدوی لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب تجھ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور بال بچوں میں لگے رہ گئے پس

---

① [صحيح: صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب صفات المنافقين واحكامهم (٢٧٨٥)]

② [سورة مريم : آيت ٧١] ③ [سورة مريم : آيت ٧٢]

④ [صحيح: صحيح مسلم : كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل اصحاب الشجرة (٢٤٩٦)]

⑤ [صحيح: صحيح مسلم : كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل حاطب بن ابى بلتعه واهل بدر (٢٤٩٥-١٦٢)]

⑥ [سورة الفتح : آيت ١٨]

آپ ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے یہ تو اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے' تو جواب دے کہ تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کون رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو بلکہ تم جو کچھ کررہے ہو اس سے اللہ خوب باخبر ہے ○ نہیں بلکہ تم نے تو یہ گمان کررکھا تھا کہ پیغمبر اور مسلمانوں کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر آنا قطعاً ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں رچ گیا تھا اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا دراصل تم لوگ بھی ہو ہلاکت والے ○ جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کیلئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے ○ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کیلئے ہے' جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے' اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے ○

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا عذر گھڑنا: جو اعراب لوگ جہاد سے جی چرا کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر' موت کے ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلے تھے اور جانتے تھے کہ کفر کی زبردست طاقت' ہمیں چکنا چور کر دے گی' اور جو اتنی بڑی جماعت سے ٹکر لینے گئے ہیں یہ تباہ ہو جائیں گے بال بچوں سے ترس جائیں گے اور وہیں کاٹ ڈالے جائیں گے' جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ مع اپنی پاکباز مجاہدین کی جماعت کے ہنسی خوشی واپس آ رہے ہیں تو اپنے دل میں مسودے گانٹھنے لگے کہ اپنی مشیخت بنی رہے' یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا کہ یہ بدظن لوگ آ کر اپنے ضمیر کے خلاف اپنی زبان کو حرکت دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ حضور ﷺ! ہم بال بچوں اور کام کاج کی وجہ سے نکل نہ سکے ورنہ ہم تو ہر طرح کے تابع فرمان ہیں' ہماری جان تک حاضر ہے' اپنی مزید ایمانداری کے اظہار کے لئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضرت آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ تو آپ انہیں جواب دے دینا کہ تمہارا معاملہ سپرد اللہ ہے وہ دلوں کے بھید سے واقف ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچائے تو کون ہے جو اسے دفع کر سکے؟ اور اگر وہ تمہیں نفع دینا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکے؟ تصنع اور بناوٹ سے تمہاری ایمانداری اور نفاق سے وہ بخوبی آگاہ ہے' ایک ایک عمل سے وہ باخبر ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں' دراصل تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ بطور نافرمانی کے ہی تھا۔ صاف طور پر تمہارا نفاق اس کا باعث تھا تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں اللہ پر بھروسہ نہیں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں' تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے ان کی بھوسی اڑا دی جائے گی ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر تو لا کر دے' ان بدخیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا' تم دراصل برباد شدہ لوگ ہو' کہا گیا ہے کہ "بُوْرًا" لغت عمان ہے۔ جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنا لے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا' گو وہ دنیا میں بخلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ملک میں اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ مالک متصرف وہی ہے بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے' لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے

اور جو اس کا در کھٹکھٹائے وہ اس کیلئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے' خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں جب توبہ کرے اللہ قبول فرمالیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

جب تم غنیمتیں لینے کے لیے جانے لگو گے تو جھٹ سے یہ پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ کہنے لگیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے' چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے' وہ اس کا جواب دیں گے کہ نہیں نہیں بلکہ تم ہمارا حسد کرتے ہو' اصل بات یہ ہے کہ انہیں سمجھ بہت ہی کم ہے ○

مالِ غنیمت کے خواہش مند: ارشاد الٰہی ہے کہ جن بدوی لوگوں نے حدیبیہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھ نہ دیا جب حضور ﷺ کو اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خیبر کی فتح کے موقعہ پر مال غنیمت سمیٹنے کیلئے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو' مصیبت کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے راحت کو دیکھ کر شامل ہونا چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں ہرگز ساتھ نہ لینا' جب یہ جنگ سے جی چرائیں تو پھر غنیمت میں حصہ کیوں لیں؟ اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ اہل حدیبیہ سے کیا ہے نہ کہ ان سے جو کٹھن وقت پر ساتھ نہ دیں اور آرام کے وقت مل جائیں' ان کی چاہت ہے کہ کلام الٰہی کو بدل دیں' یعنی اللہ نے تو صرف حدیبیہ کی حاضری والوں سے وعدہ کیا تو یہ چاہتے ہیں کہ باوجود غیر حاضری کے اللہ کے اس وعدے میں مل جائیں تاکہ وہ بھی بدلا ہوا ثابت ہو جائے' [۱] ابن زید کہتے ہیں مراد اس سے یہ حکم الٰہی ہے ﴿فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ﴾ [۲] الخ' یعنی اے نبی ﷺ! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد کیلئے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میرے ساتھ ہو کر دشمن سے نہ لڑو تم وہی ہو کہ پہلی مرتبہ ہم سے پیچھے رہ جانے میں ہی خوش رہے بس اب ہمیشہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو' لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۂ براءت کی ہے جو غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غزوہ تبوک غزوہ حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے' ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے ان منافقوں کا مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر جہاد سے باز رکھنا ہے۔ فرماتا ہے کہ انہیں ان کی اس آرزو کا جواب دو کہ تم ہمارے ساتھ چلنا چاہو اس سے پہلے اللہ یہ وعدہ اہل حدیبیہ سے کر چکا ہے اس لئے تم ہمارے ساتھ نہیں چل

---

[۱] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳٤۳)]

[۲] [سورۃ التوبہ : آیت ۸۳]

سکتے۔اب وہ طعنہ دیں گے کہ اچھا ہمیں معلوم ہو گیا تم ہم سے جلتے ہو تم نہیں چاہتے کہ غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو ملے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل یہ ان کی ناسمجھی ہے اور اسی ایک پر کیا موقوف ہے یہ لوگ سراسر بے سمجھ ہیں۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ع ۲ / النصف ۱۰

تم پیچھے رہے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا○ اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے درختوں تلے چشمے جاری ہیں اور جو منہ پھیر لے اسے دردناک عذاب کرے گا○

وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کونسی قوم ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے' دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے' تیسرا یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو حنیفہ ہے' چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں' پانچویں یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں' چھٹے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں بعض فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں۔ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی ناک بیٹھی ہوئی ہوگی' ان کے منہ مثل تہہ بہ تہہ ڈھالوں کے ہوں گے' [1] حضرت سفیان فرماتے ہیں اس سے مراد ترک ہیں' ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں' پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد و قتال تم پر مشروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی رہے گا' اللہ تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل (۲۹۱۲) صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب قتال الترك (۲۹۲۸) ، (۲۹۲۹) ابن ماجه (۴۰۹۶) ابو داؤد (۴۳۰۴) ترمذی (۲۲۱۵) مسند احمد (۲/۲۳۹)]

گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ گے اور حکم کی بجا آوری کرو گے تو تمہیں بہت ساری نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے وہی کیا جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا یعنی بزدلی سے بیٹھے رہے جہاد میں شرکت نہ کی احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہوگا۔ جہاد کے ترک کرنے کے جو صحیح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے پس دو عذر تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں یعنی اندھا پن اور لنگڑا پن' اور ایک عذر وہ بیان فرمایا جو عارضی ہے جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔ پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں۔ ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ ورسول ﷺ کا فرمانبردار جنتی ہے اور جو جہاد سے بے رغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے' معاش کے پیچھے معاد کو بھول جائے اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٩﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی ○ اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے' اللہ غالب ہے حکمت والا ہے ○

چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور بیعت رضوان: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بیعت کرنے والے چودہ سو کی تعداد میں تھے اور یہ درخت ببول کا تھا جو حدیبیہ کے میدان میں تھا' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حج کو گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں' پوچھا کیا بات ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ سے بیعت الرضوان ہوئی تھی' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر یہ قصہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا میرے والد صاحب بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے لیکن ہم سب کو بھلا دیا گیا وہ درخت ہمیں نہ ملا' پھر حضرت سعید فرمانے لگے تعجب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ خود بیعت کرنے والے تو اس جگہ کو نہ پا سکیں انہیں معلوم نہ ہو لیکن تم لوگ جان لو گو یا تم اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ [1] پھر فرمایا ہے ان کی دلی صداقت' نیت' وفا اور سننے اور جاننے کی عادت کو اللہ نے معلوم کر لیا پس ان کے دلوں میں اطمینان ڈال دیا اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو حدیبیہ کے میدان میں ہوئی جس سے عام بھلائی حاصل ہوئی اور جس کے قریب ہی خیبر فتح ہوا پھر تھوڑے ہی زمانے کے بعد مکہ بھی فتح ہو گیا پھر اور قلعے اور علاقے بھی فتح ہوتے چلے گئے۔ اور وہ عزت و نصرت' فتح

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الحدیبیه (٤١٦٣)]

وظفر واقبال اور رفعت حاصل ہوئی کہ دنیا انگشت بدنداں حیران و پریشان رہ گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ بہت سی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ سچے غلبے والا اور کامل حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے، ہم حدیبیہ کے میدان میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کی کہ لوگو! بیعت کے لیے آگے بڑھو روح القدس آ چکے ہیں۔ ہم بھاگے دوڑے حاضر حضور ﷺ ہوئے، آپ اس وقت ببول کے درخت تلے تھے ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا ذکر آیت ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ﴾ الخ، میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے پر رکھ کر خود ہی بیعت کر لی، تو ہم نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب رہے کہ ہم تو یہاں پڑے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ یہ سن کر جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا بالکل ناممکن ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے طواف کر لے گو کئی سال تک وہاں رہے۔ [1]

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پس یہ تو تمہیں جلدی ہی عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، تاکہ مومنوں کے لئے یہ ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ وہ تمہیں سیدھی راہ چلائے ○ اور تمہیں اور غنیمتیں بھی دے جن پر اب تک تم نے قابو نہیں پایا اللہ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور اگر تم سے کافر جنگ کرتے تو البتہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھر نہ تو کوئی کارساز پاتے نہ مددگار ○ اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے، تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلا ہوا نہ پائے گا ○ وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔ اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر فتح یاب کر دیا تھا، تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے ○

کفار کے برے ارادوں کی ناکامی: ان بہت سی غنیمتوں سے مراد آپ کے زمانے اور بعد کی سب غنیمتیں ہیں جلدی کی غنیمت سے مراد خیبر کی غنیمت ہے اور حدیبیہ کی صلح ہے، [2] اس اللہ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ کفار کے بدارادوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا، نہ مکے کے کافروں کے، نہ منافقوں کے جو تمہارے پیچھے

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱/۱۱)]

مدینے میں رہے تھے' نہ یہ تم پر حملہ آور ہو سکے نہ وہ تمہارے بال بچوں کو ستا سکے' یہ اس لئے کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ ہی ہے' پس دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت سے ہمت نہ ہار دیں اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں' اور اسی میں اپنی خیریت سمجھیں گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہو' بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو' وہ تمہاری حکم بجا آوری اور اتباع رسول ﷺ اور سچی جاں نثاری کے عوض راہ مستقیم دکھائے گا اور دیگر غنیمتیں اور فتح مندیاں بھی عطا فرمائے گا' جو تمہارے بس کی نہیں' لیکن اللہ خود تمہاری مدد کرے گا اور ان مشکلات کو تم پر آسان کر دے گا' سب چیزیں اللہ کے بس میں ہیں' وہ اپنا ڈر رکھنے والے بندوں کو ایسی جگہ سے روزیاں پہنچاتا ہے جو کسی کے خیال میں تو کیا خود ان کے اپنے خیال میں بھی نہ ہوں؟' اس غنیمت سے مراد خیبر کی غنیمت ہے جس کا وعدہ صلح حدیبیہ میں پنہاں تھا یا مکہ کی فتح ہے' یا فارس اور روم کے مال ہیں' یا وہ تمام فتوحات ہیں جو قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ کفار سے مرعوب و خائف نہ ہوں' اگر کافر مقابلہ پر آئے تو اللہ اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ اور ان بے ایمانوں کو شکست فاش دے گا' یہ پیٹھ دکھائیں گے اور منہ پھیر لیں گے اور کوئی والی اور مددگار بھی انہیں نہ ملے گا اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آئے ہیں اور اس کے ایماندار بندوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کفر و ایمان کا مقابلہ ہو وہ ایمان کو کفر پر غالب کرتا ہے اور حق کو ظاہر کر کے باطل دبا دیتا ہے جیسے کہ بدر والے دن بہت سے کافروں کو جو باسامان تھے چند مسلمانوں کے مقابلہ میں جو بے سروسامان تھے شکست فاش دی۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے میرے احسان کو بھی نہ بھولو میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہ پہنچنے دیئے اور تمہیں بھی مسجد حرام کے پاس لڑنے سے روک دیا اور تم میں اور ان میں صلح کرا دی' جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری ہے کیا دنیا کے اعتبار سے اور کیا آخرت کے اعتبار سے' وہ حدیث یاد ہوگی جو اسی سورت کی تفسیر میں بروایت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ گزر چکی ہے کہ جب ستر کافروں کو باندھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا انہیں جانے دو ان کی طرف سے ہی ابتدا ہو اور انہی کی طرف سے دوبارہ شروع ہو' اسی بابت پر یہ آیت اتری' مسند احمد میں ہے کہ اسی (۸۰) کافر ہتھیاروں سے آراستہ جبل تنعیم کی طرف سے چپ چپاتے موقعہ پا کر اتر آئے لیکن حضور ﷺ غافل نہ تھے آپ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا سب گرفتار کر لئے گئے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے ازراہ مہربانی ان کی خطا معاف فرما دی اور سب کو چھوڑ دیا' اور نسائی میں بھی ہے' حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس درخت کا ذکر قرآن میں ہے اس کے نیچے نبی ﷺ تھے ہم لوگ بھی آپ کے اردگرد تھے اس درخت کی شاخیں حضور ﷺ کی کمر سے لگ رہی تھیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھو اس پر سہیل نے حضور ﷺ کا

ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے' ہمارے اس صلح نامے میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوایئے' پس آپ نے فرمایا ﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ لکھ لو' پھر لکھا یہ وہ ہے' جس پر اللہ کے رسول محمد نے اہل مکہ سے صلح کی اس پر پھر سہیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا اگر آپ اللہ کے رسول ہی ہیں تو پھر ہم نے بڑا ظلم کیا اس صلح نامہ میں وہی لکھوایئے جو ہم میں مشہور ہے' تو آپ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے' جس پر محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے اہل مکہ سے صلح کی اتنے میں تین نوجوان کفار ہتھیار بند آن پڑے آپ نے ان کے حق میں بددعا کی اللہ نے انہیں بہرہ بنا دیا ہم اٹھے اور ان سب کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں کسی نے امن دیا ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ انہوں نے انکار کیا' لیکن باوجود اس کے آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں چھوڑ دیا' اس پر یہ آیت ﴿وَهُوَ الَّذِیْ﴾ الخ' نازل ہوئی (نسائی) [1]

ابن جریر میں ہے جب حضور ﷺ قربانی کے جانور لے کر چلے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے نبی اللہ ﷺ! آپ ایک ایسی قوم کی بستی میں جا رہے [2] ہیں جو برسر پیکار ہیں اور آپ کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ اسباب' یہ سن کر آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر مدینہ سے سب ہتھیار اور کل سامان منگوا لیا جب آپ مکہ کے قریب پہنچ گئے تو مشرکین نے آپ کو روکا کہ مکہ میں نہ آئیں آپ کو خبر دی کہ عکرمہ بن ابوجہل پانچ سو کا لشکر لے کر آپ پر چڑھائی کرنے کیلئے آ رہا ہے' آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے خالد! تیرا چچا زاد بھائی لشکر لے کر آ رہا ہے' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ میں اللہ کی تلوار ہوں اور اس کے رسول کی' اسی دن سے آپ کا لقب سیف اللہ ہوا۔ مجھے آپ جہاں چاہیں اور جس مقابلہ میں چاہیں بھیجیں' چنانچہ عکرمہ کے مقابلہ کے لئے آپ روانہ ہوئے' گھاٹی میں دونوں کی مڈبھیر ہوئی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عکرمہ کے پاؤں نہ جمے اسے مکہ کی گلیوں تک پہنچا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے پھر دوبارہ تازہ دم ہو کر مقابلہ پر آیا' اب کی مرتبہ بھی شکست کھا کر مکہ کی گلیوں تک پہنچ گیا وہ پھر تیسری مرتبہ نکلا اس مرتبہ بھی یہی حشر ہوا' اسی کا بیان آیت ﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ﴾ [3] الخ' میں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے باوجود حضور (ﷺ) کی ظفرمندی کے کفار کو بھی بچا لیا تاکہ جو مسلمان ضعفاء اور کمزور مکہ میں تھے انہیں اسلامی لشکر کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے' لیکن اس روایت میں بہت کچھ نظر ہے' ناممکن ہے کہ یہ حدیبیہ والے واقعہ کا ذکر ہو اس لئے کہ اس وقت تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمان ہی نہ ہوئے تھے بلکہ مشرکین کے طلایہ کے یہ اس دن سردار تھے' جیسے کہ صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ عمرۃ القضا کا ہو۔ اس لئے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرائط کے مطابق یہ طے شدہ امر تھا کہ اگلے سال حضور ﷺ آئیں عمرہ ادا کریں اور تین دن تک مکہ میں ٹھہریں' چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق جب حضور ﷺ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (١٨٠٨-١٣٣) مسند احمد (١٢٢/٣) ترمذی : کتاب التفسیر (٣٢٦٤) ابو داؤد : کتاب الجهاد (٢٦٨٨)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٨٦/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٦٨٠٠)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٥٦/١١)]

تشریف فرما ہوئے تو کافروں نے آپ کو روکا نہیں نہ آپ سے جنگ وجدال کیا۔ اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو اس لئے کہ فتح مکہ والے سال آپ اپنے ساتھ قربانیاں لے کر نہیں گئے تھے اس وقت تو آپ جنگی حیثیت سے گئے تھے لڑنے اور جہاد کرنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے پس اس روایت میں کچھ خلل ہے اور اس میں ضرور قباحت واقعہ ہوئی ہے خوب سوچ لینا چاہئے واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش نے اپنے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے کہ وہ حضور ﷺ کے لشکر کے اردگرد گھومتے رہیں اور موقع پا کر کچھ نقصان پہنچائیں یا کسی کو گرفتار کر کے لے آئیں یہاں سارے کے سارے پکڑ لئے گئے لیکن حضور ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا اور سب کو چھوڑ دیا انہوں نے آپ کے لشکر پر کچھ پتھر بھی پھینکے تھے اور کچھ تیر بھی چلائے تھے (١) یہ بھی مروی ہے کہ ایک صحابی جنہیں ابن زنیم کہا جاتا تھا حدیبیہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے تھے مشرکین نے تیر بازی کر کے ان کو شہید کر دیا حضور ﷺ نے کچھ سوار ان کے تعاقب میں روانہ کئے وہ ان سب کو جو تعداد میں بارہ سوار تھے گرفتار کر کے لے آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ کوئی عہد و پیمان ہے؟ کہا نہیں، لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا اور اسی بارے میں آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ الخ، نازل ہوئی۔ (٢)

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِـــيْمًا ﴿25﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿26﴾ ع

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے لئے موقوف رکھے ہوئے جانوروں کو قربان گاہ تک پہنچنے سے روک دیا، اگر (مکے میں) چند مسلمان مرد و عورت ایسے نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم انہیں پامال کر ڈالو اور بے خبری میں ایک گناہ کے مرتکب ہو جاؤ، (تو اسی وقت تمہیں لڑائی کی اجازت دے دی جاتی) یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے اگر یہ مسلمان علیحدہ ہوتے تو یقیناً ہم ان میں سے کافروں کو المناک سزا دیتے ○ جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی ہٹ اور حمیت کو پختہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس کی تسکین اور دل جمعی اپنے رسول اور ایمان والوں کو عطا فرمائی اور انہیں پرہیزگاری کی بات پر جما دیا دراصل یہی لوگ اس کے پورے

---

(١) [**ضعيف** : تفسير ابن جرير طبرى (٣١٥٥٦) مستدرك حاكم (٤٦٠/٣)]

(٢) [**مرسل** : تفسير ابن جرير الطبرى (٣١٥٥٩) الدر المنثور للسيوطى (٨٧/٦)]

حقدار، صحیح طور پر اس کے قابل تھے اللہ تعالیٰ ہر چیز سے پورا پورا واقف ہے ○

مسجد حرام کے حقیقی حقدار: مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں گے ان کی نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل یہ لوگ کفر پر ہیں انہوں نے ہی تمہیں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے روکا ہے، حالانکہ اصل حقدار اور زیادہ لائق بیت اللہ کے تم ہی لوگ تھے پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں اندھا کر دیا کہ اللہ کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان گاہ تک نہ جانے دیا، یہ قربانیاں تعداد میں ستر تھیں جیسے کہ عنقریب ان کا بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ سردست تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ ابھی چند کمزور مسلمان مکے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں اور نہ تم انہیں جانتے ہو، تو یوں دفعۃً اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھاپہ مارتے تو وہ سچے پکے مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں تم ہی مستحق گناہ اور مستحق دیت بن جاتے، پس ان کفار کی سزا کو اللہ نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تاکہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لے آئیں۔ اگر یہ مومن ان میں نہ ہوتے اگر یہ الگ الگ ہوتے تو یقیناً ہم تمہیں ان کفار پر اسی وقت غلبہ دے دیتے اور ان کا نام مٹا دیتے، حضرت جنید بن سبع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صبح کو میں کافروں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا میں مسلمان ہو گیا اور اب حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ رہا تھا، ہمارے ہی بارے میں یہ آیت ﴿لَوْلَا رِجَالٌ﴾ الخ، نازل ہوئی ہے، ہم کل نو شخص تھے سات مرد، دو عورتیں (طبرانی) [1] اور روایت میں ہے کہ ہم تین مرد اور نو عورتیں تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر یہ مومن ان کافروں سے ملے جلے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیئے جاتے۔

پھر فرماتا ہے جبکہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت و حمیت جاہلیت کو جما چکے تھے صلح نامہ میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے سے انکار کر دیا حضور ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھوانے پر انکار کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مومنوں کے دل کھول دیئے ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقوے کے کلمے پر انہیں جما دیا یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پر جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔ [2] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ نہ کہہ لیں جس نے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا مگر حق اسلام کی وجہ سے اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی

---

[1] [مسند ابو یعلی (۱۵۶۰) طبرانی کبیر (۲۲۰۴) مجمع الزوائد (۱۳۴۶)] امام ہیثمی کے نزدیک اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

[2] [**صحیح**: ترمذی: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ فتح (۳۲۶۵) مسند احمد (۳۳۱/۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۳/۲۶)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

کتاب میں نازل فرمایا۔ ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَـهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [1] یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے یہاں مسلمانوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے۔ یہ کلمہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہے انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک مدت معینہ تک کیلئے صلح نامہ مکمل کر لیا، ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے، لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے جملے راوی کے اپنے ہیں یعنی حضرت زہری رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ہی ہے، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد اخلاص ہے، عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ حضرت مسور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ مراد ہے، یہی قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ کی واحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقوے کی جڑ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کلمہ تقوی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہے، حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مراد ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے، اسے معلوم ہے کہ مستحق خیر کون ہے؟ اور مستحق شر کون ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح ہے ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَوْ حَمِيْتُمْ كَمَا حَمُوا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ﴾ یعنی کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد برپا ہو جاتا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت تیز ہوئے لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں حضور ﷺ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا تھا آپ اس میں سے مجھے بھی سکھاتے تھے، اس پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ ذی علم اور قرآن دان ہیں آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سکھایا ہے وہ پڑھیے اور سکھایئے (نسائی) [2] ان احادیث کا بیان جن میں حدیبیہ کا قصہ اور صلح کا واقعہ ہے، مسند احمد میں [3] حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہما فرماتے

---

[1] [سورہ الصافات : آیت ٣٥]

[2] [نسائی فی التفسیر (٥٢٥) مستدرك حاكم (٢/٢٢٥)] امام حاکم ؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[3] [حسن : مسند احمد (٤/٣٢٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٨٩١٠)]

ہیں رسول اللہ ﷺ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے چلے آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا ستر اونٹ قربانی کے آپ کے ساتھ تھے کل ساتھی آپ کے سات سو تھے ایک ایک اونٹ دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا' آپ جب عسفان پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خبر دی کہ یا رسول اللہ ﷺ قریشیوں نے آپ کے آنے کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر لی ہیں انہوں نے اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے ہیں اور چیتے کی کھالیں پہن لی ہیں اور عہد و پیمان کر لئے ہیں کہ وہ آپ کو اس طرح جبراً مکہ میں نہیں آنے دیں گے خالد بن ولید کو انہوں نے چھوٹا سا لشکر دے کر کراع غمیم تک پہنچا دیا' یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا افسوس! قریشیوں کو لڑائیوں نے کھا لیا کتنی اچھی بات تھی کہ وہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیتے اگر وہ مجھ پر غالب آ جاتے تو ان کا مقصود پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور لوگوں پر غالب کر دیتا تو پھر یہ لوگ بھی دین اسلام کو قبول کر لیتے اور اگر اس وقت بھی اس دین میں نہ آنا چاہتے تو مجھ سے لڑتے اور اس وقت ان کی طاقت بھی پوری ہوتی' قریشیوں نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ قسم اللہ کی اس دین پر میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا اور ان سے مقابلہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ مجھے ان پر کھلم کھلا غلبہ عطا فرما دے یا میری گردن کٹ جائے پھر آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دائیں طرف حمص کے پیچھے سے اس راستہ پر چلیں جو ثنیۃ المرار کو جاتا ہے اور حدیبیہ مکہ کے نیچے کے حصے میں ہے۔ خالد والے لشکر نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ نے راستہ بدل دیا تو یہ دوڑے ہوئے قریشیوں کے پاس گئے اور انہیں اس کی خبر دی' ادھر حضور ﷺ جب ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگ کہنے لگے اونٹنی تھک گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس کے بیٹھ جانے کی عادت ہے اسے اس اللہ نے روک لیا ہے جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔ سنو! قریش آج مجھ سے جو مانگیں گے جس میں صلہ رحمی ہو' میں انہیں دوں گا پھر آپ نے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ کریں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس پوری وادی میں پانی نہیں آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایک صحابی کو دیا اور فرمایا اسے یہاں کے کسی کنویں میں گاڑ دو' اس کے گاڑتے ہی پانی جوش مارتا ہوا ابل پڑا تمام لشکر نے پانی لے لیا اور وہ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا' جب پڑاؤ ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے اتنے میں بدیل بن ورقاء اپنے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو لے کر آیا آپ نے اس سے وہی فرمایا جو بشر بن سفیان سے فرمایا تھا یہ لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ تم لوگوں نے حضور ﷺ کے بارے میں بڑی عجلت کی حضور ﷺ تم سے لڑنے کو نہیں آئے آپ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے اور اس کی عزت کرنے کو آئے ہیں تم اپنے فیصلے پر دوبارہ نظر ڈالو' دراصل قبیلہ خزاعہ کے مسلم و کافر رسول اللہ ﷺ کے طرفدار تھے مکے کی خبریں انہی لوگوں سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں' قریشیوں نے انہیں جواب دیا کہ گو آپ اسی ارادے سے آئے ہوں لیکن یوں اچانک تو ہم انہیں یہاں آنے نہیں دیں گے ورنہ لوگوں میں تو یہی باتیں ہوں گی کہ آپ مکہ میں گئے اور کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ انہوں نے پھر مکرز بن حفص کو بھیجا یہ بنو عامر بن لوئی کے قبیلے میں سے تھا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عہد شکن شخص ہے اور اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے آنے والے دونوں اور شخصوں سے فرمایا تھا' یہ بھی لوٹ گیا

اور جا کر قریشیوں سے سارا واقعہ بیان کر دیا' قریشیوں نے پھر حلیس بن علقمہ کنانی کو بھیجا یہ ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کا سردار تھا' اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس قوم سے ہے جو اللہ کے کاموں کی عظمت کرتی ہے اپنی قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ اس نے جو دیکھا کہ ہر طرف سے قربانی کے نشان دار جانور آ جا رہے ہیں اور رک جانے کی وجہ سے ان کے بال اڑے ہوئے ہیں یہ تو وہیں سے حضور ﷺ کے پاس آئے بغیر لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا اللہ جانتا ہے تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں بیت اللہ سے روکو اللہ کے نام کے جانور قربان گاہ سے رکے ہوئے ہیں' یہ سخت ظلم ہے۔ اتنے دن رکے رہنے سے ان کے بال تک اڑ گئے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ قریش نے کہا تو نرا اعرابی ہے خاموش ہو کر بیٹھ جا۔

اب انہوں نے مشورہ کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا عروہ نے اپنے جانے سے پہلے کہا کہ اے قریشیو! جن جن کو تم نے وہاں بھیجا وہ جب واپس آئے تو ان سے تم نے کیا سلوک کیا یہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے انہیں برا کہا ان کی بے عزتی کی ان پر تہمت رکھی ان سے بدگمانی کی' میری حالت تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں مثل باپ کے سمجھتا ہوں تم خوب جانتے ہو کہ جب تم نے ہائے وائے کی میں نے اپنی تمام قوم کو اکٹھا کیا اور جس نے میری بات مانی میں نے اسے اپنے ساتھ لیا اور تمہاری مدد کیلئے اپنی جان مال اور اپنی قوم کو لے کر آ پہنچا' سب نے کہا بیشک آپ سچے ہیں' ہمیں آپ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں آپ جائیے۔ اب یہ چلا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا کہ آپ نے ادھر ادھر کے کچھ لوگوں کو جمع کر لیا ہے اور آئے ہیں اپنی قوم کی شوکت و شان کو آپ ہی توڑنے کیلئے۔ سنئے! یہ قریشی ہیں آج یہ مصمم ارادہ کر چکے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو چیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں وہ اللہ کو بیچ میں رکھ کر عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ ہرگز ہرگز آپ کو اس طرح اچانک زبردستی مکہ میں نہیں آنے دیں گے' اللہ کی قسم مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت بھیڑ لگائے آپ کے اردگرد کھڑے ہوئے ہیں یہ لڑائی کے وقت ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گے' یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا' آپ اس وقت حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا جالات کی وہ چوستارہ' ہم اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں؟ عروہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوقحافہ کے بیٹے۔ تو کہنے لگا اگر مجھ پر تیرا احسان پہلے نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا مزہ چکھاتا' اس کے بعد عروہ نے پھر کچھ کہنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی میں ہاتھ ڈالا اس کی اس بے ادبی کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے' یہ حضور ﷺ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے لوہا ان کے ہاتھ میں تھا' وہی اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا' اپنا ہاتھ دور رکھ تو حضور ﷺ کے جسم کو چھو نہیں سکتا۔ یہ کہنے لگا تو بڑا ہی بدزبان اور ٹیڑھا آدمی ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر تبسم فرمایا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے؟ تو کہنے لگا غدار تو تو کل تک طہارت بھی نہ جانتا تھا۔ الغرض اسے بھی حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو اس کے پہلے والوں کو فرمایا اور یقین دلا دیا کہ ہم لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ یہ واپس چلا اور اس نے یہاں کا یہ نقشہ دیکھا تھا کہ اصحاب رسول کس طرح

حضور ﷺ کے پروانے بنے ہوئے ہیں' آپ کے وضو کا پانی وہ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں آپ کے تھوک کو اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے وہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں' آپ کا کوئی بال گر پڑے تو ہر شخص لپکتا ہے کہ وہ اسے لے لے' جب یہ قریشیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اے قریش کی جماعت کے لوگو! میں کسریٰ کے ہاں اس کے دربار میں اور نجاشی کے ہاں اس کے دربار میں ہو آیا ہوں اللہ کی قسم میں نے ان بادشاہوں کی بھی وہ عظمت اور وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھا ہے' آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تو آپ کی وہ عزت کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے' اب تم سوچ سمجھ لو اور اس بات کو یاد کر لو کہ اصحاب رسول ﷺ ایسے نہیں کہ اپنے نبی کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیں' اب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں مکہ والوں کے پاس بھیجنا چاہا' لیکن اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ پر جس کا نام ثعلب تھا سوار کرا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا قریش نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور خود قاصد کو بھی قتل کر ڈالتے لیکن احابیش قوم نے انہیں بچا لیا (شاید اس بنا پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ وہاں میرے قبیلہ بنو عدی کا کوئی شخص نہیں جو مجھے ان قریشیوں سے بچانے کی کوشش کرے اس لئے کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں جو ان کی نگاہوں میں مجھ سے بہت زیادہ ذی عزت ہیں؟' چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مکہ میں بھیجا کہ جا کر قریش سے کہہ دیں کہ ہم لڑنے کیلئے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اس کی عظمت بڑھانے کو آئے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہر میں قدم رکھا ہی تھا جو ابان بن سعید بن عاص آپ کو مل گئے اور اپنی سواری سے اتر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آگے بٹھایا اور خود پیچھے بیٹھا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو لے چلا کہ آپ پیغام رسول ﷺ اہل مکہ کو پہنچا دیں' چنانچہ آپ وہاں گئے اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا' انہوں نے کہا آپ تو آ ہی گئے ہیں آپ اگر چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر لیں لیکن ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک حضور ﷺ طواف نہ کر لیں ناممکن ہے کہ میں طواف کروں' قریش نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں واپس نہ جانے دیا ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

زہری کی روایت میں ہے کہ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو آپ کے پاس بھیجا کہ تم جا کر صلح کر لو لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سال آپ مکہ میں نہیں آ سکتے تا کہ عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ آئے اور تم روک نہ سکے' چنانچہ سہیل یہ سفارت لے کر چلا' جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قریشیوں کا ارادہ صلح کا ہو گیا جو اسے بھیجا ہے' اس نے حضور ﷺ سے باتیں شروع کیں اور دیر تک سوال جواب اور بات چیت ہوتی رہی شرائط صلح طے ہو گئیں صرف لکھنا باقی رہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں' تو کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دینی معاملات میں اتنی کمزوری دکھائیں؟' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر اللہ کے رسول ﷺ کی رکاب تھامے رہو آپ اللہ کے سچے رسول ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی کامل یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے

رسول ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر بھی صبر نہ ہوسکا خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسی طرح کہا، آپ نے جواب میں فرمایا سنو! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا غلام ہوں میں اس کا خلاف نہیں کرسکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہنے کو تو اس وقت جوش میں میں حضور ﷺ سے یہ سب کچھ کہہ گیا لیکن پھر مجھے بڑی ندامت ہوئی میں نے اس کے بدلے بہت روزے رکھے بہت سی نمازیں پڑھیں اور بہت سے غلام آزاد کئے اس سے ڈر کر کہ مجھے اس گستاخی کی کوئی سزا اللہ کی طرف سے نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھوانے کیلئے بلوایا اور فرمایا لکھو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اس پر سہیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا یوں لکھئے ﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ آپ نے فرمایا اچھا یونہی لکھو پھر فرمایا یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اس پر سہیل نے کہا اگر میں آپ کو رسول مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں؟ یوں لکھئے کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ (ﷺ) اور سہیل بن عمرو نے کیا اس بات پر کہ دس سال تک ہم میں کوئی لڑائی نہ ہوگی امن وامان سے رہیں گے، ایک دوسرے سے بچے ہوئے رہیں گے اور یہ کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے بغیر چلا آئے گا آپ اسے واپس لوٹا دیں گے اور جو صحابیِ رسول ﷺ قریشیوں کے پاس چلا جائے وہ اسے نہیں لوٹائیں گے، ہم میں آپ میں لڑائیاں بند رہیں گی صلح قائم رہے گی طوق و زنجیر قید و بند بھی نہ ہوگا، اسی میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص محمد ﷺ کی جماعت اور آپ کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ آسکتا ہے اور جو شخص قریش کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ بھی آسکتا ہے، اس پر بنو خزاعہ جلدی سے بول اٹھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں آئے ہیں اور بنو بکر نے کہا ہم قریشیوں کے ساتھ ان کے ذمہ میں ہیں، صلح نامہ میں یہ بھی تھا کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں مکہ میں نہ آئیں، اگلے سال آئیں اس وقت ہم باہر نکل جائیں گے اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت آئیں تین دن مکہ میں ٹھہریں ہتھیار اتنے ہی ہوں جتنے ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا کہ سہیل کے لڑکے ابو جندل رضی اللہ عنہ لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے مکہ سے چھپتے چھپاتے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ سے نکلتے ہونے ہی فتح کا یقین کئے ہوئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خواب میں دیکھ چکے تھے اس لئے انہیں فتح ہونے میں ذرا سا بھی شک نہ تھا، یہاں آ کر انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے اور بغیر طواف کے بغیر زیارت بیت اللہ کے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا رسول اللہ ﷺ پر دباؤ ڈال کر صلح کر رہے ہیں تو اس سے وہ بہت ہی پریشان خاطر تھے بلکہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ یہ سب کچھ تو تھا ہی مزید برآں جب حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان تھے اور جنہیں مشرکین نے قید کر رکھا تھا اور جن پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہ سن کر کہ حضور ﷺ آئے ہوئے ہیں کسی نہ کسی طرح موقعہ پا کر بھاگ آتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حاضر حضور ﷺ ہوتے ہیں تو سہیل اٹھ کر انہیں طمانچے مارنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے اے محمد (ﷺ) میرے آپ کے درمیان تصفیہ ہو چکا ہے یہ اس کے بعد آیا ہے لہٰذا اس شرط کے مطابق میں

اسے واپس لے جاؤں گا' آپ جواب دیتے ہیں ہاں ٹھیک ہے سہیل کھڑا ہوتا ہے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھسیٹتا ہوا انہیں لے کر چلتا ہے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں اے مسلمانو! مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہے ہو؟ ہائے یہ میرا دین مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں' اس واقعہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور برافروختہ کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابو جندل صبر کر اور نیک نیت رہ اور طلب ثواب میں رہ' نہ صرف تیرے لئے ہی بلکہ تجھ جیسے جتنے کمزور مسلمان ہیں ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ راستے نکالنے والا ہے اور تم سب کو اس درد و غم' رنج و الم ظلم و ستم سے چھڑوانے والا ہے' ہم چونکہ صلح کر چکے ہیں شرطیں طے ہو چکیں ہیں اس بنا پر ہم نے انہیں سردست واپس کر دیا ہے۔ ہم غداری کرنا' شرائط کے خلاف کرنا' عہد شکنی کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو بہ پہلو جانے لگے اور کہتے جاتے تھے ابو جندل رضی اللہ عنہ صبر کرو ان میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون مثل کتے کے خون کے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی ساتھ اپنی تلوار کی موٹھ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے جا رہے ہیں کہ وہ تلوار کھینچ لیں اور ایک ہی وار میں باپ کو آر پار کر دیں لیکن حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باپ پر نہ اٹھا۔ صلح نامہ مکمل ہو گیا فیصلہ پورا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام میں نماز پڑھتے تھے اور حلال ہونے کیلئے مضطرب تھے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اٹھو اپنی اپنی قربانیاں کر لو اور سر منڈ والو لیکن ایک بھی کھڑا نہ ہوا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ لوٹ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمانے لگے لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جس صدمے میں یہ ہیں آپ کو بخوبی معلوم ہے آپ ان سے کچھ نہ کہئے سیدھے اپنی قربانی کے جانور کے پاس جایئے اور اسے جہاں وہ ہو وہیں قربان کر دیجئے اور خود سر منڈ وا لیجئے پھر تو ناممکن ہے کہ اور لوگ بھی یہی نہ کریں' آپ نے یہی کیا اب کیا تھا ہر شخص اٹھ کھڑا ہوا قربانی کو قربان کیا اور سر منڈ والیا آپ یہاں سے واپس چلے آدھا راستہ طے کیا ہو گا جو سورۂ فتح نازل ہوئی۔

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے [1] اس میں ہے کہ آپ کے سامنے ایک ہزار کئی سو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نشان دار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے ایک جاسوس کو جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا تجسس کیلئے روانہ کیا۔ غدیر اشطاط میں آ کر اس نے خبر دی کہ قریش نے پورا مجمع تیار کر لیا ہے ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کو بھی انہوں نے جمع کر لیا ہے اور ان کا ارادہ لڑائی کا اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اب بتاؤ کیا ہم ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیں؟ اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گردن کاٹ دی ہو گی' ورنہ ہم انہیں غمگین چھوڑ کر جائیں گے' اگر وہ بیٹھ رہیں گے تو اس غم و رنج میں رہیں گے اور اگر انہوں نے نجات پالی تو یہ گردنیں ہوں گی جو اللہ عزوجل نے کاٹ دی ہوں گی' دیکھو تو بھلا کتنا ظلم ہے کہ ہم نہ کسی سے لڑنے کو آئے نہ کسی اور ارادے سے آئے صرف بیت اللہ کے گھر کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں

[1] [صحیح: مسند احمد (٣٢٣/٤) صحیح بخاری (٢٧٣١)]

اور وہ ہمیں روک رہے ہیں بتاؤ ان سے ہم کیوں نہ لڑیں؟ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ بیت اللہ کی زیارت کو نکلے ہیں آپ چلے چلئے ہمارا ارادہ جدال وقتال کا نہیں لیکن جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکے گا ہم اس سے ضرور لڑیں گے خواہ کوئی ہو آپ نے فرمایا بس اب اللہ کا نام لو اور چل کھڑے ہوؤ۔ کچھ اور چل کر حضور ﷺ نے فرمایا خالد بن ولید طلائیہ کا لشکر لے کر آ رہا ہے پس تم دائیں طرف کو ہو لو خالد کو اس کی خبر بھی نہ ہو اور حضور ﷺ مع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان کے کلے پر پہنچ گئے اب خالد دوڑا ہوا قریشیوں میں پہنچا اور انہیں اس سے مطلع کیا' اونٹنی کا نام اس روایت میں قصواء بیان ہوا ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کریں گے میں دوں گا بشرطیکہ حرمت اللہ کی اہانت نہ ہو' پھر آپ نے اونٹنی کو للکارا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی' بدیل بن ورقاء خزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جا کر قریشیوں کو جواب پہنچاتا ہے تو عروہ بن مسعود ثقفی کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرا کر جو پہلے بیان ہو چکا یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص نے نہایت معقول اور واجبی بات کہی ہے اسے قبول کر لو اور جب یہ خود حاضر حضور ﷺ ہو کر آپ کا یہی جواب آپ کے منہ سے سنتا ہے تو آپ سے کہتا ہے کہ سنئے! جناب دو ہی باتیں ہیں یا آپ غالب وہ مغلوب یا وہ غالب آپ مغلوب اگر پہلی ہی بات ہوئی تو بھی کیا ہوا آپ ہی کی قوم ہے آپ نے کسی کے بارے میں ایسا سنا ہے کہ جس نے اپنی قوم کا ستیاناس کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہو گی تو یہ جتنے آپ کے پاس ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ سارے ہی آپ کو چھوڑ چھاڑ کر دوڑ جائیں گے' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ جواب دیا جو پہلے گزر چکا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ والے بیان میں یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خول تھا ان کے مارنے پر عروہ نے کہا غدار میں نے تو تیری غداری میں تیرا ساتھ دیا تھا' بات یہ ہے کہ پہلے یہ جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ تھے موقعہ پا کر انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حاضر حضور ﷺ ہوئے آپ نے فرمایا تمہارا اسلام تو میں منظور کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں' عروہ نے یہاں یہ منظر بھی بچشم خود دیکھا کہ آپ تھوکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اپنے چہرے پر اور جسم پر مل لیتا ہے آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوتے ہی فرمانبرداری کے لئے ایک سے ایک آگے بڑھتا ہے جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے اعضاء بدن سے گرے ہوئے پانی پر جو قریب ہوتا ہے یوں لپکتا ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم لڑ پڑیں' جب آپ بات کرتے ہیں تو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے مجال نہیں جو کہیں سے چوں کی آواز بھی سنائی دے' حد تعظیم یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنکھ بھر کر آپ کے چہرہ منور کی طرف تکتے ہی نہیں بلکہ نیچی نگاہوں سے ہر وقت باادب رہتے ہیں' اس نے پھر واپس آ کر یہی حال ان قریشیوں کو سنایا اور کہا کہ حضور ﷺ جو انصاف وعدل کی بات پیش کر رہے ہیں اسے مان لو۔

بنو کنانہ کے جس شخص کو اس کے بعد قریش نے بھیجا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اس لئے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو اور اس کی طرف ہانک دو اس نے جو یہ منظر دیکھا ادھر صحابی کی زبانی لبیک کی صدائیں سنیں تو کہہ اٹھا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا نہایت لغو حرکت

ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مکرز کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ ایک تاجر شخص ہے ابھی یہ بیٹھا باتیں کر ہی رہا تھا جو سہیل آ گیا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا لواب کام سہل ہو گیا' اس نے جب ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے پر اعتراض کیا تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم یہی لکھا جائے گا' لیکن آپ نے سہیل کی بات مان لی' جب لفظ رسول پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا واللہ! میں رسول ہی ہوں گو تم نہ مانو' یہ اس بناء پر کہ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ نے کہہ دیا تھا کہ یہ حرمات الٰہیہ کی عزت رکھتے ہوئے مجھ سے جو کہیں گے میں منظور کر لوں گا' آپ نے صلح نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا کہ امسال ہمیں یہ بیت اللہ کی زیارت کر لینے دیں گے لیکن سہیل نے کہا یہ ہمیں منظور نہیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ ہم دب گئے' اور کچھ نہ کر سکے' جب یہ شرط ہو رہی تھی کہ جو کافران میں سے مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا آئے آپ اسے واپس کر دیں گے' اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے کافروں کو سونپ دیں' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آ گئے' سہیل نے کہا اسے واپس کیجئے آپ نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ مکمل نہیں ہوا میں اسے کیسے واپس کر دوں؟ اس نے کہا پھر تو اللہ کی قسم میں کسی طرح اور کسی شرط پر صلح کرنے میں رضامند نہیں ہوں' آپ نے فرمایا تم خود مجھے خاص اس کی بابت اجازت دے دو اس نے کہا میں اس کی اجازت بھی نہیں دوں گا آپ نے دوبارہ فرمایا لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا مگر مکرز نے کہا ہاں ہم آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں' اس وقت حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فریاد کی۔ ان بیچاروں کو مشرکین بڑی سخت سنگین سزائیں کر رہے تھے' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر حضور ﷺ ہوئے اور وہ کہا جو پہلے گزر چکا' پھر پوچھا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا ہے لیکن یہ تو نہیں کہا کہ یہ اسی سال ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا آپ نے فرمایا بس تو تم وہاں جاؤ گے ضرور اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہی کہا جس کا بیان اوپر گزرا ہے اس میں اتنا اور ہے کہ کیا حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہیں' پھر میں نے حضور ﷺ کی پیشین گوئی کا اسی طرح ذکر کیا اور وہی جواب مجھے ملا جو ذکر ہوا۔ جو جواب خود رسول کریم ﷺ نے دیا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو نحر کیا اور نائی کو بلوا کر سر منڈوا لیا پھر تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور قربانیوں سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کا سر خود مونڈنے لگے اور مارے غم اور اژدھام کے قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اس کے بعد ایمان والی عورتیں حضور ﷺ کے پاس آئیں جن کے بارے میں یہ آیت ﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ﴾[1] الخ نازل ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے تحت اپنی دو مشرکہ بیویوں کو اسی دن طلاق دے دی جن میں سے ایک نے معاویہ بن ابو سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری

---

[1] [سورة الممتحنه : آيت ١٠]

نے صفوان بن امیہ سے نکاح کرلیا۔ آنحضرت ﷺ یہیں سے واپس لوٹ کر مدینہ شریف آ گئے۔

ابوبصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی جو مسلمان تھے موقعہ پا کر مکہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے ان کے پیچھے ہی دو کافر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عہد نامہ کی بنا پر اس شخص کو آپ واپس کیجئے ہم قریشیوں کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں اور ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو واپس لینے کیلئے آئے ہیں' آپ نے فرمایا اچھی بات ہے میں اسے واپس کر دیتا ہوں چنانچہ آپ نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو انہیں سونپ دیا یہ انہیں لے کر چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے کھجوریں کھانے لگے تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا' واللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی تلوار نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں بیشک بہت ہی اچھے لوہے کی ہے۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کرلیا ہے اس کی کاٹ کا کیا پوچھنا ہے؟ یوں کہتے ہوئے اس نے تلوار میان سے نکال لی' حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر کہا ذرا مجھے دکھانا اس نے دے دی آپ نے ہاتھ میں لیتے ہی تول کر ایک ہی ہاتھ میں اس ایک کافر کا کام تمام کر دیا' دوسرا اس رنگ کو دیکھتے ہی مٹھیاں بند کر کے ایسا سرپٹ بھاگا کہ سیدھا مدینہ پہنچ کر دم لیا اسے دیکھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا یہ بڑی گھبراہٹ میں ہے کوئی خوفناک منظر دیکھ چکا ہے' اتنے میں یہ قریب پہنچ گیا اور دہائیاں دینے لگا کہ رسول اللہ ﷺ میرا ساتھی تو مار ڈالا گیا اور میں بھی اب تھوڑے دم کا ہی مہمان ہوں دیکھئے وہ آیا اتنے میں حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر دیا ہے آپ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے حوالے کر دیا' اب یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ان سے رہائی دلوائی' آپ نے فرمایا افسوس! یہ کیسا شخص ہے؟ یہ تو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے کاش کہ کوئی اسے سمجھائے دیتا' یہ سنتے ہی ابوبصیر رضی اللہ عنہ چونک گئے کہ معلوم ہوتا ہے آپ شاید دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے' یہ سوچتے ہی حضور ﷺ کے پاس سے چلے گئے' مدینہ کو الوداع کہا اور لمبے قدموں سمندر کے کنارے کی طرف چل دیئے اور وہیں بود و باش شروع کر لی' یہ واقعہ مشہور ہوگیا' ادھر سے ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جنہیں حدیبیہ میں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے واپس کیا تھا وہ بھی موقعہ پا کر مکہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور براہ راست حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے' اب یہ ہوا کہ مشرکین قریش میں سے جو بھی ایمان قبول کرتا سیدھا حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا اور یہیں رہتا سہتا یہاں تک کہ ایک خاص معقول جماعت ایسے ہی لوگوں کی یہاں جمع ہوگئی اور انہوں نے یہ کرنا شروع کیا کہ قریشیوں کا جو قافلہ شام کی طرف جانے کے لئے نکلتا یہ اس سے جنگ کرتے جس میں قریشی کفار قتل بھی ہوئے اور ان کے مال بھی ان مہاجر مسلمانوں کے ہاتھ لگے یہاں تک کہ قریش تنگ آ گئے بالآخر انہوں نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ حضور ﷺ ہم پر رحم فرما کر ان لوگوں کو وہاں سے اپنے پاس بلوا لیجئے ہم ان سب سے دستبردار ہوتے ہیں ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ جائے وہ امن میں ہے ہم آپ کو اپنی رشتہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے پاس بلوا لو' چنانچہ حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اور ان حضرات کے پاس آدمی بھجوا کر

سب کو بلوالیا اللہ عزوجل نے آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَكُمْ﴾ الخ نازل فرمائی۔ ان کفار کی حمیت و جاہلیت یہ تھی کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے دی، آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نہ لکھنے دیا، آپ کو بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے دی۔

صحیح بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں ہے حبیب بن ابوثابت رحمہ اللہ کہتے ہیں میں ابووائل کے پاس گیا تاکہ ان سے پوچھوں انہوں نے کہا ہم صفین میں تھے ایک شخص نے کہا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ پس حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں پس سہل بن حنیف نے کہا اپنی جانوں پر تہمت رکھو ہم نے اپنے آپ کو حدیبیہ والے دن دیکھا یعنی اس صلح کے موقعہ پر جو نبی ﷺ اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو یقیناً ہم لڑتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنتی اور ان کے مقتول جہنمی نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، کہا پھر ہم کیوں اپنے دین میں جھک جائیں اور لوٹ جائیں؟ حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے ہم میں ان میں کوئی فیصلہ کن کاروائی نہیں کی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے کبھی بھی ضائع نہ کرے گا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے لیکن بہت غصے میں تھے وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہی سوال و جواب یہاں بھی ہوئے اور سورۂ فتح نازل ہوئی، [1] بعض روایات میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو ابوجندل والے دن دیکھا کہ اگر مجھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو لوٹانے کی قدرت ہوتی تو میں یقیناً لوٹا دیتا، اس میں یہ بھی ہے کہ جب سورۂ فتح اتری تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں یہ سورت انہیں سنائی، [2] مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت یہ شرط طے ہوئی کہ ان کا آدمی انہیں واپس کیا جائے اور ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں تو حضور ﷺ سے کہا گیا کہ کیا ہم بھی یہ مان لیں؟ اور لکھ دیں آپ نے فرمایا ہاں، اس لئے کہ ہم میں سے جو ان میں جائے اسے اللہ ہم سے دور ہی رکھے (مسلم) [3] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب خارجی نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے علیحدگی اختیار کی تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن جب مشرکین سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو یہ وہ شرائط صلح ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد (ﷺ) نے صلح کی تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کے رسول مانتے تو آپ سے ہرگز نہ لڑتے تو آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اسے مٹا دو۔ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ اسے کاٹ دو اور لکھو یہ وہ شرائط ہیں جن پر صلح کی محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے، اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت بہتر تھے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذ یبایعونك تحت الشجره (٤٨٤٤) صحیح مسلم : کتاب الجهاد والسیر (١٧٨٥) نسائی فی التفسیر (٥٢٤)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (٤٨)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد (١٧٨٤) مسند احمد (٢٦٨/٣)]

پھر بھی آپ نے اس لکھے ہوئے کو کٹوایا اس سے کچھ آپ نبوت سے نہیں نکل گئے' (1) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن ستر اونٹ قربان کئے جن میں ایک اونٹ ابوجہل کا بھی تھا' جب یہ اونٹ بیت اللہ سے روک دیئے گئے تو اس طرح نالہ وبکا کرتے تھے جیسے کسی سے اس کا دودھ پیتا بچہ الگ ہو گیا ہو۔ (2)

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو واقعہ خواب سچا کر دکھایا' کہ ان شاءاللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کتراتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر ہو کر' وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی ○ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین برحق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین سے اوپر رکھے' اور اللہ تعالیٰ کافی ہے اظہار حق کرنے والا ○

اللہ نے پیغمبر کا خواب سچا کر دکھایا: رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا۔ حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی ہم کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ شریف واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر نہایت شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود حضور ﷺ سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے مشرف ہوں گے' آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں یہ تو نہیں فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اترو گے طواف بھی یقیناً کرو گے۔ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہی کہا اور ٹھیک یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ اس آیت میں ﴿اِنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ہے یہ استثنا کیلئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کیلئے ہے اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا اور پورے امن واطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنے سر منڈوالئے اور بعض نے بال کتروائے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے کہا حضرت کتروانے والوں پر بھی۔ آپ

---

(1) [حسن: مسند احمد (۱/۳۴۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۳۱۸۷)]

(2) [ضعیف: مسند احمد (۱/۳۱۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۸۸۱)]

نے دوبارہ بھی یہی فرمایا' پھر لوگوں نے وہی کہا' آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی ۔ [1]

پھر فرمایا بے خوف ہو کر' یعنی مکہ میں جاتے وقت بھی امن و امان سے ہوں گے' اور مکہ کا قیام بھی بے خوفی کا ہوگا' چنانچہ عمرہ قضا میں یہی ہوا' یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا' صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ از روئے صلح مسخر ہوا' یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں' یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت کریں اور پیداوار سے نصف حصہ دے دیا کریں' خیبر کی تقسیم رسول اللہ ﷺ نے صرف ان ہی صحابہ رضی اللہ عنہم میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا' سوائے ان لوگوں کے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے۔ جو حضرات حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے۔ حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ' کے سوا جیسے کہ اس کا پورا بیان اپنی جگہ ہے یہاں سے آپ سالم و غنیمت لئے ہوئے واپس تشریف لائے اور ماہ ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا قربانی کیلئے ساٹھ اونٹ ساتھ لئے اور لبیک کہتے ہوئے ظہران کے قریب پہنچ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ گھوڑ سواروں کے ساتھ ہتھیار بند آگے آگے روانہ کیا' اس سے مشرکین کے اوسان خطا ہو گئے اور مارے رعب کے ان کے کلیجے اچھلنے لگے انہیں خیال گزرا کہ یہ تو پوری تیاری اور کامل ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں تو ضرور لڑائی کے ارادے سے ہی آئے ہیں انہوں نے شرط توڑ دی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی چنانچہ یہ لوگ دوڑے مکہ میں گئے اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع دی جب حضور ﷺ مرظہران میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے' بھالے' تیر کمان بطن یاجج میں بھیج دیئے' مطابق شرط کے صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مکرز بن حفص آیا اور کہنے لگا حضور ﷺ آپ کی عادت تو عہد توڑنے کی نہیں' حضور نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آ رہے ہیں' آپ نے فرمایا نہیں تو ہم نے وہ سب یاجج میں بھیج دیئے اس نے کہا یہی ہمیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی اور وفاداری ہی کرنے والے ہیں' سرداران کفار تو بوجہ غیظ و غضب اور رنج و غم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ سب مرد و عورت بچے تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اور اس پاک لشکر کو دیکھ رہے تھے آپ نے قربانی کے جانور ذی طویٰ میں بھیج

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الحج باب الحلق والتقصير عند الاحلال (١٧٢٧) صحيح مسلم : كتاب الحج : باب تفضيل الحلق على التقصير (١٣٠١)]

دیئے تھے، خود آپ اپنی مشہور معروف اونٹنی قصواء پر سوار تھے، آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لبیک پکار رہے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بِسْمِ الَّذِیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُہٗ ۔ بِاسْمِ الَّذِیْ لَا دِیْنَ اِلَّا دِیْنُہٗ

اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَاْوِیْلِہٖ ۔ خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ

ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَّقِیْلِہٖ ۔ کَمَا ضَرَبْنَاکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ

قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِیْ تَنْزِیْلِہٖ ۔ وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ

بِاَنَّ خَیْرَ الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِہٖ ۔ فِیْ صُحُفٍ تُتْلٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ

یَارَبِّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیْلِہٖ [1]

یعنی اس اللہ عزوجل کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اے کافروں کے بچو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسے آپ کے آنے پر مارا تھا، وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے، جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں، کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔ بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ اس عمرے کے سفر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہر ان میں پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور کمزوری کے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سواریوں کے چند جانور ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور شوربا پئیں اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں، آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو تمہارے پاس جو کھانا ہو اسے جمع کرو چنانچہ جمع کیا دستر خوان بچھایا اور کھانے بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا پی لیا اور توشے دان بھر لئے۔ آپ مکہ شریف آئے سیدھے بیت اللہ گئے قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں، اب آپ نے رکن کو بوسہ دے کر دوڑنے کی سی چال سے طواف شروع کیا جب یہ رکن یمانی کے پاس پہنچے جہاں قریش کی نظریں نہیں پڑتی تھیں تو وہاں سے آہستہ آہستہ چل کر حجر اسود تک پہنچے، قریش کہنے لگے تم لوگ تو ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہو گویا چلنا تمہیں پسند ہی نہیں۔ تین مرتبہ تو آپ اسی طرح حجر اسود سے رکن یمانی تک چلتے رہے تین پھیرے اسی طرح کئے چنانچہ یہی مسنون طریقہ ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ

---

[1] [مرسل: سیرة ابن هشام (۳/ ۳۲۰) بیهقی فی دلائل النبوة (۴/ ۳۲۳)]

نے حجۃ الوداع میں بھی اسی طرح طواف کے تین پھیروں میں رمل کیا یعنی دلکی چال چلے۔ [1] بخاری مسلم میں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کو مدینے کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور بخار کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہو گئے تھے جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آ رہے ہیں انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور سست کر دیا' اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر اپنے رسول ﷺ کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک تین پہلے پھیروں میں دلکی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں ہلکی چال چلیں' پورے ساتوں پھیروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا' مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب تو کود کود کر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں کہنے لگے کیوں جی انہی کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں سست و لاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہیں' [2] ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ شریف پہنچ گئے تھے اور روایت میں ہے کہ مشرکین اس وقت قعیقعان کی طرف تھے حضور ﷺ کا صفا مروہ کی طرف سعی کرنا بھی مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا' [3] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن ہم آپ پر چھائے ہوئے تھے اس لئے کہ کوئی مشرک یا کوئی ناسمجھ آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچائے' [4] بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ عمرے کیلئے نکلے لیکن کفار قریش نے راستہ روک لیا اور آپ کو بیت اللہ تک جانے نہ دیا آپ نے وہیں قربانیاں کیں اور وہیں یعنی حدیبیہ میں سر منڈوالیا اور ان سے صلح کر لی جس میں یہ طے ہوا کہ آپ اگلے سال عمرہ کریں گے سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں نہیں آئیں گے اور وہاں اتنی مدت ٹھہریں گے جتنی اہل مکہ چاہیں' پس اگلے سال آپ اسی طرح آئے تین دن تک ٹھہرے پھر مشرکین نے کہا آپ چلے جائیں چنانچہ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ [5] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی القعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ حائل ہوئے تو آپ نے ان سے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صرف تین دن ہی مکہ میں ٹھہریں گے جب یہ صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی تو اہل مکہ نے کہا اگر آپ کو ہم رسول اللہ جانتے تو

---

[1] [اسنادہ قوی: مسند احمد (١/٣٠٥) ابوداود : کتاب المناسك : باب فی الرمل (١٨٨٩) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الرمل حول البیت (٢٩٥٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٧٨٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب (٤٢٥٦) صحیح مسلم (١٢٦٦)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب عمرة القضآء (٤٢٥٧)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب عمرة القضآء (٤٢٥٥)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المغازی (٤٢٥٢)]

ہرگز نہ روکتے بلکہ آپ محمد بن عبداللہ لکھئے' آپ نے فرمایا میں رسول ہوں میں محمد بن عبداللہ ہوں' پھر آپ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا لفظ رسول کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں قسم اللہ کی میں اسے ہرگز نہ مٹاؤں گا چنانچہ آپ نے اس صلح نامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر باوجود اچھی طرح لکھنا نہ جاننے کے لکھا' کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی یہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہ ہوں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں اور یہ کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے گا اسے آپ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو مکے میں رہنے کے ارادے سے ٹھہر جانا چاہے گا آپ اسے روکیں گے نہیں' پس جب آپ آئے اور وقت مقررہ گزر چکا تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہئے کہ اب وقت گزر چکا تشریف لے جائیں چنانچہ آپ نے کوچ کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے ہولیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے لیا اور انگلی تھام کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے اور فرمایا اپنے چچا کی لڑکی کو اچھی طرح رکھو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خوشی سے بچی کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہونے لگا' حضرت علی رضی اللہ عنہ تو فرماتے تھے انہیں میں لے کر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی صاحبزادی ہیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میری چچازاد بہن ہے اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے بھائی کی لڑکی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا فیصلہ یوں کیا کہ لڑکی کو تو ان کی خالہ کو سونپا اور فرمایا خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو خلق اور خلق میں مجھ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔[1] پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس خیر و مصلحت کو جانتا تھا اور جسے تم نہیں جانتے تھے اس کی بنا پر تمہیں اس سال مکہ میں نہ جانے دیا اور اگلے سال جانے دیا اور اس جانے سے پہلے ہی جس کا وعدہ خواب کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تمہیں فتح قریب عنایت فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دشمنوں پر اور تمام دشمنوں پر فتح دے گا' اس نے آپ کو علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا ہے' شریعت میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں علم اور عمل پس علم شرعی صحیح علم ہے اور عمل شرعی مقبولیت والا عمل ہے' اس کے اخبار سچے' اس کے احکام سراسر عدل وحق والے۔ چاہتا یہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے دین ہیں عربوں میں، عجموں میں، مسلمین میں، مشرکین میں' ان سب پر اس اپنے دین کو غالب کرے' اللہ گواہ ہے اس بات پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی آپ کا مددگار ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی (۴۲۵۱)]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں' آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں' پس ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے ہے' ان کی یہی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے' مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے' ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے ○

صحابہ کرام کی چند عظیم صفات : ان آیتوں میں پہلے نبی ﷺ کی صفت و ثناء بیان ہوئی کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں' پھر آپ کے صحابہ کی صفت و ثناء بیان ہو رہی ہے کہ وہ مخالفین پر سختی کرنے والے اور مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ [1] مومنوں کے سامنے نرم کفار کے مقابلہ میں گرم' ہر مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ مومنوں سے خوش خلق اور متواضع اور کفار پر سختی کرنے والا اور کفر سے ناخوش رہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ [2] ایمان والو اپنے پاس کے کافروں سے جہاد کرو وہ تم میں سختی محسوس کریں' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آپس کی محبت اور نرم دلی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے کار ہو جاتا ہے' کبھی بخار چڑھ آتا ہے' کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ [3] آپ فرماتے ہیں مومن مومن کیلئے مثل دیوار کے ہے' جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں' [4] پھر ان کا اور وصف بیان فرمایا کہ نیکیاں

---

[1] [سورة مائده: آيت ٥٤] [2] [سورة التوبه : آيت ١٢٣]

[3] **[صحيح :** صحيح بخاری : كتاب الادب : باب رحمة الناس والبهائم (٦٠١١) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تراحم المومنين وتعاطفهم (٢٥٨٦ـ ٦٦) مسند احمد (٤/ ٢٧٠)]

[4] **[صحيح :** صحيح بخاری : كتاب المظالم : باب نصر المظلوم (٢٤٤٦) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة (٢٥٨٥ـ ٦٥) ترمذی : كتاب البر والصلة (١٩٢٨) مسند احمد (٤/ ٤٠٥)]

بکثرت کرتے ہیں خصوصاً نماز جو تمام نیکیوں سے افضل و اعلیٰ ہے' پھر ان کی نیکیوں میں چار چاند لگانے والی چیز کا بیان یعنی ان کے خلوص اور رضائے اللہ طلبی کا' کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ یہ اپنے اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں جو جنت ہے اور اللہ کے فضل سے انہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی بھی انہیں عطا فرمائے گا' جو بہت بڑی چیز ہے جیسے فرمایا ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [1] اللہ تعالیٰ کی ذرا سی رضا بھی سب سے بڑی چیز ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں [2] مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں خشوع اور تواضع ہے' حضرت منصور رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے کہتے ہیں میرا تو یہ خیال ہے کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے' بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بکثرت نمازیں پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے [3] لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے' بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے چہرے پر روشنی آتی ہے روزی میں کشادگی ہوتی ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور بھلائیاں پوشیدگی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اس کی زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے' الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے' پس مومن اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے' امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جیسی بات کو پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے اگر وہ پوشیدگی بھلی ہے تو بھلائی کی اگر بری ہے تو برائی کی [4] لیکن اس کا ایک راوی عرزمی متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ٹھوس چٹان میں گھس کر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے گا اللہ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا برائی ہو تو یا بھلائی ہو تو [5] مسند کی اور حدیث میں ہے نیک

---

[1] [سورۃ التوبہ : آیت ۷۲] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۷۰)]

[3] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الاقامۃ : باب ما جاء فی قیام اللیل (۱۳۳۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجہ] اس میں ثابت بن موسیٰ ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔]

[4] [اسنادہ موضوع : حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند موضوع ہے، حامد بن آدم مروزی کذاب اور محمد بن عبید اللہ عرزمی متروک ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۳/۲۸)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۱۲۳۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

طریقہ' اچھا خلق' میانہ روی نبوت کے پچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔ [1] الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص تھیں اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے پاک چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاک بازی جچ جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے شام کا ملک فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے اللہ کی قسم یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقع ان کا یہ قول سچا ہے اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر و بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی اگلی اللہ کی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی تورات میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل میں مانند کھیتی کے بیان کی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور اپنی بال پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے' اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انہوں نے آپ کی تائید و نصرت کی پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور سبزے کو کھیتی سے تھا۔ یہ اس لئے کہ کفار شرم سار ہوں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے چڑتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ کیا ان کی بزرگی میں یہ کافی نہیں؟ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم' ثواب جزیل اور بدلہ کبیر ثابت' یاد رہے کہ ﴿مِنْهُمْ﴾ میں جو ﴿مِنْ﴾ ہے وہ یہاں بیان جنس کیلئے ہے' اللہ کا یہ سچا اور اٹل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہو' ان کے قدم بقدم چلنے والوں ان کی روش پر کار بند ہونے والوں سے بھی اللہ کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت' کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو حاصل نہیں' اللہ تعالیٰ ان سے خوش یہ اللہ سے راضی' یہ جنتی ہو چکے اور بدلے پا لئے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کے اجر کو بھی نہیں پا سکتا۔ [2] الحمدللہ سورۂ فتح کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [حسن : مسند احمد (۲۹٦/۱) ابو داؤد : کتاب الادب (٤۷۷٦) ترمذی کتاب البر والصلة (۲۰۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب تحریم سب الصحابة (۲٥٤۰) مسند احمد (۱۱/۳)]

تفسیر سورۃ الحجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ① یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡہَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَہۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ② اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ③

لائق عبادت بخشنے والا مہربان کے نام سے شروع

اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ○ بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آواز پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کیلئے جانچ لیا ہے۔ اُن کیلئے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے ○

آداب رسالت کا بیان: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنے نبی کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے نبی ﷺ کی توقیر واحترام عزت وعظمت کا خیال کرنا چاہیے۔ تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے پیچھے رہنا چاہیے۔ اتباع اور تابعداری کی خو ڈالنی چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو دریافت فرمایا اپنے احکامات کے نفاذ کی بنیاد کسے بناؤ گے؟ جواب دیا اللہ کی کتاب کو' فرمایا اگر نہ پاؤ؟ جواب دیا سنت رسول اللہ کو۔ فرمایا اگر نہ پاؤ' جواب دیا اجتہاد کروں گا' تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو' (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) [1] یہاں اس حدیث کے وارد کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اور اجتہاد کو

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب الاحکام: باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی (١٣٢٧) ابو داؤد: کتاب القضاۃ: باب اجتہاد الرای فی القضاء (٣٥٩٢) مسند احمد (٢٣٠/٥) مسند طیالسی (٢٨٦/١) بیہقی (١١٤/١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید ،شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

کتاب وسنت سے موخر رکھا۔ پس کتاب وسنت پر رائے کو مقدم کرنا اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ کہو۔ حضرت عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیا گیا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں امر دین احکام شرعی ہیں سوائے اللہ کے کلام کے اور اس کے رسول کی حدیث کے تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کسی قول وفعل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہل نہ کرو۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ امام سے پہلے دعا نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے اگر فلاں فلاں میں حکم اترے تو اس طرح رکھنا چاہئے اسے اللہ نے ناپسند فرمایا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حکم اللہ کی بجا آوری میں اللہ کا لحاظ رکھو۔ اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہارے ارادے جان رہا ہے۔ پھر دوسرا ادب سکھاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند نہ کریں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قریب تھا کہ دو بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان دونوں کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہوگئیں جبکہ بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا ایک تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے جو بنی مجاشع میں تھے اور دوسرے' دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تو میرے خلاف ہی کیا کرتے ہو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم کلامی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو اس وفد کا امیر بنائیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نہیں بلکہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو' اس اختلاف میں آوازیں کچھ بلند ہوگئیں جس پر یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا﴾ نازل ہوئی اور ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا﴾ [2] الخ' مسند بزار میں ہے آیت ﴿لَا تَرْفَعُوا﴾ الخ' کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے' [3] صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا' برا حال ہے میں تو حضرت کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا تھا

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : كتاب التفسير : تفسير سوره فتح (٤٨٤٥)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : كتاب التفسير : سوره الحجرات (٤٨٤٧) ترمذی (٣٢٦٦)]

[3] [حسن :مسند بزار (٢٢٥٧) مستدرك حاكم (٣/٧٤)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص حضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا پھر تو حضور ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے حضور ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔ [1] مسند احمد میں بھی یہ واقعہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ خود حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے؟۔ اس کے آخر میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جب کہ مسلمان قدرے بددل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ خوشبو ملے' کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں مسلمانو! تم لوگ اپنے بعد والوں کیلئے برا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ [2] صحیح مسلم شریف میں ہے آپ نے جب انہیں نہ دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جوان کے پڑوسی تھے دریافت فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہے؟ [3] لیکن اس حدیث کی اور سندوں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت معلل ہے۔ اور یہی بات صحیح بھی ہے اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ ہی نہ تھے بلکہ آپ کا انتقال بنو قریظہ کی جنگ کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں ہو گیا تھا اور بنو قریظہ کی جنگ سنہ ۵ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ آیت وفد بنی تمیم کی آمد کے وقت اتری ہے اور وفد کا پے در پے آنے کا واقعہ سنہ ۹ ہجری کا ہے' واللہ اعلم۔

ابن جریر میں ہے [4] جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے' حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو میری آواز بلند ہے' حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یہ سن کر چلے گئے ادھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی ہچکی بندھ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی ابن سلول سے کہا میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ اللہ کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مجھ سے رضامند کر دے۔ یہاں تو صرف یہ ہوا وہاں جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی حالت بیان کی تو رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس جگہ آئے تو دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ وہاں نہیں مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (٤٨٤٦)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٣٧/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٢٣٩٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٨٧۔١٨٨)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٧٩/١١)]

وہ تو گھوڑے کے طویلے میں ہے یہاں آ کر کہا ثابت چلو تم کو رسول اللہ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا بہت خوب کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو' پھر باہر نکل کر سرکار میں حاضر ہوئے' تو آپ ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے سن کر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ؟۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سارا رنج وغم کافور ہو گیا باچھیں کھل گئیں اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی اس بشارت پر خوش ہوں' اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے بلند نہ کروں گا۔ اس پر اس کے بعد کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ﴾ الخ نازل ہوئی' یہ قصہ اس طرح کئی ایک تابعین سے بھی مروی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرما دیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا طائف کے۔ آپ نے فرمایا اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔

علماء کرام کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے مکروہ تھا اس لئے کہ حضور ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام وعزت تھے اب اور ہمیشہ تک آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ پھر آپ کے سامنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے جس طرح عام لوگوں سے بلند آواز میں باتیں کرتے ہیں باتیں کرنی منع فرمائیں' بلکہ آپ سے تسکین و وقار' عزت' حرمت و عظمت سے باتیں کرنی چاہئیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا﴾ [1] اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو' پھر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں بلند آوازی سے اس لئے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور ﷺ ناراض ہو جائیں اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ ناراض ہو جائے اور تمہارے کل اعمال ضبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نیچے کے طبقے میں پہنچا دیتا ہے کہ جو گڑھا آسمان وزمین سے زیادہ گہرا ہے۔ [2] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے سامنے آواز پست کرنے کی رغبت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرتے ہیں انہیں اللہ رب العزت نے تقویٰ کیلئے خاص کر لیا ہے اہل تقویٰ اور محل تقویٰ یہی لوگ ہیں۔ یہ اللہ کی مغفرت کے مستحق اور اجر عظیم کے لائق ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے

---

[1] [سورة النور : آیت ٦٣]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتا ب الرقاق : باب حفظ اللسان (٦٤٧٨) صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب حفظ اللسان (٢٩٨٨) مسندا حمد (٤٦٩/٣)]

کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المومنین! ایک شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو وہ اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے آزما لیا ہے ان کیلئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥

جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں اگر یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے کہ تو خود ان کے پاس آ جاتا تو یہی ان کیلئے بہتر ہوتا' اللہ غفور ورحیم ہے۔

پیغمبر کو مخاطب کرنے کا ادب: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت بیان کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں جس طرح اعرابیوں میں دستور تھا۔ تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں' پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں چاہیے تھا آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے۔ نہ کہ آوازیں دے کر باہر پکارتے۔ دنیا اور دین کی مصلحت اور بہتری اسی میں تھی۔ پھر گویا حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ استغفار کرنا چاہیے' کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ آیت حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسند احمد میں ہے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد! یا محمد! آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا سنئے یا رسول اللہ! میری تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور میری مذمت کرنا ذلت کا سبب ہے' آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ [1] بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے لبید بن عطارد وغیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو تمیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ جب حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم ہوتے تو اس کے بعد کی آیت ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ پڑھ دیتے وہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ کو تسلیم کرنے میں کچھ دیر نہیں کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں اگر وہ بادشاہ ہے تو اس کے پروں تلے پل جائیں گے۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے اس پر یہ آیت اتری' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر

---

[1] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٤٨٨/٣)، (٣٩٤/٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٦٧٩)] امام سیوطیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الدر المنثور (٨٨/٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی' اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی' (ابن جریر) [1]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ﴿٦﴾ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ ٱللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِى كَثِيرٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِى قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ ٱلْكُفْرَ وَٱلْفُسُوقَ وَٱلْعِصْيَانَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ ﴿٧﴾ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق کوئی خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو' پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ ○ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں' اگر وہ عموماً تمہارا کہا کرتے رہے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور بدکاریوں کو اور نافرمانیوں کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے' یہی لوگ راہ یافتہ ہیں ○ اللہ تعالیٰ کے احسان وانعام سے' اور اللہ دانا اور باحکمت ہے ○

خبر کی تحقیق کا حکم: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو' جب تک پوری تحقیق و تفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے کوئی حرکت نہ کرو' ممکن ہے کہ کسی فاسق نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو یا خود اس سے غلطی ہوئی ہو اور تم اس کی خبر کے مطابق کوئی کام کر گزرو تو دراصل اس کی پیروی ہوگی اور مفسد لوگوں کی پیروی حرام ہے' اسی آیت کو دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتایا ہے جس کا حال نہ معلوم ہو' اس لئے کہ بہت ممکن ہے یہ شخص فی الواقع فاسق ہو' گو بعض لوگوں نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت لی بھی ہے' اور انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا ہم پر ظاہر نہیں' ہم نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے صحیح بخاری شریف کی شرح میں کتاب العلم میں بیان کر دیا ہے' فالحمد للہ۔ اکثر مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابو معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ بنو مصطلق سے زکوٰۃ لینے کیلئے بھیجا تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے حضرت حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ جو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے منظور کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم میں جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں اتنے اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی آدمی کو بھیج دیجئے میں ا

---

[1] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٨٢) الدر المنثور للسیوطی (٦/٨٨)] امام سیوطیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

س کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوۃ آپ کی خدمت میں بھجوادوں گا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر یہی کیا مال زکوٰۃ جمع کیا' جب وقت مقرر گزر چکا اور حضور ﷺ کی طرف سے کوئی قاصد نہ آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے وعدے کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں؟ اور اس بنا پر آپ نے اپنا کوئی قاصد مال زکوٰۃ لے جانے کیلئے نہ بھیجا ہو اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم اس مال کو لے کر خود ہی مدینہ شریف چلیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں' یہ تجویز طے ہوگئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ ساتھ لے کر چل کھڑے ہوئے ادھر سے رسول اللہ ﷺ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے لیکن یہ حضرات راستے ہی میں سے ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ کو بھی روک لیا اور میرے قتل کے درپے ہوگیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہہ کیلئے روانہ فرمائے۔ مدینہ کے قریب ہی راستے ہی میں اس مختصر سے لشکر نے حارث رضی اللہ عنہ کو پالیا اور گھیر لیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تو نے حضور ﷺ کے قاصد ولید رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ نہ دی بلکہ انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جس نے محمد ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا' چلو میں تو خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہاں آئے تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوٰۃ کو بھی روک لیا اور میرے آدمی کو بھی قتل کرنا چاہا۔ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں' یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا نہ وہ میرے پاس آئے۔ بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی وجہ سے قاصد نہ بھیجا ہو میں خود حاضر خدمت ہوا' اس پر یہ آیت ﴿حَكِيمٌ﴾ تک نازل ہوئی۔ [1] طبرانی میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ کا قاصد حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی بستی کے پاس پہنچا تو یہ لوگ خوش ہو کر اس کے استقبال کے لئے خاص تیاری کر کے نکلے ادھر ان کے دل میں یہ شیطانی خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں تو یہ لوٹ کر واپس چلے آئے' انہوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے قاصد واپس چلے گئے تو خود ہی حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز کے بعد صف بستہ ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آدمی کو بھیجا ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ہم بے حد خوش ہوئے لیکن اللہ جانے کیا ہوا کہ وہ راستے میں سے ہی لوٹ گئے تو اس خوف سے کہ کہیں اللہ ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو، ہم حاضر ہوئے ہیں۔ اسی طرح وہ عذر معذرت کرتے رہے' عصر کی

---

[1] [حسن بشواهده: مسند احمد (٤/٢٧٩) مجمع الزوائد (١١٣٥٢)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٨٤٥٩)]

اذان جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی[1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی اس خبر پر ابھی حضور سوچ ہی رہے تھے کہ کچھ آدمی ان کی طرف بھیجیں جوان کا وفد آ گیا اور انہوں نے کہا آپ کا قاصد آدھے راستے سے ہی لوٹ گیا تو ہم نے خیال کیا کہ آپ نے کسی ناراضگی کی بنا پر انہیں واپسی کا حکم بھیج دیا ہو گا اس لئے حاضر ہوئے ہیں، ہم اللہ کے غصے سے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اس کا عذر سچا بتایا۔[2] اور روایت میں ہے کہ قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ان لوگوں نے آپ سے لڑنے کیلئے لشکر بھی جمع کر لیا ہے اور اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر امارت ایک فوجی دستے کو بھیج دیا لیکن انہیں فرما دیا تھا کہ پہلے تحقیق و تفتیش اچھی طرح کر لینا جلدی سے حملہ نہ کر دینا۔ اسی کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس شہر میں بھیج دیئے وہ خبر لائے کہ وہ لوگ دین اسلام پر قائم ہیں مسجد میں اذانیں ہوئیں جنہیں ہم نے خود سنا اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا، صبح ہوتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود گئے اور وہاں کے اسلامی منظر سے خوش ہوئے واپس آ کر سرکار نبوی میں ساری خبر دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق و تلاش و بردباری اور دور بینی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔[3] سلف میں سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات ؒ نے یہی ذکر کیا ہے۔ جیسے ابن ابی لیلیٰ، یزید بن رومان، ضحاک، مقاتل بن حیان رحمہ اللہ علیہم وغیرہ۔ ان سب کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں ان کی تعظیم و توقیر کرنا عزت و ادب کرنا ان کے احکام کو سر آنکھوں سے بجا لانا تمہارا فرض ہے۔ وہ تمہاری مصلحتوں سے بہت آگاہ ہیں، انہیں تم سے بہت محبت ہے وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾[4] یعنی مسلمانوں کے معاملات میں ان کی اپنی جانوں کے بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے زیادہ خیر اندیش ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگو! تمہاری عقلیں تمہاری مصلحتوں اور بھلائیوں کو نہیں پا سکتیں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پا رہے ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری ہر پسندیدگی کی

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٨٣)] اس میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٨٣)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٨٤) مسند ابو یعلی (٢٤٧/٧) بیهقی فی شعب الایمان (٨٩/٤)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ حسین سلیم اسد نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی المسند ابی یعلی (٤٢٥٦)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٢٠٠٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورہ الاحزاب : آیت ٦]

رائے پر عامل بنتے رہیں تو اس میں تمہارا ہی حرج واقع ہوگا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [1] یعنی اگر سچا رب ان کی خوشی پر چلے تو آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز خراب ہو جائے یہ نہیں بلکہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن یہ اپنی نصیحت پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے ایمان کو تمہارے نفسوں میں محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کی عمدگی بٹھا دی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں اسلام ظاہر ہے اور ایمان دل میں ہے، پھر آپ اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کرتے اور فرماتے تقویٰ یہاں ہے، پرہیزگاری کی جگہ یہ ہے۔ [2] اس نے تمہارے دلوں میں، کفر کی، اور کبیرہ گناہ کی اور تمام نافرمانیوں کی عداوت ڈال دی ہے اور اس طرح بتدریج تم پر اپنی نعمتیں بھرپور کر دی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے جن میں یہ پاک اوصاف ہیں انہیں اللہ نے رشد، نیکی ہدایت اور بھلائی دے رکھی ہے، مسند احمد میں ہے احد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا درستگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجلّ کی ثنا بیان کروں، پس لوگ آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی ﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ اللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَّ وَلَا بَاسِطَ لِمَ قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَّ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ۔ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِيْ لَا يَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ۔ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اِلٰهَ الْحَقِّ ﴾ (نسائی) یعنی اے اللہ تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو جسے کشادگی دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا اور جس پر تو تنگی کرے اسے کوئی کشادہ نہیں کر سکتا تو جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا، جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور ڈالنے والا کوئی نہیں۔

---

[1] [سورہ المومنون : آیت ٧١]

[2] [ضعیف :مسند احمد (١٣٤/٣) مسند ابو یعلی (٣٠١/٥)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[السلسلة الضعيفة (٦٩٠٦) الموسوعة الحديثية (١٢٣٨١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عمادی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں، رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کر دے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ ہمیشہ کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ ادھر ادھر ہوں، نہ زائل ہوں۔ اللہ فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرمانا اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرمانا۔ پروردگار جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے معبود ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دلوں میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے ہمارے رب ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے۔ ہم رسوا نہ ہوں، ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ اللہ ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں، تو ان پر اپنی سزا اور اپنا عذاب نازل فرما۔ الٰہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر، اے سچے معبود۔ [1] یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب **عمل الیوم واللیلہ** میں لائے ہیں۔

مرفوع حدیث میں ہے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مومن ہے۔ [2] پھر فرماتا ہے یہ بخشش جو تمہیں عطا ہوئی ہے یہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے، اللہ مستحقین ہدایت کو اور مستحقین ضلالت کو بخوبی جانتا ہے، وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا
عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں، تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے، تو پھر ان دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ یاد رکھو سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○

صلح کرانے کی ترغیب: یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں تو دوسرے

[1] [صحيح : مسند احمد (٣/٤٢٤) نسائی فی الکبری فی كتاب عمل اليوم والليلة : باب الاستنصار عند اللقاء (١٠٤٤٥)، (١٥٦/٦) طبرانی کبیر (٤٧/٥) مستدرك حاكم (٥٠٦/١) ابو نعيم فى الحلية (١٢٧/١٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[فقه السيرة (ص : ٢٦٠)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحيح : ترمذی : كتاب الفتن : باب ما جاء فى لزوم الجماعة (٢١٦٥) مسند احمد (١٨/١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرادیں' آپس میں دو لڑنے والی جماعتوں کو مومن کہنا' اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گو کتنی ہی بڑی ہو انسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی۔ خارجیوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے' اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ کے ساتھ منبر پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ [1]

آپ کی یہ پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہوگئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے تاکہ وہ پھر ٹھکانے آجائے حق کو سنے اور مان لے' صحیح حدیث میں ہے اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو بھی اور مظلوم ہو تو بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مظلوم ہونے کی حالت تو ظاہر ہے لیکن ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی اس وقت کی مدد ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے حضور ﷺ سے ایک مرتبہ کہا گیا کیا اچھا ہو اگر آپ عبداللہ بن ابی کے گھر چلے چلئے چنانچہ آپ گدھے پر سوار ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی ہمرکابی میں ساتھ ہولئے زمین شور تھی جب حضور ﷺ وہاں پہنچے تو یہ کہنے لگا مجھ سے الگ رہیے اللہ کی قسم آپ کے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کردیا ہے۔ اس پر ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بو تیری خوشبو سے بہت ہی اچھی ہے۔ اس پر ادھر سے ادھر سے کچھ لوگ بول پڑے اور معاملہ بڑھنے لگا بلکہ کچھ ہاتھا پائی اور جوتے چھڑیاں بھی کام میں لائی گئیں۔ ان کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اوس اور خزرج قبائل میں کچھ چشمک ہوگئی تھی ان میں صلح کرادینے کا اس آیت میں حکم ہورہا ہے۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام ام زید تھا اس نے اپنے میکے جانا چاہا خاوند نے روکا اور منع کردیا کہ میکے کا کوئی شخص یہاں بھی نہ آئے' عورت نے یہ خبر اپنے میکے میں کہلوادی' وہ لوگ آئے اور اسے بالاخانے سے اتار لائے اور لے جانا چاہا' ان کے خاوند گھر پر تھے نہیں خاوند والوں نے اس کے چچازاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انہیں بلالیا' اب کھینچا تانی ہونے لگی اور ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلاکر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب قول النبی للحسن بن علی (٢٧٠٤) ابو داؤد : کتاب السنة : باب ما یدل علی ترك الكلام فی الفتنة (٤٦٦٢) مسند احمد (٥/٤٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاکراه : باب بین الرجل لصاحبه انه اخوة اذا خاف علیه القتل او نحوه (٦٩٥٢) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (٦٢) مسنداحمد (٣/١٥٧)] مزید دیکھئے : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس (٢٦٩١) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فی دعاء النبی وصبره علی اذی المنافقین (١١٧)]

بیچ میں بیٹھ کر صلح کرادی اور سب لوگ مل گئے' پھر حکم ہوتا ہے دونوں فریقوں میں عدل کرو' اللہ عادلوں کو پسند فرماتا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل وانصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمٰن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل وانصاف کا (نسائی) (۱) مسلم کی حدیث میں ہے یہ لوگ ان منبروں پر اللہ کے دائیں جانب ہوں گے یہ اپنے فیصلوں میں اپنے اہل وعیال میں اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ (۲)

پھر فرمایا کل مومن دینی بھائی ہیں' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے۔ (۳) صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی اللہ ایسا ہی دے۔ (۴) اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمدلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے' کبھی بخار چڑھ آتا ہے' کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔ (۵) ایک اور حدیث میں ہے مومن مومن کیلئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے' پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا' (٦) مسند احمد میں ہے مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے' مومن اہل ایمان کیلئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ (۷) پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرادو' اپنے تمام کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو۔ یہی

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۱۵۹/۲) ابن ابی شیبة فی المصنف : کتاب الجنة : باب ما ذکر فی الجنة وما فیها مما أعد لأهلها (۸۳) ، (۱۸/۸) مستدرك حاکم (۸۸/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر بھی اسے صحیح کہتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اس کا شاہد صحیح مسلم (۱۸۲۷) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب فضیلة الامیر العادل (۱۸) مسند احمد (۱۵۹/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه (۲٤٤۲) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (۵۸) مسند احمد (۹۱/۲)]

(۴) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعا : باب فضل الدعا المسلمین بظهر الغیب (۸۷)]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمة الناس والبهائم (٦۰۱۱) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (٦٦) مسند احمد (۲۷۰/٤)]

(٦) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب نصر المظلوم (۲٤٤٦) صحیح مسلم : کتاب البر (٦۵) مسند احمد (٤۰٤/٤)]

(۷) [صحیح لغیره وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۳٤۰/۵) طبرانی کبیر (۱۳۱/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند مصعب بن ثابت کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی۔ پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾

اے ایمان والو کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخراپن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو ایمان کے بعد گنہگاری برا نام ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں ○

مذاق اور برے القابات سے پکارنے کی ممانعت: اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو حقیر و ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے روک رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے تکبر حق سے منہ موڑ لینے کا اور لوگوں کو ذلیل و خوار سمجھنے کا نام ہے۔ [1] اس کی وجہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ جسے تم ذلیل کر رہے ہو جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو ممکن ہے اللہ کے نزدیک وہ تم سے زیادہ باوقعت ہو، مردوں کو منع کر کے پھر خاصۃً عورتوں کو بھی روکا اور اس ملعون خصلت کو حرام قرار دیا چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ [2] یعنی ہر طعنہ باز، عیب جو کیلئے خرابی ہے۔ ''ہمز'' فعل سے ہوتا ہے اور ''لمز'' قول سے ایک اور آیت میں ہے ﴿هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾ [3] الخ، یعنی وہ جو لوگوں کو حقیر گنتا ہو ان پر چڑھا جا رہا ہو اور لگانے بجھانے والا ہو غرض ان تمام کاموں کو ہماری شریعت نے حرام قرار دیا۔ یہاں تو یہ لفظ ہیں کہ اپنے آپ کو عیب نہ لگاؤ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ﴾ [4] یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ، مقاتل بن حیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعنے نہ دو [5] پھر فرمایا کسی کو چڑاؤ مت! جس لقب سے وہ ناراض ہوتا ہو اس لقب سے اسے نہ پکارو نہ اس کو برا نام دو۔ مسند احمد میں ہے کہ یہ حکم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس سے چڑتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری، (ابو داؤد) [6] پھر فرماتا ہے کہ ایمان کی حالت میں فاسقانہ القاب سے آپس میں ایک دوسرے کو نامزد کرنا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم الکبر وبیانہ (٩١) مسند احمد (١/٣٨٥)]

[2] [سورۃ ھمزہ : آیت ١]

[3] [سورۃ القلم : آیت ١١]

[4] [سورۃ النسآء : آیت ٢٩]

[5] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٩١)]

[6] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب (٤٩٦٢) ترمذی (٣٢٦٨) مسند احمد (٤/٢٦٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

نہایت بری بات ہے اب تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ظالم گنے جاؤ گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○

بدظنی اور غیبت کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانی کرنے سے تہمت رکھنے سے اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے سے خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے؟ تو کیسی بڑی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ [1] یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے بھید نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو سب مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو سہو۔ [2] مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو۔ ایک دوسرے سے حسد بغض نہ کیا کرو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے [3] طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا حضور ﷺ پھر ان کا تدارک کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفار کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ

---

[1] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب حرمة دم المؤمن وماله (٣٩٣٢)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں نصر بن محمد راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الادب (٦٠٦٦) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة (٢٥٦٣)]

[3] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الادب باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر (٦٥٦٤) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة والتوبة : باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر (٢٥٥٩)]

کر اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔ (۱) ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ سکتے ہیں'' (۲) مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب دجین کے پاس حضرت ابوالہیثم گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرادوں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ بجھاؤ ڈانٹ ڈپٹ کرو پھر کچھ دنوں کے بعد آئے اور کہا وہ باز نہیں رہتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا آپ نے کہا افسوس افسوس! تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچالیا۔ (۳) ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو لوگوں کے باطن اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کردے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ (۴) ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترنا شروع کردیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ (۵) پھر فرمایا تجسّس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو تاک جھانک نہ کیا کرو اسی سے جاسوس ماخذ ہے تجسّس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تحسس کا اطلاق بھلائی کے ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں۔ ﴿فَتَحَسَّسُوْا﴾ (۶) الخ بچو تم جاؤ اور یوسف اور برادر یوسف کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں بھی ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے نہ تجسّس کرو نہ تحسس کرو نہ حسد و بغض کرو نہ منہ موڑو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تجسّس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تحسس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی باتیں سنانا نہ چاہتے ہوں۔ اور تدابر کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آزردہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔

---

(۱) [ضعیف : طبرانی کبیر (۳۷۲۷) مجمع الزوائد (۱۳۰۴۶)] اس میں اسماعیل بن قیس ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح الاسناد : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی التجسس (۴۸۹۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(۳) [ضعیف : مسند احمد (۱۵۳/۴) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الستر علی المسلم (۴۸۹۱) الادب المفرد (۷۵۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی التجسس (۴۸۸۸)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح لغیرہ : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی التجسس (۴۸۸۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

(۶) [سورہ یوسف : آیت ۸۷]

پھر غیبت سے منع فرماتا ہے' ابوداؤد میں ہے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو۔ تو کہا گیا اگر وہ برائی اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ [1] ابوداؤد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا تو ایسی ایسی ہیں مسدد راوی کہتے ہیں یعنی کم قامت' تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے کہ سمندر کے پانی میں اگر ملا دی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا گو مجھے چاہے ایسا کرنے میں بہت بڑا نفع ہی ملتا ہو۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ ایک بی بی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئیں جب وہ جانے لگیں تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اشارہ سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی۔ [3] الغرض غیبت حرام ہے' اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ہاں شرعی مصلحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں جیسے جرح و تعدیل نصیحت و خیر خواہی۔ جیسے کہ نبی ﷺ نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا' یہ بہت برا آدمی ہے [4] اور جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا معاویہ رضی اللہ عنہ مفلس شخص ہے اور ابوالجہم بڑا مارنے پیٹنے والا آدمی ہے۔ [5] یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کا مانگا ڈالا تھا اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں ان کی تو اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے' اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس سے بہت زیادہ نفرت تمہیں غیبت سے کرنی چاہئے۔ جیسے حدیث میں ہے اپنے دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ [6] حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہے تمہارے خون' مال' آبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الغیبة (٤٨٧٤) ترمذی: کتاب البر: باب ما جاء فی الغیبة (١٩٣٤) مسند احمد (٣٨٤/٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود، صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب (٤٨٧٥) ترمذی: کتاب صفة القیامة (٢٥٠٢) مسند احمد (١٨٩/٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود، صحیح ترمذی]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٩٥/١١)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب (٦٠٥٤) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب مداراة من یتقی فحشه (٢٥٩١) مسند احمد (٣٨/٦)]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب المطلقة البائن لا نفقة لها (١٤٨٠) مسند احمد (٤١٢/٦)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الهبة: باب لا یحل لا حد ان یرجع فی هبته وصدقته (٢٦٢٢) صحیح مسلم: کتاب الهبات: باب تحریم الرجوع فی الصدقة بعد القبض (١٦٢٢)]

شہر میں ہے۔ ① ابوداؤد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے انسان کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔ ② اور حدیث میں ہے اے وہ لوگو! جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو یاد رکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ خوبیوں کو ظاہر کر دے گا، یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے ③ مسند ابو یعلی میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ سنایا جس میں آپ نے پردہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آواز پہنچائی اور اس خطبہ میں اوپر والی حدیث بیان فرمائی ④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری حرمت وعظمت کا کیا ہی کہنا لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی اللہ کے ہاں ہے۔ ⑤ ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کر کے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم کی اتنی ہی غذا کھلائی جائے گی اسی طرح جس نے مسلمانوں کی برائی کرنے پر پوشاک حاصل کی اسے اسی جیسی پوشاک جہنم کی پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی بڑائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام میں کھڑا کر دے گا۔ ⑥ حضور ﷺ فرماتے ہیں معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں میں نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے (ابوداؤد) ⑦ اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد وعورت دونوں تھے کہ فرشتے ان کے پہلوؤں سے گوشت کاٹتے

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب قول النبی رب مبلغ اوعی من سامع (٦٧) صحیح مسلم : کتاب القسامة : باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال (١٦٧٩) مسند احمد (٢٣٠/١)]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله (٢٥٦٤) مسند احمد (٤٩١/٣)]

③ [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبة (٤٨٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

④ [ضعیف : مسند ابو یعلی (١٦٧٥) ابو نعیم فی دلائل النبوة (٣٠٦)] اس میں ابواسحاق کا عنعنہ ہے۔]

⑤ [حسن صحیح : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی تعظیم المومن (٢٠٣٢) ابن حبان (٥٧٦٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

⑥ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الاداب (٤٨٨١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

⑦ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب (٤٨٧٨) مسند احمد (٢٢٤/٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود]

ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ اسے چبا رہے ہیں میرے سوال پر کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو طعنہ زن، غیبت گو، چغل خور، انہیں جبراً آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے (ابن ابی حاتم) [1] یہ حدیث بہت مطول ہے اور ہم نے پوری حدیث سورۂ سبحان کی تفسیر میں بیان کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے حضور ﷺ نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے شام کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کرنے لگے آپ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے جاتے ایک صاحب آئے اور عرض کیا، حضور ﷺ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپ ہی کے متعلقین میں سے ہیں انہیں بھی آپ اجازت دیجئے کہ روزہ کھولیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں، کیا وہ بھی روزے دار ہو سکتا ہے؟ جو انسانی گوشت کھائے انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو قے کریں چنانچہ انہوں نے قے کی جن میں خون جمے کے لوتھڑے نکلے اس نے آکر حضور ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مر جاتیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔ [2] اس کی سند ضعیف ہے اور متن بھی غریب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا حضور ﷺ ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے مارے پیاس کے مر رہی ہیں اور یہ دوپہر کا وقت تھا، حضور ﷺ کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو مر گئی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مر جائیں گی، آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا مٹکا ایک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں قے کر اس نے قے کی تو اس میں پیپ خون جامد وغیرہ نکلی جس سے آدھا مٹکا بھر گیا، پھر دوسری سے قے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے لوتھڑے وغیرہ نکلے اور مٹکا بھر گیا، اس وقت آپ نے فرمایا حلال روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں دونوں بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد) [3] مسند حافظ ابو یعلی میں ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ دو چار مرتبہ کہہ چکے پھر پانچویں دفعہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا مقصد کیا ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کر دیں، آپ نے فرمایا کیا تو نے اسی طرح دخول کیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور لکڑی کنویں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ اب آپ نے انہیں رجم کرنے کا یعنی پتھراؤ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ یہ رجم کر دیئے گئے۔ اسکے بعد حضور ﷺ نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲/۳۰۸)] اس کی سند میں ابوھارون راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند طیالسی (۲۱۰۷)] اس میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۵/۴۳۱) مسند ابو یعلی (۱۵۷۶) دلائل النبوۃ للبیھقی (۱۸۶/۶)] اس کی سند میں سلیمان مدلس راوی کا عنعنہ ہے اور ایک راوی مجہول بھی ہے۔]

سنتے ہوئے چلتے رہے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بیان کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (1) اس کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ نہایت سڑی مردار بو والی ہوا چلی آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ بدبو ان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں، اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بدبودار ہوا وہ ہے۔ (2) حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نہیں تو اپنے ہاتھوں سے خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمان رضی اللہ عنہ تو بس اتنے ہی کام کا ہے کہ پکی پکائی کھا لے اور تیار خیمے میں آ کر آرام کر لے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پہنچے ان دونوں کے پاس سالن نہ تھا کہا تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے ہمارے لئے سالن لے آؤ، یہ گئے اور حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجا ہے کہ اگر آپ کے پاس سالن ہو تو دے دیجئے، آپ نے فرمایا وہ سالن کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سالن پا لیا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ واپس گئے اور جا کر ان سے یہ بات کہی، وہ اٹھے اور خود حاضر حضور ہوئے اور کہا حضور ﷺ ہمارے پاس تو سالن نہیں نہ آپ نے بھیجا آپ نے فرمایا تم نے سلمان رضی اللہ عنہ کے گوشت کا سالن کھا لیا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَيْتًا﴾ اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔ (3) حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب مختار میں تقریباً ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا کہنا مروی ہے کہ یہ تو بڑا ہی سونے والا ہے ان دونوں بزرگوں نے حضور ﷺ سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کریں (4) ابو یعلی میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی)

---

(1) [ضعیف :نسائی فی السنن الکبری (۷۱۶٤) ابن حبان (٤۳۹۹) دارقطنی (۱۹٦/۳) بیہقی (۲۲۷/۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن عم عن ابی ہریرہ راوی مجہول ہے۔]

(2) [ضعیف :مسند احمد (۳۵۱/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱٤۷۸٤) صحیح الادب المفرد (٥٦٦) صحیح الترغیب (۲۸٤۰)]

(3) [ضعیف :ابن ابی حاتم فی التفسیر کما فی الدر المنثور للسیوطی (۱۰۲/٦)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند ارسال کی وجہ سے کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(4) [حسن :المختارة للمقدسی (۷۱/٥)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے کرے گا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو اس کے احکام بجالاؤ' اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے' توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے' اس کی طرف رجوع کرے وہ اس پر رحم اور مہربانی فرماتا ہے۔ جمہور علماء کرام فرماتے ہیں غیبت گو کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرے' پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے' اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کر لے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبر ہی نہ ہو اور معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی سچی صفائی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے تو ادلے کا بدلہ ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مومن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نار جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مومن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ پل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے۔ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔ [1] ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بے عزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبروریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا (ابوداؤد) [2]

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ
لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہاری جماعتیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں' اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے' یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے○

---

[1] [حسن : مسند احمد (٤٤١/٣) ابو داؤد : كتاب الادب : باب من رد عن مسلم غيبة (٤٨٨٣)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعيف : ابو داؤد : كتاب الادب (٤٨٨٤) مسند احمد (٣٠/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں اسماعیل بن بشیر راوی مجہول ہے۔]

ساری انسانیت کی تخلیق ایک مرد وعورت سے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے' ان ہی سے ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا تھا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی پھیلی۔ شعوب قبائل سے عام ہے۔ مثال کے طور پر عرب تو شعوب میں داخل ہے پھر قریش غیر قریش پھر ان کی تقسیم یہ سب قبائل میں داخل ہے' بعض کہتے ہیں شعوب سے مراد عجمی لوگ اور قبائل سے مراد عرب جماعتیں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو اسباط کہا گیا ہے میں نے ان تمام باتوں کو ایک علیحدہ مقدمہ میں لکھ دیا ہے' جسے میں نے ابوعمر بن عبدالبر کی کتاب الاشباہ اور کتاب القصد والامم فی معرفۃ انساب العرب والعجم سے جمع کیا ہے۔ مقصد اس آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے ان کی طرف نسبت میں تو کل جہان کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کسی کو حاصل ہوگی وہ امر دینی اطاعت اللہ اور اتباع نبوی کی وجہ سے ہوگی۔ یہی راز ہے جو اس آیت کو غیبت کی ممانعت اور ایک دوسرے کی توہین و تذلیل سے روکنے کے بعد وارد کی کہ سب لوگ اپنی پیدائشی نسبت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہیں۔ کنبے' قبیلے برادریاں اور جماعتیں صرف پہچان کیلئے ہیں تاکہ جتھا بندی اور ہمدردی قائم رہے۔ فلاں بن فلاں قبیلے والا کہا جا سکے اور اس طرح ایک دوسرے کی پہچان آسان ہو جائے' ورنہ بشریت کے اعتبار سے سب قومیں یکساں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قبیلہ حمیرا اپنے حلیفوں کی طرف منسوب ہوتا تھا اور حجازی عرب اپنے قبیلوں کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے' ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرو تاکہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں اللہ برکت دے گا۔ [1] یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ پھر فرمایا حسب نسب اللہ کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت' تقویٰ اور پرہیزگاری سے ملتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے' دادا بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے' انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جبکہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں' [2] صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا خیال

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی تعلیم النسب (١٩٧٩)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (٢٧٦)] جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل یوسف (١٦٨-٢٣٧٨) مسند احمد (٢/٤٣١)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم الظلم المسلم (٢٥٦٤-٣٣) مسند احمد (٢/٢٨٥)]

رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جائے تو فضیلت والا ہے۔ ① طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ ② مسند بزار میں ہے تم سب اولاد آدم ہو اور خود حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگو! اپنے باپ دادوں کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔ ③ ابن ابی حاتم میں ہے حضور علیہ السلام نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتارا اور اونٹنی کو بطن مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنا بیان کر کے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے، پس انسان دو ہی قسم کے ہیں، یا تو نیک، پرہیزگار جو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو اللہ کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ تمہارے یہ نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں تم سب بالکل برابر کے حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں، ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو، بخیل اور فحش کلام ہو۔ ⑤ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب و نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم سب میں زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز، سب سے زیادہ پرہیزگار، سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا، سب سے زیادہ بری بات

---

① [ضعیف و منقطع : مسند احمد (٥/١٥٨)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ مزنی نے ابوذرؓ سے کچھ نہیں سنا۔ [مجمع الزوائد (٨/٨٧)]

② [ضعیف : طبرانی کبیر (٣٥٤٧)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالحمید راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (٨/٨٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو موضوع کہا ہے۔]

③ [ضعیف : مسند بزار (٢٠٤٣) مجمع الزوائد (٨/٨٦)] اس میں حسن بن حسین راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

④ [ضعیف : مسند عبد بن حمید (٧٩٣)] اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

⑤ [ضعیف : مسند احمد (٤/١٤٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٤٤٧)]

سے روکنے والا' سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ (1) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا مگر تقوے والے انسان کے۔ (2) اللہ تعالیٰ تمہیں جانتا ہے' اور تمہارے کاموں سے بھی خبردار ہے' ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں' رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں' فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے' یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم میں نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں' جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمد للہ۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں پس دوسرے نے کہا تیری بہ نسبت میں آپ سے بہت زیادہ قریب ہوں اور مجھے آپ سے نسبت بھی ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے' تو کہہ کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے ابھی تک

---

(1) [ضعیف : مسند احمد (٦/٤٣٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٧٤٣٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں شریک بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔]

(2) [ضعیف : مسند احمد (٦/٦٩) مسند ابو یعلی (٤٥٥٢) مجمع الزوائد (٨/٨٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٤٠٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا' تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی نہ کم کرے گا' بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ مومن وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین کریں پھر شک شبہ نہ کریں۔ اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں' یہی سچے اور راست گو ہیں ○ کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ تو ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے' اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○ اپنے مسلمان ہونے کا تجھ پر احسان رکھتے ہیں' تو کہہ دے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو' بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے' کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو ○ یقین مانو کہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○

حقیقی مومن کون؟ کچھ اعرابی لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ اس دعوے سے روکتا ہے' یہ کہتے تھے ہم ایمان لائے۔ اللہ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان کو کہیے اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تم یوں نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے یعنی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے نبی کی اطاعت میں آئے ہیں۔ اس آیت نے یہ فائدہ دیا کہ ایمان اسلام سے مخصوص چیز ہے' جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے' جبرائیل علیہ السلام والی حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جبکہ انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں پھر احسان کے بارے میں۔ پس وہ زینہ بزینہ چڑھتے گئے عام سے خاص کی طرف آئے اور پھر خاص سے اخص کی طرف آئے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے چند لوگوں کو عطیہ اور انعام دیا اور ایک شخص کو کچھ بھی نہ دیا اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں کو دیا اور فلاں کو بالکل چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے' حضور ﷺ نے فرمایا یا مسلمان؟ تین مرتبہ یکے دیگرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہی کہا اور حضور ﷺ نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اے سعد رضی اللہ عنہ میں لوگوں کو دیتا ہوں اور جو ان میں مجھے بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے نہیں دیتا' دیتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں وہ اوندھے منہ آگ میں نہ گر پڑیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1] پس اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے مومن و مسلم میں فرق کیا اور معلوم ہو گیا کہ ایمان زیادہ خاص ہے بہ نسبت اسلام کے۔ ہم نے اسے مع دلائل صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ذکر کر دیا ہے۔ فالحمد للہ۔

اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ یہ شخص مسلمان تھے منافق نہ تھے اس لئے کہ آپ نے انہیں کوئی عطیہ عطا نہیں فرمایا۔ اور اسے اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اعراب جن کا ذکر اس آیت میں ہے منافق نہ تھے' تھے تو مسلمان لیکن اب تک ان کے دلوں میں ایمان صحیح طور پر مستحکم نہ ہوا تھا اور انہوں نے اس بلند مقام تک رسائی ہو جانے کا ابھی سے دعویٰ کر دیا تھا اس لئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ و کان علی الاستسلام او الخوف من القتل (٢٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تالف قلب من یخاف علی ایمانہ ححفہ والنھی عن القطع (١٥٠۔ ٢٣٧) مسند احمد (١٧٦/١)]

اور ابراہیم نخعی اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہما کے قول کا یہی مطلب ہے اور اسی کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے‘ ہمیں یہ سب یوں کہنا پڑا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل مومن نہ تھے (یہ یاد رہے ایمان و اسلام میں فرق اس وقت ہے جب کہ اسلام اپنی حقیقت پر نہ ہو‘ جب اسلام حقیقی ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس وقت ایمان اسلام میں کوئی فرق نہیں‘ اس کے بہت سے قوی دلائل امام الائمہ حضرت بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں بیان فرمائے ہیں اور ان لوگوں کا منافق ہونا اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم) حضرت سعید بن جبیر‘ حضرت مجاہد‘ حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلکہ تم ﴿اَسْلَمْنَا﴾ کہو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم قتل اور قید بند سے بچنے کیلئے تابع فرمان ہو گئے ہیں‘ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو ایمان لانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بار احسان رکھتے تھے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو مقام ایمان کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اب تک وہاں نہ پہنچے تھے پس انہیں ادب سکھایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ اب تک ایمان تک نہیں پہنچے‘ اگر یہ منافق ہوتے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور ان کی رسوائی کی جاتی جیسے کہ سورۂ براءت میں منافقوں کا ذکر کیا گیا‘ لیکن یہاں تو انہیں صرف ادب سکھایا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو گئے تو تمہارے کسی عمل کا اجر مارا نہ جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ﴾ [1] ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں گھٹایا۔

پھر فرماتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرے برائی سے لوٹ آئے‘ اللہ اس کے گناہ معاف فرمانے والا اور اس کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھنے والا ہے‘ پھر فرماتا ہے کہ کامل ایمان والے صرف وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین رکھتے ہیں‘ پھر نہ شک کرتے ہیں نہ کبھی ان کے دل میں کوئی نکما خیال ہوتا ہے بلکہ اس خالص تصدیق پر اور کامل یقین پر جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اور اپنے نفس اور دل کی پسندیدہ دولت کو بلکہ اپنی جانوں کو بھی راہ اللہ کے جہاد میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں یعنی یہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں‘ یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں مومن کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے شک وشبہ نہ کیا اور اپنی جان اور اپنے مال سے راہ اللہ میں جہاد کیا (۲) وہ جن سے لوگوں نے امن پالیا نہ یہ کسی کا مال ماریں نہ کسی کی جان لیں (۳) وہ جو طمع کی طرف جب جھانکتے ہیں اللہ عزوجل کو یاد کرتے ہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کیا تم اپنے

---

[1] [سورۃ طور : آیت ۲۱]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۸/۳) مجمع الزوائد (۵۲/۱)] اس کی سند میں رشدین بن سعد ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

دل کا یقین و دین اللہ کو دکھاتے ہو؟ وہ تو ایسا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں' وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے پھر فرمایا جو اعراب اپنے اسلام لانے کا بار احسان تجھ پر رکھتے ہیں ان سے کہہ دے کہ مجھ پر اپنے ایمان لانے کا احسان نہ جتاؤ تم اگر اسلام قبول کرو گے' میری فرمانبرداری کرو گے' میری مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں ملے گا' بلکہ دراصل ایمان کی دولت تمہیں دینا یہ اللہ کا ہی تم پر احسان ہے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو۔ (اب غور فرمایئے کہ کیا اسلام لانے کا احسان پیغمبر اللہ پر جتانے والے سچے مسلمان تھے؟ پس آیت کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ ان کا اسلام حقیقت پر مبنی نہ تھا اور یہی الفاظ ہیں کہ ایمان اب تک ان کے دل نشین نہیں ہوا اور جب تک ایمان حقیقت پر مبنی نہ ہو تب تک بیشک وہ ایمان نہیں لیکن جب وہ اپنی حقیقت پر صحیح معنی میں ہو تو پھر اسلام ایمان ایک ہی چیز ہے۔ خود اس آیت کے الفاظ میں غور فرمایئے ارشاد ہے اپنے اسلام کا احسان تجھ پر رکھتے ہیں حالانکہ دراصل ایمان کی ہدایت اللہ کا خود ان پر احسان ہے۔ پس وہاں احسان اسلام رکھنے کو بیان کر کے اپنا احسان ہدایت ایمان جتانا بھی ایمان واسلام کے ایک ہونے پر باریک اشارہ ہے' مزید دلائل صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ کا کسی کو ایمان کی راہ دکھانا اس پر احسان کرنا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین والے دن انصار سے فرمایا تھا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اتفاق دیا تم مفلس تھے میری وجہ سے تمہیں مالدار کیا۔ جب کبھی حضور ﷺ کچھ فرماتے وہ کہتے بیشک اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بھی زیادہ احسانوں والے ہیں[1] بزار میں ہے کہ بنواسد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہم مسلمان ہوئے عرب آپ سے لڑتے رہے لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے' حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سمجھ بہت کم ہے' شیطان ان کی زبانوں میں بول رہا ہے اور یہ آیت ﴿یَمُنُّوْنَ﴾ الخ' نازل ہوئی[2] پھر دوبارہ اللہ رب العزت اپنے وسیع علم اور اپنی سچی باخبری اور مخلوق کے اعمال سے آگاہی کو بیان فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کے غیب اس پر ظاہر ہیں اور وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

الحمدللہ سورۂ حجرات کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔ توفیق اور ہمت اسی کے ہاتھ ہے۔

تفسیر سورہ قٓ

جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے۔ گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورۂ حجرات سے شروع ہوتی ہیں' یہ بالکل بے اصل بات ہے علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں' مفصل کی سورتوں کی پہلی سورت یہی ہے اس کی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے جو ''بَابُ تَحْزِیْبِ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی (۴۳۳۰) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اعطاء المولفۃ قلوبھم علی الاسلام (۱۰٦۱) مسند احمد (۴/۴۲)]

[2] [صحیح : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

الْــقُــرْآنِ“ میں ہے حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وفد ثقیف میں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے اور بنو مالک کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبے میں ٹھہرایا۔ فرماتے ہیں ہر رات عشاء کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آتے اور کھڑے کھڑے اپنی باتیں سناتے یہاں تک کہ آپ کو دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے قدموں کو بدلنے کی ضرورت پڑتی کبھی اس قدم پر کھڑے ہوتے کبھی اس قدم پر عموماً آپ ہم سے وہ واقعات بیان کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش سے سہنے پڑے تھے پھر فرماتے کوئی حرج نہیں ہم مکے میں کمزور تھے بے وقعت تھے' پھر ہم مدینے میں آ گئے اب ہم میں ان میں لڑائی ڈولوں کے مثل ہے کبھی ہم ان پر غالب کبھی وہ ہم پر غرض ہر رات لطف صحبت رہا کرتا تھا ایک رات کو وقت ہو چکا اور آپ نہ آئے۔ بہت دیر کے بعد تشریف لائے ہم نے کہا حضور ﷺ آج تو آپ کو بہت دیر ہوگئی آپ نے فرمایا ہاں قرآن شریف کا جو حصہ روزانہ پڑھا کرتا تھا آج اس وقت پڑھا اور ادھورا چھوڑ کر آنے کو جی نہ چاہا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم قرآن کے حصے کس طرح کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا پہلی تین سورتوں کی ایک منزل' پھر پانچ سورتوں کی ایک منزل' پھر سات سورتوں کی ایک منزل' پھر نو سورتوں کی ایک منزل' پھر تیرہ سورتوں کی ایک منزل اور مفصل کی سورت کی ایک منزل۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [1] پس پہلی چھ منزلوں کی کل اڑتالیس سورتیں ہوئیں پھر ان کے بعد مفصل کی تمام سورتوں کی ایک منزل تو انچاسویں سورت یہی سورۂ ق پڑتی ہے۔ باقاعدہ گنتی سنئے۔ پہلی منزل کی تین سورتیں سورۂ بقرہ' آل عمران اور سورہ نساء ہوئیں۔ دوسری منزل کی پانچ سورتیں مائدہ' انعام' اعراف' انفال اور براءت ہوئیں۔ تیسری منزل کی سات سورتیں یونس' ہود' یوسف' رعد' ابراہیم' حجر' اور نحل ہوئیں۔ چوتھی منزل کی نو سورتیں سبحان' کہف' مریم' طٰہٰ انبیاء' حج' مومنون' نور اور فرقان ہوئیں۔ پانچویں منزل کی گیارہ سورتیں شعراء' نمل' قصص' عنکبوت' روم' لقمان' الم سجدہ' احزاب' سبا' فاطر' اور یٰسین ہوئیں۔ چھٹی منزل کی تیرہ سورتیں صافات' ص' زمر' غافر' حم السجدہ' حم عسق' زخرف' دخان' جاثیہ' احقاف' قتال' فتح اور حجرات ہوئیں۔ اب ساتویں منزل مفصل کی سورتیں باقی رہیں جو حجرات کے بعد سے شروع ہوں گی اور وہ سورہ ق ہے۔ اور یہی ہم نے کہا تھا۔ فالحمد للہ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سورۂ ق اور سورۂ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ الخ [2] مسلم میں ہے حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا دو سال تک یا ایک سال تک یہی دستور رہا میں نے سورۂ ق کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن سن کر زبانی یاد

---

[1] [ضعیف: ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب تخریب القرآن (١٣٩٣) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة : باب فی کم یستحب یختم القرآن (١٣٤٥) مسند احمد (٤/٣٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (٢٩٧)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلوة العیدین : باب ما یقراء فی صلاة العیدین (٨٩١) ترمذی : کتاب الجمعة (٥٣٤) ابوداؤد : کتاب الصلاة (١١٥٤) ابن ماجه (١٢٨٢) مسند احمد (٥/٢١٧)]

کرلیا اس لئے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ لوگوں کو خطبہ سنانے کے لئے منبر پر آتے تو اس سورت کی تلاوت کرتے [1] الغرض بڑے بڑے مجمع کے موقعہ پر جیسے عید ہے' جمعہ ہے اللہ کے رسول ﷺ اس سورت کی تلاوت کرتے کیونکہ اس میں ابتداءِ خلق کا' مرنے کے بعد جینے کا' اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا' حساب وکتاب کا' جنت ودوزخ کا' ثواب وعذاب اور رغبت وڈراوے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

رحم کرنے والے رحمت کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ○ بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے ○ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے' یہ پھر زندہ کیا جانا دوراز عقل ہے ○ زمین جو کچھ ان میں سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے' اور ہمارے پاس کتاب ہے سب یاد رکھنے والی ○ بلکہ انہوں نے سچی بات کو جھوٹ کہا ہے جبکہ وہ ان کے پاس پہنچ چکی بس وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے ہیں ○

اہل کتاب کی موضوع روایات: قٓ حروف ہجا سے ہے جو سورتوں کے اول میں آتے ہیں' جیسے ﴿ص' ن' الم' حم' طس﴾ وغیرہ' ہم نے ان کی پوری تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں شروع میں کر دی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ قاف ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے' میں جانتا ہوں کہ دراصل یہ بنی اسرائیل کی خرافات میں سے ہے۔ جنہیں بعض لوگوں نے لے لیا۔ یہ سمجھ کر ان سے روایات لینا مباح ہے گو تصدیق وتکذیب نہیں کر سکتے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اور اس جیسی اور روایتیں تو بنی اسرائیل کے بددینوں نے گھڑ لی ہوں گی تاکہ لوگوں پر دین کو غلط ملط کر دیں' آپ خیال کیجئے کہ اس امت میں باوجود یہ کہ علماء کرام اور حفاظان عظام کی بہت بڑی دیندار مخلص جماعت ہر زمانے میں موجود ہے تاہم بددینوں نے بہت تھوڑی مدت میں موضوع احادیث تک گھڑ لیں۔ پس بنی اسرائیل جن پر مدتیں گزر چکیں جو حفظ سے عاری تھے جن میں نقادان فن موجود نہ تھے جو کلام اللہ کو اصلیت سے ہٹا دیا کرتے تھے جو شرابوں میں مخمور رہا کرتے تھے جو آیات اللہ کو بدل ڈالا کرتے تھے ان کا کیا ٹھیک ہے؟ پس حدیث نے جن روایات کو ان سے لینا مباح رکھا ہے یہ وہ ہیں جو کم از کم عقل وفہم میں تو آ سکیں' نہ وہ جو

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب تخفیف الصلاة والخطبة (٨٧٣۔ ٤٥) مسند احمد (٦/٤٣٥)]

صریح خلاف عقل ہوں سنتے ہی ان کے باطل اور غلط ہونے کا فیصلہ عقل کر دیتی ہو اور اس کا جھوٹ ہونا اتنا واضح ہو کہ اس پر دلیل لانے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس مندرجہ بالا روایت بھی ایسی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ افسوس کہ بہت سے سلف وخلف نے اہل کتاب سے اس قسم کی حکایتیں قرآن مجید کی تفسیر میں وارد کی ہیں دراصل قرآن مجید ایسی بے سروپا باتوں کا کچھ محتاج نہیں، فالحمد للہ، یہاں تک کہ امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے بھی یہاں ایک عجیب وغریب اثر بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد کر دیا ہے جو از روئے سند ثابت نہیں، اس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک سمندر پیدا کیا ہے جو اس ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس سمندر کے پیچھے ایک پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اس کا نام قاف ہے، آسمان دنیا اسی پر اٹھا ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کے پیچھے ایک زمین بنائی جو اس زمین سے سات گناہ بڑی ہے پھر اس کے پیچھے ایک سمندر ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے، پھر اس کے پیچھے پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اسے بھی قاف کہتے ہیں دوسرا آسمان اسی پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح سات زمینیں، سات سمندر، سات پہاڑ اور سات آسمان گنوائے پھر یہ آیت پڑھی ﴿وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ﴾ [1] اس اثر کی اسناد میں انقطاع ہے۔ [2] علی بن ابوطلحہ جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرتے ہیں اس میں ہے کہ قٓ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں قٓ بھی مثل صٓ، نٓ، طسٓ، الٓمٓ وغیرہ کے حروف ہجا میں سے ہے۔ پس ان روایات سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان ہونا اور بعید ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے قسم ہے اللہ کی اور قٓ کہہ کر باقی جملہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ دلیل ہے محذوف پر۔ جیسے شاعر کہتا ہے:

قُلْتُ لَهَا قِفِي فَقَالَتْ ق

لیکن یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ محذوف پر دلالت کرنے والا کلام صاف ہونا چاہیے اور یہاں کونسا کلام ہے؟ جس سے ان کے بڑے جملے کے محذوف ہونے کا پتہ چلے۔ پھر اس کرم اور عظمت والے قرآن کی قسم کھائی جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس قسم کا جواب کیا ہے؟ اس میں بھی کئی قول ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے تو بعض نحویوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا جواب ﴿قَدْ عَلِمْنَا﴾ پوری آیت تک ہے، لیکن یہ بھی غور طلب ہے بلکہ جوابِ قسم کے بعد کا مضمون کلام ہے، یعنی نبوت اور دوبارہ جی اٹھنے کا ثبوت اور تحقیق گو قسم لفظوں سے اس کو جواب نہ بتاتی ہوا ایسا قرآن کی قسموں کے جواب میں اکثر ہے جیسے سورۂ صٓ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ انہی میں سے ایک انسان کیسے رسول بن گیا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ [3] الخ، یعنی کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا

---

[1] [سورہ لقمان : آیت ۲۷]

[2] [ضعیف ومنقطع : اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے، نیز اس میں انقطاع بھی ہے۔]

[3] [سورة یونس : آیت ۲]

کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی تا کہ تم لوگوں کو خبردار کردے' یعنی دراصل یہ کوئی تعجب کی چیز نہ تھی اللہ جسے چاہے فرشتوں میں سے اپنی رسالت کیلئے چن لیتا ہے اور جسے چاہے انسانوں میں سے چن لیتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد جینے کو بھی تعجب کی نظروں سے دیکھا اور کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزاء جدا جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے' اس کے بعد تو اسی ہیئت و ترکیب میں دوبارہ جینا بالکل محال ہے۔ اس کے جواب میں فرمان صادر ہوا کہ زمین ان کے جسموں کو جو کھا جاتی ہے اس سے بھی ہم غافل نہیں' ہمیں معلوم ہے کہ ان کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں کہاں ہیں؟ ہمارے پاس کتاب ہے جو اس کی محافظ ہے۔ ہمارا علم ان سب معلومات پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی کتاب میں محفوظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ان کے گوشت' چمڑے' ہڈیاں اور مال جو کچھ زمین کھا جاتی ہے ہمارے علم میں ہے۔ پھر پروردگار عالم ان کے اس محال سمجھنے کی اصل وجہ بیان فرما رہا ہے کہ دراصل یہ حق کو جھٹلانے والے لوگ ہیں اور جو لوگ اپنے پاس حق کے آجانے کے بعد انکار کر دیں ان سے اچھی سمجھ ہی چھن جاتی ہے مریج کے معنی ہیں مختلف' مضطرب' منکر اور غلط ملط کے' جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ○ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾ (1) یعنی یقیناً تم ایک جھگڑے کی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ نافرمانی وہی کرتا ہے جو بھلائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿٦﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿٧﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿٨﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿٩﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿١٠﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿١١﴾

کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے؟ اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو' ہم نے بچھا دیا ہے اور اس پر ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگا دی ہیں ○ تا کہ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو ○ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے غلے پیدا کیے ○ اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے خوشے تہہ بہ تہہ ہیں ○ بندوں کی روزی کے لئے ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح قبروں سے نکلنا ہے ○

مظاہر قدرت میں غور و فکر کی نصیحت: یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بھی زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے پیش کر رہا ہے' کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو اس کے روشن ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ' ایک چھید' ایک شگاف' ایک دراڑ نہیں چنانچہ سورۂ

(1) [سورۃ الذاریات : آیت ٨-٩]

تبارک میں فرمایا ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ① الخ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے، تو اللہ کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کر اور دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جما دیئے تا کہ ہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اگا دیں، جیسے اور جگہ ہے ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ "بَهِيْجٍ" کے معنی خوش منظر، خوشنما بارونق۔ پھر فرمایا آسمان وزمین اور ان کے علاوہ قدرت کے اور نشانات دانائی اور بینائی کا ذریعہ ہیں ہر اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور وہ کھیتیاں بنائیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور اونچے اونچے کھجور کے درخت لگا دیئے جو بھر پور میوے لاتے اور لدے رہتے ہیں۔ یہ مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ لہلہانے لگی اور خشکی کے بعد تر و تازہ ہو گئی۔ اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو گئے۔ یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی۔ اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی یہ نشانیاں ہیں۔ جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں؟ کہ اللہ مردوں کو جلانے پر قادر ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ② یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ③ یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو جلائے؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً﴾ ④ الخ، یعنی تو دیکھتا ہے کہ زمین بالکل خشک اور بنجر ہوتی ہے، ہم آسمان پر پانی برساتے ہیں جس سے وہ لہلہانے اور پیداوار اگانے لگتی ہے، کیا میری قدرت کی یہ نشانی یہ نہیں بتاتی کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے جلانے پر بلاشک و شبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام تر چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

ع ۱۵/۱

① [سورة الملك : آیت ۳] ② [سورة غافر : آیت ۵۷]

③ [سورة الاحقاف : آیت ۳۳] ④ [سورة فصلت : آیت ۳۹]

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور ثمودیوں نے ○ اور عادیوں نے اور فرعونیوں نے اور برادران لوط نے ○ اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی' سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آ گیا ○ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شک میں ہیں ○

پیغمبروں کے نافرمان ہمیشہ تباہ ہوئے: اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو ان جیسے جھٹلانے والوں پر ان سے پہلے آ چکے ہیں۔ جیسے کہ نوح کی قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور اصحاب رس جن کا پورا قصہ سورۂ فرقان کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور ثمود اور عاد اور امت لوط جسے زمین میں دھنسا دیا اور اس زمین کو سڑا ہوا دلدل بنا دیا۔ یہ سب کیا تھا؟ ان کے کفر' ان کی سرکشی' اور مخالفت حق کا نتیجہ تھا۔ اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے علیہ السلام اور قوم تبع سے مراد یمانی ہیں' سورۂ دخان میں ان کا واقعہ بھی گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر ہے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں' فالحمد للہ۔ ان تمام امتوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور عذاب اللہ سے ہلاک کر دیئے گئے' یہی اللہ کا اصول جاری ہے۔ یاد رہے کہ ایک رسول کا جھٹلانے والا تمام رسولوں کا منکر ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ [1] قوم نوح نے رسولوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے پاس صرف نوح علیہ السلام ہی آئے تھے۔ پس دراصل یہ تھے ایسے کہ اگر ان کے پاس تمام رسول آ جاتے تو یہ سب کو جھٹلاتے ایک کو بھی نہ مانتے۔ سب کی تکذیب کرتے ایک کی بھی تصدیق نہ کرتے۔ ان سب پر اللہ کے عذاب کا وعدہ ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ثابت ہو گیا اور صادق آ گیا۔ پس اہل مکہ اور دیگر مخاطب لوگوں کو بھی اس بدخصلت سے پرہیز کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر برس پڑے۔ کیا جب یہ کچھ نہ تھے ان کا بسانا ہم پر بھاری پڑا تھا؟ جواب دوبارہ پیدا کرنے کے منکر ہو رہے ہیں۔ ابتداءً سے تو اعادہ بہت ہی آسان ہوا کرتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [2] یعنی ابتداء اسی نے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی وہی اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ سورۂ یٰسین میں فرمان الٰہی جل جلالہ گزر چکا ہے کہ ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا﴾ [3] الخ' یعنی اپنی پیدائش کو بھول کر ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اور کہنے لگا بوسیدہ سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ان کو تو جواب دے کہ وہ جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور تمام خلق کو جانتا ہے' صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے بنی آدم ایذا دیتا ہے جب یہ کہتا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے کچھ آسان نہیں۔

---

[1] [الشعراء : ١٠٥]

[2] [الروم : ٢٧]

[3] [یسین : ٧٨-٧٩]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں ○ جس وقت کہ وہ لینے والے لیتے جاتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے ○ انسان کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے ○ موت کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا ○ اور صور پھونک دیا جائے گا' وعدہ عذاب کا دن یہی ہے ○ اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا ○ یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ○

اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو بھلے برے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں جو خیالات آئیں ان سے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں یا عمل نہ کریں [1] اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں' یعنی ہمارے فرشتے بعض نے کہا ہے ہمارا علم۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کہیں حلول اور اتحاد نہ لازم آ جائے جو بالا جماع اس رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے۔ لیکن لفظ کا اقتضا یہ نہیں ہے اس لئے کہ ﴿وَأَنَا﴾ نہیں کہا بلکہ ﴿وَنَحْنُ﴾ کہا ہے یعنی میں نہیں کہا بلکہ ہم کہا ہے۔ یہی لفظ اس شخص کے بارے میں کہے گئے ہیں جس کی موت قریب آ گئی ہو اور وہ نزع کے عالم میں ہو' فرمان ہے ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ [2] الخ' یعنی ہم تم سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ یہاں بھی مراد فرشتوں کا اس قدر قریب ہونا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [3] یعنی ہم نے ذکر کو

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العتق: باب الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه ولا عتاقة الا لوجه الله تعالى (٢٥٢٨) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تجاوز الله عن حدیث النفس والخوطر بالقلب اذا لم ستقر (١٤٧)]

[2] [سورة الواقعه: ٨٥]

[3] [سورة الحجر: آیت ٩]

نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ فرشتے ہی ذکر قرآن کریم کو لے کر نازل ہوئے اور یہاں بھی مراد فرشتوں کی اتنی نزدیکی ہے جس پر اللہ نے انہیں قدرت بخش رکھی ہے۔ پس انسان پر ایک پہرا فرشتے کا ہوتا ہے اور ایک شیطان کا اسی طرح شیطان بھی جسم انسان میں اسی طرح پھرتا ہے جس طرح خون۔ (1) جیسے کہ سچوں کے سچے نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ دو فرشتے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں' ابن آدم کے منہ سے جو کلمہ نکلتا ہے اسے محفوظ رکھنے والے اور اسے نہ چھوڑنے والے اور فوراً لکھ لینے والے فرشتے مقرر ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ (2) الخ' تم پر محافظ ہیں بزرگ فرشتے جو تمہارے فعل سے باخبر ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم تو فرماتے ہیں یہ فرشتے ہر نیک و بد عمل لکھ لیا کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو قول ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ ثواب و عذاب لکھ لیا کرتے ہیں۔ لیکن آیت کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی ہی تائید کرتے ہیں کیونکہ فرمان ہے جو لفظ نکلتا ہے اس کے پاس محافظ تیار ہیں۔ مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کیلئے قیامت تک کی لکھ دیتا ہے۔ اور کوئی برائی کا کلمہ ناراضگی اللہ کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک کی لکھ دیتا ہے (3) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی باتوں سے بچا لیا۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ دیتا ہے۔ (ابن ابی حاتم) امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم تیرے لئے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں' ایک تیرے دائیں دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائی کو دیکھتا رہتا ہے اب تو جو چاہ عمل کر کمی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا﴾ (4) الخ' ہر انسان کی شامت اعمال کی تفصیل ہم نے اس کے گلے لگا دی

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری (٣١٠٧) صحیح مسلم (٢١٧٥) ابوداود (٢٤٧٠) ابن ماجه (١٧٧٩) اسحاق بن راهويه (٨) مسند عبد بن حميد (١٥٥٦) مسند ابو يعلى (٧١٢١) طبرانی کبير (٧١/٢٤) جمع الجوامع (٢٩٨)]

(2) [سورة الانفطار : آيت ١٠-١٢]

(3) [صحیح : مسند احمد (٤٦٩/٣) ترمذی : کتاب الزهد (٢٣١٩) ابن ماجه : کتاب الفتن (٣٩٦٩)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

(4) [سورة بنی اسرائيل: آيت ١٣-١٤]

ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب پھینک دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے ہی تیرا محاسب بنا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو کچھ تو بھلا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا' میں نے پیا' میں گیا' میں آیا' میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال وافعال پیش کیے جاتے ہیں' خیر وشر باقی رکھ لی جاتی ہے اور سب کچھ مٹا دیا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں فرمان باری تعالیٰ شانہ کے ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ [1] حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے کہ آپ اپنے مرض موت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں چنانچہ آپ نے کراہنا بھی چھوڑ دیا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے' اپنی موت کے وقت اف تک بھی نہ کی۔ پھر فرماتا ہے اے انسان! موت کی بیہوشی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک دور ہو جائے گا جس میں آج کل تو مبتلا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا اب وہ آ گئی کسی طرح اس سے نجات نہیں پا سکتا' نہ بچ سکتا ہے' نہ اسے روک سکتا ہے' نہ اسے دفع کر سکتا ہے' نہ ٹال سکتا ہے' نہ مقابلہ کر سکتا ہے' نہ کسی کی مدد وسفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے اگرچہ بعض نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعض نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں آپ کے سرہانے بیٹھی تھی آپ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے یہ بیت پڑھا۔

مَنْ لَّا يَزَالُ دَمْعُهٗ مُقْنِعاً   فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مَرَّةً مَدْفُوقٌ

مطلب یہ ہے کہ جس کے آنسو ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بھی ایک مرتبہ ٹپک پڑیں گے۔ تو آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا پیاری بچی یوں نہیں بلکہ جس طرح اللہ نے فرمایا ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ الخ' اور روایت میں بیت کا پڑھنا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ یوں نہیں بلکہ یہ آیت پڑھو۔ اس اثر کے اور بھی بہت سے طریق ہیں۔ جنہیں میں نے سیرۃ الصدیق میں آپ کی وفات کے بیان میں جمع کر دیا ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرہ مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے سبحان اللہ! موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ [2] اس آیت کے پچھلے جملے کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے ایک تو یہ کہ ''ما'' موصولہ ہے۔ یعنی یہ وہی ہے جسے تو بعید از امکان جانتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں ''ما'' نافیہ ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے جدا کرنے کی جس سے بچنے کی تجھے قدرت نہیں تو اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ معجم کبیر طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومڑی جیسی

---

[1] [سورۃ الرعد : آیت ٣٩]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب المغازی : باب مرض النبی ووفاته (٤٤٤٩) مسند احمد (٦٤/٦)]

ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس سے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چکنا چور ہوگئی تو اپنے بھٹ میں جا گھسی ۔ زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی اس نے لومڑی سے کہا میرا قرض دے تو یہ وہاں سے پھر بھاگی سانس پھولا ہوا تھا حال برا ہو رہا تھا آخر یونہی بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر مرگئی ۔ [1] الغرض جس طرح اس لومڑی کو زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں اسی طرح انسان کو موت سے بچنے کے راستے بند ہیں ۔ اس کے بعد صور پھونکے جانے کا ذکر ہے جس کی پوری تفسیر والی حدیث گزر چکی ہے اور حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور گردن جھکائے حکم اللہ کا انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ [2] پھر فرماتا ہے ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تو میدان محشر کی طرف لانے والا ہوگا اور ایک فرشتہ اس کے اعمال کی گواہی دینے والا ہوگا ۔ ظاہر آیت یہی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت منبر پر کی اور فرمایا ایک چلانے والا جس کے ہمراہ یہ میدان محشر میں آئے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سائق سے مراد فرشتہ ہے اور شہید سے مراد عمل ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے سائق فرشتوں میں سے ہوں گے اور شہید سے مراد خود انسان ہے جو اپنے اوپر آپ گواہی دے گا ۔ پھر اس کے بعد کی آیت میں جو خطاب ہے اس کی نسبت تین قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خطاب کافر سے ہوگا' دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہیں نیک و بد سب تیسرا یہ کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں ۔ [3] دوسرے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ آخرت اور دنیا میں وہی نسبت ہے جو بیداری اور خواب میں ہے اور تیسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ تو اس قرآن کی وحی سے پہلے غفلت میں تھا ۔ ہم نے یہ قرآن نازل فرما کر تیری آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا اور تیری نظر قوی ہوگئی ۔ لیکن الفاظ قرآنی سے تو ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد عام ہے یعنی ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غافل تھا اس لئے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی یہاں تک کہ کافر بھی استقامت پر ہو جائے گا لیکن یہ استقامت اسے نفع نہ دے گی جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ [4] یعنی جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے خوب دیکھتے سنتے ہوں گے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [5] الخ، یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں پڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے یا اللہ! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں لوٹا دے تو ہم نیک اعمال کریں گے اور کامل یقین رکھیں گے ۔

---

[1] [ضعیف : طبرانی (٦٩٢٢) مجمع الزوائد (٣٢٣/٢)] اس کی سند میں معاذ ہذلی راوی ضعیف ہے ۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر القرآن : باب من سورہ الزمر (٣٢٤٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے ۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں ۔ [صحیح ترمذی]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٢٠/١١)]

[4] [سورۃ مریم : آیت ٣٨]

[5] [سورۃ السجدہ : آیت

وَ قَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾

اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا یہ حاضر ہے جو کہ میرے پاس تھا○ ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو○ جو نیک کام سے روکنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا○ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو○ اس کا ہم نشین شیطان کہے گا اے ہمارے رب میں نے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا○ حق تعالیٰ فرمائے گا بس میرے سامنے جھگڑے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعدہ عذاب بھیج چکا تھا○ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں○

ابن آدم کے اعمال پر مقرر فرشتوں کی گواہی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا یہ ہے میرے پاس تفصیل بلا کم و کاست حاضر ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس فرشتے کا کلام ہوگا جسے سائق کہا گیا ہے جو اس کو محشر میں لے آیا تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ اس فرشتے پر بھی اور گواہی دینے والے فرشتے دونوں پہ مشتمل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل و انصاف سے کرے گا۔ "اَلْقِیَا" تثنیہ کا صیغہ ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو تثنیہ کر دیا کرتے ہیں جیسے کہ حجاج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلاد سے کہتا ہے "اِضْرِبَا عُنُقَهٗ" تم دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ جلاد ایک ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی شہادت میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ [1] بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تاکید ہے جس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ ایسا تو وقف کی حالت میں ہوتا ہے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہوگا' لانے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو جو بدترین جگہ ہے' اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے نہ ادا کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے ہر حد سے گزر جانے والے خواہ وہ مال کے خرچ میں اسراف کرتا ہو خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں اللہ کے احکام کی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذاب میں ڈال دو۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/٤۲۲)]

گردن نکالے گی اور با آواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام محشر کا مجمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہوں، ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے اور ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے، پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتائے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ (1) پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا یہ اس کافر کو دیکھ کر اپنی براءت کرے گا۔ اور کہے گا میں نے اسے نہیں بہکایا بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا حق کا اپنے آپ مخالف تھا۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہیں کام دے سکوں نہ تم میرے کام آ سکو جو مجھے شریک بنا رہے تھے تو میں پہلے ہی سے ان کا انکاری تھا ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ (2) پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ انسان کہہ رہا ہوگا کہ اللہ اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آ چکی گمراہ کر دیا اور شیطان کہے گا اللہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تو اللہ انہیں تو تو میں میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی حجت ختم کر چکا رسولوں کی زبانی یہ سب باتیں تمہیں سنا چکا تھا کتابیں بھیج دی تھیں اور ہر ہر طریقہ سے ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجھا دیا تھا۔ سنو! جو فیصلہ کرنا ہے وہ میں کر چکا میری باتیں بدلتی نہیں میں ظالم نہیں جو دوسرے کے گناہ پر کسی کو پکڑوں۔ ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ
لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ
الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟○ اور جنت پرہیزگاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی○ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا اور پابندی کرنے والا ہو○ جو رحمان کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو○ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے○ یہ وہاں جو چاہیں انہی کا ہے بلکہ ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے○

جہنم کیسے بھرے گی؟ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا جہنم سے وعدہ ہے کہ وہ اسے پر کر دے گا اس لئے قیامت کے دن

---

(1) [ضعیف : مسند احمد (٣/٤٠) مسند ابو یعلی (١٣٨) طبرانی اوسط (٣٢٠) مسند بزار (٣٥٠٠)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

(2) [سورة ابراهيم : آيت ٢٢]

جو جنات اور انسان اس کے قابل ہوں گے انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اب تو تو پر ہوگئی؟ اور یہ کہے گی اگر اور گنہگار باقی ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دو۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم میں گنہگار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا پس وہ کہے گی بس بس۔ [1] مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ اس وقت یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی تیری عزت وکرم کی قسم بس بس اور جنت میں جگہ بچ جائے گی یہاں تک کہ ایک نئی مخلوق کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو آباد کرے گا [2] صحیح بخاری میں ہے جنت اور دوزخ میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی جہنم نے کہا کہ میں ہر متکبر اور ہر متجبر کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا میرا یہ حال ہے کہ مجھ میں کمزور لوگ اور وہ لوگ جو دنیا میں ذی عزت نہ سمجھے جاتے تھے وہ داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں جسے چاہوں گا اس رحمت کے ساتھ نواز دوں گا' اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ میں جسے چاہوں گا عذاب کروں گا۔ ہاں تم دونوں بالکل بھر جاؤ گی تو جہنم تو نہ بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا اب وہ کہے گی بس بس بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے سب جوڑ آپس میں سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت میں جو جگہ بچ رہے گی اس کے بھرنے کے لئے عزوجل اور مخلوق پیدا کرے گا۔ [3] مسند احمد کی حدیث میں جہنم کا قول یہ ہے کہ مجھ میں جبر کرنے والے' تکبر کرنے والے بادشاہ اور شریف لوگ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا مجھ میں کمزور' ضعیف' فقیر مسکین داخل ہوں گے۔ [4] مسند ابویعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات قیامت کے دن دکھائے گا۔ میں سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا' پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا کہ اس سے وہ خوش ہو جائے گا' پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی' پھر میری امت جہنم کے اوپر کے پل سے گزرنے لگے گی بعض تو نگاہ کی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے بعض تیر کی طرح پار ہو جائیں گے' بعض تیز گھوڑوں سے زیادہ تیزی سے پار ہو جائیں گے' یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں پر چلتا ہوا گزر جائے گا اور یہ اعمال کے مطابق ہوگا اور جہنم زیادتی طلب کر رہی ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس اور میں حوض پر ہوں گا۔ لوگوں نے کہا حوض کیا ہے؟ فرمایا اللہ کی قسم اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر برتن آسمان کے ستاروں سے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب سورہ ق (٤٨٤٨)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب النار یدخلها الجبّارون (٢٨٤٨) مسند احمد (٢٣٤/٣)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٨٥٠) صحیح مسلم : کتاب الجنة (٢٨٤٦)]

[4] [صحیح : مسند احمد (١٣/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١١٠٩٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

زیادہ ہیں جسے اس کا پانی مل گیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا اسے کہیں پانی نہیں ملے گا جو اسے سیراب کر سکے۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں کوئی مکان ہے کہ مجھ میں زیادتی کی جائے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ کہے گی کیا مجھ میں ایک کے بھی آنے کی جگہ ہے؟ میں بھر گئی' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں جہنمی ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ کہے گی میں بھر گئی اور کہے گی کہ کیا مجھ میں زیادہ گنجائش ہے؟ امام ابن جریر رحمہ اللہ پہلے قول کو ہی اختیار کرتے ہیں' اس دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کے نزدیک یہ سوال اس کے بعد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے اب جو اس سے پوچھے گا کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ جواب دے گی کہ مجھ میں کہیں بھی کوئی جگہ باقی ہے جس میں کوئی آ سکے؟ یعنی باقی نہیں رہی پر ہو گئی۔ حضرت عوفی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی جگہ باقی نہ رہے گی۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے جنت قریب کر دی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے اس لئے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ "اَوَّابٌ" کے معنی رجوع کرنے والا توبہ کرنے والا' گناہوں سے رک جانے والا۔ "حَفِيظٌ" کے معنی وعدوں کا پابند۔ حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اوّاب حفیظٌ" وہ ہے جو کسی مجلس میں بیٹھ کر نہ اٹھے جب تک کہ استغفار نہ کر لے۔ جو رحمان سے بن دیکھے ڈرتا رہے یعنی تنہائی میں بھی اللہ کا خوف رکھے۔ حدیث میں ہے وہ بھی قیامت کے دن عرش اللہ کا سایہ پائے گا جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ نکلیں ② اور قیامت کے دن اللہ کے پاس دل سلامت لے کر جائے۔ جو اس کی جانب جھکنے والا ہو۔ اس میں یعنی جنت میں چلے جاؤ اللہ کے تمام عذابوں سے سلامتی مل گئی اور یہ بھی مطلب ہے کہ فرشتے ان پر سلام کریں گے' یہ خلود کا دن ہے۔ یعنی جنت میں ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو جہاں کبھی موت نہیں۔ یہاں سے کبھی نکال دیئے جانے کا خطرہ نہیں' جہاں سے تبدیلی اور ہیر پھیر نہیں۔ پھر فرمایا یہ وہاں جو چاہیں گے پائیں گے' بلکہ اور زیادہ بھی۔ کثیر بن مرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مزید یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گزرے گا جس میں سے ندا آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں' پس یہ جس چیز کی خواہش کریں گے اس سے برسے گی' حضرت کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں اس مرتبہ پہ پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا کہ خوبصورت خوش لباس نوجوان کنواریاں برسائی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہارا جی جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا موجود ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ اگر جنتی اولاد چاہے گا تو ایک ہی ساعت میں حمل اور بچہ اور بچے کی جوانی ہو جائے گی' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور ترمذی میں یہ بھی ہے کہ جس طرح چاہے گا ہو

---

① [ضعیف وموضوع: ذكره ابن حجر في المطالب العالية (٣٨٣/٤) وعزاه لأبي يعلى من حديث ابي بن كعب] اس کی سند میں عبدالغفار راوی کذاب ہے۔]

② [صحیح: صحيح بخاري: كتاب الاذان: باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة (٦٦٠) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب فضل اخفاء الصدقة (١٠٣١ـ ٩١) مسند احمد (٤٣٩/٢)]

جائے گا ① اور آیت میں ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ② صہیب بن سنان رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کے چہرے کی زیارت ہے ③ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر جمعہ کے دن دیدار باری تعالیٰ ہوگا' یہی مطلب مزید کا ہے۔ مسند شافعی میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک سفید آئینہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس کے بیچوں بیچ ایک نقطہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جمعہ کا دن ہے جو خاص آپ کو اور آپ کی امت کو بطور فضیلت کے عطا فرمایا گیا ہے۔ سب لوگ اس میں تمہارے پیچھے ہیں یہود اور نصاریٰ بھی۔ تمہارے لئے اس میں بہت کچھ خیر و برکت ہے اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے گا مل جاتا ہے ہمارے یہاں اس کا نام "يَوْمُ الْمَزِيْدِ" ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا تیرے رب نے جنت الفردوس میں ایک کشادہ میدان بنایا ہے جس میں مشکی ٹیلے ہیں' جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ جن جن فرشتوں کو چاہے اتارتا ہے اس کے ارد گرد نوری منبر ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوتے ہیں یہ منبر سونے کے ہیں جس پر جڑاؤ جڑے ہوئے ہیں شہداء اور صدیق لوگ ان کے پیچھے ان کی مشکی ٹیلوں پر ہوں گے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا میں نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا اب مجھ سے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ یہ سب کہیں گے ہمیں تیری خوشی اور رضا مندی مطلوب ہے اللہ فرمائے گا یہ تو میں تمہیں دے چکا میں تم سے راضی ہو گیا' اس کے سوا بھی تم جو چاہو گے پاؤ گے اور میرے پاس اور زیادہ ہے۔ پس یہ لوگ جمعہ کے خواہش مند رہیں گے کیونکہ انہیں بہت سی نعمتیں اسی دن ملتی ہیں' یہی دن ہے جس دِن تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا اسی دن حضرت آدم پیدا کئے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔ ④

اسی طرح اسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الأم کی کتاب الجمعہ میں وارد کیا ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ایک بہت بڑا اثر وارد کیا ہے جس میں بہت سی باتیں غریب ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا پھر ایک حور آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کے رخسار میں سے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں۔ وہ جو زیورات پہنے ہوئے ہوگی ان میں کا ایک ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی جوت سے ساری دنیا منور ہو جائے' وہ سلام کرے گی یہ جواب دے کر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں ہوں جسے قرآن میں "مزید" کہا گیا تھا۔ اس پر ستر حلے ہوں گے' لیکن تاہم اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور

---

① [حسن : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لا دنی اهل الجنة من الکرامة (٢٥٦٢) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة الجنة (٤٣٣٨) مسند احمد (٣/٩) مسند ابو یعلی (١٠٥١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه (٣٥٠٠)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

② [سورة یونس : آیت ٢٦]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم (١٨١)]

④ [ضعیف : مسند ابو یعلی (٢٢٩/٧) مجمع الزوائد (٤٢١/١٠)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا' اس کے سر پر جڑاؤ تاج ہوگا' جس کا ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کو روشن کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ [1]

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ﴿٣٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾

ان سے پہلے بھی ہم بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے طاقت میں بہت زیادہ تھیں وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے کہ کوئی بھاگنے کا ٹھکانا ہے؟ ○ اس میں ہر صاحب دل کیلئے عبرت ہے اور اس کیلئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے ○ یقیناً ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں ○ یہ جو کچھ کہتے ہیں تو اس پر صبر کرتا رہ اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی ○ اور رات کے کسی وقت بھی اور نماز کے بعد بھی ○

سابقہ اقوام کی ہلاکت میں مقام عبرت: ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو کیا چیز ہیں؟ ان سے بہت زیادہ قوت و طاقت اور اسباب تعداد کے لوگوں کو اسی جرم پر ہم تہ وبالا کر چکے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں زمین میں خوب فساد کیا۔ لمبے لمبے سفر کرتے تھے ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے مگر یہ کوشش بالکل بے سود تھی' اللہ کی قضاء وقدر اس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا ہے؟ پس تم بھی یاد رکھو کہ جس وقت میرا عذاب آ گیا بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور بھوسے کی طرح اڑا دیئے جاؤ گے۔ ہر عقلمند کیلئے اس میں کافی عبرت ہے اگر کوئی ایسا بھی ہو جو سمجھداری کے ساتھ کان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پا سکتا ہے' یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے سنے۔ [2] پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اس کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور وہ تھکا نہیں' اس میں بھی موت کے بعد کی زندگی پر اللہ کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق کو اولاً پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کو جلانا کیا بھاری ہے؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں روز آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا تھا اس کا نام ہی انہوں نے یوم الراحت رکھ چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واہی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تھکن ہی نہ تھی آرام کیسا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ﴾ [3] الخ' یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ وہ ہے جس نے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٣/٧٥)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٤٣٣)] [3] [سورۃ الاحقاف : آیت ٣٣]

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا' کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ ہاں کیوں نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے' اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [1] الخ' البتہ آسمان وزمین کی پیدائش لوگوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا﴾ [2] کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی' اسے اللہ نے بنایا ہے۔

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو کہتے ہیں اسے صبر سے سنتے رہو اور انہیں مہلت دو ان کو چھوڑ دو اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح کی اور عصر کی نماز فرض تھی اور رات کی تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوب ہو گیا۔ اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے سے مراد فجر کی اور عصر کی نماز ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پیلی نہیں پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نمازوں سے غافل نہ ہو جاؤ' پھر آپ نے آیت ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ پڑھی' یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ [3] رات کو بھی تسبیح بیان کر یعنی نماز پڑھ' جیسے فرمایا ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ [4] الخ' یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھا کر یہ زیادتی خاص تیرے لئے ہی ہے تجھے تیرا رب مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے' سجدوں کے پیچھے سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز کے بعد اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مفلس مہاجر آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ والی نعمتیں حاصل کر چکے آپ نے فرمایا کیسے؟ جواب دیا کہ ہماری طرح نماز' روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے سکتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے آپ نے فرمایا آؤ تمہیں ایک ایسا عمل بتلاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے' لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ ((سُبْحَانَ اللهِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ)) پڑھ لیا کرو' پھر وہ آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی حدیث کو

---

[1] [سورة غافر : آیت ٥٧]

[2] [سورة النازعات : آیت ٢٧]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلوة : باب فضل صلوة العصر (٥٥٤) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب فضل صلاة الصبح والعصر (٦٣٣_٢١١) مسند احمد (٣٦٥/٤)]

[4] [سورة بنی اسرائیل : آیت ٧٩]

سنا اور وہ بھی اس عمل کو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔[1] دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت حسن بن علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کا یہی فرمان ہے۔ اور یہی قول ہے حضرت مجاہدؒ حضرت عکرمہؒ حضرت شعبیؒ حضرت نخعیؒ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے بجز فجر اور عصر کی نماز کے، عبدالرحمٰن فرماتے ہیں ہر نماز کے پیچھے۔[2] ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزاری آپ نے فجر کے فرضوں سے پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کیں پھر گھر سے نماز کیلئے نکلے اور فرمایا اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اَدْبَارَ النُّجُوْمِ ہیں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ہیں۔[3] یہ اسی رات کا ذکر ہے جس رات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہجد کی نماز کی تیرہ رکعتیں آپ کی اقتداء میں ادا کی تھیں اور اس رات آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ لیکن اوپر جو بیان ہوا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ ہاں اصل حدیث تہجد کی تو بخاری مسلم میں ہے۔[4] ممکن ہے کہ پچھلا کلام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا ہو واللہ اعلم۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

ع ٣ ١٧

اور سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا ○ جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سب سن لیں گے، یہ دن ہو گا نکلنے کا ○ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ پھر کر آنا ہے ○ جس دن زمین پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے، یہ جمع کر لینا ہم پر بہت آسان ہے ○ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم بخوبی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الذکر بعد الصلوة (٨٤١) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب الذکر بعد الصلوة (٥٩٥ـ ١٤٢) مسند احمد (٢٣٨/٢)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١٢٤/١) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعة (١٢٧٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عاصم بن ضمرہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الطور (٣٢٧٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں رشدین بن کریب راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمل فی الصلوة : باب استعانة الید فی الصلوة اذا کان من اوا الصلوة (١١٩٨) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب صلوة النبی ودعائه باللیل (٧٦٣ـ ١٨١)]

جانتے ہیں تو ان پر جبر کرنے والا نہیں تو تو قرآن کے ساتھ انہیں سمجھا تا رہ جو میرے ڈراوے کے وعدوں سے ڈرتے ہیں ○

جب صور پھونکا جائے گا: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے پتھر پر کھڑا ہو کر آواز لگائے کہ اے سڑی گلی ہڈیو اور اے جسم کے متفرق اجزاؤ! اللہ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے تا کہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے، پس مراد اس سے صور ہے، یہ حق اس شک وشبہ اور اختلاف کو مٹا دے گا جو اس سے پہلے تھا یہ قبروں سے نکل کھڑے ہونے کا دن ہوگا۔ ابتداء پیدا کرنا پھر لوٹانا اور تمام خلائق کو ایک جگہ لوٹانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے۔ تمام بھلائی برائی کا عوض ہر ہر شخص پالے گا، زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے مخلوقات کے بدن اگنے لگیں گے جس طرح کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اگ جاتا ہے۔ جب جسم کی پوری نشوونما ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روحیں صور کے سوراخ میں ہوں گی ان کے صور پھونکتے ہی روحیں آسمان کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم ہے ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد کر رکھا تھا۔ پس ہر روح اپنے اپنے جسم میں جا ملے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا اثر چوپائے کے رگ وریشہ میں بہت جلد پہنچ جاتا ہے اس طرح اس جسم کے رگ وریشے میں روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدان محشر میں حاضر ہو جائے گی، یہ وقت ہوگا جو کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ﴾ [1] الخ، یعنی جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔

صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی۔ [2] فرماتا ہے کہ یہ دوبارہ کھڑا ہونا ہم پر بہت ہی سہل اور بالکل آسان ہے، جیسے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ [3] یعنی ہمارا حکم اس طرح یکبارگی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا اور آیت میں ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ [4] الخ، یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور پھر مارنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں تو اسے اہمیت نہ دے، ہم خود نپٹ لیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ﴾ [5] الخ، واقعی ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس

---

[1] [سورہ الاسراء : آیت ٥٢]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق (٢٢٧٨-٣)]

[3] [سورة القمر : آیت ٥٠]

[4] [سورة لقمان : آیت ٢٨]

[5] [الحجر : ٩٧-٩٩]

سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی پاکی اور تعریف کرتے رہئے اور نمازوں میں رہئے اور موت آجانے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہئے۔ پھر فرماتا ہے تو انہیں ہدایت پر جبراً نہیں لاسکتا نہ ہم نے تجھے اس کا مکلّف بنایا ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ ان پر جبر نہ کرو لیکن پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ الفاظ میں یہ نہیں کہ تم ان پر جبر نہ کرو بلکہ یہ ہے کہ تم ان پر جبار نہیں ہو یعنی آپ مبلغ ہیں تبلیغ کر کے اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جایئے، جبر معنی میں اجبر کے بھی آتا ہے۔ آپ نصیحت کرتے رہئے جس کے دل میں خوف اللہ ہے جو اس کے عذابوں سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہے وہ ضرور اس تبلیغ سے نفع اٹھائے گا اور راہ راست پر آجائے گا، جیسے فرمایا ہے ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [1] یعنی تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے حساب تو ہمارے ذمے ہے اور آیت میں ہے ﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [2] تو نصیحت کر دے تو صرف نصیحت کرنے والا ہے کچھ ان پر داروغہ نہیں۔ اور جگہ ہے تمہارے ذمے ان کی ہدایت نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور جگہ ہے [3] ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ [4] الخ، یعنی تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہے راہ راست پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی مضمون کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے ہیں ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّخَافُ وَعِيْدَكَ وَيَرْجُوْا مَوْعُوْدَكَ يَابَآرُّ يَا رَحِيْمُ)) اے اللہ! ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کے وعدے کی امید لگائے ہوئے ہیں، اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور اے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔ سورۂ ق کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

تفسیر سورة الذاريات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝٣ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝٤
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧
اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝٩ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ
هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ
يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤

[1] [الرعد : ٤٠]
[2] [الغاشیه : ٢١-٢٢]
[3] [البقرہ : ٢٧٢]
[4] [القصص : ٥٦]

مہربان اور کرم فرما معبود برحق کے نام سے شروع

قسم ہے بکھیرنے والیوں کی اڑا کر ○ پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو ○ پھر چلنے والیاں نرمی سے ○ پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں ○ یقین مانو تم سے جو وعدے کیے جاتے ہیں سب سچے ہیں ○ اور بیشک انصاف ہونے والا ہی ہے ○ قسم ہے راہوں والے آسمان کی ○ یقیناً تم مختلف بات میں پڑے ہوئے ہو ○ اس سے وہی باز رکھا جاتا ہے جو پھیر دیا گیا ہو ○ بے سند باتیں بنانے والے غارت کر دیئے گئے ○ جو غفلت میں ہیں اور بھولے ہوئے ہیں ○ پوچھتے ہیں کہ یوم جزا کب آئے گا؟ ○ ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے ○ اپنی سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے ○

خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفے کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت کی بابت تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو کر لو۔ اس پر ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ''ذَارِيَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا، پوچھا ''حَامِلَاتِ'' سے؟ فرمایا ابر۔ کہا ''جَارِيَاتِ'' سے؟ فرمایا کشتیاں، کہا ''مُقَسِّمَاتِ'' سے؟ فرمایا فرشتے [1] اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے بزار میں ہے صبیغ تمیمی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا بتاؤ ''ذَارِيَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔ اور اسے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی یہ مطلب نہ کہتا۔ پوچھا ''مُقَسِّمَاتِ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فرشتے اور اسے بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ پوچھا ''جَارِيَاتِ'' سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں۔ یہ بھی میں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔ پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اسے درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر سو کوڑے پٹوائے، اور سوار کرا کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ یہ مجلس میں نہ بیٹھنے پائے، کچھ دنوں بعد یہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو چکی اب میرے دل میں بدعقیدگی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان ملا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ [2] امام ابوبکر بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دو راویوں میں کلام ہے پس یہ حدیث ضعیف ہے ٹھیک یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث بھی موقوف ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے مرفوع حدیث نہیں امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اسے جو پٹوایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بدعقیدگی آپ پر ظاہر ہو چکی تھی اور اس کے سوالات از روئے انکار اور مخالفت کے تھے۔ واللہ اعلم۔ صبیغ کے باپ کا نام عسل تھا اور اس کا یہ قصہ مشہور ہے جسے پورا پورا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ لائے ہیں۔ یہی تفسیر ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۴۴۲)]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۵۹)] اس کی سند میں ابوبکر بن ابی سبرہ اور سعید بن سلام ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

قتادہ، حضرت سدی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ سے مروی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام ابن ابی حاتم نے ان آیتوں کی تفسیر میں اور کوئی قول وارد نہیں کیا۔ حاملات سے مراد ابر ہونے کا محاورہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے۔

وَاَسْلَمْتُ نَفْسِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالًا ①

یعنی میں اپنے آپ کو اس اللہ کا تابع فرمان کرتا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل ہیں جو صاف شفاف میٹھے اور ہلکے پانی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جاریات سے مراد بعض نے ستارے لئے ہیں جو آسمان پر چلتے پھرتے رہتے ہیں، یہ معنی لینے میں یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوگی۔ اولاً ہوا پھر ستارے پھر فرشتے۔ جو کبھی اللہ کا حکم لے اترتے ہیں کبھی کوئی سپرد کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضرور آنی ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے ان کے بعد فرمایا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور حساب کتاب، جزا سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھائی جو خوبصورت رونق وحسن اور برابری والا ہے۔ بہت سے سلف نے یہی معنی ﴿حُبُكْ﴾ کے بیان کئے ہیں۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی کی موجیں، ریت کے ذرے، کھیتیوں کے پتے ہوا کے زور سے جب لہراتے ہیں اور پر شکن لہریئے دار ہو جاتے ہیں اور گویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں اسی کو ﴿حُبُكْ﴾ کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے پیچھے کذاب بہکانے والا ہے اس کے سر کے بال پیچھے کی طرف سے "حبك حبك" ہیں یعنی گھونگر والے ہیں۔ ② ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حبك" سے مراد شدت والا "خصیف" سے مراد خوش منظر ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی خوبصورتی اس کے ستارے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔ ممکن ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ قائم رہنے والے ستارے اس آسمان میں ہیں۔ اکثر علماء ہیئت کا بیان ہے کہ یہ آٹھویں آسمان میں ہیں جو ساتویں کے اوپر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان تمام اقوال کا ماحصل ایک ہی ہے یعنی حسن ورونق والا آسمان۔ اس کی بلندی، اس کی صفائی، اس کی پاکیزگی، اس کی بناوٹ کی عمدگی، اس کی مضبوطی، اس کی چوڑائی، اور کشادگی، اس کا ستاروں سے جگمگانا، جن میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ٹھہرے ہوئے ہیں اس کا سورج اور چاند، سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی چیزیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکو! تم اپنے ہی اقوال میں مختلف اور مضطرب ہو تم کسی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر بھی نہیں پہنچے ہو۔ کسی رائے پر تمہارا اجتماع نہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو سچا جانتے تھے بعض اس کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو۔ وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھٹک جاتا ہے۔ صحیح سمجھ اور سچا علم اس سے فوت ہو جاتا ہے، جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ○ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ ○ اِلَّا

---

① [سيرة ابن هشام (١/ ٢٣١)]

② [تفسير ابن جرير الطبرى (١١/ ٤٤٥)]

مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١﴾ یعنی تم لوگ مع اپنے معبودان باطل کے سوائے جہنمی لوگوں کے کسی اور کو بہکا نہیں سکتے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے' حضرت امام بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں قرآن سے وہی ہٹتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لئے۔ پھر فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک ہوں یعنی جھوٹی باتیں بنانے والے جنہیں یقین نہ تھا جو کہتے تھے کہ ہم اٹھائے نہیں جائیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے' یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اپنے کفر و شک میں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ یہ لوگ از روئے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن تو یہ آگ میں تپائے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے' یہ اس میں جلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا مزہ چکھو۔ اپنے کرتوت کے بدلے برداشت کرو۔ پھر ان کی اور زیادہ حقارت کیلئے ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی جلدی مچا رہے تھے کہ کب آئے گا' واللہ اعلم۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾

بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے' وہ تو اس سے پہلے ہی نیک کار تھے ○ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے ○ اور آخری رات میں استغفار کیا کرتے تھے ○ اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا ○ یقین والوں کیلئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ○ اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے ○ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسے کہ تم باتیں کرتے ہو ○

پرہیزگاروں کے لیے جنت: پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے دن جنتوں میں اور نہروں میں ہوں گے' بخلاف ان بدکرداروں کے جو عذاب و سزا' طوق و زنجیر میں سختی اور مار پیٹ میں ہوں گے۔ جو فرائض الٰہی ان کے پاس آئے تھے یہ ان کے عامل تھے' اور ان سے پہلے بھی وہ اخلاص سے کام کرنے والے تھے۔ لیکن اس تفسیر میں ذرا تامل ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہی جاتی ہے

﴿١﴾ [سورہ الصافات : آیت ١٦١-١٦٣]

لیکن سند صحیح سے ان تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی یہ سند بالکل ضعیف ہے' دوسرے یہ کہ اٰخِذِیْنَ کا لفظ حال ہے اگلے جملے سے' تو یہ مطلب ہوا کہ متقی لوگ جنت میں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے یعنی دنیا میں۔ جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اور آیت میں فرمایا ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [1] یعنی دار دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بدلے اب تم یہاں شوق سے پاکیزہ و پسندیدہ کھاتے پیتے رہو۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ یہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں ''مَـــا'' نافیہ ہے تو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ یہ مطلب ہوگا کہ ان پر کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ یاد الٰہی میں نہ گزارتے ہوں' خواہ اول وقت کچھ نوافل پڑھ لیں خواہ درمیان میں۔ یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت عموماً ہر رات پڑھ ہی لیا کرتے تھے ساری رات سوتے سوتے نہیں گزراتے تھے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یہ لوگ مغرب' عشاء کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ مَـا یہاں پر موصولہ ہے' یعنی ان کی نیند رات کی کم تھی کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور اگر دل لگ گیا تو صبح ہو جاتی تھی اور پھر پچھلی رات کو جناب باری میں گڑگڑا کر توبہ استغفار کرتے تھے' حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کرکے پھر فرماتے تھے افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔ آپ کے شاگرد حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جنتیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں۔ میں جب کبھی اپنے اعمال وصفات کو ان کے مقابلے میں رکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں۔ لیکن الحمدللہ جہنمیوں کے عقائد کے بالمقابل جب میں اپنے عقائد کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے' وہ کتاب اللہ کے منکر' وہ رسول اللہ کے منکر' وہ موت کے بعد کی زندگی کے منکر' پس ہماری تو حالت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لوگوں کی بتائی ہے ﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ یعنی نیکیاں بدیاں ملی جلی۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا ابوسلمہ! یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت اللہ میں گذارتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ سے ڈرتا رہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے اور اس مجمع میں میں بھی تھا' واللہ! آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! کھانا کھلاتے رہو' صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز ادا کرو' تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں

---

[1] [سورہ الحاقہ : آیت ٢٤]

داخل ہو جاؤ گے۔ ① مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے' یہ سن کر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ کن کیلئے ہیں؟ فرمایا ان کیلئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔ ② حضرت زہری اور حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تہجد گزاری میں نکالتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں' ضحاک ﴿كَانُوا قَلِيلًا﴾ کو اس سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور ﴿مِنَ اللَّيْلِ﴾ سے ابتدا بناتے ہیں لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔

پھر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح کے ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ ③ یعنی سحر کے وقت یہ لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ استغفار نماز میں ہی ہو تو بھی بہت اچھا ہے' صحاح وغیرہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی گنہگار ہے؟ جو توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں' کوئی استغفار کرنے والا ہے؟ جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی مانگنے والا ہے؟ جو مانگے اور میں اسے دوں' فجر طلوع ہونے تک یہی فرماتا ہے۔ ④ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے جو فرمایا تھا کہ ﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي﴾ ⑤ میں اب عنقریب تمہارے لئے استغفار کروں گا اس سے بھی مطلب یہی تھا کہ سحر کا وقت جب آئے گا تب میں استغفار کروں گا۔

---

① [صحیح : ترمذی: کتاب صفة القیامة : باب افشو السلام (۲٤۸٥) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب ما جاء فی قیام اللیل (۱۳۳٤) دارمی : کتاب الصلاة : باب فضل صلاة اللیل (۱٤٦۸) مستدرك حاکم (۳/۱۳) بغوی فی شرح السنة (٤/٤٠)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

② [حسن لغیرہ : مسند احمد (۲/۱۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٦٦١٥)]

③ [سورہ آل عمران : آیت ۱۷]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب الدعاء والصلوة من آخر اللیل (۱۱٤٥) صحیح مسلم: کتاب صلوة المسافرین : باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والاجابة فیه (۷٥۸- ۱٦۸) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب ما جاء فی ای ساعات اللیل افضل (۱۳٦٦) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب ای اللیل افضل (۱۳۱٥) مسند احمد (۲/۲٦۷)].

⑤ [سورة یوسف : آیت ۹۸]

پھر ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بھولتے زکوٰۃ دیتے ہیں' سلوک' احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑ سوار ہو (۱) ﴿مَحْرُوْمٌ﴾ وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت وحرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے' حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن اس کا مال تباہ ہو گیا' چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہا لے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود کسی سے سوال نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسکین صرف وہی لوگ نہیں جو گھومتے پھرتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقتاً وہ لوگ بھی مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ رہے نہ اپنا حال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت وافلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے (بخاری ومسلم) (۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مکہ شریف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہو گیا آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ کاٹ کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم کے معنی معلوم نہ کر سکا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں (۳) محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔ یعنی حاصل ہی نہ کر سکا۔ کمانے کھانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال ضائع ہو گیا ہو وغیرہ۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر کافروں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اللہ نے انہیں غلبہ دیا اور مال غنیمت بھی ملا پھر کچھ لوگ آپ کے پاس وہ بھی آ گئے جو غنیمت حاصل ہونے کے وقت موجود نہ تھے' پس یہ آیت اتری۔ اس کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہو لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ آیت مکی ہے۔

پھر فرماتا ہے یقین رکھنے والوں کیلئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں' جو خالق کی عظمت و

---

(۱) [ضعیف :مسند احمد (۲۰۱/۱) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب حق السائل (۱۶۶۵) بیهقی فی السنن الکبری (۲۳/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۰) ضعیف ابوداود (۳٦٤) السلسلة الضعیفة (۱۳۷۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یعلی بن ابی یحیٰ راوی مجہول ہے۔]

(۲) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ (۱٤۷۹) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ (۱۰۳۹۔۱۰۱) مسند احمد (۳۸٤/۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٥۸/۱۱)]

عزت ہیبت وجلالت پر دلالت کرتے ہیں دیکھو کہ کس طرح اس میں حیوانات اور نباتات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح ان میں پہاڑوں' میدانوں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔ پھر انسان پر نظر ڈالو ان کی زبان کے اختلاف کو' ان کے رنگ روپ کے اختلاف کو' ان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کو' ان کی عقل وفہم کے اختلاف کو' ان کی حرکات وسکنات کو' ان کی نیکی بدی کو دیکھو' ان کی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ پر ہے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا خود تمہارے وجود میں ہی اس کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا اپنے جوڑوں کی ترکیب پر نظر ڈالے گا وہ یقین کر لے گا کہ بیشک اسے اللہ نے ہی پیدا کیا اور اپنی عبادت کیلئے ہی بنایا ہے۔ پھر فرماتا ہے آسمان میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی جنت۔

حضرت واصل احدب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا افسوس! میرا رزق تو آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر بستی چھوڑ کر اجاڑ جنگل میں چلے گئے۔ تین دن تک انہیں کچھ بھی نہ ملا لیکن تیسرے دن دیکھتے ہیں کہ تر کھجوروں کا ایک خوشہ ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی ساتھ ہی تھے دونوں بھائی آخری دم تک اسی طرح جنگلوں میں رہے۔ پھر اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کا' دوبارہ جلانے کا' جزا سزا کا' یہ یقیناً سراسر سچے اور قطعاً بے شبہ ہو کر رہنے والے ہیں' جیسے تمہیں تمہاری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے یہ بالکل حق ہے جیسے کہ تیرا یہاں ہونا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ انہیں برباد کرے جو اللہ کی قسم کو بھی نہ مانیں [1] یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی رحمہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ صحابی کا نام نہیں لیتے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

وقف لازم

کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ ○ وہ جب ان کے پاس آئے اور سلام کیا اور ابراہیم نے جواب سلام دیا اور کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں ○ پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے' اور ایک فربہ بچھڑے کا گوشت لائے ○ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ ○ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے' انہوں نے کہا آپ

---

[1] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۱۹۱)]

خوف نہ کیجئے' اورانہوں نے حضرت ابراہیم کوایک دانا عالم لڑکے کے ہونے کی بشارت دی ○ پس ان کی بیوی نے حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی بانجھ ○ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرما دیا ہے' کچھ شک نہیں کہ وہ بہت بڑی حکمت والا اور کامل علم والا ہے ○

فرشتے مہمان اور ابراہیم علیہ السلام میزبان: یہ واقعہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بھی گزر چکا ہے' یہ مہمان فرشتے تھے جو بہ شکل انسان آئے تھے جنہیں اللہ نے عزت وشرافت دے رکھی ہے' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر علماء کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے' حدیث میں بھی یہ آیا ہے' اور قرآن کریم کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا جس کا جواب خلیل اللہ علیہ السلام نے بڑھا کر دیا۔ اس کا ثبوت دوسرے سلام پر دو پیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا﴾ [1] یعنی جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اتنا ہی۔ پس خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ یہ دراصل فرشتے ہیں اس لئے کہا کہ یہ لوگ تو ناشناسا ہیں۔ یہ فرشتے حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے۔ جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے ان کے چہروں پر ہیبت وجلال تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اب ان کیلئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار بچھڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور ان کے سامنے ان کے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے کہ مہمان سے پوچھے بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے سے پہلے آپ چپ چاپ انہیں خبر کئے بغیر ہی چلے گئے اور بہ عجلت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔ تیار فربہ کم عمر بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمانوں کی کھینچ تان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لا کر رکھا۔ پھر انہیں یوں نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تناول فرمانا شروع کیوں نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر آپ فضل وکرم' احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کیجئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿فَلَمَّا رَآى اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ الخ' [2] یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے۔ اس پر مہمانوں نے کہا ڈرو مت ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کیلئے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہیں تھیں وہ سن کر ہنس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس!

---

[1] [سورۃ النسآء : آیت ٨٦]

[2] [سورۃ ھود : آیت ٧٠۔٧١]

اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟۔ میں تو بڑھیا پھوس ہوگئی ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے۔ یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے۔فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسی پاک گھرانے کی عورت؟ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور اس سے پہلے کی آیت میں ہے کہ بشارت آپ کی بیوی صاحبہ کو دی۔ تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دو ہتڑ مار کر ایسی عجیب وغریب خبر سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی اب میاں بیوی دونوں پورے بوڑھے ہو گئے تو مجھے حمل ٹھہرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خوشخبری پہنچادیں۔ وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت وکرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا فرمان ہے کہ تمہارے ہاں اس عمر میں بچہ ہوگا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے تفسیر محمدی کا چھبیسواں پارہ حم بھی ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام کا صحیح اور حقیقی مطلب سمجھائے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اے پروردگار عالم جس طرح تو نے مجھ پر اپنا یہ فضل کیا کہ اپنے کلام کی خدمت مجھ سے لی۔ اسی طرح یہ بھی فضل کر کہ اسے قبول فرما' اور اس سے فائدہ پہنچا اور سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرما۔ آمین



قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا
مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾
وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾

(حضرت ابراہیم نے) کہا اے اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو) تمہارا کیا مقصد ہے؟○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں○ تاکہ ہم ان پر کنکر برسائیں○ جو تیرے رب کی طرف سے ان حد سے گزر جانے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں○ پس جتنے ایماندار وہاں تھے ہم نے انہیں نکال دیا○ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا ایک ہی گھر پایا○ اور وہاں ہم نے ان کیلئے جو دردناک عذاب کا ڈر رکھتے ہیں ایک کامل علامت چھوڑی○

فرشتوں سے آمد کے مقصد کا سوال: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور دہشت جاتی رہی۔ بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوش خبری سن چکے اور اپنی بردباری' اللہ ترسی اور دردمندی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے اور اللہ کے ہاں کے حتمی وعدے کا اعلان بھی سن چکے' اس کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوط کے گنہگاروں کو تاخت وتاراج کرنے کیلئے ہمیں بھیجا گیا ہے' ہم ان پر سنگ باری اور پتھراؤ کریں گے ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر اللہ کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر ایک گنہگار کیلئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں' سورۂ عنکبوت میں گزر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہ بستی کی بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے' ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچا لیں' ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔ [1]

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو بچا لیا گیا' اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کے لوگ ہیں سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھیں' چنانچہ فرما دیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان و اسلام کا مسمّٰی ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ یہاں انہی لوگوں کو مومن کہا گیا ہے اور پھر انہی کو مسلمان کہا گیا ہے' معتزلہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی' لیکن یہ استدلال ضعیف ہے' اس لئے کہ یہ لوگ مومن تھے اور یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ پس

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۳۲]

حال کی خصوصیت کی وجہ سے انہیں مومن مسلم کہا گیا ہے اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مومن ہے۔
(حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلام حقیقی اور سچا اسلام ہو تو وہی اسلام ایمان ہے' صحیح بخاری شریف کتاب الایمان میں ملاحظہ ہو۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے کہ ان آباد و شاد بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بدبودار کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کیلئے عبرت کے پورے سامان ہیں' جو عذاب الٰہی کا ڈر رکھتے ہیں وہ اس نمونہ کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾

موسیٰ کے قصے میں بھی ہماری طرف سے تنبیہ ہے جب کہ ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی سند دے کر بھیجا○ پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے○ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا وہ تھا ہی ملامت کے قابل○ اسی طرح عادیوں میں بھی جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی○ وہ جس جس چیز پر گزرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چورا چورا کر دیتی تھی○ اور ثمود کے قصے میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم کچھ دنوں فائدہ اٹھا لو○ لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی جس پر انہیں ان کے دیکھتے تیز و تند کڑاکے نے ہلاک کر دیا○ پس نہ تو وہ کھڑے ہو سکے نہ بدلہ لے سکے○ اور نوح کی قوم کا بھی اس سے پہلے یہی حال ہو چکا تھا' وہ بھی بڑے نافرمان لوگ تھے○

متکبرین کا انجام: ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا' لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق ماننے سے عناد کیا اور ہمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا اس دشمن الٰہی نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے راج لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذارسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے' پس اس ملامتی کافر' فاجر' معاند' متکبر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ لشکر سمیت دریا برد کر دیا۔

اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتناک واقعات بھی تمہارے گوش گزار ہو چکے ہیں جن کی سیاہ کاریوں کے

وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں، جن ہواؤں نے سب کے حلیے بگاڑ دیئے، ایک لپٹ جس چیز کو لگ گئی وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہوگئی، ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کیلئے ہوائیں چلا دو، فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا وزن کردوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر اتنا وزن کردیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی، بلکہ اتنا وزن کرو جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ تھیں وہ ہوائیں جو کہ جہاں جہاں سے گزر گئیں تمام چیزوں کو تہہ و بالا کرتی گئیں [1] اس حدیث کا فرمان رسول ہونا تو منکر ہے، سمجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے، یرموک کی لڑائی میں انہیں دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے ممکن ہے انہی میں سے یہ بات آپ نے بیان فرمائی ہو، واللہ اعلم، یہ ہوائیں جنوبی تھیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں میری مدد پروا ہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی پچھوا ہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ [2]

ٹھیک اسی طرح ثمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تم فائدہ اٹھاؤ، جیسے اور جگہ فرمایا ہے ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر ضلالت کو پسند کیا، جس کے باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے [3] یہ صرف ان کی سرکشی، سرتابی، نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدلہ تھا، ان پر ان کے دیکھتے دیکھتے عذاب الٰہی آ گیا، تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے عذاب کے آثار کو دیکھتے رہے آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعتہً آ پڑا حواس باختہ ہو گئے کوئی تدبیر نہ بن پڑی، اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش کرتے یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کر سکتے۔ اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے، اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے، یہ تمام مفصل واقعات فرعونیوں، عادیوں، ثمودیوں، اور قوم نوح کے اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲/۴۳۳)] اس میں دراج اور ابن اخی ابن وہب دونوں راوی جمہور کے نزدیک سخت ضعیف ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (۴۱۰۵)، (۱۰۳۵)
صحیح مسلم : کتاب الاستسقاء : باب فی ریح الصبا والدبور (۹۰۰)]

[3] [سورۃ فصلت : آیت ۱۷]

آسمان کو ہم نے اپنی قدرت وقوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں ○ اور زمین کو ہم نے فرش بنادیا ہے پس ہم بہت ہی اچھے بچھانے والے ہیں ○ اور ہر چیز کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ○ پس تم اللہ کی طرف دوڑ بھاگ (یعنی رجوع) کرو یقیناً میں تمہیں اس کی طرف سے صاف صاف تنبیہہ کرنے والا ہوں ○ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ۔ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ○

کائنات کی تخلیق کا ذکر: زمین وآسمان کی پیدائش کا ذکر فرمارہا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اسے محفوظ اور بلند چھت بنادیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' قتادہ' ثوری رحمۃ اللہ علیہم اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے اور ہم کشادگی والے ہیں اس کے کنارے ہم نے کشادہ کئے ہیں اور بے ستون اسے کھڑا کردیا ہے اور قائم رکھا ہے' زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لئے بچھونا بنادیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھونا ہے' تمام مخلوق کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے جیسے آسمان زمین' دن رات' سورج چاند' خشکی تری' اجالا اندھیرا' ایمان کفر' موت حیات' بدی نیکی' جنت دوزخ' یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ تم جان لو کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ لاشریک اور یکتا ہے' پس تم اس کی طرف دوڑو' اپنی توجہ کا مرکز اسی کو بناؤ' اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو' میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کردینے والا ہوں' خبردار! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ کیا یہ اس بات کی ایک دوسروں کو وصیت کرتے گئے ہیں' نہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش ہیں۔ تو ان سے منہ پھیر لے تجھ پر کچھ الزام نہیں ○ ہاں تو نصیحت کرتا رہ یقیناً یہ نصیحت ایمانداروں کو نفع دے گی ○ میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں ○ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں ○ اللہ تو خود ہی سب کا روزی رساں' توانائی والا اور زور آور ہے ○ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصے کے مثل حصہ ملے گا لہٰذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں ○ پس خرابی ہے منکروں کو ان کے اس دن جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں ○

پیغمبر ﷺ کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے' کافروں کا یہ قول سلسلہ بسلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں' سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں اس لئے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں' پس آپ چشم پوشی کیجئے یہ مجنون کہیں' جادوگر کہیں آپ صبر وضبط سے سن لیں' ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیئے اللہ کی باتیں پہنچاتے چلے جایئے۔ جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ راست پر لگ جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کیلئے نہیں پیدا کیا بلکہ صرف اس لئے کہ میں انہیں ان کے نفع کیلئے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوشی ناخوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہچانیں' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے [1] تو گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی' غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کیلئے نافع ہو یا نہ ہو' اور حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا ہے ﴿اِنِّیْ لَاَنَا الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ﴾ یہ حدیث ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔ [2] غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کیلئے پیدا کیا ہے اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا وہ اسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا' اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا۔ وہ بدترین سزائیں بھگتے گا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے' بلکہ محض بے دست و پا اور سراسر فقیر ہے' خالق' رازق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے' مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا' میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پر کردوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا' ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث

---

[1] [سورۃ لقمان : آیت ۲۵]

[2] [صحیح :مسند احمد (۱/۳۹٤) مستدرك حاكم (۲/۲۳٤) مسند ابو يعلى (۵۳۳۳) ابو داؤد : كتاب الحروف (۳۹۹۳) ترمذى : كتاب القراءات (۲۹٤۰) ابن حبان (٦۳۲۹)] امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذى (۲۳٤۳)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

شریف ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ [1]

خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہ اور حضرت سواء رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا کوئی دیوار بنا رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے ہم بھی اسی کام میں لگ گئے جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے۔ (مسند احمد) [2]

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اس لئے تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پالے جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا سن! تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہیے۔ پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذاب کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سے پہلے کے کافروں کو پہنچے۔ قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔ الحمد للہ سورۂ ذاریات کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ طور

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں ''سورۂ طور'' پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قراءت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا [3] (موطا امام مالک) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں میں بیمار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (بخاری) [4]

---

[1] [صحیح :مسند احمد (۳۵۸/۲) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲٤٦٦) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الهمّ بالدنیا (٤١٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۱۳۵۹)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف :مسند احمد (٤٦٩/۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب التوکل والیقین (٤١٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

[3] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الصلوٰة : باب القراءة فی الصبح (٤٦٣) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب القراءة فی صلاة المغرب (۸۳۲) ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب قدر القراءة فی المغرب (۸۱۱)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الحج : باب طواف النسآء مع الرجال (۱٦۱۹)، (٤٦٤) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب جواز الطواف علی بعیر وغیره واستلام الحجر (۱۲۷٦ـ ۲۵۸) نسائی : کتاب المناسك : باب کیف طواف المریض (۲۹۲۸) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب الطواف الواجب (۱۸۸۲) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب المریض یطوف راکبا (۲۹٦۱)]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالطُّوۡرِۙ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍۙ ﴿۲﴾ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍۙ ﴿۳﴾ وَّالۡبَيۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِۙ ﴿۴﴾ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِۙ ﴿۵﴾ وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِۙ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌۙ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍۙ ﴿۸﴾ يَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًاۙ ﴿۹﴾ وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا ؕ ﴿۱۰﴾ فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَۙ ﴿۱۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ خَوۡضٍ يَّلۡعَبُوۡنَ ۘ ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ يُدَعُّوۡنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۚ ﴿۱۵﴾ اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

وقف لازم

معبود برحق رحمت ورحم والے کے نام سے شروع

قسم ہے طور کی ○ اور لکھی ہوئی کتاب کی ○ جو کھلے ہوئے ورق میں ہے ○ اور آباد گھر کی ○ اور اونچی چھت کی ○ اور سلگتے دریا کی ○ بیشک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے ○ اسے کوئی روک سکنے والا نہیں ○ جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا ○ اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے ○ آج جھٹلانے والوں کی پوری خرابی ہے ○ جو اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں ○ جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے ○ یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے ○ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ ○ جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے یکساں ہے، تمہیں فقط تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا ○

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر ہی رہے گا' جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اور جو خشک پہاڑ ہو اسے جبل کہا جاتا ہے طور نہیں کہا جاتا' ﴿كِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا اللہ کی اتاری ہوئی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انسانوں پر پڑھی جاتی ہیں' اسی لئے ساتھ ہی فرما دیا' کھلے ہوئے اوراق میں ﴿بَيْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھلایا گیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لئے جاتے ہیں' دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔ (1) جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانوں کے طواف کی اور عبادت کی جگہ وہ ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں' اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام بانی بیت اللہ

(1) [صحيح: صحيح بخاری: كتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم (۳۲۰۷) صحيح مسلم: كتاب الايمان (۲٦٤) مسند احمد (٤/۲۰۷)]

تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبۃ اللہ بنا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کعبے سے لگے ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا۔ تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی' یہ بیت المعمور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور ساتویں آسمان پر' یوں تو ہر آسمان میں ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' پہلے آسمان پر جو اسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے جسے معمور کہتے ہیں جو کعبہ کی سمت میں ہے' چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں' ایک ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جنہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور نماز ادا کریں' پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت نہیں آتی' ان کا ایک سردار ہوتا ہے جسے حکم دیا جاتا ہے کہ انہیں لے کر کسی جگہ کھڑا ہو جائے پھر وہ اللہ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں' قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے' [1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس کے راوی روح بن جناح اس میں منفرد ہیں' حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے جیسے جوز جانی' عقیلی' حاکم رحمہم اللہ وغیرہ' امام حاکم رحمہ اللہ ابو عبداللہ نیشاپوری اسے بالکل بے اصل بتاتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اسے صراح کہا جاتا ہے۔ کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے جس طرح زمین کا کعبہ حرمت کی جگہ ہے اسی طرح وہ آسمانوں میں حرمت کی جگہ ہے' ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اس قدر ہے [2] ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والے ابن کواء رحمہ اللہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے' ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا بیت المعمور کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں' فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جن کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی [3] حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے کے جنات میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اونچی چھت سے مراد آسمان ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا﴾ [4] ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے عرش ہے اس لئے کہ وہ تمام مخلوق کی چھت ہے' اس قول کی توجیہ اس طرح

---

[1] [موضوع: الموضوعات لابن الجوزی (۱۴۷/۱) الضعفاء للعقیلی (۵۹/۲) الکامل لابن عدی (۱۰۰۴/۳) فیض القدیر (۵۹۶/۲)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۸۰/۱۱)]

[3] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۲۹۷)]

[4] [سورۃ الانبیاء: آیت ۳۲]

ہوسکتی ہے کہ مراد عام ہو۔ ﴿بَحْرِ مَسْجُوْرِ﴾ سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو بارش کی طرح برسے گا جس سے قیامت کے دن مردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے جمہور کہتے ہیں یہی عام دریا مراد ہیں انہیں جو مسجور کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگا دی جائے گی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ① جبکہ دریا بھڑکا دیئے جائیں گے اور ان میں آگ لگ جائے گی جو پھیل کر تمام اہل محشر کو گھیر لے گی حضرت علاء بن بدر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لئے کہا گیا ہے کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا' یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پُر شدہ' ادھر ادھر جاری' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسجور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے' کوئی لونڈی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مسجور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے اس لئے کہ ڈبو نہ دے۔

مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈبو دوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے۔ ②

دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکروں میں تھے وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے فرماتے ہیں ایک رات میں چوکیداری کیلئے نکلا اس رات کوئی اور پہرے پر نہ تھا میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہو بار بار یہی نظارہ میں نے دیکھا۔ میں نے ابو صالح سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اوپر والی حدیث سنائی' لیکن اس کی سند میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام نہیں لیا گیا' ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر قسمیں کھائی گئی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب الٰہی ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہی ہے' جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر کی دیکھ بھال کیلئے نکلے تو ایک مکان سے مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ سورۂ والطّور پڑھ رہے تھے' آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر اپنے گدھے سے اتر کر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن اللہ کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی حالت یہ ہوئی کہ مہینہ تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟۔

---

① [سورۃ التکویر : آیت ٦]

② [ضعیف :مسند احمد (۱/۴۳)] شیخ احمد شاکر اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں شیخ مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ایک روایت میں ہے آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ آیت آئی اسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ اس دن آسمان تھرتھرائے گا' پھٹ جائے گا' چکر کھانے لگے گا' پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے' ہٹ جائیں گے' ادھر کے ادھر ہو جائیں گے' کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اتر جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل' حسرت' خرابی' ہلاکت ہوگی' اللہ کا عذاب' فرشتوں کی مار' جہنم کی آگ' ان کیلئے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا' اس دن انہیں دھکے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے' پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ' یہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو' ہائے وائے کرو' خواہ خاموش رہو اسی میں پڑے جھلستے رہو گے کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے' یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَٰكِهِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَىٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا۟ وَاشْرَبُوا۟ هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

پرہیز گار لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے ○ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں اس پر خوش ہی خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا ہے ○ تم سہتا پچتا کھاتے پیتے رہا کرو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے ○ برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر تکیے لگائے ہوئے اور ہم نے ان کے نکاح گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیئے ہیں ○

پرہیز گار جنت کی نعمتوں میں: اللہ تعالیٰ نیک بختوں کا انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب وسزا سے جو ان بدبختوں کو ہو رہا ہے یہ اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیئے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں' قسم قسم کے کھانے' طرح طرح کے پینے' بہترین لباس' عمدہ عمدہ سواریاں' بلند وبالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں' کسی قسم کا ڈر خوف نہیں' اللہ فرما چکا ہے کہ میرے عذابوں سے نجات مل گئی' غرض دکھ سے دور' سکھ سے مسرور' راحت ولذت میں مخمور ہیں' جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا ہو' نہ کسی دل پر خیال تک گزرا ہو' پھر اللہ کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو' خوش گوار' خوش ذائقہ' بے تکلف' مزیدار مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں' پھر ان کا دل خوش کرنے حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہاں میں کر آئے ہو' مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ

البالی سے تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے ستر ستر سال گزر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں یا ہلیں جلیں، بے شمار سلیقہ شعار ادب دان خدام ہر طرح کی خدمت کیلئے کمر بستہ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود، آنکھوں کا نور، دل کا سرور، وافر و موفور سامنے، بے انتہا خوبصورت، خوب سیرت گورے گورے پنڈے والی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں، پاک دل عفت مآب عصمت کوش دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کیلئے سامنے کھڑی، ہر ایک نعمت و رحمت چاروں طرف بکھری ہوئی، پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی۔ ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے ہر چیز نئی ہے ہر نعمت پر جوبن ہے اس طرف کی حوروں پر نظریں ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں اچھوتے پنڈے اور کنوارے پن کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بانکپن دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے۔

جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنی شیریں کلامی سے عجب انداز سے کہتی ہے شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی ہوا، غرض اسی طرح من مانی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں۔ پھر ان جنتیوں کے تخت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہوں گے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ (1) تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے ان کے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں، جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ان کے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گزر چکی ہیں اسلئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ ع

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں گرفتار ہے ○ ہم ان کیلئے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے ○ وہ (خوش طبعی) کے ساتھ ایک دوسرے سے جام شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے جس شراب کے سرور میں نہ تو بیہودہ گوئی ہوگی نہ گناہ ○ ان کے ارد گرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ مروارید ہیں جو ڈھکے رکھے

---

(1) [سورۃ الصافات : آیت ٤٤]

تھے ○ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ○ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں میں بہت ڈرا کرتے تھے ○ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کرتے تھے بیشک وہ محسن اور مہربان ہے ○

نیک اولاد بھی جنت میں والدین کے ہمراہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے کہ جن مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں اپنے باپ دادا کی راہ لگ جائے لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہو پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تا کہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں، ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن و مہربان اللہ انہیں معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا وہ کہاں ہیں جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کئے تھے چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جنتیوں کے جن بچوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو ان کے ساتھ ملائے جائیں گے لیکن ان کے جو بچے بچپن ہی میں انتقال کر گئے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شعبی، سعید بن جبیر، ابراہیم، قتادہ، ابو صالح، ربیع بن انس، ضحاک و ابن زید رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں، امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں، پھر جب مائی صاحبہ کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض پیدا ہو جاتا، مائی صاحبہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔ مومن مع اپنی اولاد کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولاد سمیت جہنم میں ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اولاد کی بزرگی، اب اولاد کی دعاء خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ ہو۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کا درجہ جنت میں دفعۃً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ اللہ میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا۔ [2] اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہیں، گو بخاری مسلم میں ان

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۴۸۸)]

[2] [حسن :مسند احمد (۲/۵۰۹)] حافظ بوصیریؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[اتحاف الخیرة المهرة (۵/۵۲۶)] شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۰۶۱۰)]

لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی روایت صحیح مسلم میں اسی طرح مروی ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہوجاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم دین جس سے نفع پہنچتا ہے، نیک اولاد جو مرنے والے کیلئے دعائے خیر کرتی رہے۔ [1]

چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بے عمل بڑھا دیئے گئے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہوگا، جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ الخ [2] ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں جس چیز کو جی چاہے جس پر دل آئے وہ یک لخت موجود ہو جاتی ہے شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسرے کو پلا رہے ہیں جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے لیکن بدزبانی، بیہودہ گوئی نہیں ہوتی، ہذیان نہیں بکتے بیہوش نہیں ہوتے سچا سرور اور پوری خوشی حاصل، بک جھک سے دور گناہ سے غافل، باطل و کذب سے دور، غیبت و گناہ سے نفور، دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر، پیٹ میں درد، عقل زائل، بکواس بہت، بو بری، چہرے بے رونق، اسی طرح شراب کہ بدذائقہ اور بدبودار، یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے، یہ رنگ میں سفید، پینے میں خوش ذائقہ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں، نہ بک جھک ہو نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ مستی ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچے، ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پلا رہے ہوں گے۔ ان کے غلام کمسن نوعمر بچے جو جسم و خوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے ہوں کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں، ان کی آبداری، صفائی، چمک، دمک، روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انہیں بھی ماند کردیتے ہیں اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے ﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ﴾ [3] یعنی ہمیشہ نوعمر اور کمسن رہنے والے چھوٹے بچے آبخورے آفتاب اور ایسی شراب صاف کے جام کہ جن کے پینے سے نہ دردسر ہو نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کیلئے چاروں طرف کمر بستہ چل رہے ہیں۔ اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے، دنیا کے احوال یاد آئیں گے کہیں گے ہم دنیا میں جب اپنے والوں میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذاب سے سخت لرزاں اور ترساں تھے۔ الحمدللہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے اس نے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الوصیة : باب ماجا یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (١٦٣١) مسند احمد (٣١٦/٢)]

[2] [سورة مدثر : آیت ٣٨-٤١]

[3] [سورة الواقعه : آیت ١٧-١٨]

ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور ہمارا قول پورا کر دیا یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر اس کے دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوگی اس کا تخت اڑے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے اب اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے، دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی، اللہ نے اسے قبول فرمایا۔[1]

اس حدیث کی سند کمزور ہے۔ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی ﴿اللّٰھُمَّ مُنَّ عَلَیْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّکَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ﴾ حضرت اعمش راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا ام المومنین رضی اللہ عنہا نے نماز میں مانگی تھی؟ جواب دیا ہاں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾

تو سمجھاتا رہ کیونکہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہے نہ دیوانہ ○ کیا کافریوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانے کے حوادث یعنی موت کا انتظار کر رہے ہیں؟ ○ تو کہہ دے کہ منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں؟ یا یہ لوگ شرارت پر ہی ہیں؟ ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں ○ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں؟ ○

کاہن کا تعارف: اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں۔ ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ ﷺ کی صفائی کرتا ہے، کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوا کہ دین حق کی تبلیغ کیجئے۔ الحمد للہ آپ ﷺ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنون والے۔ پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک شاعر ہیں انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا' پھر اپنے نبی ﷺ کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور غیر فانی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دار الندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد (ﷺ) بھی مثل شاعروں کے ایک شعر گو ہیں انہیں قید کر لو وہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا

---

[1] [ضعیف: مسند بزار (۳۵۵۳) العقیلی فی الضعفاء (۱۰۳/۲) مجمع الزوائد (۱۸۷۷۰)] اس میں سعید اور ربیع راوی ضعیف ہے۔] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

حشر ہوا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

پھر فرماتا ہے کیا ان کی عقل انہیں یہی سمجھاتی ہے کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں' حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو مفت میں برا بھلا کہتے ہیں' کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) نے خود بنا لیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفران کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے' اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھا دیں' یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات و انس مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے وہ سب عاجز رہیں گے اور پورا قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک بنا کر نہیں لا سکتے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟○ کیا انہوں نے ہی آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں○ یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں؟○ یا کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے؟ جس پر چڑھ کر سن آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل پیش کرے○ کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے ہیں؟○ کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا ہے؟ کہ یہ اس کے بوجھ سے بوجھل ہو رہے ہیں○ کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟○ کیا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو یقین کر لیں کہ فریب خوردہ جماعت کافروں کی ہے○ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے○

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت: توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے' فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہو گئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ والطّور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا' جب آپ ﴿مُصَيْطِرُوْنَ﴾ تک پہنچے تو میری یہ

حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے (بخاری) [1] بدری قیدیوں میں جبیر رضی اللہ عنہ ہی آئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے قرآن پاک کی ان آیتوں کا سننا ان کے لئے اسلام کا ذریعہ بن گیا' پھر فرمایا ہے کیا آسمان و زمین پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے' پھر فرماتا ہے کیا دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ کیا ہر چیز کے خزانوں کے مالک یہ ہیں؟ یا مخلوق کے محاسب یہ ہیں' حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عزوجل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گزرے' پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمانوں تک چڑھ جانے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچ کر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی دلیل پیش کرے لیکن نہ وہ پیش کر سکتا ہے نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں' کیا مزے کی بات ہے کہ اپنے لئے لڑکیاں نا پسند کریں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کریں' انہیں اگر معلوم ہو جائے ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بنائیں' اتنا نہیں بلکہ ان کی پرستش کریں' پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا اللہ کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرماتا ہے کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ اللہ کے نبی اللہ کا دین پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری ہے؟ کیا یہ لوگ غیب داں ہیں؟ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا' کیا یہ لوگ اللہ کے دین اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کرتے ہیں' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو' مومنوں اور عام لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں' یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور آخروی عذاب سمیٹیں گے' پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرک سے مبرا' شرک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے○ تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ

---

[1] [صحيح: صحيح بخاری : كتاب التفسير : تفسير سوره الطور (٤٨٥٤) صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب القراة فی الصبح (٤٦٣)]

انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں یہ بیہوش کر دیئے جائیں گے ○ جس دن انہیں ان کا مکر کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ○ بے شک ظالموں کیلئے اس کے علاوہ اور عذاب بھی ہیں لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں ○ تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے بیشک تجھ پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں صبح کو جب تو اٹھے اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کیا کر ○ اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی ○

کفار و مشرکین کی ضد اور ہٹ دھرمی: مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق و یقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہہ دیں گے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ [1] الخ، اگر ہم ان کیلئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں سے چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے، یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی چاہت کے مطابق دکھا دیئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ اے نبی (ﷺ) آپ انہیں چھوڑ دیجئے قیامت والے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا، اس دن ان کی ساری فریب کاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی، کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی، چوکڑی بھول جائیں گے اور چالا کی بھول جائیں گے، آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے سب منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے بلکہ ان کی طرف سے کچھ عذر پیش کر سکے، یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان ناانصافوں کیلئے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [2] یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزا چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوں گے اور اللہ کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی۔ یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ، ظلم پر ظلم کرتے جائیں۔ پکڑے جاتے ہیں عبرت حاصل ہوتی ہے لیکن جہاں پکڑ ہٹی یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے، بعض احادیث میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ [3] اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار کیا گیا؟

---

[1] [سورۃ الحجر : آیت ۱۴۔۱۵] [2] [سورۃ السجدہ : آیت ۲۱]

[3] [**ضعیف** : ابو داؤد : کتاب الجنائز : باب امراض المکفرۃ للذنوب (۳۰۸۹) بغوی فی شرح السنۃ (۱۴۴۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (۶۷۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں ابو منظور راوی مجہول ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الٰہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) آپ صبر کیجئے' ان کی ایذا دہی سے تنگ دل نہ ہو جایئے ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لایئے سنئے آپ ہماری حفاظت میں ہیں آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں' آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں' تمام دشمنوں سے آپ کو بچانا ہمارے سپرد ہے' پھر حکم دیتا ہے کہ جب آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے' اس کا ایک مطلب یہ کیا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت ﷺ فرماتے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ (صحیح مسلم) [1] یعنی اے اللہ تو پاک ہے تمام تعریفوں کا مستحق ہے تیرا نام برکتوں والا تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے۔ تیرے سوا معبود برحق کوئی اور نہیں۔ مسند احمد اور سنن میں بھی حضور ﷺ کا یہ کہنا مروی ہے' مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو جاگے اور کہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پھر خواہ اپنے لیے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے' حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ جس کسی مجلس سے اٹھنا چاہے یہ پڑھے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ﴾ حضرت عطا بن ابورباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ اور ہوا ہے تو یہ کلمہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے' جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہو تو ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ﴾ پڑھو۔ اس کے راوی حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بھی سنا ہے کہ یہ قول مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ [3] یہ حدیث تو مرسل ہے لیکن مسند حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی مروی ہیں جن کی سندیں ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں' ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے

---

[1] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الصلوة : باب حجة من قال لا يجهر با لبسملة (٥٢_ ٣٩٩)]

[2] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب التهجد : باب فضل من لقاء من الليل فصلى (١١٥٤) ابن ماجه : كتاب الدعا : باب ما يدعوبه اذا انتبه من الليل (٣٨٧٨) ترمذی : كتاب الدعوات : باب ما جاء فى الدعاء اذا انتبه من الليل (٣٤١٤)]

[3] [مرسل : عبدالرزاق (١٩٧٩٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معضل (ضعیف کی ایک قسم) ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

وہاں کچھ بک جھک ہوا ور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی) اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ حسن صحیح کہتے ہیں۔ [1] امام حاکم رحمہ اللہ اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند شرط مسلم پر ہے' ہاں امام بخاری نے اس میں علت نکالی ہے' میں کہتا ہوں امام احمد' امام مسلم' امام ابوحاتم' امام ابوزرعہ' امام دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریج کی طرف کی ہے مگر یہ روایت ابوداؤد میں جس سند سے مروی ہے اس میں ابن جریج رحمہ اللہ ہیں ہی نہیں' اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے ان کلمات کو کہتے بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ حضور ﷺ آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں' یہ روایت مرسل سند سے بھی حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ واللہ اعلم' نسائی وغیرہ۔ [2] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اس کیلئے کفارہ ہو جاتے ہیں' مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں کہنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں (ابوداؤد وغیرہ) الحمد للہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام احادیث کو ان کے الفاظ کو اور ان کی سندوں کو جمع کر دیا ہے' اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو' جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ [3] الخ' رات کے وقت تہجد پڑھا کرو یہ تیرے لئے نفل ہے' ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اٹھائے' ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کیلئے جھک جانے کے وقت پڑھی جاتی ہیں' چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے ان سنتوں کو نہ چھوڑو گو تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ [4] اسی حدیث پر نظریں رکھ کر امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب نے تو انہیں واجب کہا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں' اس لئے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں سننے والے نے کہا کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے [5] بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب الدعوات: باب ما یقول اذا قام من مجلسه (۳۴۳۳) مستدرك حاكم (۷۲۰/۱) صحيح ابن حبان (۱۵۹۴)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [حسن صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی کفارة المجلس (۴۸۵۹) مستدرك حاكم (۵۳۷/۱) نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۲۶۰) مجمع الزوائد (۱۴۱/۱)] شیخ البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [سورۃ الاسراء: آیت ۷۹]

[4] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب التطوع (۱۲۵۸) مسند احمد (۴۰۵/۲) شرح معانی الآثار (۲۹۹/۱)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابن سیلان مجہول الحال ہے۔]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب الزکاة فی الاسلام (۴۶)، (۱۸۹۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الصلوات التی هی احد ارکان الاسلام (۱۰۰) نسائی: کتاب الصلوٰة: باب کم فرضت فی الیوم واللیلة (۴۵۷) ابو داؤد: کتاب الصلوٰة: باب ۱ فرض الصلوٰة (۳۹۱) مسند احمد (۱۶۲/۱)]

نفل کی بہ نسبت صبح کی دوسنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے۔[1] صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں صبح کے فرضوں سے پہلے یہ دوسنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اور اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔[2] الحمدللہ سورۂ الطّور کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ النجم

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورۂ والنجم اتری ہے۔ نبی ﷺ نے اور آپ کے آگے پیچھے جتنے تھے سب نے سجدہ کیا لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اسی پر سجدہ کیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا یہ امیہ بن خلف تھا۔[3] لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾

اللہ رحیم ورحمٰن کے نام سے

قسم ہے ستاروں کی جب وہ جھکے۔ کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے ○ اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے ○

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالق تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھالے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم) ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستاروں کا غائب ہونا ہے۔[4] بعض کہتے ہیں مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اترے۔ اس آیت جیسی آیت ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾ الخ[5] ہے۔ پھر جس بات پر قسم

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التہجد: باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماها تطوعا (۱۱۶۹) صحیح مسلم (۹۴)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر (۹۶)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب سجود القرآن: باب ما جاء فی سجود القرآن وسنتها (۱۰۶۷)۔، (۱۰۷۰)، (۳۸۵۳)، (۳۹۷۲)، (۴۸۶۳) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب سجود التلاوۃ (۱۲۹۷) ابو داؤد: کتاب سجود القرآن (۱۴۰۶) نسائی: کتاب الافتتاح: باب السجود فی النجم (۹۵۸) مسند احمد (۴۰۱/۱)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۰۳/۱۱)]

[5] [سورۃ الواقعہ: آیت ۷۵۔۸۰]

کھا رہا ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نیکی اور رشد و ہدایت اور تابع حق ہیں وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ گمراہ نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح نہیں۔ آپ ﷺ کا علم کامل، آپ ﷺ کا عمل مطابق علم، آپ ﷺ کا راستہ سیدھا، آپ ﷺ عظیم الشان شریعت کے شارع، آپ ﷺ اعتدال والی راہ حق پر قائم۔ آپ ﷺ کا کوئی قول، کوئی فرمان، اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو حکم الٰہی ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے، کمی بیشی، زیادتی نقصان سے آپ ﷺ کا کلام پاک ہوتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلے کی گنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر، اس پر ایک شخص نے کہا کیا ربیعہ مضر میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔ [1] مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں کچھ فرما دیا کرتے ہیں، چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ [2]

یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے، بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور ﷺ کبھی کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔ [4]

---

[1] [صحیح بطرقه وشواهد: مسند احمد (۲۵۷/۵) طبرانی (۱۶۹/۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن میسرہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۸۴/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۲۹۷)]

[2] [صحيح: مسند احمد (۱۹۲/۲) ابو داؤد: كتاب العلم: باب كتابة العلم (۳۶۴۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [مسند بزار (۱۲۱) كشف الاستار (۱۱۲/۱) مجمع الزوائد (۱۷۹/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں احمد بن منصور راوی ہے جو ثقہ تو ہے مگر اس میں کچھ کلام بھی ہے جو کہ نقصان دہ نہیں اور عبداللہ صالح مختلف فیہ ہے۔]

[4] [حسن: مسند احمد (۳٤۰/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ
مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ
وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے○ جو زور آور ہے' وہ سیدھا کھڑا ہو گیا○ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا○ پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا○ پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم○ پس اس نے خدا کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا○ جو دیکھا اس میں پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا○ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو پیغمبر دیکھتے ہیں؟○ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا○ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے○ جبکہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھا رہی تھی○ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی○ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں○

جبرئیل علیہ السلام کا تعارف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے معلّم حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ [1] الخ' یہ قرآن ایک بزرگ زور آور فرشتے کا قول ہے جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہوا ہے۔

وہاں معتبر ہے' یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ کی ایک تفسیر تو یہی ہے' دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے' حدیث میں بھی "مِرّۃ" کا لفظ آیا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں صدقہ مالدار پر اور قوت والے تندرست پر حرام ہے۔ [2] پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے۔ جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دو دفعہ دیکھا ہے ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر امین اللہ اپنی صورت میں آپ کو دکھائی دیئے' آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دوبارہ اس وقت جبکہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر چڑھے تھے۔ یہ مطلب ہے ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ کا [3] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول کہا ہے جو کسی نے نہیں کہا اور خود

---

[1] [سورة التكوير: آيت ۱۹-۲۱]

[2] [**صحیح**: ابو داؤد: كتاب الزكاة: باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى (۱۶۳۴) ترمذی: كتاب الزكاة: باب ما جاء من لا تحل له الصدقة (۶۵۲) مسند احمد (۲/۱۶۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [**ضعیف**: شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجما وی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مصرف بن عمر یامی راوی مجہول ہے۔]

انہوں نے بھی اس قول کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں کی' ان کے فرمان کا ماحصل یہ ہے کہ جرائیل علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اس تفسیر کی تائید کسی نے نہیں کی' گو امام صاحب رحمہ اللہ نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ ثابت ہو سکتا ہے' لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف' اس لئے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تھے آپ کی طرف جرائیل علیہ السلام اترے تھے اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت میں تھے چھ سو پر تھے' اس کے بعد دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا۔ یہ تو دوسری مرتبہ دیکھنا تھا لیکن پہلی مرتبہ دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کے وقت کا ہے' پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ﴾ الخ' کی چند آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکی تھیں پھر وحی بند ہو گئی جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا' یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ پر سے گر پڑوں لیکن بروقت آسمان کی طرف سے حضرت جرائیل علیہ السلام کی یہ ندا سنائی دیتی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں جرائیل ہوں۔ (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم غلط ہو جاتا' دل پرسکون اور طبیعت میں قرار ہو جاتا' واپس چلے آتے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق دامن گیر اور وحی الٰہی کی لذت یاد آتی تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جرائیل علیہ السلام تسکین وتسلی کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابطح میں حضرت جرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے چھ سو پر تھے جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لئے تھے' اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب آ گئے اور اللہ عزوجل کی وحی پہنچائی' اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے کی عظمت وجلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ اللہ کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔

مسند بزار کی ایک روایت امام جریر رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں پیش ہو سکتی ہے مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں' جو بصرہ کے رہنے والے شخص ہیں۔ ابوقدامہ ایادی ان کی کنیت ہے۔ مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں لیکن امام ابن معین رحمہ اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں' امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں' امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں' لیکن ان سے دلیل نہیں لی جا سکتی' ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بڑے وہمی تھے ان سے احتجاج درست نہیں' پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو۔ اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میں بیٹھا تھا کہ حضرت جرائیل علیہ السلام آئے میرے دونوں کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا' میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں' ایک میں تو حضرت جرائیل علیہ السلام بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بلند ہونے لگا یہاں تک کہ میں آسمان سے بالکل قریب پہنچ گیا' میں دائیں بائیں کروٹیں بدلتا تھا اور اگر

---

(1) [فتح الباری (۳۶۰/۱۲)]

میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا' میں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت ہیبت الٰہی سے مثل بوریئے کے بچھے جا رہے تھے' اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جلالت وقدر کے علم میں انہیں مجھ پر فضیلت ہے۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا' میں نے بہت بڑا عظیم الشان نور دیکھا اور پردے کے پاس دُرّ و یاقوت کو ہلتے اور حرکت کرتے دیکھا۔ پھر اللہ نے جو وحی فرمانی چاہی وہ فرمائی۔ ① مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے' ان کے چھ سو پر تھے' ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیئے تھے ان سے زمرد' موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ کو اونچی چیز اٹھتی ہوئی اور پھیلی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ بیہوش ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام فوراً آئے اور آپ ﷺ کو ہوش میں لائے اور آپ ﷺ کی باچھوں سے تھوک دور کیا۔ ② ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے' اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ذرا ایک مرتبہ محمد (ﷺ) کے اللہ کو ان کے سامنے گالیاں تو دے آؤں' چنانچہ یہ آیا اور کہا اے محمد! جو قریب ہوا اور اترا اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا' میں تو اس کا منکر ہوں (چونکہ یہ نابکار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا) حضور ﷺ کی زبان سے اس کیلئے بددعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے' یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہہ سنائیں تو اس نے کہا بیٹا! اب مجھے تو تیری جان کا اندیشہ ہو گیا اس کی دعا رد نہ جائے گی' اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا' شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا' راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھیڑیئے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ' تم یہاں کیوں آئے؟ ابولہب یہ سن کر ٹھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو جمع کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے حقوق تم پر ہیں آج میں تم سے ایک عرض کرتا ہوں امید ہے کہ تم سب اسے قبول کرو گے' بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کیلئے بددعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے' تم اپنا اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے اردگرد پہرا دو' لوگوں نے اسے منظور کر لیا یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا' جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا پھر تو اس نے اس کے پرخچے اڑا دیئے'

---

① [اسنادہ ضعیف : مسند احمد (۱/۳۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر یہ روایت مختصراً صحیح سند کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳۷۴۸)]

② [ضعیف : مسند احمد (۱/۳۲۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ادریس بن منبہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۸/۲۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۹۶۵)]

چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد ﷺ کی بددعا کے بعد یہ بچ نہیں سکتا۔ (۱) پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے یہاں تک کہ حضور ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیکی ہوگئی یہاں لفظ ''اَوْ'' جس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کیلئے آیا ہے اور اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کیلئے جیسے اور جگہ ہے پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ مثل پتھر کے ہیں ﴿اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ (۲) بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں اور فرمان ہے وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے ﴿اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ (۳) بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جگہ ہے ہم نے انہیں ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف (۴) یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی زیادہ۔

پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک وتردّد کے لئے نہیں۔ خبر میں اللہ کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہوسکتا۔ یہ قریب آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جیسے ام المومنین حضرت عائشہ ابن مسعود ابوذر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے اور اس بات کی حدیثیں بھی عنقریب ہم وارد کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا جن میں سے ایک کا بیان اس آیت ﴿ثُمَّ دَنَا﴾ میں ہے۔ (۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ والی معراج کی حدیث میں ہے پھر اللہ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا اور اسی لئے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرابتیں ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہوگی اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جاسکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا۔ کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے ہمارے نبی علیہ السلام نے اسے ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے پس یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جبرائیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ کی ابتداء نبوت کے وقت آپ ﷺ نے خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا پھر آپ ﷺ اپنی ضرورت حاجت سے فارغ ہونے کیلئے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ ﷺ کا نام لے کر آپ کو پکار رہا ہے ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا تین مرتبہ ایسا ہی

---

(۱) [مستدرك حاكم (۲/۵۳۹) ابو نعيم فى دلائل النبوة (۳۸۹)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [فتح البارى (۳۹/٤)]

(۲) [البقره : ٧٤] (۳) [النسآء : ٧٧] (۴) [الصافات : ١٤٧]

(۵) [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الايمان (٢٨٦)]

(۶) [تفسير ابن جرير الطبرى (٥٠٨/١١)]

ہوا۔ تیسری بار آپ ﷺ نے اوپر کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں' قریب تھا کہ حضور ﷺ دہشت زدہ ہو جائیں فرشتے نے کہا میں جبرائیل ہوں' میں جبرائیل ہوں ڈرو نہیں لیکن حضور ﷺ سے ضبط نہ ہو سکا' بھاگ کر لوگوں میں چلے گئے' اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا' پھر یہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبرائیل اسی طرح نظر آئے آپ ﷺ پھر خوف زدہ لوگوں کے مجمع میں آ گئے تو یہاں کچھ بھی نہیں باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے' قاب آدھی انگلی کو بھی کہتے ہیں' اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا (1) ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام پر دو ریشمی حلے تھے۔

پھر فرمایا اس نے وحی کی' اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی' یا یہ کہ اللہ نے اپنے بندے کی طرف جبرائیل علیہ السلام کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی۔ دونوں معنی صحیح ہیں' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس وقت کی وحی ﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا﴾ (2) اور ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (3) تھی' اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ ﷺ اس میں نہ جائیں اور امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ پہلے آپ ﷺ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ نے اپنے دل سے اللہ کو دو دفعہ دیکھا (4) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ ظاہری آنکھوں کا' یہ ممکن ہے کہ اس مطلب کو بھی مقید پر محمول کریں یعنی آپ نے اپنے دل سے دیکھا۔ جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا' انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' جیسے حضرت انس' حضرت حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ ان کے اس قول میں نظر ہے' واللہ اعلم۔

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی؟ جس میں فرمان ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (5) اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے' آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے نور کی پوری تجلی کرے ورنہ آپ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا۔ (6) یہ حدیث

---

(1) [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۴۴۸)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

(2) [سورۃ الضحیٰ : آیت ٦] (3) [سورۃ انشراح : آیت ٤]

(4) [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۸٦)]

(5) [سورۃ الانعام : آیت ۱۰۳]

(6) [ضعیف :ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : تفسیر سورہ النجم (۳۲۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (۳۲۷۹)]

غریب ہے' ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ملاقات حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہیں پہچان کر ان سے ایک سوال کیا جو ان پر بہت گراں گزرا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی ہے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ باتیں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ اپنا دیدار کروایا ایک مرتبہ حضرت مسروق رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟' آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں نے کہا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم فرماتا ہے آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں' آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ سنو اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے کسی فرمان کو چھپالیا یا آپ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے یعنی قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب اور کتنی برسے گی؟ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ؟ کون کل کیا کرے گا؟ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی جھوٹ بات کہی اور اللہ پر بہتان باندھا' بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا دو مرتبہ اللہ کے اس امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں' ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انہوں نے بھر رکھے تھے۔ [1] نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب ہوتا ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اور دیدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے [2] صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ سراسر نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ [3] ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔ [4] ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ الخ پڑھی۔ [5] اور روایت میں ہے میں نے اپنی ان آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ پڑھی۔ [6]

---

[1] [ضعیف : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة النجم (٣٢٧٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : نسائی فی السنن الكبرى : كتاب التفسير (١١٥٣٩) ابن ابی عاصم فی السنة (١٩٢/١) ابن خزیمه فی التوحید (٢٨٥) مستدرك حاكم (٤٦٩/٢) ابن منده (٧٦٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ظلال الجنة (٤٤٢)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الايمان : باب فی قوله نورانی اراه (٢٩١)]

[4] [ایضا]

[5] [ضعیف : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبری (٣٢٤٥٢)] اس میں بھی موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں آپ نے دیکھا اور پھر دیکھا' سائل نے پھر حضرت حسن رحمہ اللہ سے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کے جلال عظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا۔ حضور ﷺ سے ایک مرتبہ یہ جواب دینا بھی مروی ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردے کے پیچھے نور دیکھا اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا' یہ حدیث بھی بہت غریب ہے' ① ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس کی سند شرط صحیح پر ہے لیکن یہ حدیث' حدیث خواب کا مختصر ٹکڑا ہے۔ ② چنانچہ مطول حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب' بہت اچھی صورت میں آج کی رات آیا (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا اور فرمایا اے محمد ﷺ! جانتے ہو بلند مقام والے فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی' پس زمین و آسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی' پھر مجھ سے وہی سوال کیا میں نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں' مجھ سے حق جل وشانہ نے پوچھا' اچھا پھر تم بتاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رکے رہنا' جماعت کیلئے چل کر آنا۔ جب وضو ناگوار گزرتا ہو اچھی طرح مل مل کر وضو کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ اس کا انتقال ہو گا اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائے گا جیسے آج دنیا میں آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد (ﷺ) جب نماز پڑھو یہ کہو ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ﴾ یعنی یا اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے' برائیوں کے چھوڑنے' مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھا لینا۔ فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا' سلام پھیلانا' لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد کی نماز پڑھنا ③ اسی کی مثل روایت سورۂ ص مکی کی تفسیر کے خاتمے پر گزر چکی ہے' ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے' اس میں کفارے کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کیلئے پیدل چلنے کے قدم' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار' میں نے کہا یا اللہ! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور یہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا؟ اور فلاں اور فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کیئے؟ اور

---

① [ضعیف ومرسل : تفسیر ابن ابی حاتم (١٢/٢٥٨)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

② [صحیح : مسند احمد (١/٢٨٥)] شیخ احمد شاکرؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند، التعلیق علی کتاب السنة لابن ابی عاصم (٣٨٨)]

③ [صحیح : مسند احمد (١/٣٦٨)] شیخ احمد شاکرؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند، التعلیق علی کتاب السنة لابن ابی عاصم (٣٨٨)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

دیگر ایسے ایسے احسان بتائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں۔اسی کا بیان ان آیتوں ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی﴾ الخ ،میں ہے،پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا اور میں نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا۔[1] اس کی سند ضعیف ہے۔اور عتبہ بن ابولہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب آنے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضور ﷺ کا اس کیلئے بددعا کرنا اور شیر کا پھاڑ کھانا بیان ہو چکا ہے یہ واقعہ زرقا میں یا سراۃ میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ نے پیشینگوئی فرمادی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا۔پھر آنحضرت ﷺ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے جو معراج والی رات کا واقعہ ہے۔معراج کی حدیثیں نہایت تفصیل کے ساتھ سورۂ سبحان کی شروع آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہیں،جن کے دوبارہ وارد کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

یہ بھی بیان گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما معراج والی رات دیدار باری تعالیٰ کے ہونے کے قائل ہیں،ایک جماعت سلف وخلف کا قول بھی یہی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔اسی طرح تابعین اور دوسرے بھی اس کے خلاف ہیں۔حضور ﷺ کا جبرائیل علیہ السلام کو پروں سمیت دیکھنا اس قسم کی روایتیں اوپر گزر چکی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مسروق رحمہ اللہ کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس جواب کے بعد آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ کی تلاوت کی اور ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ﴾ کی بھی تلاوت فرمائی،یعنی کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے،کسی انسان سے اللہ کا کلام کرنا ممکن نہیں،ہاں وحی سے یا پردے کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے،پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ آخر تک پڑھی۔اور فرمایا جو کہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کی کسی بات کو چھپالیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی پھر آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ پڑھی یعنی اے رسول! جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ہاں آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔[2] مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سورۂ نجم کی آیت ﴿بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ اور ﴿نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ پڑھیں اس کے جواب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس امت میں سے سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی ﷺ سے میں نے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا اس سے مراد میرا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا ہے،آپ نے صرف دو دفعہ اس اللہ کے امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے اس وقت تمام خلاء ان کے جسم سے پر تھا یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔[3] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ نے

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۴۶۳)] اس میں سعید زربی کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (۶/۴۹)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ النجم (۴۸۵۵) صحیح مسلم: کتاب الایمان (۲۸۷) مسند احمد (۶/۲۴۱)]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور ﷺ کو دیکھتا تو آپ سے ایک بات تو ضرور پوچھتا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا پوچھتے؟ کہا یہ کہ کیا آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے رسالت مآب سے کیا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا؟۔ ① صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث دوسندوں سے مروی ہے دونوں کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ ② حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں دل اس پر مطمئن نہیں' ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں' امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبداللہ بن شفیق رحمہ اللہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو اور حضور ﷺ نے اس وقت یہ جواب دیا ہو اگر یہ سوال معراج کے بعد کیا جاتا تو ضرور آپ اس کے جواب میں ہاں فرماتے انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سرتاپا ضعیف ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد تھا لیکن آپ کا جواب اس وقت بھی انکار ہی میں رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے خطاب ان کی عقل کے مطابق کیا گیا' یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ چنانچہ ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے تو دراصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل سے تو دیکھا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر اس وقت فرشتے بکثرت تھے اور نور ربانی اس پر جگمگا رہا تھا اور قسم قسم کے رنگ جنہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہیں اسی طرح جو چیزیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں' حضور ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطا کی گئیں پانچوں وقت کی نمازیں' سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش (مسلم) ③

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے وہاں جب حضور ﷺ پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ ④ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مروارید' یاقوت اور زبرجد کی تھیں آنحضرت ﷺ نے اسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ کی بھی زیارت کی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ آپ نے

---

① [صحیح :مسند احمد (۱۴۷/۵)]

② [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۹۱۔ ۱۸۷)]

③ [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۷۹۔ ۱۷۳) مسند احمد (۳۸۷/۱)]

④ [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۵۲۴)]

سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر ایک پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔ [1] آپ کی نگاہیں بائیں دائیں نہیں ہوئیں، جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجالائے جو دیئے گئے وہی لے کر خوش ہوئے۔ اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے۔ آپ نے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں جیسے اور جگہ ہے ﴿لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ﴾ [2] اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ جو ہماری قابل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔ ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اس رات اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، اگر خود اللہ کا دیدار ہوا ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر دوسری دفعہ آسمان پر چڑھتے وقت جبرائیل علیہ السلام کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کو خبر دی اپنی اصلی صورت میں عود کر گئے اور سجدہ کیا، پس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھنے سے انہی کا دیکھنا مراد ہے، یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔ [3]

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾

کیا پس تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور مناۃ تیسرے پچھلے کو○ کیا تمہارے لئے لڑکے اور خدا کیلئے لڑکیاں؟○ یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے○ دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کیلئے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری، یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسیانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے○ کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟○ اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہاں اور وہ جہاں○ بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کیلئے چاہے اجازت دے دے○

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۵۱۹)] [2] [سورۃ طه : آیت ۲۳]

[3] [ضعیف :مسند احمد (۱/ ۴۰۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۳۸٦٤)]

تمہارے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں' اور جس طرح خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید پتھر منقش تھا' جس پر قبہ بنا رکھا تھا غلاف چڑھائے جاتے تھے' مجاور' محافظ اور جاروب کش مقرر تھے' اس کے آس پاس کی جگہ مثل حرم کی حرمت و بزرگی والی جانتے تھے' اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا' قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ لات بنایا تھا [1] گویا اس کا مؤنث بنایا تھا اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے' ایک قراءت میں لفظ لات' تا کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی گھولنے والا اسے لات اس معنی میں اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے اسی طرح لفظ عزیٰ لفظ عزیز سے لیا گیا' مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا' اس پر قبہ بنا ہوا تھا' چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اس کی عظمت کرتے تھے' ابو سفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا' ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں' اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلوایا' اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں۔ [2]

صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات عزیٰ کی قسم کھا بیٹھا' اسے چاہیے فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آ جوا کھیلیں' اسے صدقہ کرنا چاہیے [3] مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اس کی قسم کھالی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد اگر کسی کی زبان سے اگلی عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہیے' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات و عزیٰ کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ نے فرمایا ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ پڑھ لو اور تین مرتبہ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا۔ [4] مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں مناۃ تھا۔ قبیلہ خزاعہ' اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٥٢٠)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب ما یکره من التنازع والاختلاف (٣٠٣٩)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب افراء یتم اللات والعزی (٤٨٦٠)، (٦١٠٧)، (٦٦٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا اله الا الله (٤٢٣٦) ابن ماجه : کتاب الکفارات (٢٠٩٦) ترمذی : کتاب النذور والایمان (١٥٤٥) نسائی : کتاب الایمان والنذور (٣٧٨٤)]

[4] [ضعیف :ابن ماجه : کتاب الفکار : باب النهی ان یحلف بغیر الله (٢٠٩٧) نسائی : کتاب الایمان والنذور : باب الحلف باللات والعزی (٣٧٨٥) مسند احمد (١/١٨٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

کیلئے جاتے تھے۔ (۱) اسی طرح ان تین کے علاوہ اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اس لئے یہاں صرف ان تین کا ہی بیان فرمایا۔ ان مقامات کا یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے ان کے نام پر جانور چڑھائے جاتے تھے باوجود اس کے یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت وعظمت کے قائل تھے اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ توقیر کرتے تھے۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا۔ اس کا نگہبان اور متولی قبیلہ بنو شیبان تھا جو قبیلہ بنو سلیم کی شاخ تھا' اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا۔ (۲) اس بت کے توڑنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے۔

يَا عُزّى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ   إِنِّى رَأَيْتُ اللهَ قَدْ أَهَانَكِ

اے عزیٰ! میں تیرا منکر ہوں' تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو اللہ نے خاک میں ملا دیا۔ یہ ببول کے تین درختوں پر تھا جو کاٹ ڈالے گئے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو اطلاع دی' آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دوبارہ جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکر وفریب کئے اور خوب غل مچا مچا کر ''یا عزیٰ یا عزیٰ'' کے نعرے لگائے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی۔ (۳) لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جو طائف میں تھا اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی' یہاں اس کے ڈھانے کیلئے نبی ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا' جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی۔ مناۃ اوس وخزرج اور اس کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا' یہاں بھی حضور ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور آپ نے اس کے ریزے ریزے کر دیئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا۔

ذوالخلصہ نامی بت خانہ دوس اور خثعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اس کے ہم وطن تھے یہ تبالہ میں تھا اور اسے لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے' یہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے فنا ہوا۔ فلس نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا' یہ جبل طے میں سلمیٰ اور اجا

---

(۱) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : تفسير سورة النجم (٤٨٦١)]

(۲) [سيرة ابن هشام (٨٣/١)]

(۳) [حسن : مسند ابو يعلى (٩٠٢) نسائى فى التفسير (٥٦٧) بيهقى (٧٧/٥)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

کے درمیان تھا' اس کے توڑنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ مامور ہوئے تھے' آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے ایک رسوب دوسری مخزم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دیں تھی۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریام نامی بنا رکھا تھا مذکور ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حبری جو تبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور رضا نامی بت کدہ بنو ربیعہ کعب بن سعد کا تھا اس کو مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا۔

ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی جس کا بیان انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذوالکعبات نامی صنم کدہ بکر' تغلب اور ایاد قبیلے کا سنداد میں تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ تمہارے لئے لڑکے ہوں اور اللہ کے لئے لڑکیاں؟ کیونکہ مشرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نا منصفی کی سمجھی جائے گی چہ جائیکہ تم اللہ کیلئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو۔ پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے مضبوط ٹھہرا کر جو چاہا نام گھڑ لیا ہے' ورنہ نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں مکھی پر مکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ دلیل آ جانے' اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے باوجود بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہو ہی جاتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہو ہی گیا؟ تم گو دعوے لمبے چوڑے کر و لیکن دعوؤں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمنا کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ کیا تمنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ اس تمنا پر تمہارے لئے کیا لکھا جائے گا؟ [1] تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے اس نے جو چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہو گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کیلئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ﴾ [2] الخ' کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ اس کے فرمان کے بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے ناواقفو! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے اللہ روک رہا ہے' تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کل آسمانی کتابیں اللہ کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں' پھر تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو کس قدر غلط راہ ہے۔

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲/۳۵۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۲۲۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمر بن ابی سلمہ راوی ہے اسے امام شعبہؒ اور امام یحییٰ نے ضعیف کہا ہے اور امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قابل حجت نہیں اور امام نسائیؒ نے اسے غیر قوی کہا ہے۔]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں ○ حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا ○ تو اس سے منہ موڑ لے جو ہماری یاد سے منہ موڑ لے اور جن کا ارادہ بجز زندگانی دنیا اور کچھ نہ ہو ○ یہی ان کے علم کی انتہا ہے، تیرا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہو گیا ○

مشرکین کے قول کی تردید: اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ [1] الخ، یعنی اللہ کے مقبول بندوں اور فرشتوں کو انہوں نے اللہ کی لڑکیاں ٹھہرا دیا ہے کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے، محض جھوٹ، کھلا بہتان، بلکہ صریح شرک ہے، یہ صرف ان کی اٹکل ہے اور ظاہر ہے کہ اٹکل پچو باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے [2] پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں، ان کا مطمع نظر صرف دنیا کی زندگی ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا، ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جو آخرت میں کنگال ہو اسے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے [3] ایک منقول دعا میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا﴾ پروردگار! تو ہماری اہم تر کوشش اور مطمع نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ [4] پھر فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اپنے بندوں

---

[1] [سورة الزخرف : آیت ۱۹]

[2] [صحیح : صحیح بخاری کتاب الادب (۶۰۶۶) صحیح مسلم : کتاب البر (۲۸) مسند احمد (۲۴۵/۲)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۷۱/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۱۹۳۳)]

[4] [حسن : ترمذی : کتاب الدعوات : باب الدعاء حین یقوم من مجلسه (۳۵۰۲)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی (۲۷۸۸) المشکاة (۲۴۹۲)]

کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝۳۱ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ ع ۶

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیک کاروں کو اچھا بدلہ عنائت فرمائے گا○ ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے، بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے، وہ تمہیں بخوبی جانتا ہے جبکہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو، وہی پرہیزگار کو خوب جانتا ہے○

اچھائی کا بدلہ اچھا اور برائی کا بدلہ برا: مالک آسمان وزمین، بے پرواہ، مطلق، شہنشاہ، حقیقی، عادل، خالق، حق وحق کار اللہ تعالیٰ ہی ہے، ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا وہی دے گا، اس کے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے، بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں، ان سے بتقاضائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور معاف فرما دیتا ہے، جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ [1] الخ، اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاکدامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔

یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لمم کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے دل امنگ اور آرزو کرتا ہے، شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا جھوٹا (بخاری و مسلم) [2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کرتی ہے یا جھوٹا کر دیتی ہے یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور

---

[1] [سورہ النسآء: آیت ۳۱]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۷۶۔ ۳۴۳) صحیح بخاری: کتاب الاستیذان: باب زنا الجوارح دون الفرج (۶۲۴۳) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنیٰ (۲۶۵۷)]

بدکاری کر بیٹھا تو سب اعضاء کا زنا ثابت اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب لمم [1] میں داخل ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لمم) بوسہ لینا' چھیڑنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کاری کا گناہ ثابت ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر یہی مروی ہے یعنی جو پہلے گزر چکا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو پھر چھوڑ دے تو لمم میں داخل ہے' [2] شاعر کہتا ہے ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَّكَ مَا اَلَمَّا

اے اللہ جبکہ تو معاف فرماتا ہے تو سب کچھ ہی معاف فرما دے ورنہ یوں آلودہ عصیاں تو ہر انسان ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شعر کو پڑھنا بھی مروی ہے' ترمذی میں بھی یہ مروی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں' [3] بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں صرف اسی سند سے مرفوعاً مروی ہے' ابن ابی حاتم اور بغوی نے بھی اسے نقل کیا ہے' بغوی نے اسے سورۂ تنزیل میں روایت کیا ہے لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے' چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کرے اور توبہ کر کے لوٹ آیا اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب المام ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں' حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے' [4] ایک روایت میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عموماً اس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان حد زنا اور عذاب آخرت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان حد دنیا اور حد آخرت نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر اللہ نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے' جس نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے' جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا﴾ [5] الخ' اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔ پھر فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے جبکہ اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکالی جو چیونٹیوں کی طرح پھیل گئی پھر ان کی تقسیم کر کے دو گروہ بنا دیئے ایک جنت کیلئے اور ایک جہنم کیلئے اور جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی' عمر' عمل' نیکی'

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٥١٦)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٥٢٨)]

[3] [صحیح ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النجم (٣٢٨٤) مستدرك حاكم (٢/٤٦٩)]
امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٢٥٦٩)] [5] [سورة الزمر : آیت ٥٣]

بدی لکھ لی، بہت سے بچے پیٹ ہی سے گر جاتے ہیں بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں بہت سے دودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں بہت سے عین جوانی میں دار دنیا خالی کر جاتے ہیں اب جبکہ ہم ان تمام منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں اب بھی اگر ہم نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار! تم اپنے نفس کو پاک نہ کہو اپنے نیک اعمال کی تعریف کرنے نہ بیٹھ جاؤ اپنے آپ سراہنے نہ لگ جاؤ جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اسے رب ہی خوب جانتا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ [1] کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کے ہاتھ ہے جسے وہ چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے خود میرا نام بھی برہ تھا جس پر آپ نے فرمایا تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ نہ بیان کرو تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر اللہ ہی کو ہے لوگوں نے کہا پھر اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا زینب رکھو [2] مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں آپ نے فرمایا افسوس! تو نے اس کی گردن ماری، کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں کے بارے ایسا ہے حقیقی علم اللہ ہی کو ہے پھر اپنی معلومات بیان کرو خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ [3] ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنی شروع کر دیں اس پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔ [4]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾
اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ
يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۴۹]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاداب: باب استحباب تغیر الاسم القبیح الی حسن (۲۱۴۲)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشهادات: باب اذا زکی رجل رجلا کفاه (۲۶۶۲)، (۶۰۶۱) صحیح مسلم: کتاب الزهد والرقائق: باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط (۴۷۲۶) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی کراهیة التمادح (۴۸۰۵) ابن ماجه: کتاب الادب: باب المدح (۳۷۴۴) مسند احمد (۵/ ۴۱)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط وخیف منه فتنه علی الممدوح (۷۴۳۱) مسند احمد (۶/۵)]

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا ○ اور بہت کم دیا اور سخت دل ہو گیا ○ کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ○ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے ○ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا ○ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا ○ اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی ○ اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ○ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ○

منافق و کافر کا نفسیاتی تجزیہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اللہ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں سچ نہ کہیں نہ نماز ادا کریں بلکہ جھٹلائیں اعراض کریں راہ للہ بہت ہی کم خرچ کریں دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں، کبھی کچھ کہنا مان لیا پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے، عرب ''اکدی'' اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ دست بردار ہو جائیں، فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہ للہ اپنا زر و مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا؟ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے، نیکی اور بھلائی سے از روئے بخل، طمع، خود غرضی نامردی و بے دلی کے رک رہا ہے، حدیث میں ہے اے بلال رضی اللہ عنہ! خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ ① خود قرآن میں ہے ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ ② تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے۔ وَفّٰى کے معنی ایک تو یہ کئے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔

دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اسے بجا لائے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی درست ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِذِ ابْتَلٰى﴾ ③ الخ، ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا آپ نے کامیابی کے ساتھ اس میں نمبر لئے یعنی ہر حکم کو بجا لائے ہر منع سے رکے رہے رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو ان کا تابعدار بنا دیا، جیسے ارشاد ہوا ہے ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ④ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرک نہ تھا، ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے یہی ان کی وفاداری تھی ⑤ ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! اوّل دن میں تو میرے لئے چار رکعت ادا کر لے میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ ⑥ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے لفظ وَفّٰى اس لئے فرمایا کہ وہ

---

① [**ضعیف**: طبرانی (۱۰۲۰)] اس کی سند میں قیس بن ربیع ضعیف ہے۔]

② [سباء : ۳۹] ③ [البقرہ : ۱۲٤] ④ [النحل : ۱۲۳]

⑤ [**ضعیف جدا**: اس کی سند میں جعفر بن زبیر راوی سخت ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

⑥ [**صحیح**: ترمذی : کتاب الوتر (٤٧٥) ابو داود : کتاب التطوع (۱۲۸۹) مسند احمد (۲۸٦/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۳۹۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ہر صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ [1] یہاں تک کہ حضور ﷺ نے آیت ختم کی۔ [2] پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحف ابراہیم وموسیٰ میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا مثلاً شرک وکفر کیا یا گناہ صغیرہ کبیرہ کیا تو اس کا وبال خود اس پر ہے اس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ﴾ [3] الخ، اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا اگر چہ وہ قرابتدار ہو، ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کیلئے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لادا جائے گا دوسروں کی بداعمالیوں میں یہ بھی نہیں پکڑا جائے گا اور اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا اس لئے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انہیں اس پر آمادہ کیا نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے نہ کسی اشارے کنائے سے، ٹھیک اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کیلئے بھیجا ہو، اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے اور قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں، ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے، جو حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں، نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے، یا وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے، یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ [4] اس کا یہ مطلب ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی اس کی کوشش اور اس کا عمل ہیں، یعنی کسی اور کے عمل کا اجر اسے نہیں پہنچ رہا، صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں سے حاصل کیا ہو اس کی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے [5] پس ثابت ہوا کہ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۱۷]

[2] [ضعیف: شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زبان بن فائد اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔]

[3] [سورۃ فاطر: آیت ۱۸]

[4] [صحیح :صحیح مسلم : كتاب الوصية : باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (١٦٣١) مسند احمد (٣٧٢/٢)]

[5] [صحیح :ترمذی : كتاب الاحكام : باب ما جاء ان الوالد يا خذ من مال ولده (١٣٥٨) ابن ماجه : كتاب التجارات : باب ما للرجال من مال ولده (٢٢٩٠) نسائی : كتاب البيوع : باب الحث على الكسب (٤٤٦١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

کے لئے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے' اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کہ وہ بھی اسی کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ الخ ① یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا انہیں ثواب پہنچتا رہتا ہے' رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں میں پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کاربند رہے وہ بھی اصل اسی کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے اس کا ثواب پہنچتا رہا' چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں' ان سب کے برابر اسے اجر ملتا ہے درآنحالیکہ ان کے اجر گھٹتے نہیں۔ ② پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی۔ اس دن اس کا عمل دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا﴾ ③ الخ' یعنی کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ' اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے عنقریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا' یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اور یہ کہ تیرے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے ○ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے ○ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور وہی جلاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے ○ نطفے سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔ اور یہ کہ وہی تونگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے ○ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے ○ اور یہ کہ اسی نے اگلے عادیوں کو ہلاک کیا ○ اور ثمود کو بھی (جن میں سے ایک کو بھی) باقی نہ رکھا ○ اور اس سے پہلے قوم نوح کو' یقیناً وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے ○ اور موتفکہ (شہر) اسی نے الٹ دیا ○ پھر اس پر چھا گیا جو چھایا ○ پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ ○

بالآخر اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے: فرمان ہے کہ بازگشت آخر اللہ کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کے سامنے پیش ہونا ہے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کا

---

① [سورہ یسین : آیت ۱۲]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب العلم : باب من سن سنة حسنة (۲۶۷۴) ابوداود (۴۶۰۹)]

③ [سورہ التوبہ : آیت ۱۰۵]

قاصد بن کر تمہاری طرف آیا ہوں تم یقین کرو کہ تمہارا سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلے جاؤ' بغوی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں [1] جیسے اور حدیث میں ہے مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالو لیکن ذات خالق میں گہرے نہ اترو۔ اسے عقل و ادراک، فکر و ذہن نہیں پا سکتا [2] گو ان لفظوں سے یہ حدیث محفوظ نہیں، مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے کہ شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو ﴿اَعُوْذُ﴾ پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے [3] سنن کی ایک حدیث میں ہے مخلوقات اللہ میں غور و فکر کرو' ذات اللہ میں غور و فکر نہ کرو' سنو! اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے کان کی لو سے لے کر مونڈھے تک تین سو سال کا راستہ ہے او کما قال۔ [4]

پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں جو بالکل مختلف ہیں' وہی موت و حیات کا خالق ہے جیسے فرمایا ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ﴾ [5] اس نے موت و حیات کو پیدا کیا' اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کو جوڑا جوڑا بنایا' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی﴾ [6] الخ' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا (ایسی قدرتوں والا) اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا ہے اسی پر دوبارہ زندہ کرنا ہے یعنی جیسے اس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اسی کے ذمہ ہے' اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنایا اور مال ان کے قبضے میں دے دیا ہے جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے' اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے' گو بعض سے مروی ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے' اس نے دیا اور خوش ہوا' اسے غنی بنا کر اور مخلوق کو اس کے دست نگر بنا دیا' جسے چاہا غنی کیا جسے چاہا فقیر' لیکن یہ پچھلے دونوں قول لفظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔

شعریٰ اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے' عاد اولیٰ یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اسی نے ان کی نافرمانی کی بنا پر تباہ کر دیا' جیسے فرمایا

---

[1] [ضعیف : بغوی فی التفسیر (۲۳۲/٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ایضا (۲۳۲/٤) تخریج الاحیاء للعراقی (۲٤٥۸)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس و جنوده (۳۲۷٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الوسوسة فی الایمان (۱۳٤ـ ۲۱٤)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الوسوسة من الایمان (۱۳٤) ابو نعیم (٦/٦٦)]

[5] [الملك : ۲] [6] [القیامه : ۳٦ـ ٤۰]

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ [1] الخ' یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا' یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی' ساتھ ہی اللہ کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرتاب تھی' ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا' اسی طرح ثمودیوں کو بھی ہلاک کر دیا جس میں سے ایک بھی نہ بچا اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی جو بڑے نا انصاف اور شریر تھے' اور لوط کی بستیاں جنہیں رحمٰن و قہار نے زیر و زبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا' انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی (پتھروں نے) جن کا مینہ ان پر برسا اور برے حالوں تباہ ہوئے۔ ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے آبادی کی کل زمین آگ اور گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جو بہت غریب سند سے ابن ابی حاتم میں ہے۔ پھر فرمایا پھر تو اے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت پر جھگڑے گا؟ بعض کہتے ہیں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت اولیٰ ہے' ابن جریر رحمہ اللہ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں۔ [2]

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

یہ بھی ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے ○ قیامت نزدیک آ گئی ○ اللہ کے سوا اس کا کھول دکھانے والا اور کوئی نہیں ○ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ ○ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟ ○ (بلکہ) تم کھیل رہے رہو ○ اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔

پیغمبر کی ایک صفت ڈرانے والا: یہ خوف اور ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ سے پہلے کے رسولوں کی رسالت تھی' جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [3] یعنی میں کوئی نیا رسول تو نہیں ہوں' رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آ چکے ہیں' قریب آنے والی کا وقت آ گیا یعنی قیامت قریب آ گئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے۔ نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈر اور خوف کی خبر سنانے والا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ [4] میں تمہیں عذاب سخت سے

---

[1] [الفجر: ٦-٨]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/ ٥٤٠)]

[3] [سورۃ الاحقاف: آیت ٩]

[4] [سورۃ سبا: آیت ٤٦]

مطلع کرنے والا ہوں، حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (۱) یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں بھاگا آ جائے اور قوم کو دفعۃً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے فوراً تدارک کر لو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں۔ جیسے اس کے بعد کی سورت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ قیامت قریب آ چکی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو، سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے، تو چاہے ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگیں کی دیگیں پک جائیں، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔ میری اور قیامت کی مثال دو ساعتوں کی سی ہے۔ میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو اطلاع لانے کیلئے بھیجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کیلئے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور کپڑا اہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے پس میں ایسے ہی ڈرانے والا ہوں۔ (۲) اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں، بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں، چاہیے یہ تھا کہ مثل ایمانداروں کے اسے سن کر روتے عبرت حاصل کرتے، جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے دھوتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سَمَدَ گانے کو کہتے ہیں یہ یمنی لغت ہے، آپ سے ''سَامِدُوْنَ'' کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غفلت کرنے والے۔ پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید و اخلاص کے پابند رہو، خضوع، خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ نے اور مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سورۃ النجم کے سجدے کے موقعہ

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الانتهاء عن المعاصی (۶۴۸۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب شفقه (۲۲۸۳-۱۶)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۵/۳۳۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۸۰۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی شیخین کے راوی ہیں۔]

پر سجدہ کیا۔① مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نجم پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ ﷺ کے پاس تھے' راوی حدیث مطلب ابن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے' یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔②

تفسیر سورۃ القمر

ابو واقد کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سورۂ ق اور سورۂ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ پڑھا کرتے تھے اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپ ﷺ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔③ کیونکہ اس میں وعدے وعید کا' ابتداء آفرینش اور دوبارہ زندگی کا' ساتھ ہی توحید اور اثبات رسالت وغیرہ اہم مقاصد اسلامیہ کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ
مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

وقف لازم

معبود برحق مشفق مہربان کے نام سے شروع

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا○ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زوردار چلتا ہوا جادو ہے○ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے○ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں ڈانٹ ڈپٹ کی نصیحت ہے○ اور کامل عقل کی بات ہے لیکن ان ڈراونی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا○

قیامت کا قریب ہونا: اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمے کی اطلاع دیتا ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾④ اللہ کا امر آ چکا ہے اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو اور فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾⑤ الخ 'لوگوں کے حساب کا وقت ان کے سروں پر آ پہنچا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں' بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورج کے ڈوبنے کے وقت جبکہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیا جس میں فرمایا

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ النجم (۴۸۶۲)]

② [حسن: مسند احمد (۶/۴۰۰) نسائی: کتاب الافتتاح (۹۵۹)]

③ [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ العیدین: باب ما یقرأ فی صلاۃ العیدین (۸۹۱)]

④ [سورۃ النحل: آیت ۱] ⑤ [سورۃ الانبیاء: آیت ۱]

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا کے گزرے ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گزرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو امام ابن حبان ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے۔ [1]

دوسری روایت جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے وہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری عمریں گزشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں، جتنا یہ باقی کا دن گزرے ہوئے کے مقابلہ میں ہے۔ [2] مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں [3] اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ قریب تھا وہ مجھ سے آگے بڑھ جائے [4] ولید بن عبدالملک کے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے کی حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم اور قیامت قربت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح ہو [5] اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام حاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو۔ [6]

حضرت بہز کی روایت سے مروی ہے کہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جا رہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھا لیا جائے اور کناروں میں کچھ لگا لپٹا رہ جائے اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ نکل چکا صرف برائے نام باقی رہ گیا ہے تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں پس تم سے جو ہو سکے بھلائیاں اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ سنو! ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا لیکن تلے تک نہ پہنچے گا اللہ کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پر ہونے والا ہے تم اس پر تعجب نہ کرو ہم نے یہ بھی ذکر سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں

---

[1] [ضعیف: مسند بزار (۲/۳٤۳)] قتادہ مدلس راوی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مسند احمد (۲/۱۱٦)] حافظ ابن حجرؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [فتح الباری (۱۱/۳۵۰)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی المسند] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (۵/۳۳۸) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب قرب الساعۃ (۲۹۵۰۔ ۱۳۲)]

[4] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٤/۳۰۹) مجمع الزوائد (۱۰/۳۱۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "ان کادت لتسبقنی" کے علاوہ باقی حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۸۰۲۱)]

[5] [صحیح: مسند احمد (۳/۲۲۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۳۳۳٦)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب (۳۵۳۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل (۲۳۵٤۔ ۱۲٤)]

کے درمیان چالیس سال کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس حالت پر ہوگی کہ بھیڑ بھاڑ نظر آئے گی۔ (مسلم) [1]

ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھہرے۔ جمعہ کیلئے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خطیب تھے آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو سنو! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ بیشک قیامت قریب آ چکی ہے بیشک چاند پھٹ گیا ہے بیشک دنیا جدائی کا الارم بجا چکی ہے آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہوگا' میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا کل دوڑ ہوگی؟ جس میں آگے نکلنا ہوگا؟ میرے باپ نے مجھے فرمایا تم نادان ہو یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ہے۔ دوسرے جمعہ کو ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اسی کے قریب فرماتے ہوئے سنا اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غایت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ذکر ہے جیسے کہ متواتر احادیث میں صحت کے ساتھ مروی ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں روم' دھواں' لزام' بطشہ' اور چاند کا پھٹنا یہ سب گزر چکا ہے [2] اس بارے کی حدیثیں سنئے۔ مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا جس کا ذکر ان دو آیتوں میں ہے۔ [3]

بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے ایک حراء کے اس طرف ایک اس طرف' مسند احمد میں ہے ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا۔ لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا۔ [4] اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اور روایتیں بھی بہت سی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند گہن ہوا کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے اس پر یہ آیتیں ﴿مُسْتَمِرٌّ﴾ تک اتریں [5] ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' جب چاند پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ' مسلم اور ترمذی

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱۷٤/٤) صحیح مسلم : کتاب الزهد (۲۹٦۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتا ب التفسیر : تفسیر سورة حمٓ الدخان (٤۸۲۵) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب الدخان (۲۷۹۸)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب انشقاق القمر (۲۸۰۲۔ ٤٦) مسند احمد (۱٦۵/۳)] مزید دیکھئے : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب انشقاق القمر (۳۸٦۸) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین (٤۳۔ ٤۵)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۸۱/٤) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة القمر (۳۲۸۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی (۲٦۲۲۔ ۳۵۲۰)]

[5] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۱٦٤۲)] اس میں ابن جریج مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ ①

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو یاد رکھنا اور گواہ رہنا ② آپ فرماتے ہیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب منیٰ میں تھے ③ اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے' ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے لیکن ان کے سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا' اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی فلاں شب چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے؟ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں کوئی شک نہیں' اب جو باہر سے آیا جس طرف سے آیا ہر ایک نے اسی کی شہادت دی کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ ④ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا ⑤ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ گواہ رہنا مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا' اسی کا ذکر اس آیت میں ہے ⑥ کہ جب یہ دلیل' حجت اور برہان دیکھتے ہیں سہل انکاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے اور مانتے نہیں۔

بلکہ حق کو جھٹلا کر احکام نبوی کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں' اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے۔ یعنی خیر خیر والوں کے ساتھ اور شر شر والوں کے ساتھ۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر واقع ہونے والا ہے۔ اگلے لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں ان کے پاس آ چکے ہیں' ان کی تکذیب کے سلسلہ میں ان پر جو بلائیں اتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت و نصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ و ہدایت سے پر ہیں' اللہ تعالیٰ جسے ہدایت کرے اور جسے گمراہ کرے اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے' ان پر شقاوت لکھی جا چکی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے انہیں کوئی ہدایت پر لا نہیں سکتا' جیسے فرمایا ﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ⑦ الخ' اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہر طرح

---

① [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب انشقاق القمر (۲۸۰۱ـ ٤٤) ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورة القمر (۳۲۸۸) مسند احمد (۱/٤٤٧)]

② [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب انشقاق القمر (٤٨)]

③ [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲٦۹۷)] اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے۔]

④ [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/٥٤٥) دلائل النبوة للبیهقی (۲/۲٦٦)]

⑤ [صحیح: مسند احمد (۱/٤١٣) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲٦۹۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۳۹۲٤)]

⑥ [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۷۱٤)]

⑦ [سورة الانعام: آیت ۱٤٩]

کامل ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر لا کھڑا کرتا اور جگہ ہے ﴿وَمَا تُغْنِ الْاٰيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [1] بے ایمانوں کو کسی معجزے نے اور کسی ڈرنے اور ڈرسنانے والے نے کوئی نفع نہیں پہنچایا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

پس اے نبی! تم ان سے اعراض کرو، جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا○ یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے○ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بہت سخت ہے○

کفار پر معجزات کا بھی اثر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم ان کافروں کو جنہیں معجزہ وغیرہ بھی کارآمد نہیں، چھوڑ دو ان سے منہ پھیر لو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو، اس دن انہیں حساب کی جگہ ٹھہرنے کیلئے ایک پکارنے والا پکارے گا جو ہولناک ہوگی جہاں بلائیں اور آفات ہوں گی ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی، مارے ندامت کے آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے نکلیں گے، پھر جس طرح ٹڈی دل چلتا ہے یہ بھی اسی طرح انتشار و سرعت کے ساتھ میدان حساب کی طرف بھاگیں گے، پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے، نہ مخالفت کی تاب ہوگی نہ دیر لگانے کی طاقت، اس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ ۖ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ ۚ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ ۙ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک کا تھا○ پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر○ پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا○ اور زمین کے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام پر جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا○ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، بدلہ ہے اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا○ اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشان

[1] [سورۃ یونس : آیت ۱۰۱]

بنا کر باقی رکھا پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟○ بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی ہیں؟○ بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟○

نوح علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا: یعنی اے نبی ﷺ آپ کی اس امت سے پہلے امت نوح نے بھی اپنے نبی علیہ السلام کی جو ہمارے بندے نوح علیہ السلام تھے تکذیب کی اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا' صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح علیہ السلام! اگر تم باز نہ رہے تو ہم پتھروں سے مار ڈالیں گے' ہمارے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے' ان کی یہ دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا گیا۔ موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے اور ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل دیتی ہے ہر طرف پانی بھر جاتا ہے نہ آسمان سے برسنا رکتا ہے نہ زمین سے ابلنا تھمتا ہے پس حد حکم کو پہنچ جاتا ہے۔ ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور عذاب الٰہی پانی کی شکل میں برس رہا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے پس ریل پیل ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا۔ اس طوفان سے، ہم نے اپنے بندے کو بچالیا انہیں کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ **دُسُر** کے معنی کشتی کے دائیں بائیں طرف کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپیڑے مارتی ہے اور اس کے جوڑے اور اس کی اصل کے بھی کئے گئے ہیں' وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح وسالم آر پار جا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی مدد کی تھی اور کفار سے یہ انتقام تھا' ہم نے اسے نشانی بنا کر چھوڑا۔ یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہے' لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ○ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾ [1] یعنی ان کیلئے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں اور جگہ ہے ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ﴾ [2] الخ یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تا کہ تمہارے لئے نصیحت وعبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں' پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ﴿مُدَّكِرٍ﴾

---

[1] [سورة يسين : آيت ٤١-٤٢]

[2] [سورة الحاقه : آيت ١١-١٢]

پڑھایا ہے، خود حضور ﷺ سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح مروی ہے [1] حضرت اسود رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ ذال سے ہے یا دال سے؟ فرمایا میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دال کے ساتھ سنا ہے [2] اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دال کے ساتھ سنا ہے، پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت نہ حاصل کرنے والوں پر کیسا ہوا؟ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کے دشمنوں سے بدلہ لیا اور کس طرح ان دشمنان دین حق کو نیست و نابود کر دیا۔ ہم نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کو ہر اس شخص کیلئے آسان کر دیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے، جیسے فرمایا ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ﴾ [3] الخ، ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور اس لئے کہ عقلمند لوگ یاد رکھ لیں اور جگہ ہے ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ﴾ [4] الخ، یعنی ہم نے اسے تیری زبان پر اس لئے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشخبری سنا دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی قرأت اور تلاوت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عزوجل کے کلام کو پڑھ سکے۔ میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی وہ ہے جو پہلے حدیث گزر چکی کہ یہ قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے [5] اس حدیث کے تمام طرق والفاظ ہم نے پہلے جمع کر دیئے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس قرآن کو بہت ہی آسان کر دیا ہے، کوئی طالب علم جو اس الٰہی علم کو حاصل کرے اس کیلئے بالکل آسان ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع ۸

قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں ○ ہم نے ان پر تیز و تند ہوا بے برکتے دن میں

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۳۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳۷۵۵)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة القمر (٤٨٧٤) صحیح مسلم: کتاب صلوة المسافرین (۸۲۳_۲۸۰)]

[3] [سورہ صٓ: آیت ۲۹]

[4] [سورۃ مریم: آیت ۹۷]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الخصومات: باب کلام الخصوم بعضهم فی بعض (۲٤۱۹)، (۷۵۵۰) صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب بيان ان القرآن على سبعة احرف و بيان معناه (۱۸۹٦) ابو داؤد: كتاب الوتر باب انزل القرآن على سبعة احرف (۱٤۷۵) نسائی: کتاب الافتتاح: باب جامع ما جآء فی القرآن (۹۳٦) ترمذی: کتاب القراءات: باب ما جاء على سبعة احرف (۲۹٤۳)]

بھیج دی○ جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے درخت کھجور کے تنے ہیں○ پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟○ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟○

قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے، تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی، وہ دن ان کیلئے سراسر منحوس تھا، برابر ان پر ہوائیں چلتی رہیں، اور انہیں تہہ و بالا کرتی رہیں، دنیوی اور آخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے، ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا، سر کچلا جاتا، بھیجہ نکل پڑتا، سر الگ دھڑ الگ ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹنڈے ہیں، دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کر لے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھوٹا سمجھا○ اور کہنے لگے کیا ہم ہی میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ تب تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہوں گے○ کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اس پر وحی اتاری گئی؟ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خورہ ہے○ اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور خود پسند تھا؟○ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی بھیجیں گے پس (اے صالح) تو ان کا منتظر رہ اور صبر کر○ ہاں انہیں خبر کر دے کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے، ہر حصہ ہر ایک کو برابر پہنچایا جائے گا○ انہوں نے اپنے رفیق کو آواز دی اس نے دست درازی کی اور کوچیں کاٹ دیں○ پس کیونکر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا○ ہم نے ان پر ایک نعرہ بھیجا پس ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی اوندھی ہوئی باڑ○ ہم نے نصیحت کیلئے قرآن کو آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی جو نصیحت پکڑے○

قوم ثمود کا انجام: ثمودیوں نے اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے صرف اسی ایک پر اللہ کی باتیں نازل کی جائیں، پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی علیہ السلام کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور پرلے سرے کا جھوٹا کہا، بطور ڈانٹ کے اللہ فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ان

کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں' چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چکلے چوڑے اعضا والی گابھن اونٹنی نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے رہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے' اور ان کی سختیوں پر صبر کرو دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ ہی کا رہے گا' ان سے کہہ دیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا ہوگا اور ایک دن اس اونٹنی کا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (۱) ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو دودھ حاضر ہے' انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بدبخت تھا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ (۲) ان کا بدترین آدمی اٹھا' اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا' پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑ اڑ کر کافور ہو جاتے ہیں انہیں بھی ہم نے بے نام و نشان کر دیا' خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انہیں بھی برباد کر دیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹے دار باڑے میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جب اس باڑ کو روندھ دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہوگئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پرزے اکھڑ گئے' یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیریں ہیں لیکن اول قوی ہے واللہ اعلم۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع ۲/۹

قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی○ بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوا لوط کے گھر والوں کے' انہیں ہم نے سحر کے وقت○ اپنے احسان سے نجات دی' ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں○ یقیناً لوط نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا انہوں نے ڈرانے والوں میں شک و شبہ اور جھگڑا کیا○ اور لوط کو بہلا کر ان کے مہمانوں سے غافل کرنا چاہا پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں (اور کہہ دیا) کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو○ اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ پکڑنے والے مقرر عذاب نے غارت کر دیا○ میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو○ یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے سوچنے والا؟○

قوم لوط کی نافرمانی اور ہلاکت: لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا یعنی اغلام بازی' اسی لئے ان کی

---

(۱) سورۃ الشعراء: آیت ۱۵۵] (۲) [سورۃ الشمس: آیت ۱۲]

ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی انوکھی ہوئی' اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندھی ماردیں اوران پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے' مگر لوط علیہ السلام کے ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچالیا' انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ' حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی قوم میں سے ایک بھی شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الٰہی سے کوئی بھی نہ بچا آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچالئے گئے' شاکروں کو اللہ اسی طرح برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکرگزاری کا پھل دیتا ہے۔

عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انہیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توبہ تک نہ کی بلکہ شک وشبہ اور جھگڑا کیا' اور ان کے مہمانوں کے بارے میں انہیں چکما دینا چاہا۔ حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل علیہم السلام وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے' نہایت خوبصورت چہرے پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر اترے' ان کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں ان لوگوں کو اغلام کی بد عادت تو تھی ہی دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے بند کر لئے انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی تمہاری جوروئیں موجود ہیں' تم اس بدفعلی کو چھوڑو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ' لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی چاہت نہیں ہمارا جو ارادہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں تم ہمیں اپنے مہمان سونپ دو۔ جب اس بحث مباحثہ میں بہت وقت گزر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوط علیہ السلام بے حد زچ آ گئے اور بہت ہی تنگ ہوئے' تب حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیرا سب اندھے ہو گئے آنکھیں بالکل جاتی رہیں' اب تو حضرت لوط علیہ السلام کو برا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے' لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب الٰہی آ گیا' جس میں سے نہ بھاگ سکے نہ اس سے پیچھا چھڑا سکے' عذاب کے مزے اور ڈراوے کی طرف دھیان نہ دینے کا وبال انہوں نے چکھ لیا' یہ قرآن بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کرسکتا ہے' کوئی ہے بھی جو اس سے پندووعظ حاصل کر لے؟

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

یعنی فرعونیوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے○ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں پس ہم نے انہیں بڑی غالب قوی پکڑ میں پکڑ لیا○ اے قریشیو کیا تمہارے کافران کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لئے اگلی کتابوں میں چھٹکارہ لکھا ہوا ہے؟○ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں؟○ عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی○ بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بری آفت اور سخت کڑوی چیز ہے○

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھنے والا فرعون اور آل فرعون: فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بشارت اور ڈراوے لے کر آتے ہیں' بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں اللہ کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں' جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیل ہوتی ہیں' لیکن یہ فرعونی ان سب کو جھٹلاتے ہیں جس کی بدبختی میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتے ہیں اور انہیں بالکل ہی سوکھے تنکوں کی طرح اڑا دیا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش! اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے' زیادہ قوت والے ہو کر ہمارے عذابوں سے بچ نہ سکے تو بھلا تم کیا چیز ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے اللہ نے اپنی کتابوں میں چھوٹ دے رکھی ہے؟ کہ ان کے کفر پر تو انہیں عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کئے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں چھوئے گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی یہ بدبختی توڑ دی جائے گی ان کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا انہیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بدر والے دن اپنی قیام گاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں اے اللہ! اگر تیری چاہت یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد سے تیری عبادت تیری وحدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے بس اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس کیجئے آپ نے بہت فریاد کر لی۔ اب آپ اپنے خیمے سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں ﴿سَيُهْـزَمُ﴾ الخ' جاری تھیں۔ [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس سے مراد کونسی جماعت ہو گی؟ جب بدر والے دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ زرہ پہنے ہوئے اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے اس دن میری سمجھ میں اس کی تفسیر آ گئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری چھوٹی سی عمر تھی۔ اپنی ہم جولیوں سے کھیلتی پھرتی تھی اس وقت یہ آیت ﴿بَـلِ السَّـاعَةُ﴾ الخ' اتری ہے۔ یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقعہ پر مطول مروی ہے۔ [2] مسلم میں یہ حدیث نہیں۔

---

[1] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب قوله بل الساعة موعدهم (٤٨٧٧) مسند احمد (٣٢٩/١)]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير (٤٩٩٣)]

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

بیشک گنہگار گمراہی اور عذاب میں ہیں ○ جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے، دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو ○ بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ○ اور یہ ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ○ ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا ○ جو کچھ انہوں نے اعمال کئے ہیں سب نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں ○ اسی طرح ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے ○ یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہیں ○ قدرت والے بادشاہ کے پاس راستی اور عزت کی بیٹھک میں ○

شکوک وشبہات میں مبتلا لوگ: بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک واضطراب کے خیالات میں اندھے ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے بدعتی ہوں۔ ان کا یہ فعل انہیں اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹوائے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں اس وقت بھی بے خبر ہوں گے کہ نہ معلوم کس طرف لئے جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ لگنے کا مزہ چکھو، ہم نے ہر چیز کو طے شدہ منصوبہ سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا۔ پھر اس کا مقدر مقرر کیا۔ اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند و بالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اندازہ مقرر کیا اور راہ دکھائی۔ یعنی تقدیر مقرر کی پھر اس کی طرف رہنمائی کی۔ ائمہ اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر ان کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دی تھی یعنی ہر چیز اپنے ظہور سے پہلے اللہ کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقہ قدریہ اس کا منکر ہے یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخر زمانہ میں ہی نکل چکے تھے۔ اہل سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث بھی۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث میں ہم نے صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ دی ہیں یہاں صرف دو حدیثیں لکھتے ہیں جو مضمون آیت کے متعلق ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشرکین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے اس پر یہ آیتیں اتریں (مسند احمد وغیرہ) [1] بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر (٦٦٩٤۔ ١٩) ترمذی: کتاب القدر (٢١٥٧) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فی القدر (٨٣)]

کی تردید میں ہی اتری ہیں (بزار) ① ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ ② حضرت عطا بن ابورباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا آپ اس وقت چاہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن بھیگے ہوئے تھے میں نے کہا تقدیر کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے لوگ اس مسئلہ میں موافق ومخالف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا لوگوں نے واقعی ہی ایسا کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ﴿ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ یادرکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں ان کے بیماروں کی تیمارداری نہ کرو ان کے مردوں کے جنازے نہ پڑھو ان میں سے اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی ان انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال دوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو منکر تقدیر ہے فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے؟ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرا بس چلا تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آ گئی تو میں مروڑ دوں گا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنوفہر کی عورتیں خزرج کے اردگرد طواف کرتی پھرتی ہیں ان کے جسم حرکت کرتے ہیں وہ مشرکہ عورتیں ہیں اس امت کا پہلا شرک یہی ہے اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی بے سمجھی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کا مقرر کرنے والا بھی نہ مانیں گے جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا (مسند احمد)۔ ③

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط وکتابت تھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں کچھ موشگافیاں کرتا ہے آپ نے جھٹ سے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے بارے میں کچھ کلام کرتا ہے اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط وکتابت کی امید نہ رکھنا آج سے بند سمجھنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے (ابوداؤد) ④ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے نہ پڑھو (مسند احمد) ⑤ اس امت میں مسخ ہوگا

---

① [مسند بزار (۲۲٦٥) مجمع الزوائد (۱۳۸۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یونس بن حارث راوی میں ضعف ہے۔]

② [صحیح: طبرانی کبیر (٥۳۱٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (۱٥۳۹)]

③ [ضعیف: مسند احمد (۱/ ۳۳۰)] اس میں محمد بن عبید راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

④ [حسن: مسند احمد (۲/ ۹۰) ابو داؤد: كتاب السنة: باب من دعا الى السنة (٤٦۱۳) ابن ماجه: كتاب الفتن (٤۰٦۱) ترمذی: كتاب القدر (۲۱٥۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑤ [ضعیف: مسند احمد (۲/ ۸٦) العلل لابن الجوزی (۲۲۷)]

یعنی لوگوں کی صورتیں بدل دی جائیں گی یاد رکھو یہ ان میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندیقیت کریں (ترمذی وغیرہ)[1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک کی تقدیر مقرر کردہ اندازے سے ہے یہاں تک کہ نادانی اور عقل مندی بھی (مسلم)[2] صحیح حدیث میں ہے اللہ سے مدد طلب کر اور عاجز اور بیوقوف نہ بن پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہہ دے کہ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا تھا اور جو اللہ نے چاہا کیا پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہوتا اس لئے کہ اس طرح ''اگر'' کہنے سے شیطانی عمل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔[3]

حضور ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تمہیں وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتی اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے، قلمیں خشک ہو چکیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیئے گئے۔[4] حضرت ولید بن عبادہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیماری میں جبکہ ان کی حالت بالکل غیر تھی کہا کہ ابا جی ہمیں کچھ وصیت کر جایئے آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بچے! ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھے ہے اس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی برائی پر پکا نہ ہو میں نے پوچھا ابا جی میں یہ کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر کے خیر و شر پر پختہ ہے؟ فرمایا اس طرح کہ تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملنے والا ہی نہیں اور جو تجھے پہنچا وہ ٹلنے والا ہی نہ تھا میرے بچو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھ پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا اے بیٹے! اگر تو انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔[5]

ترمذی میں یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حسن صحیح غریب ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر اس کا ایمان نہ ہو، گواہی دے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی منجانب اللہ ہونے کو مانے (ترمذی وغیرہ)[6] صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و

---

[1] [حسن: مسند احمد (۱۰۸/۲) ترمذی: کتاب القدر (۲۱۵۳)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کل شیء بقدر (۲۶۵۵۔ ۱۸) مسند احمد (۱۱۰/۲)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب الایمان والنذور (۲۶۶۴۔ ۳۴)]

[4] [مسند احمد (۲۹۳/۱)]

[5] [صحیح: مسند احمد (۳۱۷/۵) ترمذی: کتاب القدر (۲۱۵۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[6] [صحیح: ترمذی: کتاب القدر: باب ما جاء فی الایمان بالقدر خیرہ وشرہ (۲۱۴۵) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فی القدر (۸۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا[1] امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ پھر پروردگار عالم اپنی چاہت اور احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا وہ اگر وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کروں صرف ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے دوبارہ تاکیداً حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی' ایک آنکھ کے جھپکنے کے برابر وہ کام میری حسب چاہت ہو جاتا ہے' عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا:

اِذَا مَـا اَرَادَ اللّٰـهُ اَمْرًا فَاِنَّمَا ۔۔۔ يَـقُوْلُ لَـهُ كُـنْ قَـوْلَةً فَيَكُـوْنُ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ان کے عذاب اور ان کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لئے نصیحت و تذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ﴾[2] یعنی ان کے اور ان کی چاہ کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا جیسے کہ ہم نے ان جیسے پہلے والوں کے ساتھ کیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے نامہ اعمال میں مکتوب ہے جو اللہ کے امین فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہے۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ اور لکھا ہوا ہے۔ ایک بھی تو ایسا نہیں رہا جو تحریر میں رہ گیا ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے (نسائی وغیرہ)[3] حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان:

لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا ۔۔۔ اِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَّعُوْدُ كَبِيْرًا

اِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدُهٗ ۔۔۔ عِنْدَ الْاِلٰهِ مُسْطَرًا تَسْطِيْرًا

فَازْجُرْهَوَاكَ عِنْدَ الْبِطَالَةِ لَا تَكُنْ ۔۔۔ صَعْبَ الْقِيَادِ وَ شَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا

اِنَّ الْمُحِبَّ اِذَا اَحَبَّ اِلٰهَهٗ ۔۔۔ طَارَ الْفُؤَادُ وَاُلْهِمَ التَّفْكِيْرًا

فَاسْاَلْ هِدَايَتَكَ الْاِلٰهَ بِنِيَّةٍ ۔۔۔ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ' یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے' گو گناہ چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو۔ اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے ہیں' بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جا۔ کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔ جب کوئی شخص سچے دل

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر (۲۶۵۳ـ ۱۶) ترمذی: کتاب القدر (۲۱۵۶) مسند احمد (۲/۱۶۹)]

[2] [سورۃ سبا: آیت ۵۴]

[3] [صحیح: ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر الذنوب (۴۲۴۳) مسند احمد (۶/۷۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

سے اللہ کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اس کا دل اڑنے لگتا ہے اور اسے اللہ کی جانب سے غور وفکر کی عادت الہام کی جاتی ہے' اپنے رب سے ہدایت طلب کرنیت کے ساتھ۔ ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کارلوگوں کی حالت ہوگی وہ تو ضلالت وتکلیف میں تھے اور اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی' لیکن یہ نیک کار جنتوں میں ہوں گے بہتے ہوئے خوشگوار صاف صاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت واکرام' رضوان وفضیلت' جود واحسان' فضل وامتنان' نعمت و رحمت' آسائش وراحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے' باری تعالیٰ مالک وقادر کا قرب انہیں نصیب ہوگا جو تمام چیزوں کا مالک ہے سب کے انداز مقرر کرنے والا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' وہ ان پرہیزگار رحم دل لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا ایک ایک چاہت عطا فرمائے گا' مسند احمد میں رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں عدل وانصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ کے پاس نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں' یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں اپنے اہل وعیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف نہیں کرتے بلکہ عدل وانصاف ہی سے کام لیتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ ①

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ ﴿اِقْتَرَبَتْ﴾ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک توفیق دے اور برائیوں سے بچائے۔ آمین

تفسیر سورہ رحمن

حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ ﴿مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ﴾ ہے یہ "اٰسِنٍ" لفظ ہے یا "اَسِنِ" تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں اسی طرح تو قرآن کو بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا افسوس! مجھے خوب یاد ہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت ﷺ ملایا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورۂ الرحمٰن ہے (مسند احمد) ②

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورۂ الرحمٰن کی اول سے آخر تک تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چپ چاپ سنتے رہے' آپ ﷺ نے فرمایا تم سے

---

① [صحیح :صحیح مسلم : كتاب الامارة : باب فضيلة الامير العادل (١٨٢٧ـ ١٨) مسند احمد (١٧٠/٢)]

② [حسن :مسند احمد (٤١٢/١)] شیخ احمد شاکر اسے صحیح کہتے ہیں۔[التعليق على المسند] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ پڑھتا تو وہ کہتے ((لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں (ترمذی)[1] یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی مروی ہے اس میں ہے کہ یا تو آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھی یا آپ ﷺ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں ((لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ))[2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ
وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع

رحمٰن نے قرآن سکھایا ○ اسی نے انسان کو پیدا کیا ○ اور اسے بولنا سکھایا ○ آفتاب اور ماہتاب مقرر حساب سے ہیں ○ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں ○ اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو ○ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو ○ اسی نے مخلوق کیلئے زمین بچھادی ○ جس میں میوے ہیں اور خوشے والی کھجور کے درخت ہیں ○ اور اناج ہے بھس والا اور پھول ہیں خوشبودار ○ پس اے انسانو اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے ○

انسان پر اللہ کے احسانات: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل و کرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا' اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر و شر ہے لیکن بولنا ہی مراد لینا یہاں بہت اچھا ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کا

---

[1] [حسن] ترمذی: کتاب التفسیر: سورۃ الرحمٰن (۳۲۹۱) بیہقی فی دلائل النبوۃ (۲/۲۳۲) مستدرک حاکم (۲/۴۷۴)] امام حاکم ؒ فرماتے ہیں کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۱۵۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۸۲)]

قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے جس سے مراد تلاوت قرآن ہے اور تلاوت موقوف ہے بولنے کی آسانی پر ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے خواہ حلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونٹوں کے ملانے سے مختلف مخرج اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھا دی' سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں نہ ان میں اختلاف ہو نہ اضطراب نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے' اور جگہ فرمایا ہے ﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ﴾ [1] الخ' اللہ صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو تمہارے لئے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کو حساب پر رکھا ہے یہ مقررہ محور غالب و دانا اللہ کا طے کردہ ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام انسانوں' جنات' چوپایوں' پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں سمودی جائے پھر بھی سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص پھر بھی اس کی طرف دیکھ سکے باوجود یہ کہ سورج کا نور اللہ کی کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کے نور کے جو پردے اللہ کے سامنے ہیں اس کے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے پس خیال کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا کہ وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں گے (ابن ابی حاتم)

اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو' لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں بعض تو کہتے ہیں نجم سے مراد بیلیں ہیں جن کا تنا نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں' بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں۔ یہی قول زیادہ ظاہر ہے' گو اول قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے۔ واللہ اعلم' قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے۔ فرمان ہے ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسۡجُدُ لَہٗ﴾ [2] الخ' کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کیلئے آسمان زمین کی تمام مخلوقات اور سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' چوپائے' جانور' اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا ہے اور اسی میں میزان قائم کی ہے یعنی عدل' جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ﴾ [3] یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں' یہاں بھی اس کے ساتھ ہی فرمایا تاکہ تم ترازو میں حد سے نہ گزر جاؤ یعنی اس اللہ نے آسمان وزمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا تاکہ تمام چیزیں حق وعدل کے ساتھ ہو جائیں' پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل وحق کے ساتھ وزن کرو کمی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت بڑھتی تول لیا اور دیتے وقت کم دے دیا

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۹۶]
[2] [الحج : ۱۸]
[3] [الحدید : ۲۵]

اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ﴾ [1] صحت کے ساتھ کھرے پن سے تول لیا کرو' آسمان کو تو اس نے بلند و بالا کیا اور زمین کو اس نے نیچی اور پست کر کے بچھا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیئے کہ وہ ہلے جلے نہیں اور اس پر جو مخلوق بستی ہے وہ با آرام رہے۔

پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں' مختلف شکلوں' مختلف رنگوں' مختلف زبانوں' مختلف عادات و اطوار پر نظر ڈال کر اللہ کی قدرت کاملہ کا اندازہ کرو۔ ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ برنگ کے کھٹے میٹھے' پھیکے سلونے طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ اور خاصۃً کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہو جانے تک اور اس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے' اس پر خوشے ہوتے ہیں جنہیں چیر کر یہ باہر آتا ہے پھر گدلا ہو جاتا ہے پھر تر ہو جاتا ہے پھر پک کر ٹھیک ہو جاتا ہے بہت نافع ہے' ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی سی خوصلت کسی اور میں نہیں' وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے پھر کھل کر موتی کی طرح ہو جاتا ہے پھر سبز ہو کر زمرد کی طرح ہو جاتا ہے' پھر سرخ ہو کر یاقوت جیسا بن جاتا ہے اور تیار ہو کر بہترین فالودے کے مزے کا ہو جاتا ہے پھر خشک ہو کر مقیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے توشے بھتے کی چیز بن جاتا ہے' پس اگر میرے قاصد کی یہ روایت صحیح ہے تو میرے خیال سے تو یہ درخت جنتی درخت ہے۔

اس کے جواب میں شاہ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ خط اللہ کے غلام مسلمانوں کے بادشاہ عمر کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام' آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ سچ ہے اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں یہی وہ درخت ہے جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کے پاس اگایا تھا جبکہ ان کے لڑکے عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے پس اے بادشاہ! اللہ سے ڈر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نہ سمجھ اللہ ایک ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گئے اللہ کی طرف سے سچی اور حق بات یہی ہے تجھے چاہئے کہ شک وشبہ کرنے والوں میں نہ رہے [2] ﴿أَكْمَامِ﴾ کے معنی لیف کے بھی کئے گئے ہیں جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے اور اس نے زمین میں بھوسی اور اناج پیدا کیا' ﴿عَصْفِ﴾ کے معنی کھیتی کے وہ سبز پتے جو اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہوں پھر سکھا لئے گئے ہوں۔ ﴿رَيْحَانُ﴾ سے مراد پتے یا یہی ریحان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے' مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو خوشہ میں بھوسی سمیت ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی سے پہلے ہی اگے ہوئے پتوں کو تو ﴿عَصْفِ﴾ کہتے ہیں اور جب دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔

---

[1] [الشعراء : ۱۸۲] [2] [سورۃ آل عمران : آیت ۵۹ـ۶۰]

پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یعنی تم اس کی نعمتوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہو اور مالا مال ہو رہے ہو نا ممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹ بتا سکو' ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر یہاں تو سر تا پا اس کی نعمتوں سے دبے ہوئے ہو' اسی لئے مومن جنوں نے اسے سن کر جھٹ سے جواب دیا ((اَللّٰهُمَّ وَلَا بِشَيْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے "لَا بِـاَيِّهَـا يَـارَبِّ" یعنی خدایا ہم ان میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع شروع رسالت کے زمانہ میں ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں رکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔ [1]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

اس نے انسان کو ایسی آواز دینے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی ○ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ○ پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا ○ تو اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت نعمت کے منکر بنو گے؟ ○ اس نے دو دریا چلائے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں ○ ان دونوں میں ایک حجاب ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے ○ پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے تم منکر بنو گے؟ ○ ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے چل پھر رہے ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○

انسان کی تخلیق مٹی سے اور جنات کی آگ سے: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا' مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرشتے نور سے' جنات نار سے اور انسان اس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳۴۹/۶) طبرانی کبیر (۸۶/۲۴) مجمع الزوائد (۲۵۳/۷) المسند الجامع (۱۵۷۳۶)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۶۹۵۵)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

ہو چکا ہے پیدا کئے گئے ہیں[1] پھر اپنی کسی نعمت کے نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاڑے اور گرمی کے دو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کا رب اللہ ہی ہے' دو سے مراد سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی رہتی ہیں ہر دن انقلاب لاتا ہے' جیسے دوسری آیت میں ہے مشرق و مغرب کا رب وہی ہے تو اسی کو اپنا وکیل سمجھ' تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے مراد طلوع و غروب کی دو جگہ ہیں' اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بنی تھی اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟

اس کی قدرت کا مظاہرہ دیکھو کہ دو سمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہے دوسرا میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے بلکہ دونوں اپنی رفتار میں چل رہے ہیں' دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے' نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جا سکے یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کئے ہوئے ہے' حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔ سورۃ فرقان کی آیت ﴿وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾[2] الخ' کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح گزر چکی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے' واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اس سے روکے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے لگے لگے چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے' آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں سے ایک میں سے۔ جیسے اور جگہ جن و انس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن رسول نہیں آیا۔ تو جیسے یہاں اطلاع صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے لؤلؤ یعنی موتی تو ایک مشہور و معروف چیز ہے۔ مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں[3] اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جواہر کو کہتے ہیں' بعض کہتے ہیں سرخ رنگ مہرے کا نام ہے' اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾[4] یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۵۳/۶) صحیح مسلم: کتاب الزهد (۶۰-۲۹۹۶)]

[2] [سورۃ الفرقان: آیت ۵۳]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۸۹/۱۱)] [4] [سورۃ فاطر: آیت ۱۲]

پہننے کے زیور نکالتے ہو تو خیر مچھلی تو کھاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ لؤلؤ بن جاتا ہے' اور جب صدف میں نہیں جاتا تو اس سے عنبر پیدا ہوتا ہے' مینہ برستے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بیشمار نعمتیں جس رب کی ہیں تم بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادلوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر ادھر لے جاتے ہیں یہ بھی تو اس اللہ کی ملکیت میں ہیں اس عالیشان نعمت کو یاد دلا کر پوچھتا ہے کہ اب بتلاؤ انکار کئے کیسے بن آئے گی؟ حضرت عمیرہ بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا اسے دیکھ کر آپ نے اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو امواج سمندر میں جاری کیا ہے نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ اس کے قتل کا ارادہ کیا نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا نہ ان سے خوش نہ ان پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

روئے زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں ○ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت و احسان والی ہے باقی رہ جائے گی ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر ہو گے؟ ○ سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں ہر روز وہ ایک شان میں ہے ○ پس اپنے رب کی کونسی نعمت کا تم انکار کر رہے ہو؟ ○

ہر چیز فنا ہونے والی ہے: فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہو گا کل جاندار مخلوق کو موت آ جائے گی اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی' جو موت و فوت سے پاک ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولاً تو پیدائش عالم کا ذکر فرمایا پھر اس کی فنا کا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منقول دعا میں یہ بھی ہے ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ﴾ یعنی اے ہمیشہ جینے اور ابدالآباد تک باقی اور تمام قائم رہنے والے اللہ! اے آسمان و زمین کے ابتداءً پیدا کرنے والے۔ اے رب جلال اور بزرگی والے پروردگار تیرے سوا کوئی نہیں ہم تیری رحمت ہی سے

استغاثہ کرتے ہیں‘ ہمارے تمام کام تو بنا دے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سونپ اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تو ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ پڑھے تو ٹھہر نہیں اور ساتھ ہی ﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ پڑھ لے۔ اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں ان الفاظ سے ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [1] سوائے ذات باری کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے‘ پھر اپنے چہرہ کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذوالجلال ہے یعنی اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے اس کا جاہ و جلال مانا جائے اور اس کے احکام کی پوری اطاعت کی جائے اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رکا جائے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ [2] الخ جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اسی کی ذات کے مرید ہیں تو انہی کے ساتھ اپنے نفس کو وابستہ رکھ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے پلاتے ہیں وہ کبریائی عظمت اور جلال والا ہے‘ پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور پھر اللہ کے سامنے قیامت کے دن پیش ہونے میں برابر ہیں اور اس دن وہ بزرگی والا اللہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا‘ ساتھ ہی فرمایا اب تم اے جن و انس رب کی کونسی نعمت کا انکار کرتے ہو؟

پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اس کی یکسر محتاج ہے۔ سب کے سب سائل ہیں اور وہ غنی ہے سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے‘ ہر مخلوق اپنے حال و قال سے اپنی حاجتیں اس کی بارگاہ میں لے جاتی ہے اور ان کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے۔ ہر دن نئی شان میں ہے‘ اس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے۔ مانگنے والے کو عطا فرمائے‘ تنگ حالوں کو کشادگی دے‘ مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشے بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے‘ غم و وہم دور کرے‘ بیقرار کی بیقراری کے وقت دعا کو قبول فرما کر اسے قرار اور آرام عنایت فرمائے گنہگاروں کے واویلا پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگزر فرمائے‘ گناہوں کو بخشے‘ زندگی وہ دے‘ موت وہ دے تمام زمین والے کل آسمان والے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے اور دامن پھیلائے ہوئے ہیں چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے‘ نیک لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا‘ ان کی پکار کا مدعا‘ ان کے شکوے شکایت کا مراجع وہی ہے‘ غلاموں کو آزاد کرنے کی رغبت دلانے والا اور ان کو اپنی طرف سے عطیہ وہی عطا فرماتا ہے یہی اس کی شان ہے‘ ابن جریر رحمہ اللہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ شان کیا ہے؟ فرمایا گناہوں کو بخشنا‘ دکھ کو دور کرنا‘ لوگوں کو ترقی اور تنزل پر لانا [3] ابن ابی حاتم میں اور ابن عساکر میں بھی اس کے ہم معنی ایک حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے۔ [4]

---

[1] [سورۃ القصص : آیت ۸۸] [2] [سورۃ الکھف : آیت ۲۸]

[3] [ضعیف :تفیسر ابن جریر الطبری (۵۹۲/۱۱)] اس میں عمرو بن بکر راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف :مسند بزار (۲۲۶۸)] اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

بزار میں بھی کچھ کمی کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے دونوں تختے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا علم نوری ہے' اس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے۔ ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے ہر نگاہ پر کسی کو زندگی دیتا ہے اور مارتا اور کسی کو عزت وذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ [1]

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

اے جنو اور انسانو عنقریب ہم سب سے فارغ ہو کر تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○ اے گروہ جنات وانسان اگر تم میں آسمان اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو بالکل بھاگو' بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے ○ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرتے ہو؟ ○ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے ○ پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت کا تم انکار کرو گے؟ ○

فارغ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے بلکہ یہ بطور تنبیہ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آگیا ہے' اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارا حساب ہوگا' محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے' جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نپٹ لوں گا' تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نپٹنے کو نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا۔ ''ثَقَلَيْن'' سے مراد انسان اور جن ہیں' جیسے ایک حدیث میں ہے اسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے [2] اور حدیث صور میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن وانس' پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اس کا ہر ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے حقیقتاً یہ میدان محشر میں واقع ہوگا کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی کوئی بغیر دلیل ادھر سے ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الٰہی یعنی حکم اللہ کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۹۲)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳/۴) صحیح بخاری : کتاب الجنائز (۱۳۳۸)]

رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔

اور آیت میں ﴿وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ﴾ [1] الخ یعنی بدیاں کرنے والوں کو ان کی برائیوں کے مانند سزا ملے گی ان پر ذلت سوار ہوگی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہوگا ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے یہ جہنمی گروہ ہے جو ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔ شُــوَاظٌ کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں بے دھویں کا آگ کے اوپر شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا پانی کی موج ہے نُحَاسٌ کہتے ہیں دھویں کو یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔

ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ نے اس کی سند میں امیہ بن صلت کا شعر پڑھ سنایا۔ اور نحاس کے معنی آپ نے کئے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ سنایا۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہرصورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر پگھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا دیں گے تم نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ انہیں دفع کر سکتے ہو نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّھَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِہٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِھَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

پس جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ نری کا چمڑہ ○ پھر اے آدمیو اور جنو! تم دونوں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟○ اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائیگی ○ پھر تمہیں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار ہے؟○ گنہگار صرف حلیہ سے ہی پہچان لئے جائیں گے اور انکی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لئے جائیں گے ○ کیا پھر بھی تم اپنے رب کی کسی نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟○ یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے ○ اسکے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟○

قیامت کا ایک منظر: آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہے ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ

[1] [سورۃ یونس : آیت ۲۷] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۹۷)]

﴿فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ [1] ایک اور جگہ ہے ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ﴾ [2] الخ، اور فرمان ہے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ [3] الخ، وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پگھلائی جاتی ہے یہی حالت آسمان کی ہو جائے گی رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی اس کی شدت و دہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح برستا ہوگا [4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ ایک روایت میں ہے گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہو جائے گا۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے گلابی رنگ ہوگا۔ گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ جچتا ہے، جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی رنگ پر رنگ بدلے گا، پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا آسمان ہو جائے گا۔ آج وہ سبز رنگ ہے اس دن اس کا رنگ سرخی لئے ہوگا زیتون کی تلچھٹ جیسا ہو جائے گا۔ جہنم کی آگ کی تپش اسے پگھلا کر تیل جیسا کر دے گی۔ اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا جیسے ایک اور آیت میں ہے ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ [5] الخ، یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے۔ نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے، فرمان ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ﴾ [6] تیرے رب کی قسم! ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے تمام کاموں کی پرسش کریں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقعہ پر یہ ہے، دوسرے موقعہ پر یہ ہے۔ پرسش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کر دی گئی اب منہ پر مہر لگ گئی ہاتھ پاؤں اور اعضاءِ جسم نے گواہی دے دی پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی عذر معذرت توڑ دی گئی۔ اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا؟ یا نہیں؟ کیونکہ اللہ کو خوب معلوم ہے، اس سے جو سوال ہوگا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟

تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنم کی زنجیروں میں باندھ کر اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم واصل کریں گے جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے۔ چہرے سیاہ ہوں گے آنکھیں کیری ہوں گی، ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے، پیٹھ کی طرف سے زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیئے جائیں گے۔ کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔ مسند احمد میں ہے قبیلہ بنو کندہ کا ایک شخص مائی

---

[1] [الحاقه : ١٦] [2] [الفرقان : ٢٥] [3] [الانشقاق : ١_٢]

[4] **[صحیح لغیرہ** : مسند احمد (٣/٢٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٣٨١٤)]

[5] [سورة المرسلات : آيت ٣٥_٣٦] [6] [سورة الحجر : آيت ٩٢_٩٣]

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ پردے کے پیچھے بیٹھا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ ﷺ کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہوگا؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ہاں ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب کہ پل صراط رکھا جائے گا اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت چہرے سیاہ سفید ہونے شروع ہو جائیں گے یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ یا فرمایا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پل رکھا جائے اور اسے تیز اور گرم کیا جائے' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آگ کے انگارے جیسا گرم ہوگا' مومن تو بے ضرر گزر جائیں گے اور منافق لٹک جائے گا جب بیچ میں پہنچے گا اس کے قدم پھسل جائیں گے یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکائے گا جس طرح کوئی ننگے پاؤں چل رہا ہو اور اسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے کہ اس نے اس کا پاؤں چھید دیا تو کس طرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے' اسی طرح یہ جھکے گا ادھر یہ جھکا ادھر داروغہ جہنم کی آگ میں گرا دے گا جس میں وہ تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا' میں نے کہا حضور ﷺ یہ جہنمی کس قدر بوجھل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا مثل دس گابھن اونٹنیوں کے وزن کے' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی [1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقروں کا حضور ﷺ کے کلام سے ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ اس جیسی دلیلیں صحت کے قابل نہیں ہوتیں۔ واللہ اعلم۔ ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ لو جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے شرمندہ اور نادم کرنے ان کی خفت بڑھانے کیلئے کہا جائے گا پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آگ کا عذاب ہو رہا ہے' کبھی پانی کا۔ کبھی جحیم میں جلائے جاتے ہیں اور کبھی حمیم پلائے جاتے ہیں۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آگ ہے جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے اور جگہ ہے ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ﴾ [2] الخ' جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی وہ حمیم سے جحیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار یہ جلائے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ کا گرم پانی ہوگا' بس یوں کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آگ ہی ہے جو پانی کی صورت میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا تمام گوشت گل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ بس دو آنکھیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا اسی کو فرمایا ﴿فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ ان کے معنی حاضر کے بھی کئے گئے اور آیت میں ہے

---

[1] [ضعیف : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف کیونکہ عائشہؓ سے بیان کرنے والا راوی مجہول ہے۔]

[2] [سورۃ غافر : آیت ۷۱-۷۲]

﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ [1] سخت گرم موجود پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا جو ہرگز نہ پی سکیں گے کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ [2] وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے۔ چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت اور عدل و لطف ہے' اپنے ان عذابوں کا قبل از وقت بیان کر دینا تا کہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں یہ بھی اس کی نعمت ہے اس لئے فرمایا پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

اس شخص کیلئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو دو جنتیں ہیں ○ پس اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کو تم جھوٹا جانتے ہو؟ ○ دونوں جنتیں بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں ○ پھر اپنے رب کی کس نعمت کو جھوٹا سمجھتے ہیں؟ ○ ان دونوں جنتوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں ○ سواے جن و انس! تم اپنے رب کی کونسی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے؟ ○ ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میوے بھی جوڑا جوڑا ہوں گے ○ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟ ○

آخرت کی فکر کرنے والوں کے لیے جنت: ابن شوذب اور عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت ﴿وَلِمَنْ خَافَ﴾ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' حضرت عطیہ بن قیس رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلا دینا تا کہ میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنے پر نہ ملوں یہ کلمہ کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اسے جنت میں لے گیا۔ [3] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور اپنے آپ کو نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا زندگانی دنیا کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائیدار سمجھتا ہے فرائض بجالاتا ہے محرمات سے رکتا ہے' قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی۔ صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا تمام سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزوجل کے چہرے پر ہے یہ جنت

---

[1] [الغاشیہ : ٥].

[2] [الاحزاب : ٥٣]

[3] [الدرالمنثور (٢٠٢/٦)]

عدن میں ہوں گے ① یہ حدیث صحاح کی اور کتابوں میں بھی ہے بجز ابوداؤد کے' راوی حدیث حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلِمَنْ خَافَ﴾ اور ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ﴾ کی۔ سونے کی دو جنتیں مقربین کیلئے اور چاندی کی دو جنتیں اصحاب یمین کیلئے۔ ② حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگر چہ زنا اور چوری بھی اس سے ہوگئی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے پھر یہی کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (نسائی) ③

بعض سند سے یہ روایت موقوف بھی مروی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جس دل میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا وہ چوری کرے' یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں بھی جو ایمان لائیں اور تقویٰ کریں وہ جنت میں جائیں گے' اسی لئے جن وانس کو اس کے بعد خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز وشاداب ہیں بہترین اعلیٰ خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو۔ ﴿اَفْنَانٍ﴾ شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں۔ یہ اپنی کثرت سے ایک دوسرے سے ملی جلی ہوئی ہوں گی اور سایہ دار ہوں گی جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا' عکرمہ رحمہ اللہ یہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں وارد کرتے ہیں' یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی' رنگ برنگ کی ہوں گی۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گی' کشادہ اور گھنے سایہ والی ہوں گی۔ یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ان میں کوئی منافاۃ نہیں یہ تمام اوصاف ان شاخوں میں ہوں گے' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سو سال تک اس میں چلا جائے۔ یا فرمایا کہ سو سوار اس کے تلے سایہ حاصل کر لیں۔ سونے کی ٹڈیاں اس

---

① [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب من تفسیر سورة الرحمن (٤٨٧٨)، (٧٤٤٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان (٤٤٧۔ ٢٩٦) ترمذی : کتاب صفه الجنة : باب ما جآء فی صفة غرف الجنة (٢٥٢٨) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (١٨٦) مسند احمد (٤١١/٤)]

② [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٠٨٩)]

③ [صحیح :تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٠٨٨) نسائی فی التفسیر (٥٨٠) وفی السنن الکبری (٤٧٩/٦) طبرانی اوسط (٢٩٣٢) بغوی (٤١٨٩) مسند احمد (٤٤٢/٦) اتحاف الخیرة المهرة (٦١٢٦) مسند بزار (البحر الزخار۔ ٤١٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٨٣٢٩)] شیخ البانی ؒ نے بھی اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [ظلال الجنة (٩٧٥)]

پر چھائی ہوئی تھیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں اور بہت بڑے گول جتنے تھے۔ (ترمذی)[1]

پھر ان میں نہریں بہہ رہی ہیں تا کہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں اور بکثرت عمدہ پھل لائیں۔ اب تو تمہیں اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے۔ ایک کا نام تسنیم ہے دوسری کا سلسبیل ہے۔ یہ دونوں نہریں پوری روانگی سے بہہ رہی ہیں۔ ایک ستھرے پانی کی دوسری لذت والی بے نشے کے شراب کی۔ ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے موجود ہیں۔ اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس تو ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو کیونکہ وہاں کی نعمتیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آ سکتی ہیں، تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی۔ ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں حقیقت اور لذت بالکل ہی جداگانہ ہے یہاں تو صرف نام ہیں اصلیت تو جنت میں ہے اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

یہ جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○ وہاں شرمیلی، نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا ○ پس اپنے پالنے والے کی نعمتوں میں سے تم کس کے منکر ہو؟ ○ وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی ○ پس اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟ ○ نیکی کاری کا بدلہ ہی بہت بڑا انعام واحسان ہے ○ پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے؟ ○

اہل جنت کا ذکر: جنتی لوگ بے فکری سے تکئے لگائے ہوئے ہوں گے، خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں، ان کے بچھونے بھی اتنے اعلیٰ ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر دبیز اور خالص زریں ریشم کا ہوگا پھر اوپر کا ابرا کچھ ایسا ہوگا، اسے تم آپ سوچ لو۔ مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہم فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا۔ جو سراسر اظہار رحمت و نور ہوگا۔ پھر اس پر بہترین گلکاریاں ہوں گی،

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جآ فی صفة ثمار اهل الجنة (۲۵۴۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۲۵۶/۴)]

جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان جنتوں کے پھل جنتیوں کے بالکل قریب ہوں گے۔ جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں لیٹے ہوں بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں' خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ [1] اور فرمایا ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا﴾ [2] الخ' یعنی بے حد قریب میوے ہیں لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں خود شاخیں جھک جھک کر انہیں میوے دے رہی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی نعمتوں کے انکار سے باز رہو۔

چونکہ فروش کا بیان ہوا تھا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فروش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی' جو عفیفہ پاکدامن' شرمیلی نگاہوں والی ہوں گی اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظر نہ ڈالیں گی اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے' یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی اللہ کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں' اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری اچھوتی نوجوان ہوں گی ان جنتیوں سے پہلے ان کے پاک جسم کو کسی انس و جن کا ہاتھ نہیں لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔

حضرت ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جنیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے۔ پھر یہی آیتیں تلاوت کیں۔

پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی' خوبی اور حسن میں ایسی ہوں گی جیسے یاقوت و مرجان' یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں' پس مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں' اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی' پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ پڑھی اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں دھاگہ پرو دو تو باہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم) یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام ترمذی اسی کو زیادہ صحیح بتاتے ہیں۔ [3] مسند احمد میں ہے پیغمبر مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں ایسی ہوں گی کہ ستر ستر حلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک

---

[1] [سورة الحاقه : آيت ٢٣]

[2] [سورة الدهر : آيت ١٤]

[3] [ضعیف :ترمذی : كتاب صفة الجنة : باب فی صفة نسآء اهل الجنة (٢٥٣٣)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

نمودار رہے گی بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا [1] صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذاکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟ کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہوگی ان کے پیچھے جو جماعت ہوگی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہوگی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بغیر بیوی کے نہیں ہوگا۔ [2] اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی راہ کی صبح اور شام ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔ جنت میں جو جگہ ملے گی اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین آسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے۔ ان کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے' صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث ہے۔ [3] پھر ارشاد ہے کہ جس نے دنیا میں نیکی کی اس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں' جیسے ارشاد ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [4] نیکی کرنے والے کیلئے نیکی ہے اور زیادتی یعنی جنت اور دیدار باری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے [5] اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ اس کا احسان اور فضل و کرم ہے اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی خیال میں رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو اندھیری رات میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا خبردار ہو جاؤ اللہ کا سودا بہت گراں ہے یاد رکھو! وہ سودا جنت ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو غریب بتاتے ہیں [6] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲/۳۴۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور دوسری اسناد سے اس معنی کی روایات امام مسلم نے بھی نقل فرمائی ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفة الجنة (۲۸۳۴۔ ۱۴)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل الجهاد (۲۷۹۶) مسند احمد (۳/۲۶۴)]

[4] [سورۃ یونس: آیت ۲۶]

[5] [ضعیف : بغوی فی التفسیر (۴۱/۲۵۱)] اس کی سند میں بشر بن حسین راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القيامة (۲۴۵۰)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۹۵۴۔ ۲۳۳۵)]

اللہ ﷺ سے میں نے منبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے آیت ﴿وَلِمَنْ خَافَ﴾ پڑھی تو میں نے کہا اگرچہ زنا کیا ہو؟ اگرچہ چوری کی ہو؟ باقی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ ﴿٦٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٦٧﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي
الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٧﴾ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

اور ان دو کے سوا دو جنتیں اور ہیں ○ پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں ○ بتاؤ اب پروردگار کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان میں دو بہ جوش ابلنے والے چشمے ہیں۔ پھر تم اپنے پالنہار کی کونسی نعمت کا جھوٹ ہونا کہہ رہے ہو؟ ○ ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے ○ کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟ ○ ان میں نیک سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں ○ پس تمہارے جھٹلانے کا تعلق اللہ کی کس نعمت کے ساتھ ہے؟ ○ گوری رنگت کی حوریں یعنی خیموں میں محفوظ ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو اب تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان حوریں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا ○ پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ پس اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے ○

داہنے ہاتھ والے اور مقرب لوگ: یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزرا اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی۔ پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی۔ الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو ان دو سے کم ہیں، جس کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا ذکر اور صفت ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی، پھر یہاں ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا﴾ فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں وہاں ان کی تعریف میں ﴿ذَوَاتَا أَفْنَانٍ﴾ کہا تھا یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخوں دار۔ یہاں فرمایا ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سبز۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبزی سے پر، قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے، الغرض وہاں شاخوں کی پھیلاوٹ بیان ہوئی یہاں درختوں کی بکثرت بیان فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے، ان

کی نہروں کی بابت لفظ ﴿تَجْرِيَانِ﴾ ہے اور یہاں لفظ ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ ہے یعنی ابلنے والی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نضخ سے جری یعنی ابلنے سے بہنا بہت برتری والا ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی پر ہیں پانی رکتا نہیں اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا اس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لئے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کمیت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں' کیونکہ یہاں لفظ فاکھہ گو نکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے اس لئے عام نہ ہوگا' اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل ورمان کہہ دیا۔ جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ کھجور اور انار کو خاصۃً اس لئے ذکر کیا کہ اور میووں پر انہیں شرف ہے۔

مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں ہیں' انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ۔ انہوں نے کہا وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔ [1] ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریشہ کا جنتیوں کا لباس بنے گا۔ یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے' اس کے تنے سبز زمردیں ہوں گے اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے گٹھلی بالکل نہ ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج۔ [2] خیرات کے معنی بکثرت اور بہت حسین' نہایت نیک خلق اور بہتر خلق۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مروی ہیں [3] ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین جو گانا گائیں گی ان میں یہ بھی ہوگا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاوندوں کیلئے پیدا کی گئی ہیں' یہ پوری حدیث سورۂ واقعہ کی تفسیر میں ابھی آئے گی' انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو؟ حوریں جو خیموں میں رہتی ہیں' یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں' پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے' گو پردہ دونوں

---

[1] [ضعیف : مسند عبد بن حمید کما فی المطالب العالیة (٤٠١/٤) مشکل الآثار للطحاوی (٤٩٧٦)]
حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں حصین بن عمر احمسی راوی ضعیف ہے۔ [اتحاف الخیرة المهرة (٧٨٦٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس راوی کو متروک کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الترغیب (٢٤٢/٢)]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں ابو ھارون عبدی راوی ضعیف ہے، کچھ اہل علم تو اسے کذاب کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣١٧٢) طبرانی کبیر (٣٦٧/٢٣)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ اور امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٢٢/٧)]

صورتوں میں حاصل ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کیلئے خیرہ یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کیلئے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں جن میں سے ہر روز تحفہ کرامت اور ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے۔ نہ وہاں کوئی فساد ہے' نہ سختی' نہ گندگی' نہ بدبو۔ حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہے در مجوف' جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں مومن ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ [1] دوسری روایت میں چوڑائی کا تیس میل ہونا مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا' چار فرسخ چوڑا۔ جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوکھٹیں سونے کی ہوں گی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی (۸۰) ہزار خادم ہوں گے اور بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گی اور لؤلؤ زبرجد کا محل ہوگا جو جابیہ سے صنعا تک پہنچے۔ [2] پھر فرماتا ہے ان بے مثل حسینوں کے پنڈے اچھوتے ہیں کسی جن انس کا گزر ان کے پاس نہیں ہوا۔ پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے ہاں پہلے جنت کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں' یہاں ان کیلئے یہ نہیں فرمایا گیا' پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہئے' یہ جنتی سبز رنگ' اعلیٰ قیمتی فرشوں' غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے' تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکئے لگے ہوئے ہوں گے' یہ تخت' یہ فرش' یہ تکئے جنت کے باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے' کوئی سرخ رنگ ہوگا کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ' جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے' دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جا سکے یہ بستر مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے' کئی کئی رنگ کے ملے جلے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے' ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے' خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں' چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو [3] یہاں بھی خیال فرمائیے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش و فروش

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب حور مقصورات فی الخیام (٤٨٧٩) صحیح مسلم : کتاب الجنة (٢٣) مسند احمد (٤/ ٤١١)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لادنی اهل الجنة من الکرامة (٢٤٦٢) صحیح ابن حبان (٧٤٠١)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی (٢٥٦٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی (٣٦٨٢) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه (٢٣٩٣) مسند احمد (٢/ ٣٦٨)]

اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے' وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استر یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیز عمدہ ریشم ہوگا پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا اس لئے کہ جس کا استر اتنا اعلیٰ ہے اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے' جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کے بارے سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں' پھر احسان کے بارے میں' پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم و وہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتیوں میں سے کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے ہیں۔ آمین

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گزاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔ وہ عظمت و کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو اس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دے گا (احمد) [1] ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور عامل قرآن کی جو قرآن میں کمی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو عزت کی جائے۔ [2] ابو یعلیٰ میں ہے ﴿یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾ کے ساتھ چمٹ جاؤ' ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی سند کو غیر محفوظ اور غریب بتاتے ہیں [3] مسند احمد میں دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اس میں یا کا لفظ نہیں [4] جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چمٹ جائے اسے تھام لے تو عرب کہتے ہیں اَلَظَّ یہی لفظ اس حدیث میں آیا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ الحاح و خلوص و عاجزی اور مسکینی کے ساتھ ہمیشگی اور لزوم سے دامن الٰہیہ میں لٹک جاؤ' صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۹۹/۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوالعذ راء راوی ہے جسے امام ابو حاتمؒ نے مجہول کہا ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۰۹/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابوالعذ راء کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۷۳٤)]

[2] [حسن : ابوداود : کتاب الادب : باب فی تنزیل الناس منازلھم (٤٨٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب قول یا حی یا قیوم (۳۵۲۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (۱۵۳٦)]

[4] [حسن : مسند احمد (۱۷۷/٤) مستدرک حاکم (٤۹۸/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہہ لیں ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ [1] الحمدللہ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ رحمٰن کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الواقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورۂ ہود' سورۂ واقعہ' سورۂ المرسلات سورۂ نباء' سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا' اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ لائے ہیں اور اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ [2] حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعات میں ایک روایت لائے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جانبر نہ ہوئے۔ اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے' پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا۔ دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی' پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے' پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مال کی کوئی حاجت نہیں' کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئے گا' فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنئے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر روز پڑھ لیا کرے اس کو ہرگز فاقہ نہیں پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابوظبیہ بھی اس سورت کو بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ [3]

مسند احمد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو لیکن آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپ ﷺ سورۂ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : كتاب المساجد ومواضع الصلوة : باب استحباب الذكر بعد الصلوة وبيان صفته (١٣٥ـ ١٣٦) ابو داؤد : كتاب الوتر : باب ما يقول الرجل اذا سلم (١٥١٢) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوة والسنة فيها : باب ما يقال بعد التسليم (٩٢٤) ترمذی : كتاب الصلوة : باب ما يقول اذ سلم من الصلوة (٢٩٨) نسائی : كتاب السهو : باب الذكر بعد الاستغفار (١٣٣٧)]

[2] [صحیح ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الواقعه (٣٢٩٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (٩٥٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف تاريخ دمشق (٢٩٤) ابن عبد البر فی التمهيد (٢٦٩/٥) ابن الجوزی فی العلل (١٥١) ابن السنی فی عمل اليوم والليلة (٦٧٤) بيهقی فی شعب الايمان (٢٤٩٨)] حافظ ابن عراق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے کمزور روایات کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ [تنزيه الشريعة (٣٠١/١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٢٨٩)]

تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝۹ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جب قیامت قائم ہو جائے گی ○ جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ○ وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی ○ جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی ○ اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے ○ اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے ○ پس داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ○ اور بائیں ہاتھ والے کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا ○ اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں ○ وہ بالکل نزدیکی حاصل کئے ہوئے ہیں ○ آرام دہ جنتوں میں ہیں ○

قیامت کا ایک نام واقعہ: واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ (۲) اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی' اس کا واقعہ ہونا حتمی امر ہے' نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ﴾ (۳) الخ' اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اور جگہ فرمایا ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ (۴) سائل کا سوال اس عذاب کے متعلق ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (۵) الخ' جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ وہ عالم غیب وظاہر ہے اور وہ حکیم وخبیر ہے' قیامت کاذبہ نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے۔ (۶)

---

(۱) **[صحیح لغیرہ:** مسند احمد (۵/۱۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۹۹۵)].

(۲) [سورۃ الحاقہ : آیت ۱۵]

(۳) [سورۃ الشوریٰ : آیت ۴۷]

(۴) [سورۃ المعارج : آیت ۱-۲]

(۵) [سورۃ الانعام : آیت ۷۳]

(۶) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۲۲)]

﴿كَاذِبَةٌ﴾ مصدر ہے جیسے "عَاقِبَةٌ" اور "عَافِيَةٌ" وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے، بہت لوگوں کو پست کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کردے گا اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا گو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے، دشمنان الٰہی ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے، متکبرین کو وہ ذلیل کردے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کردے گی وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر اک کو چوکنا کردے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی پھر اونچی ہوگی اور دور والوں کو سنائے گی، زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی، چپہ چپہ کپکپانے لگے گا، طول و عرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا، اور بے طرح ہلنے لگے گی، یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ ① ۔

اور جگہ ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ ② لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جگہ الفاظ ﴿كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ③ آئے ہیں، پس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے هَبَاءً ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں، نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ مُنۢبَثٌ اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کردے اور پھیلا کر نابود کردے جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کردیتی ہے۔ اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے، ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔

ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے، یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔

دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے یہ سب جہنمی ہیں، اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں یہ اہل جنت کے سردار ہیں ان میں رسول ہیں، انبیاء علیہم السلام ہیں، صدیق و شہداء ہیں۔ یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں۔ پس تمام اہل محشر کی یہ تین قسمیں ہو جائیں گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۂ فاطر میں فرمایا ہے ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا

---

① [سورة الزلزلة : آيت ١] ② [سورة الحج : آيت ١]

③ [سورة المزمل : آيت ١٤]

الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ ① یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جبکہ ﴿ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ﴾ کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر گزر چکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ﴿ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴾ ② جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم کے ہو جاؤ گے، یعنی اصحاب یمین، اصحاب شمال اور سابقین۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں یہ سب جہنمی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں ③ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے لوگ کون جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جب اپنا حق دیئے جائیں تو قبول کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کیلئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ ④ سابقین کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام اہل علیین، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے وہ مومن جن کا ذکر سورۂ یاسین میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے ایمان لائے تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر گئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی، ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے ایمان لائے تھے، وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں، جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں، قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿ وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ⑤ الخ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان

---

① [سورۃ فاطر : آیت ۳۲]   ② [سورۃ التکویر : آیت ۷]

③ [**ضعیف** : مسند احمد (۵/۲۳۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن اور معاذؓ کے درمیان منقطع ہے، نیز براء بن عبد اللہ غنوی راوی بھی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [**ضعیف** : مسند احمد (۶/۶۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۴۳۷۹)]

⑤ [سورۃ آل عمران : آیت ۱۳۳]

وز مین کے ہے، پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں اللہ کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا، ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین اللہ ہیں یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اللہ کی جناب میں عرض کی کہ تو نے ابن آدم کیلئے تو دنیا بنادی ہے وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے چاہا اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ "کُنْ" سے پیدا کیا، حضرت امام دارمی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں وارد کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾

بہت بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا○ اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے○ یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر○ ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے○ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آمدورفت کریں گے○ آبخورے اور آفتابے لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو○ جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے○ اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں○ اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں گے○ اور گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں○ جو اچھوتے موتیوں کی طرح ہیں○ یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا○ نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات○ صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی○

مقربین کے لیے جنت میں انعامات: ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلوں میں ہیں اور کچھ پچھلوں میں سے بھی ہیں، ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں، مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے، امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی پختگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری۔ پس یہ آیت اتری ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہو گی جن میں تم بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ [1] ابن عساکر رحمہ اللہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا سنو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک ثلۃ ہے اور صرف میری امت ثلۃ ہے، ہم اپنے ثلۃ کو پورا کرنے کیلئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ [2] لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے، ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آخر تک پس الحمد للہ یہ ایک بہترین خوشخبری ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ مقربین بارگاہ صمدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہو گی۔ آگے اللہ کو علم ہے۔ دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول راجح ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے اے اللہ ہمیں اصحاب یمین میں کر دے ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے جو گزر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یونہی ہو یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے۔

چنانچہ صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ

---

[1] [**حسن لغیرہ وھذا اسناد ضعیف** : مسند احمد (۲/۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۹۰۸۰)]

[2] [**ضعیف** : ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۱۱/۵۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں عروہ بن رویم نے جابر سے روایت کی ہے اور عروہ کی جابر سے روایت مرسل ہوتی ہے جیسا کہ "جامع التحصیل للعلائی" (۲۳۶) میں ہے۔]

ہے پھراس کے بعد والا پھراس کا متصل زمانہ الخ[1] ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانہ کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانہ کی[2] تو یہ حدیث جبکہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے اس امر پر محمول ہے کہ جس طرح دین کو شروع میں لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول ﷺ پر جمائیں اس کی روایتیں کریں اسے لوگوں پر ظاہر کریں، لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخر بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہوتا ہے اس لئے کہ شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگیں نہیں نہ ان کی جڑیں جمیں۔

اسی لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی ان کے دشمن انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اس طرح ہوں۔[3]

الغرض یہ امت باقی امتوں سے افضل واشرف ہے اور اس میں مقربین الٰہیہ بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں، اور بہت بڑے مرتبے والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی ﷺ کے عالی مرتبہ ہونے کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں۔ تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے[4] طبرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہو گی کہ گویا رات آ گئی زمین کے تمام کناروں کو گھیر لے گی فرشتے کہیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں ان سے بہت ہی زیادہ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔[5] مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل نبوۃ میں وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے ہوئے ہی ستر (۷۰) مرتبہ یہ پڑھتے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا﴾ پھر فرماتے ستر (۷۰) کے بدلے سات سو ہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے پھر دو مرتبہ اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور چونکہ حضور ﷺ کو خواب اچھا معلوم ہوتا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۵۰۔ ۳۶۵۱) مسند احمد (۱/ ۳۷۸)]

[2] [حسن بالشواهد: مسند احمد (۳۱۹/٤)] شواہد کی بنا پر حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (٦/٧)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان (۲٤۷)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان (۳۶۹۔۳۷۰)]

[5] [ضعیف: طبرانی کبیر (۳٤۵۵) مجمع الزوائد (۱٦۸۵)] اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔]

تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

ابن زمل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک خواب دیکھا ہے' فرمایا اللہ تعالیٰ خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کیلئے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' اپنا خواب بیان کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ' آسان' نرم' بیشمار لوگ اس راستے سے چلے جا رہے ہیں یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھ نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ کبھی نہیں دیکھا پانی ہر سو رواں ہے' سبزے سے اٹا پڑا ہے انواع واقسام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں دائیں بائیں نہیں گئے۔ پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی' جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے جانوروں کو چرانا چگانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے پھر تو بہت سارے لوگ آئے جب ان کا گزر ان گل وگلزاروں پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے میں نے یہ دیکھا لیکن میں تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ اس کے اعلیٰ درجے پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد جب کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ ﷺ کے بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرے پر بکثرت تل ہیں ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق وعادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں' آپ لوگ سب آن کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سے آگے ایک دبلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے میں نے دیکھا کہ گویا آپ ﷺ اسے اٹھا رہے ہیں' یہ سن کر حضور ﷺ کا رنگ متغیر ہو گیا تھوڑی دیر میں آپ کی یہ حالت بدل گئی اور آپ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو دین ہے جسے میں لے کر اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو' ہرا بھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے اور اس کی عیش وعشرت کا دل لبھانے والا سامان' میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم تو اس سے گزر جائیں گے نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا نہ اس کا تعلق ہم سے' نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی' پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی ان میں سے بعض تو دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے' پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے گی جو دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی فانا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات

ہو جائے گی جس منبر کے آخری ساتویں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزارویں سال میں ہوں میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی ہو چکا ہے اور جنہیں تم نے میرے بائیں ہاتھ دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سا دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتداء اور تابعداری کرتے ہیں اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑا کر رہا ہوں اس سے مراد قیامت ہے جو میری امت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا' نہ میری امت کے بعد کوئی امت آئے گی۔ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ خواب بیان کر دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ [1] ان کے بیٹھنے اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ جگہ موتی ٹکے ہوئے ہوں گے در و یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ فعیل معنی میں مفعول کے ہے اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیئے ہوئے نہ ہوگا' وہ غلمان ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں گے نہ بوڑھے ہوں گے۔ نہ ان میں تغیر و تبدل آئے۔ ﴿اَكْوَابٌ﴾ کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو اور ﴿اَبَارِيْقُ﴾ وہ آفتابے جو ٹونٹی دار پکڑے جانے کے قابل ہوں یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہہ رہے ہیں' جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انہیں دردسر ہو نہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہو گی۔ شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ سر درد تے اور پیشاب' پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصانوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے۔ پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائے گا' یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے اردگرد گھومتے رہیں گے تاکہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں۔

---

[1] [اسنادہ موضوع : بیھقی فی دلائل النبوۃ (۷/۳۶۔۳۸)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سلیمان بن عطا راوی ہے جو مسلمہ بن عبداللہ سے کچھ موضوع اشیاء روایت کیا کرتا تھا۔]

اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے' مسند ابو یعلی موصلی میں ہے حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے میرے ساتھ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرائے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا عکراش بن ذویب فرمایا اپنا نسب نامہ دور تک بیان کر دو میں نے مرہ بن عبید تک کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ زکوٰۃ مرہ بن عبید کی ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے پھر حکم دیا کہ صدقے کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انہیں بھی ملا دو پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کہ ہاں ایک بڑے لگن میں ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی روٹی آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں نے کھانا شروع کیا۔ میں ادھر ادھر سے نوالے لینے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا' اور فرمایا اے عکراش! یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے ایک جگہ سے کھاؤ۔ پھر ایک سینی تر کھجوروں کی یا خشک کھجوروں کی آئی میں نے صرف سامنے جو تھیں انہیں کھانا شروع کیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینی کے ادھر ادھر سے جہاں جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا اے عکراش! اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں جہاں سے چاہو کھاؤ جس قسم کی کھجور چاہو لے لو' پھر پانی آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر اور سر پر تین دفعہ پھیر لئے اور فرمایا اے عکراش! یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو۔ (ترمذی اور ابن ماجہ) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب پسند تھا بسا اوقات آپ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا لگتا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا کہ میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینے سے لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا پھر میں نے ایک دھماکہ سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو دیکھا بارہ شخصوں کے نام لئے انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا فرماتی ہیں انہیں لایا گیا یہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں حکم ہوا کہ انہیں نہر بیذخ میں لے جاؤ یا بیذخ کہا' جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے پھر ایک

---

[1] **[ضعیف** :ترمذی : کتاب الاطعمۃ : باب ما جاء فی التسمیۃ فی الطعام (۱۸۴۸) ابن ماجہ : کتاب الاطعمۃ : باب الاکل مما یلیک (۳۲۷۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبید اللہ بن عکراش راوی ہے، امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث ثابت نہیں اور علاء بن فضل راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

سونے کی سینی میں گدری کھجوریں آئیں جوانہوں نے اپنی حسب منشا کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف چنے ہوئے تھے جس میوے کو جی چاہتا تھا لیتے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے' مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں فلاں اشخاص جنہیں آپ ﷺ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لئے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بی بی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا' حضور ﷺ نے ان نیک بخت صحابیہ رضی اللہ عنہا کو پھر بلوایا اور فرمایا اپنا خواب دوبارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے۔ ① طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں اس جیسا اور پھر لگ جائے گا۔ ② مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرند بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے' آپ نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی ناز و نعمت والے ہوں گے۔ تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرما کر پھر فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔ ③

حافظ ابو عبداللہ مقدسی کی کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا پس حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے جس کی طولانی کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں اس کی ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے پتے بڑے چوڑے ہیں ان پر بختی اونٹنی کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے آپ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور ان شاء اللہ تم بھی انہی میں سے ہو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہ پچھلا حصہ مروی ہے۔ ④ ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عز و جل نے عطا فرمائی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

① **[صحیح** : مسند احمد (۳/۱۳۵) مسند ابو یعلی (٤٤/٦)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۷۹/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۳۸۵)]

② **[ضعیف** : طبرانی کبیر (۱٤٤۹) مسند بزار (۳۵۳۰) مجمع الزوائد (٤١٤/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف و مدلس ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

③ **[صحیح وھذا اسناد ضعیف** : مسند احمد (۳/۲۲۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی شواہد کی بنا پر یہ روایت صحیح ہے)۔[الموسوعة الحديثية (۱۳۳۱۱)]

④ [السلسلة الصحيحة (۲۵۱٤)]

نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہے۔ (ترمذی) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ (1)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دسترخوان پر وہ آئے گا اس کے ہر پر سے ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جدا گانہ' پھر وہ پرند اڑ جائے گا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کے راوی رصافی اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں۔ (2) ابن ابی حاتم میں ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی پرند مثل اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آ جائے گا وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے گا۔ (3)

حور کی دوسری قرأت ''ر'' کے زیر سے بھی ہے۔ پیش سے تو یہ مطلب ہے کہ جنتیوں کیلئے حوریں ہوں گی اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا اگلے اعراب کی ماتحتی میں یہ اعراب بھی ہے' جیسے ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ (4) میں زبر کی قرأت ہے اور جیسے کہ ﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ﴾ (5) میں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہوں گے لیکن ان کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر' واللہ اعلم۔ یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تر و تازہ سفید صاف موتی ہوں' جیسے سورۂ صافات میں ہے ﴿كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ (6) سورۂ رحمان میں بھی یہ وصف مع تفسیر گزر چکا ہے۔ یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگزاری کا انعام ہے۔ یہ جنت میں لغو بیہودہ بے معنی خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً﴾ (7) فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے۔ نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا۔ ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے' جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ (8) ان کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔ ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

---

(1) [صحيح : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی صفة طير الجنة (٢٥٤٢) مستدرك حاكم (٥٣٧/٢) مسند احمد (٢٢٠/٣)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (٢٥١٤)]

(2) [ضعيف : ابو نعيم فی صفة الجنة (٣٤٠)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

(3) [ضعيف : ابو نعيم فی صفة الجنة (٣٤١)] اس کی سند میں حمید بن عطاء ضعیف ہے۔]

(4) [سورة المائده : آیت ٦]

(5) [سورة الدهر : آیت ٢١]

(6) [الصافات : ٤٩]

(7) [الغاشيه : ١١]

(8) [ابراهيم : ٢٣]

وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ؕ﴿۲۷﴾ فِىۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۙ﴿۲۸﴾ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۙ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۙ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۙ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ ۙ﴿۳۲﴾ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ۙ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ؕ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ۙ﴿۳۵﴾ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا ۙ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتۡرَابًا ۙ﴿۳۷﴾ لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ؕ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ﴿۴۰﴾

اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ○ وہ کانٹوں بغیر کی بیریوں ○ اور تہہ بہ تہہ کیلوں ○ اور لمبے لمبے سایوں ○ اور بہتے ہوئے پانیوں ○ اور بکثرت پھلوں ○ جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں ○ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے ○ ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے ○ اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دیا ہے ○ وہ محبوبہ اور ہم عمر ہیں ○ دائیں ہاتھ والوں کیلئے ہیں ○ جم غفیر ہے اگلوں میں سے ○ اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے ○

داہنے ہاتھ والوں کے لیے جنتی نعمتیں: سابقین کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں۔ ان کا کیا حال ہے اسے سنو' یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹے دار نہیں۔ اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں۔ جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے' پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے۔

حضرت ابو بکر بن سلمان نجاد رحمہ اللہ نے ایک روایت وارد کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے' آپ نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا بیری کا درخت' آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ ﴿مَخۡضُوۡدٍ﴾ نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں ہر ایک بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا [1] یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی مروی ہے اس میں لفظ طَلۡح ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے۔ [2] طلح ایک بڑا درخت ہے جو حجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے' یہ کانٹے دار درخت ہوتا ہے اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر نے اس کی شہادت عربی کے شعر سے بھی دی ہے۔ ﴿مَنۡضُوۡدٍ﴾ کے معنی تہہ بہ تہہ پھل والا' پھل سے لدا ہوا۔ ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عرب ان کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند

---

[1] [صحیح لغیرہ : ابن ابی الدنیا کما فی الترغیب والترہیب (٤٣٤/٤)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مستدرک حاکم (٤٧٦/٢)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (٣٧٤٢)]

[2] [صحیح :طبرانی کبیر (١٣٠/١٧) ابو نعیم فی الحلیة (١٠٣/٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٤١٧/١٠)]

کرتے تھے' یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہو گا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے۔ جوہری فرماتے ہیں طلح بھی کہتے ہیں اور طلع بھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے' تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیری کی ہی صفت ہو' یعنی وہ بیریاں بے خار اور بکثرت پھلدار ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور حضرات نے طلح سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے' اہل یمن کیلے کو طلح کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں۔ لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن سایہ ختم نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو اس آیت کو پڑھو [1] مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد' مسند ابو یعلی میں بھی' مسند کی اور حدیث میں شک کے ساتھ ہے یعنی ستر (۷۰) یا سو (۱۰۰) اور یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے [2] ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے اور اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت چلتا رہے جب تک وہ بوڑھا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا' اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ ابو حصین کہتے ہیں کہ موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابو صالح اور شقیق ضبی بھی تھے اور ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اوپر کی حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں' انہیں تو نہیں تجھے جھٹلاتا ہوں۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا۔ میں کہتا ہوں اس ثابت' صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے' ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ کسی کو دنیوی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں' باجے گاجے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں' یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الواقعہ (۴۸۸۱) صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب (۲۸۲۶) مسند احمد (۴۱۸/۲)]

[2] [صحیح دون الجملۃ :مسند احمد (۴۵۵/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "شجرۃ الخلد" کے الفاظ کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ]

[3] [صحیح :ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ : باب ما جاء فی صفۃ شجرۃ الجنۃ (۲۵۲۵) صحیح ابن حبان (۷۴۱۰)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲۵۷/۴)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

ہے۔ حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال مروی ہے یہ سایہ گھٹتا ہی نہیں نہ سورج آئے نہ گرمی ستائے، فجر طلوع ہونے سے بیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں، جیسے ﴿وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا﴾ [1] اور ﴿اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا﴾ [2] اور ﴿فِي ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ [3] وغیرہ۔ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدائی ہوئی زمین نہ ہوگی، اس کی پوری تفسیر ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ﴾ [4] میں گزر چکی ہے۔

ان کے پاس بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا۔ جیسے اور آیت میں ہے وہاں پھلوں سے روزی دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے بھی دیئے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے، لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔ بخاری و مسلم میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے مٹکوں کے ہوں گے [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور ﷺ کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ [6] ابویعلیٰ میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور ہم بھی پھر آپ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی، پھر پیچھے ہٹ آئے، نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور ﷺ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی، آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سبزی ہے میں نے اس میں سے انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لا کر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر اس میں سے اسے تمہارے پاس لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان مخلوق اسے کھاتی رہتی تاہم اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔ اسی کی مثل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں بھی مروی ہے [7] مسند احمد

---

[1] [سورة النساء : آیت ٥٧] [2] [سورة الرعد : آیت ٣٥]

[3] [سورة المرسلات : آیت ٤١] [4] [سورة محمد : آیت ١٥]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق (٣٢٠٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٦٢۔ ٢٦٤)]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب کفران العشیر و کفر دون کفر (٢٩)، (١٠٥٢)، (٣٢٠٢) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب ما عرض علی النبی فی صلاۃ الکسوف من او الجنة والنار (٢١٠٦) ابو داؤد : کتاب صلوٰۃ الاستسقاء : باب القراءۃ فی صلاۃ الکسوف (١١٨٩) نسائی : کتاب الکسوف : باب قدر القراۃ فی صلاۃ الکسوف (١٤٩٢) مسند احمد (٢٩٨/١)]

[7] [صحیح : صحیح مسلم (٩٠٤) مسند احمد (٣٥٣/٣)]

میں ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر آنحضرت ﷺ سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا پوچھا کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہاں طوبیٰ نامی درخت بھی ہے؟ پھر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں ۔ کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں' فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں ایک ہی تنا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ البتہ اس کا مشابہ ہے' اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے اتنے بڑے ۔ وہ کہنے لگا اس درخت کا تنا کس قدر موٹا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے تب بھی اس کے تنے کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا کتنے بڑے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟ اس نے کہا ہاں' فرمایا پس اتنے ہی بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو۔[1] پھر یہ میوے بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ کبھی ختم ہوں نہ ان سے کبھی روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں' یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد بلکہ یہ میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب طلب کریں پالیں اللہ کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے' بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کو بھی آڑ نہ ہوگی نہ دوری ہوگی نہ حاصل کرنے میں تکلف اور تکلیف ہوگی۔ بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا' جیسے کہ اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے۔ ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے۔[2]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی آسمان و زمین کے برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہوتا ہے۔ ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے' پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشدین سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ روایت ابن جریر' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اسی (۸۰) سال کی ہے۔ اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لئے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی پس ان

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۸۳/٤) طبرانی کبیر (۱۲٦/۱۷)] اس کی سند میں عامر بن زید مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الواقعه (۳۲۹٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱۸/۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲٦۲/٤)] اس کی سند میں رشدین بن سعد راوی ضعیف ہے۔]

کی طرف ضمیر پھیر دی۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں توارت کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں پس قرینہ کافی ہے۔ لیکن ابوعبیدہ کہتے ہیں پہلے مذکورہ ہو چکا۔ ﴿وَحُورٌ عِينٌ﴾ ۔

پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے اس کے بعد کہ وہ بالکل پھوس بڑھیا تھیں ہم نے انہیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ اپنی ظرافت و ملاحت سے حسن وصورت و جسامت سے خوش خلقی اور حلاوت کی وجہ سے اپنے خاوندوں کی بڑی پیاریاں ہیں، بعض کہتے ہیں عرباء کہتے ہیں ناز و کرشمہ والیوں کو۔ حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نوعمر وغیرہ کر دیا ہے [1] اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا ثیبہ تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسی کر دے گا [2] ایک بڑھیا عورت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا ام فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی، وہ روتی ہوئی واپس لوٹیں تو آپ نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھا دو مطلب یہ ہے کہ بڑھیا نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدائش میں پیدا کریں گے پھر باکرہ کر دیں گے شمائل ترمذی وغیرہ۔ [3]

طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حورعین کی خبر مجھے دیجئے آپ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے گدھ کا پر۔ میں نے کہا ﴿لُؤْلُؤِ مَّكْنُونِ﴾ کی بابت خبر دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا دن کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو، میں نے کہا ﴿خَيْرَاتٌ حِسَانٌ﴾ [4] کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت میں نے کہا ﴿بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ [5] سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہو گی جو اندر رہوتی ہے، میں نے ﴿عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ کے معنی دریافت کئے، فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنا دیا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابرا ہوتا ہے، میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں، روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں، سفید ریشم، سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور

---

[1] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الواقعه (۳۲۹۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۳۹۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۳۹۳)] اس میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**مرسل وضعیف** : شمائل ترمذی (۲۴۰) بغوی فی التفسیر (۲۸۳/٤)]

[4] [سورة الرحمن : آیت ۷۰]

[5] [سورة الصافات : آیت ٤٩]

بخوردان موتی کے، کنگھیاں سونے کی یہ کہتی رہیں گی

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْاَسُ اَبَدًا

وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا

طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَانَ لَنَا

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں، ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گے ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گے نہیں۔ ہم راضی رہنے والیاں ہیں کہ کبھی غصے نہ ہوں گیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کیلئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کیلئے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بعض عورتوں کے تین تین چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو اللہ تعالیٰ سے کہے گی پروردگار یہ مجھ سے بہت اچھی بودوباش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے، اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ [1] صور کی مشہور مطول حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی، آپ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت لے جاؤں گا اللہ کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے، پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی جو اللہ کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا یہ اس بالا خانہ میں ہوں گی جو یاقوت کا بنا ہوگا اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا اور جڑاؤ جڑا ہوا ہوگا، ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے، یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا، کپڑے گوشت ہڈی، کوئی چیز روک نہ ہوگی اس قدر اس کا جسم صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا، الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی، اور وہ اس کا۔ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے نہ وہ، اس کا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کرے تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے، یہ یونہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں، اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۴۰۲)] اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی ضعیف ہے۔]

کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا۔ کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی [3] طبرانی کی حدیث میں ہے ایک سو کنواریوں کے پاس ایک دن میں ہو آئے گا۔ [4] حافظ عبداللہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما عربا کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی' یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوندان کے عاشق۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ناز و کرشمہ والی ہے اور سند سے مروی ہے کہ معنی نزاکت والی ہے' تمیم بن حذلم کہتے ہیں عربا اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔ زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں' جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ [5] ''اتراب'' کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت اور خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ خوش جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں آپس میں ان میں بیر بغض سوتیا ڈاہ حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں ہم عمر ہوں گی تا کہ بے تکلف ایک دوسری سے ملیں جلیں کھیلیں کودیں' ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی رسیلی اور سریلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی [6] ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا ابو یعلی میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

---

[1] [ضعیف : بیھقی فی البعث والنشور (٦٦٩)] اس کی سند میں اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔]

[2] [حسن : حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [حسن صحیح : ترمذی : کتاب صفۃ الجنۃ : باب ما جاء فی صفۃ جماع اھل الجنۃ (٢٥٣٦) طیالسی (٢٠١٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [ضعیف : طبرانی اوسط (٥٢٦٣)] اس کی سند میں ہشام بن حسان مدلس راوی کا عنعنہ ہے اور محمد بن احمد مجہول الحال ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[5] [ضعیف و منقطع : اس کی سند میں ابن ابی حاتم اور سہل کے درمیان انقطاع ہے۔]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفۃ الجنۃ : باب ما جآء فی کلام الحور العین (٢٥٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلۃ الضعیفۃ (١٩٨٢)]

نَحْنُ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ...... خُلِقْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ ①

ہم پاک صاف خوش وضع' خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کیلئے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔ اور روایت میں خیرات کے بدلے جوار کا لفظ آیا ہے۔ پھر فرمایا یہ اصحاب یمین کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کیلئے محفوظ و مصؤن رکھی گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے ﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ﴾ الخ' کے یعنی ہم نے انہیں ان کیلئے پیدا کیا۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی' چونکہ سخت سردی تھی' بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا' ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے اس لئے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگ لی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا اس جیسی خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری اس نے مجھ سے کہا اے سلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں سے پرورش کر رہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام متعلق "اَتْرَابًا" کے ہو یعنی ان کی ہم عمریں ہوں گی جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات جیسے روشن ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے جیسے روشن ہوں گے یہ پاخانے' پیشاب' تھوک' رینٹ سے پاک ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں گے ان کی انگیٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی ان کی بیویاں حوریں ہوں گی ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے' یہ سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ کے لانبے قد کے ہوں گے۔ ② طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش' گورے رنگ والے' خوش خلق اور خوبصورت سرمگیں آنکھوں والے تینتیس برس کی عمر کے سات ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ ③ اس کا کچھ حصہ ترمذی میں بھی مروی ہے۔ ④ اور حدیث میں ہے کہ گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو دخول جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے' اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی) ⑤ اور روایت میں ہے کہ ان کے قد سات ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار

---

① [ابو نعیم فی صفة الجنة (۲/۲۸۰) مجمع الزوائد (۱۰/۴۲۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ طبرانی نے اسے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔]

② [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم و ذریته (۳۳۲۷) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر و صفا تهم (۲۸۳۴)]

③ [**حسن لغیرہ**: مسند احمد (۲/۲۹۵)] شیخ البانیؒ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (۳۷۰۰)]

④ [**حسن**: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء فی سن اهل الجنة (۲۵۴۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (۴/۲۴۵)]

⑤ [**ضعیف**: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء مالا دنی الارض اهل الجنة من الکرامة (۲۵۶۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (۴۶۷) ضعیف الجامع الصغیر (۵۸۵۲)]

سے ہوں گے قد آدم علیہ السلام حسن یوسف علیہ السلام عمر عیسیٰ یعنی تینتیس سال اور زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی عربی والے ہوں گے' بے بال اور سرمگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا) ①

اور روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنتی درخت کے پاس لایا جائے گا اور وہاں انہیں کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے کپڑے نہ گلیں نہ سڑیں نہ پرانے ہوں نہ میلے ہوں ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو۔ ② اصحاب یمین گزشتہ امتوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا میرے سامنے انبیاء علیہم السلام مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا راوی حدیث حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اتنا فرما کر یہ آیت پڑھی ﴿أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ کیا تم میں سے ایک بھی رشد سمجھ والا نہیں؟ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے' میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارا بھائی موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی تابعداری کرنے والی امت ہے میں نے پوچھا الٰہی پھر میری امت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو' میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے' پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو میں نے کہا الٰہی میں خوش ہوں' مجھ سے فرمایا اب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو میں نے وہاں دیکھا تو وہاں بیشمار لوگ تھے پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے' یہ قبیلہ بنو اسد سے محصن کے لڑکے تھے بدر کی لڑائی میں موجود تھے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہی میں سے کرے آپ نے دعا کی پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میرے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے' پھر آپ نے فرمایا لوگو! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے' ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ گے' یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہوگی۔ پس ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہوں گے' ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا اور سنو!

---

① [**ضعیف**: ذکرہ ابن القیم فی حادی الارواح (۲۱۸)] اس کی سند میں رواد بن جراح راوی ضعیف ہے۔]

② [ابو نعیم فی صفۃ الجنۃ (۲۵۵) وفی الحلیۃ (۳/۵۶) طبرانی صغیر (۲/۱٤)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/٤۰۲)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ہارون کا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔]

شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے راز داری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ اپنے آپ کو تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا اللہ کو گنیں' اور جو پانچ شخص تنہائی میں راز داریاں کر رہے ہیں وہ چھٹا اللہ کو جانیں پھر جو اس سے کم ہوں یا اس سے زیادہ ہوں' وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا اللہ ہے یعنی ان کے حال وقال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے بھی لکھتے جا رہے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ [1] کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیبوں پر اطلاع رکھنے والا ہے' اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ [2] کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جا رہے ہیں' اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے' ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک وتعالیٰ۔ بے شک وشبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے کہ یہاں مراد ذات سے ہونا نہیں بلکہ علم سے ہر جگہ موجود ہونا ہے' ہاں بیشک اس کا سننا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں' پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر تنبیہ کرے گا' اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی اللہ کے علم کے بیان پر کیا (مطلب یہ ہے کہ درمیان میں اللہ کا ساتھ ہونا بیان کیا تھا اس سے بھی از روئے علم کے ساتھ ہونا ہے نہ کہ از روئے ذات کے۔ مترجم)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کانا پھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں

---

[1] [سورۃ التوبہ : آیت ۷۸]
[2] [سورۃ الزخرف : آیت ۸۰]

!اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں جو ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لاپرواہی برتیں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾ ع

بیشک جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بیشک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں' اور منکروں کیلئے تو ذلت کی مار ہے ہی○ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے اعمال سے آگاہ کرے گا' جسے اللہ نے یاد رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے' تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ ان سے کم کا اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں' پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے○

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے لیے ذلت: فرمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت ادبار نحوست اور پھٹکار کے لائق ہیں جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے' اسی طرح یہ بھی اس سرکشی کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے' اسی طرح واضح' اس قدر ظاہر' اتنی صاف اور ایسی کھلی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل میں سرکشی ہو ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کیلئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں' یہاں ان کے تکبر نے اللہ کی طرف جھکنے سے روکا اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا' خوب روندا جائے گا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کر دے گا۔ گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا۔ نہ تو اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں اللہ کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری حالتیں اللہ کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زمان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے' وہ ہر زمین و آسمان کی تمام تر کائنات سے باعلم ہے' تین

تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہاں اس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ [1] زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔ سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں نے اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی رات میں اس کے خلخال کی چمک نے مجھے بے تاب کر دیا آپ نے فرمایا اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ اللہ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے [2] نسائی میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ مرسل ہونے کو اولیٰ بتاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ غلام کو آزاد کرنے کی شرط جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے [3] اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو غلام کو آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری صورت پھر تیسری جیسے کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ [4] ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱/۳۲)]

[2] **[صحیح** : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الظهار (۲۲۲۱) ترمذی : کتاب الطلاق : باب ما ما جآء فی المظاهر بواقع قبل ان یکفر (۱۱۹۹) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب المظاهر یجامع قبل ان یکفر (۲۰۶۵) نسائی : کتب الطلاق : باب الظهار (۳۴۸۷) مستدرك حاکم (۲۰۴/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[3] **[صحیح** : صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب تحریم الکلام فی الصلاة ونسخ ما کان فی اباحته (۵۳۷) نسائی : کتاب السهو : باب الکلام فی الصلاة (۱۲۱۹) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب تشمیت العاطس فی الصلاة (۹۳۰) ، (۳۲۸۲) مسند احمد (۴۴۷/۵)]

[4] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب اذا جآء فی رمضان ولم یکن له شیء (۱۹۳۶) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب تعلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان علی الصائم (۱۱۱۱)]

پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا اگر دو تین مرتبہ میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے' فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو الگ بات ہے' پس حضور ﷺ نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس طلاق کی رسم کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا'[1] (ابن ابی حاتم) حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایلاء اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے لفظ ''مِنْكُمْ'' سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بہ اعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے' لفظ ''مِنْ نِّسَآئِهِمْ'' سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی' حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے' یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا' اس طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟[2] غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا یونہی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی' کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن' پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اور اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں' بقول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے' حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۱۴)]

[2] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الرجل یقول لا مراته یا اختی (۲۲۱۰-۲۲۱۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود]

سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا (ابن جریر) [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہی فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، واللہ اعلم ۔ لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ ''اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ'' تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ' شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا' ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاہلیت کے دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی پچھتانے لگے تو حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کر رہے ہیں' آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ نے حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ کر سنائیں' جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر کیا تو عذر کیا ہمارے پاس غلام نہیں' پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہم روز تین مرتبہ پانی نہ پئیں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں' جب کھانا کھلانے کا ذکر آیا تو کہا چند لقموں پر تو دن گزرتا ہے تو اوروں کو دینا کہاں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسق تیس صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) [2] اس کی سند قوی اور پختہ ہے' لیکن ادائیگی غرابت سے خالی نہیں۔ حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' فرماتے ہیں خولہ بنت دلیج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے اور کج خلق تھے' کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی ۔ یہ بیوی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اس وقت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھو رہی تھیں' جا کر سارا واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے؟ میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں اللہ میری عرض تجھ سے ہے' اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا سر مبارک کا ایک حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی گھوم کر اس دوسری طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دوہرایا' آپ نے پھر یہی جواب دیا' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا دور ہٹ کر بیٹھو' یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہونی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ' وہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں تو واقعی وہ ایسے تھے جیسے انہوں نے کہا تھا' آپ نے ﴿اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائی' اور فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں' کہا دو مہینے کے لگا تار ایک

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۳۰)] اس میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۱۷)] اس کی سند میں ابوحمزہ ثمالی ضعیف ہے۔]

بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور ﷺ کوئی ایسی بات فرما دیں کہ ہمیشہ کیلئے ہم پر عار باقی رہ جائے' تو جانے تیرا کام' تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں' میں نے کہا جی ہاں اچھا پھر اکیلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں گیا اور حضور ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھ سے یہ خطا ہو گئی' آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے اقرار کیا اور کہا کہ حضور ﷺ میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ حکم دیجئے' آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو' میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور ﷺ میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے درپے روزے رکھو' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا' آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے' پھر فرمایا اچھا بنو زریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دے دیں تم اس میں سے ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو دے دو اور باقی آپ اپنے اور اپنے بچوں کے کام میں لاؤ' میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی' حضور کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے (مسند احمد' ابوداؤد وغیرہ) [1] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بعد کا ہے' چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے' ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہا تھا' اس واقعہ سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہو گئی انہوں نے آ کر حضور ﷺ سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا اور بھی اس طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں' اب تک ظہار کا حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے ﴿اَلِيْمٌ﴾ تک اتریں۔ حضور ﷺ نے اوس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور ﷺ نے ان کیلئے رقم جمع کی انہوں نے اس

---

[1] [حسن: ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الظهار (۲۲۱۳) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة المجادلة (۳۲۹۹)، (۱۲۰۰) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الظهار (۲۰۶۲) مستدرك حاكم (۲۰۳/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

بڑے عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے' ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے ان کی کسی بات کے خلاف کہا اور انہیں کچھ جواب دیا' جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی' میں نے کہا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو' لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور تھے میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے' میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی' اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں' آپ یہی فرماتے جاتے تھے خویلہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں' ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی' جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا اے خویلہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں' پھر آپ نے ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ سے ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ تک پڑھ سنایا اور فرمایا: جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں میں نے کہا: حضور ﷺ ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں' آپ نے فرمایا اچھا تو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں' میں نے کہا حضور ﷺ وہ بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دے دیں' میں نے کہا حضور ﷺ اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں' آپ نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دے دوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں انہیں دے دوں گی آپ نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا' جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت' پیار' خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد)[1] ان کا نام بعض روایتوں میں خویلہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے' ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو' واللہ اعلم۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔

حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جواب آ رہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا یا کھانا دینا' حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی' رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دن میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کیلئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا' ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصہ سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر

---

[1] [حسن : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الظهار (٢٢١٤) مسند احمد (٦/٤١٠) طبرانی کبیر (٢٤٧/٢٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود (١٩٣٤)]

کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہرالیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے' جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین رضی اللہ عنہ واپس ہمارے پاس آئے' ایک شخص نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایک بڑھیا کے کہنے پر آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا' آپ نے فرمایا افسوس! جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا نہیں' فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں اگر یہ آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کیلئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے' اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے' ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہ رضی اللہ عنہا تھا جن کے بارے میں آیت ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ﴾ [1] الخ نازل ہوئی تھی' لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی اصلی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے' یقیناً یہ لوگ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں' بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۝ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان کے ذمہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے' تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ۝ ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھلانا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو' یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' اور کفار کیلئے دکھ کی مار ہے ۝

مسئلہ ظہار اور اس کا شان نزول: حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میرے خاوند اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورۂ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں' میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور

[1] [سورۃ النور: آیت ۳۳]

تفسیر سورۃ المجادلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

سچے معبود بڑے رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے ○

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد وثنا کے لائق ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے' یہ شکایت کرنے والی خاتون آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھی کہ باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے مطلقاً میں نہ سن سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری ومسند وغیرہ)[1] اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ اللہ جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے' یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہ پہنچتی تھیں' اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جوانی تو ان کے ساتھ کٹی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو چکی بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا' اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کا رونا روتی ہوں' ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے' ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا (ابن ابی حاتم)[2]

انہیں کبھی کبھی جنون سا ہو جاتا تھا اس حالت میں اپنی بیوی صاحبہ سے ظہار کر لیتے پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ کہا ہی نہ تھا' یہ بی بی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھنے اور اللہ کے سامنے التجا بیان کرنے کو آئیں تھیں جس پر یہ آیت اتری۔[3] حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٤٦/٦) صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قوله الله تعالى و كان الله سميعا بصيرا (٧٣٨٦) تعليقا ، ابن ماجه : كتاب السنة : باب فيما انكرت الجهمية (١٨٨) نسائى : كتاب الطلاق : باب باب الظهار (٣٤٩٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

[2] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٣٧٢٧) مستدرك حاكم (٤٨١/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : كتاب الطلاق : باب فى اظهار (٢٢١٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہوسکتا ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہئے اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے تم کام پورا کرو اور اجرت لے جاؤ لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے' اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہ لے گئے' پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا۔ [1] پھر فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کر لیں کہ اللہ جسے دے یہ اس کے لوٹانے کی اور جسے نہ دے اسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل وکرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے' اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگا سکتا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لِئَـلَّا يَعْلَمَ" کا معنی "لِيَعْلَمَ" ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرائت میں "لِـكَـيْ يَـعْـلَـمَ" ہے' اسی طرح حضرت حطان بن عبداللہ رحمہ اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی قرأت مروی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں لا صلہ کیلئے آتا ہے جو کلام کے اول آخر میں آجاتا ہے' اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا' جیسے ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ﴾ [2] میں اور ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّـهَـا اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [3] میں اور ﴿وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ [4] میں۔ الحمد للہ سورۂ حدید کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ستائیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ میرے مہربان اللہ! میرے عاجز ہاتھوں سے اس پاک تفسیر کو پورا کر' اسے مکمل مطبوع مجھے دکھا دے۔ اے دلوں کے بھید سے آگاہ اللہ! میری عاجزانہ التماس ہے کہ میرے نامہ اعمال میں اسے ثبت فرما اور میرے گناہوں کا کفارہ اسے کر دے اور اس کے پڑھنے والوں پر رحم فرما اور ان کے دل میں ڈال کہ وہ میرے لئے بھی رحم کی دعا کریں۔ یارب! اپنے سچے دین کی اور اپنے غلاموں کی تائید کر اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سب کے کلاموں پر غالب رکھ۔ آمین!



---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ: باب الاجارۃ من العصر الی اللیل (۲۲۷۱)، (۵۵۸)]

[2] [الاعراف: ۱۲]

[3] [الانعام: ۱۰۹]

[4] [الانبیاء: ۹۵]

اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر ایمان لایا اسے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور اللہ کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دو دو اجر ہیں اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کر دے اور نکاح کر دے وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ (بخاری و مسلم) [1] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اہل کتاب دوہرے اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کے حق میں نازل فرمائی۔ پس انہیں دوہرے اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریر) اسی مضمون کی آیت ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ [2] الخ، ہے یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے اس نے کہا ساڑھے تین سو تک، آپ نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دوہرا اجر ملا ہے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح جمعہ کا دوہرا اجر ہے، مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے، اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک اب جو کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا، اس پر نصرانی تیار ہوئے کام کیا اور اجرت لی اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم مسلمان ہو، اس پر یہود و نصاریٰ بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے۔ ہمیں کم دیا گیا۔ تو انہیں جواب ملے گا میں نے تمہارا حق تو نہیں مارا؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں۔ [3]

صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہودیوں نصرانیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا اجرت ٹھہرا لی اور اور انہوں نے ظہر تک کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں جو ہم نے کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے، اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر اجرت لئے بغیر چلتے بنے اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کرو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا، یہ کام پر لگ گئے،

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العلم: باب تعلیم الرجل امته واهله (۹۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برساله نبینا محمد (۲۴۔ ۱۵۴)]

[2] [سورۃ الانفال: آیت ۲۹]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ: باب الاجارۃ الی نصف النهار (۲۲۶۸) ترمذی: کتاب الادب: باب ما جآء فی مثل ابن آدم واجله وامله (۲۸۷۱) مسند احمد (۲/۶)]

سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان باشندوں سے بھی۔ انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا۔ حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ آنکھ کا بھی زنا ہے' ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اسے سچ ثابت کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔ (1) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی علیہ السلام کیلئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ (2)

ایک شخص حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے سوال کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی' یہی تمام نیکیوں کا سر ہے اور تو جہاد کو لازم پکڑے رہ یہی اسلام کی رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پر مداومت کر۔ وہی آسمان میں' زمین میں تیری راحت و روح ہے اور تیری یاد ہے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے۔ (3) واللہ اعلم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا' اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے ○ یہ اس لئے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے' اللہ ہے ہی بڑے فضل والا ○

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال: اس سے پہلے کی آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب کے مومن ہیں اور انہیں دوہرا اجر ملے گا جیسے کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے' اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا ایک وہ

---

(1) [**ضعیف** : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الحسد (٤٩٠٤) مسند ابو یعلی (٣٦٩٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] اس میں عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے۔]

(2) [**ضعیف** : مسند احمد (٣/٢٦٦) مسند ابو یعلی (٤٢٠٤)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٣٨٠٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زید عمی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(3) [**صحیح** : مسند احمد (٣/٨٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (٥٥٥)] البتہ شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١١٧٧٤)]

جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر ہو جاتے ہیں چشموں نہروں ندیوں نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پیا کریں گے اور جو پھول پات مل جائیں گے ان پر گزارا کر لیں گے' اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بیشک گردن اڑا دینا' تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دے دو اور وہاں حصار کھینچ دو وہیں ہم کنویں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیا کریں گے تم میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس اللہ پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے' لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا تقلیداً ساتھ ہو لئے' ان کے بارے میں یہ آیت ﴿وَرَهْبَانِيَّةً﴾ نازل ہوئی۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں سے بہت کم لوگ رہ گئے تھے آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ﴾ الخ' یعنی ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن وسنت) تا کہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا انہیں اختیار نہیں اور سارا فضل اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پچھلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آ رہی ہے' انشاء اللہ تعالیٰ۔

ابو یعلی میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کے زمانہ میں آئے' آپ اس وقت امیر مدینہ تھے جب یہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے اور بہت ہلکی نماز پڑھ رہے تھے جیسے مسافرت کی نماز ہو یا اس کے قریب جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ ﷺ کی تھی' میں نے اپنے خیال سے اپنی یاد برابر تو اس میں کوئی خطا نہیں کی۔

ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی' ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقیہ خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو۔ یہ تھی وہ سختی کی ترک دنیا جو اللہ نے ان پر واجب نہیں کی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آیئے سواریوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت اچھا سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات اوندھے پڑے ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پکارا آپ نے لبیک کہا آپ نے فرمایا سنو بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی' پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کیلئے جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں میں تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال وقتال پر اتر آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے گھبراتے تھے ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا' قید بھی کیا ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی' پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی ان میں مقابلہ کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی پیش کی اور اللہ کے سچے دین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی مسلک کی طرف انہیں دعوت دینے لگے ان بدنصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا جسے اس جماعت نے صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی' پھر تیسری جماعت اٹھی یہ ان سے بھی بہت زیادہ کمزور تھے ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لئے انہوں نے اپنے دین کا بچاؤ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں انہی کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے' ① یہی حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں تہتر (۷۳) فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اجر انہیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تصدیق کریں اور ان میں اسے اکثر جو فاسق ہیں وہ وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرا اخلاف کریں۔ ②

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرئیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات و انجیل میں تبدیلیاں کر لیں' لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی تورات وانجیل ان کے ہاتھوں میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ ان لوگوں نے (جنہوں نے کتاب اللہ میں رد وبدل کر لیا تھا) اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہوا ہے جو کوئی اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں' پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے ہیں' پس آپ انہیں دربار میں بلوایئے اور انہیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے ورنہ بدترین عبرت ناک سزا دیجئے' چنانچہ ان سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے ہاتھوں میں جو الہامی کتابیں ہیں انہیں چھوڑ دو ورنہ جان سے ہاتھ دھو لو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ' اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے کہا تم ہمیں ستاؤ نہیں تم اونچی عمارت بنا دو ہمیں وہاں پہنچا دو اور ڈوری چھڑی دے دو ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو ہم اوپر سے گھسیٹ لیا کریں گے نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تم میں آئیں گے ہی نہیں' ایک جماعت نے کہا سنو! ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں

---

① [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۰۳۵۷)] اس کی سند میں بکیر راوی ضعیف ہے۔]

② [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳٦۷۷)] اس میں داود بن محبر اور عقیل دونوں ضعیف ہیں۔]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی تو ان میں سے کچھ تو راہ یافتہ ہوئے' اور ان میں اکثر نافرمان رہے ○ ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے درپے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے' ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر واجب نہ کی تھی لیکن ان کی نیت اللہ کی رضا جوئی تھی سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی' پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا' ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ○

نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں انبیاء کا تسلسل: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اس فضیلت کو دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [1] یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سنائی۔ پس نوح اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جنہیں انجیل ملی جن کی تابع فرمان امت رحمدل اور نرم مزاج واقع ہوئی' خشیت الٰہی اور رحمت خلق کے پاک اوصاف سے متصف۔ پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی' اس کے بعد کے جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ ان کا مقصد نیک تھا کہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے یہ طریقہ نکالا۔ حضرت سعید بن جبیر' حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا ہاں ہم نے ان پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی۔

پھر فرماتا ہے یہ اسے بھی نبھا نہ سکے جیسا چاہئے تھا ویسا اس پر نہ جمے' پس دوسری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے ایک نئی بات دین اللہ میں ایجاد کرنے کی دوسری اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یعنی جسے وہ خود قرب اللہ کا ذریعہ اپنے ذہن سے سمجھ بیٹھے تھے بالآخر اس پر بھی پورے نہ اترے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

---

[1] [سورة العنكبوت : آیت ۲۷]

مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے' اور فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان رکھ دی' پس یہاں فرمان ہے یہ اس لئے کہ لوگ حق و عدل پر قائم ہو جائیں' یعنی اتباع رسول کرنے لگیں' امر رسول ﷺ بجا لائیں۔ رسول ﷺ ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں کیونکہ اس کے سوا حق کسی اور کا کلام نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ① تیرے رب کا کلمہ جو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دار جنتوں میں پہنچ جائیں گے اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے تو کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم اس راہ نہیں لگ سکتے تھے ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ ②

پھر فرماتا ہے' ہم نے منکرین حق کی سرکوبی کیلئے لوہا بنایا ہے' یعنی اولاً تو کتاب' رسول اور حق سے حجت قائم کی پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کیلئے لوہے کو پیدا کیا تاکہ اس کے ہتھیار بنیں اور اللہ کے دوست حضرات اللہ کے دشمنوں کا کانٹا نکال دیں' یہی نمونہ حضور ﷺ کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف کے تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے' توحید و سنت کی دعوت دینے' ان کے عقائد کی اصلاح کرنے میں گزارے۔ خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں جب یہ حجت ختم ہوئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی' پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دوبھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کرو' ان کی گردنیں مارو اور ان مخالفین وحی الٰہی سے زمین کو پاک کرو۔

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا گیا ہے اور کمینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ ③ پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار' نیزے' چھریاں' تیر' زرہیں وغیرہ۔ اور لوگوں کیلئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدہ ہیں۔ جیسے سکے' کدال' پھاوڑے' آرے' کھیتی کے آلات' بننے کے آلات' پکانے کے برتن' توے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں آئیں نہائی' سنی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اٹھانے سے اللہ رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؟ اللہ قوت و غلبہ والا ہے' اس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے' دراصل اپنے دین کو وہی قوی کرتا ہے اس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کیلئے مقرر فرمایا ہے ورنہ غلبہ و نصرت تو اسی کی طرف سے ہے۔

---

① [الانعام : ۱۱۵]

② [سورۃ الاعراف : آیت ۴۳]

③ **[حسن صحیح :** ابو داؤد : کتاب اللباس : باب فی لبس الشھرہ (۴۰۳۱) مسند احمد (۲/۵۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

رکھو کہ جو تمہیں پہنچا وہ ہرگز کسی صورت ٹلنے والا نہ تھا' پس مصیبت کے وقت صبر و شکر، تحمل و ثابت قدمی' مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود رہے' ہائے وائے بے صبری اور بے غبطی تم سے دور رہے جزع فزع تم پر چھا نہ سکے' تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی' اسی طرح اگر مال و دولت غلبہ وغیرہ مل جائے تو اس وقت آپے سے باہر نہ ہو جاؤ اسے عطیہ الٰہی مانو تکبر اور غرور تم میں نہ آ جائے ایسا نہ ہو کہ دولت و مال وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور اللہ کو بھول جاؤ اس لئے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہو گی کہ یہ میرے دست و بازو کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کی عطا ہے۔

ایک قرأت اس کی "آتٰکُمْ" ہے دوسری "اٰتٰکُمْ" ہے اور دونوں میں تلازم ہے' اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے جی میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے دوسروں پر فخر کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ رنج و راحت' خوشی و غم تو ہر شخص پر آتا ہے خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گزار دو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیل اور خلاف شرع کام کرنے والے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی برا راستہ بتاتے ہیں۔ جو شخص اللہ کی حکم برداری سے ہٹ جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح مستحق حمد ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾ (۱) یعنی اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہو جائیں تو بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی ہے اور مستحق حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀ (۲۵) ع

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت و لڑائی ہے اور لوگوں کیلئے اور بھی بہت سے فائدہ ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے' اللہ ہے قوت والا اور زبردست ○

لوہے کے فوائد: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر حجتیں اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا' پھر ساتھ ہی انہیں کتاب بھی دی جو کھری اور صاف سچی ہے اور عدل و حق دیا جس سے ہر عقل مند انسان ان کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے' ہاں بیمار رائے والے اور خلاف عقل والے اس سے محروم ہو جاتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ (۲) جو شخص اپنے رب کی طرف دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اس کے شاہد بھی ہو۔ ایک اور جگہ ہے اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر

(۱) [ابراهيم : ۸] (۲) [هود : ۱۷]

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۚ ﴿۲۲﴾ لِّكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ وَيَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۲۴﴾

نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے' یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے ○ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو' اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ' اترانے والے' شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ○ جو خود بھی بخل کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیں' سنو جو بھی منہ پھیرے اللہ بے نیاز اور لائق حمد و ثنا ہے ○

مصیبت و آزمائش صرف اللہ کی طرف سے: اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی خبر دے رہا ہے جو اس نے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی' فرمایا کہ زمین کے جس حصے میں کوئی برائی آئے یا جس کسی شخص کی جان پر کچھ آ پڑے اسے یقین رکھنا چاہئے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی یہ علم اللہ میں مقرر تھا اور اس کا ہونا یقینی تھا' بعض کہتے ہیں یہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ مصیبت کی پیدائش سے پہلے ہے' لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہے' امام حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے سبحان اللہ! ہر مصیبت جو آسمان و زمین میں ہے وہ نفس کی پیدائش سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مراد خشک سالی' قحط وغیرہ ہے اور جانوروں کی مصیبت درد' دکھ اور بیماری ہے' جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آ جاتا ہے سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہے' اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنہیں وہ غفور رحیم اللہ بخش دیتا ہے' یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے قدریہ کی تردید میں جن کا خیال ہے سابق علم کوئی چیز نہیں اللہ انہیں ذلیل کرے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیر مقرر کی آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے۔ [1] اور روایت میں ہے اس کا عرش پانی پر تھا (ترمذی) [2] پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا اندازہ کر لینا' ان کے ہونے کا علم حاصل کر لینا اور اسے لکھ دینا اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ وہی تو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کا محیط علم' ہو چکی ہوئی' ہوتی ہوئی اور ہونے والی تمام چیزوں کو شامل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ہم نے تمہیں یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تم یقین

---

[1] [**صحیح** : مسند احمد (۱۶۹/۲) صحیح مسلم : کتاب القدر (۳٤)]

[2] [**صحیح** : ترمذی : کتاب القدر (۲۱۵٦) مسند احمد (٦۹/۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے' شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بسا اوقات آخرت کا منکر بن جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر جنت کی جگہ ساری دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (ابن جریر) [1] آیت کی زیادتی کے بغیر یہ حدیث صحیح میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک جنت سے زیادہ قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تسمہ اور اسی طرح جہنم بھی۔ (بخاری) [2] پس معلوم ہوا کہ خیر و شر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لئے اسے چاہئے کہ بھلائیوں کی طرف سبقت کرے اور برائیوں سے منہ پھیر کر بھاگتا رہے۔ تاکہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی جنس کے برابر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [3] اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کل آسمان اور ساری زمینیں ہیں جو پارسا لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہاں فرمایا یہ اللہ رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے' یہ لوگ اللہ کے اس فضل کے لائق تھے اسی لئے اس بڑے فضل والے نے اپنی نوازش کیلئے چن لیا اور ان پر اپنا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا۔

پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین کے فقراء نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ مالدار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پا گئے آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ کہا نماز' روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے ہم سے نہیں ہوسکتا آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اس کو کرنے لگیں' دیکھو ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی ہی بار اللہ اکبر اور اسی طرح الحمد للہ کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضر حضور ﷺ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مالدار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ [4]

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۰۱۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۶۸۵/۱۱) صحیح بخاری : کتاب الرقاق (۳۲۵۰)]

[2] [صحیح : مسنداحمد (۳۸۷/۱) صحیح بخاری : کتاب الرقاق (۶۴۸۸)]

[3] [سورۃ آل عمران : آیت ۱۳۳]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الذکر بعد الصلوۃ (۸۴۳) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب الزکر بعد الصلوۃ (۵۹۵۔ ۱۴۲)]

دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے اسباب کے اور کچھ بھی تو نہیں ہے○ آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کیلئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے○

دنیوی زندگی محض کھیل تماشہ: امر دنیا کی تحقیر وتوہین بیان ہو رہی ہے کہ اہل دنیا کو سوائے لہو ولعب' زینت وفخر اور اولاد ومال کی کثرت کی چاہت کے اور ہے ہی کیا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [1] الخ' یعنی لوگوں کیلئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے عورتیں بچے وغیرہ۔ پھر حیات دنیا کی مثل بیان ہو رہی ہے کہ اس کی زندگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برسے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا﴾ [2] الخ' اللہ وہ ہے' جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں' اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں' لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد ہو جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کی تر وتازگی اور یہاں کی بہبودی اور ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے' دنیا کی بھی یہی صورتیں ہے کہ ایک وقت جوان ہے پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھیا ہے' ٹھیک اسی طرح انسان کی حالت ہے اس کے بچپن جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھتے جایئے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھیے' کہاں جوانی کے وقت اس کا جوش وخروش اور طاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری' جھریاں پڑا ہوا جسم' خمیدہ کمر اور بے طاقت ہڈیاں؟ جیسے ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ [3] اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظروں کو دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے' پس فرماتا ہے عنقریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذاب اور سزا کو لائے گی اور مغفرت اور رضامندی رب کو لائے گی' پس تم وہ کام کرو کہ ناراضگی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حقدار بن جاؤ' دنیا صرف دھوکے کی ٹٹی ہے اس کی طرف جھکنے والے پر آخر وہ وقت آ جاتا ہے کہ یہ اس کے سوا کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا اسی کی دھن میں روز وشب مشغول رہتا ہے بلکہ اس کمی والی اور

---

[1] [آل عمران : ١٤]

[2] [الشوریٰ : ٢٨]

[3] [الروم : ٥٤]

پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج تاکہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا (۱) پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ پکے ایمان والا مومن جو دشمن اللہ سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا وہ درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنا سر اس قدر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کرنے کے وقت بھی اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ (۲) دوسرا وہ ایمان دار جو نکلا جہاد میں لیکن دل میں جرأت کم ہے کہ یکا یک ایک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی یہ دوسرے درجے کا شہید جنتی ہے۔ (۳) تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرما لیا اور میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی یہ تیسرے درجے میں ہے۔ (۴) چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور اللہ نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوا لیا۔ (۲) ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بدلوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا، زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ دکھائی دینے لگتی ہے پھر تو بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہیں اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے،

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب بیان ارواح الشھداء فی الجنۃ (۱۸۸۷)]

(۲) [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل الجھاد : باب ما جاء فی فضل الشھدا عند اللہ (۱۶۴٤) مسند احمد (۱/۲۲-۲۳)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف اور یزید راوی مجہول ہے۔]

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

ع ٢ / ٩ / ١٨

صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے یہ بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر و ثواب ہے ○ اللہ اور اس کے رسول پر جو ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جو کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں ○

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے دُگنے اجر کے مستحق: فقیر مسکین محتاجوں اور حاجت مندوں کو خالص اللہ کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ دس دس گنا اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو تک بلکہ اس سے بھی سوا ان کے ثواب بے حساب ہیں ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔

اللہ و رسول اللہ پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق وشہید ہیں' ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف باایمان لوگ ہیں' بعض حضرات نے "الشُّهَدَاءُ" کو الگ جملہ مانا ہے' غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین' صدیقین' شھداء' جیسے اور آیت میں ہے اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گزار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی' صدیق' شہید اور صالح لوگ ہیں' پس صدیق وشہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں' صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو' لوگوں نے کہا یہ درجے تو انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری مسلم) [1]

ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ [2] حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا قول ہے یہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی

---

[1] **[صحيح]:** صحيح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب ما جاء في صفة الجنة (٣٢٥٦) صحيح مسلم : كتاب الجنة (٢٨٣١ ـ ١١) مسند احمد (٣/٣٣٩)]

[2] **[ضعيف]:** تفسير ابن جرير الطبری (٣٣٦٥٣)] اس میں اسماعیل بن یحییٰ راوی ضعیف ہے۔]

تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا' پھر آپس میں مشورہ کیا کہ دیکھو کہ یوں ایک ایک کو کب تک قتل کرتے رہیں گے؟ ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عامل فلاں عالم ہے اسے پکڑ و اس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ اگر وہ مان لے تو پھر ہماری چاندی ہی چاندی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو پھر تمہاری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انہیں ماننے لگیں گے' چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو پکڑ وا منگوایا اور اس سے کہا کہ دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اس سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ ان پر تیرا ایمان ہے یا نہیں؟ اس اللہ ترس کتاب اللہ کو ماننے والے عالم نے کہا اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ تو' انہوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟ اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لئے جرات کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکا کہ نہیں مانتا بلکہ اپنے اس نرسنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا میرا اس پر ایمان ہے وہ سمجھ بیٹھے کہ اس کا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے۔ چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے لیکن تاہم اس کے اطوار وافعال سے کھٹکتے ہی رہے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی ایسا نہ ہو اس کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سے مسائل کی کوئی کتاب ہو آخر وہ نرسنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا پڑھا تو اس میں اصلی مسائل کتاب اللہ کے موجود تھے اب بات بنالی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے ایسی باتیں ہمارے دین کی نہیں چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو گیا اور بہتر گروہ ہو گئے ان سب میں بہتر گروہ جو راستی پر اور حق پر تھا وہ تھا جو اس نرسنگھے والے مسائل پر عامل تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا لوگو! تم میں سے جو باقی رہے گا وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس ہو گا ان بری کتابوں کے مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہو گی' پس ایسی مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ ثابت کر دے کہ وہ ان سب کو برا جانتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عتریس بن عرقوب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے عبداللہ! جو شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہوا آپ نے فرمایا ہلاک وہ ہو گا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے' پھر آپ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔

پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو مردہ زمین کو اللہ زندہ کر دیتا ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سخت دلوں کی سختی کے بعد بھی اللہ انہیں نرم کرنے پر قادر ہے۔ گمراہیوں کی تہہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ راست پر لاتا ہے جس طرح بارش خشک زمین کو تر کر دیتی ہے اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ دلوں میں جب کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو کتاب اللہ کی روشنی اسے دفعتاً منور کر دیتی ہے اللہ کی وحی دل کے قفل کی کنجی ہے۔ سچا ہادی وہی ہے' گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا' جو چاہے کرنے والا' حکمت وعدل والا' لطف وخیر والا' کبر وجلال والا' بلندی وعلو والا وہی ہے۔

فرمایئے پس یہ آیت اترتی ہے ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ [1] ایک مرتبہ کچھ دنوں کے بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ [2] پھر ایک عرصہ بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت ﴿اَلَمْ يَاْنِ﴾ الخ اترتی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی وہ خشوع ہوگا۔ [3] پھر فرمایا تم یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کتاب کو بدل دیا تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ پس کتاب اللہ پس پشت ڈال کر رائے وقیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگ گئے اور اللہ کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے اپنے علماء اور درویشوں کی بے سند باتیں دین میں داخل کر لیں' ان بداعمالیوں کی سزا میں اللہ نے ان کے دل سخت کر دیئے کتنی ہی اللہ کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے کوئی وعظ ونصیحت ان پر اثر نہیں کرتا کوئی وعدہ وعید ان کے دل اللہ کی طرف موڑ نہیں سکتا بلکہ ان میں کے اکثر وبیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے دل کے کھوٹے اور اعمال کے بھی کچے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ﴾ [4] ان کی بدعہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے یہ کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحت کو بھلا دیتے ہیں یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے اللہ کی باتیں بدلنے لگ گئے نیکیاں چھوڑ دیں برائیوں میں منہمک ہو گئے۔ اسی لئے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار! ان کا رنگ تم پر نہ چڑھ جائے۔ اصل وفرع میں ان سے بالکل الگ رہو۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابوعمیلہ فرماتے ہیں قرآن وحدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بے حد محبوب اور مرغوب ہے آپ نے فرمایا جب بنو اسرائیل کی الہامی کتاب پر کچھ زمانہ گزر گیا تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو ان کے اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لئے تھے' اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انہیں پڑھنے لگے ان میں سے اکثر مسائل اللہ کی کتاب کے خلاف تھے جن جن احکام کو ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لئے تھے اور انہیں پر عامل بن گئے' اب انہیں سوجھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انہیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو شرعی کتابیں سمجھیں اور مدار عمل انہیں پر رکھیں اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے' یہاں تک کہ جو ان کی کتابوں کو نہ مانتا اسے یہ ستاتے تکلیف دیتے مارتے پیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے' ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے انہوں نے ان کی طاقت سے اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک نرسنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا' ان لوگوں کا شر وفساد بڑھتا جا رہا تھا یہاں

---

[1] [سورۃ یوسف : آیت ۳]
[2] [سورۃ الزمر : آیت ۲۳]
[3] [**منقطع وضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۶۸۱/۱۱)]
[4] [سورۃ المائدہ : آیت ۱۳]

اٹھاتے رہے اور آج توبہ کرلیں گے کل بداعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے۔ انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ آیا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی پھر تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک اللہ کی طرف یقین خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریاکاری میں رہے اور دل لگا کر یاد الٰہی کرنا بھی تمہیں نصیب نہ ہوا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح بیاہ، مجلس مجمع، موت زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیئے گئے۔ سورۂ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے انہیں جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ آخر تم یہاں کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے بداعمال گنوائیں گے۔ تو یاد رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کیلئے ہوگا ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے۔ پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی، یہاں فرمایا آج ان سے فدیہ نہ لیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے ان کا مرجع وماویٰ جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۱۶ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷

کیا اب تک ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے پگھل جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں، جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں کے اکثر فاسق ہیں ○ یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کر دیں تا کہ تم سمجھو ○

اہل ایمان سے خشیتِ الٰہی کے متعلق سوال: پروردگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کیلئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر اللہ وعظ و نصیحت قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں حکم بجا لائیں ممنوعات سے پرہیز کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہی تیرہ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے کی دیر کی شکایت کی گئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہمیں یہ عتاب ہوا[1] (مسلم) اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں حضرت کچھ بات تو بیان

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی قول اللہ تعالی الم یان للذین امنوا (۳۰۲۷ـ۲۴)]

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۖ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں' عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے' یہ ہے بہترین کامیابی ○ اس دن منافق مرد وعورت ایمانداروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو' پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا ○ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکے دینے والوں نے دھوکے میں ہی رکھا ○ الغرض آج تم سے نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے ○

بدلہ اعمال کے مطابق: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجوروں کے درخت کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہوگا اس کے پیر کے انگوٹھے کے برابر نور ہوگا جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا (ابن جریر) ①

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ابین دور ہے اور صنعا دور ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے ان کے دونوں قدم کے پاس ہی اجالا ہوگا۔ ②

QLRF

حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ ① یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بڑے حصے دار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ اس پر عمل کرنے والے تمام نبیوں کی امت کے سردار ہیں آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا کل مال راہ اللہ دے دیا تھا جس کا بدلہ سوائے اللہ کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دربار رسالت مآب میں تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی، گریبان کانٹے سے اٹکائے تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک عبا پہن رکھی ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کر ڈالا ہے اب ان کے پاس کچھ نہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ اللہ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس فقیری میں تم مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب کہہ کر سوال کیا۔ جواب ملا کہ اپنے رب عزوجل سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں میں اس حال میں بہت خوش ہوں۔ ② یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ کو قرض دے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرنا ہے۔

بعض نے کہا ہے بال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں صورتوں کو شامل ہو، پھر اس پر وعدہ کرتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور جنت میں پاکیزہ تر روزی ملے گی، اس آیت کو سن کر حضرت ابودحداح انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے آپ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دیا آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے آپ آئے اور باغ کے دروازے پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی وہ لبیک کہتی ہوئی آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلو میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگیں آپ نے بہت نفع کی تجارت کی اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثے کو لے کر باہر چلی آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے ہیں اور جن کی شاخیں یاقوت اور موتی کی ہیں ابودحداح رضی اللہ عنہ کو اللہ نے دے دیں۔ ③

---

① [حسن: نسائی: کتاب الزکوۃ: باب جھد المقل (۲۵۲۸) مستدرک حاکم (۴۱۶/۱) صحیح ابن خزیمہ (۲۴۴۳) صحیح ابن حبان (۳۳۴۷)] امام ابن خزیمہؒ، امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۶۰۶) صحیح الترغیب (۸۸۳) تخریج مشکلۃ الفقر (۱۱۹)]

② [ضعیف: بغوی فی التفسیر (۲۶۹/۴) الخطیب فی تاریخ بغداد (۱۰۵/۲)] اس کی سند میں علاء راوی ضعیف ومتروک ہے۔]

③ [ضعیف: مسند بزار (۴۰۲/۵)، (۲۰۳۳) مجمع الزوائد (۲۳۷/۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حمید اعرج راوی ضعیف ہے۔]

میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے پر حقیر اور کم تر شمار کرو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے۔ ①

ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کم تر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال کو سامنے رکھو گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں اور آپ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے بھی افضل ہوں گے؟ فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ اللہ دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مد یا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آپ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں اور چھنگلیا کو دراز کر کے فرمایا خبردار رہو! یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دی ہو' جیسے کہ سورۂ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئی تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ ﴿وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ② یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ میں دیا ہے کسی کو اس سے کم۔ جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو عذر والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو یا بھلے وعدے میں دونوں شامل ہیں۔ ③ صحیح حدیث میں ہے قوی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے لیکن بھلائی دونوں میں ہے۔ ④

اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن ہوتا تھا کہ کسی کو ان بعد والوں کی سبکی کا خیال گزرے اس لئے فضیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بتایا۔ پھر فرمایا تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے وہ درجات میں جو تفاوت رکھتا ہے وہ بھی اندازے سے نہیں بلکہ صحیح علم سے۔

---

① [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الزکوٰۃ : باب ذکر الخوارج وصفاتهم (١٠٦٤ـ ١٤٧)]

② [سورة المزمل : آیت ٢٠]

③ [سورة النسآء : آیت ٩٥]

④ [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب الایمان بالقدر والاذعان له (٢٦٦٤ـ ٣٤) مسند احمد (٣٦٦/٢)]

اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا' پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے' انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں' بعض نے کہا ہے فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہوگیا جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسی پر اکڑ رہے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے لئے چھوڑ دو' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد کے یا کسی اور پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو پہنچ نہیں سکتے۔ [1] ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد کا ہے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں ہے بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امارت میں اس کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا جب وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہوگئے ہم صابی ہوئے یعنی بے دین ہوئے' اس لیے کفار مسلمانوں کو یہی لفظ کہا کرتے تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غالباً اس کلمہ کا اصلی مطلب نہ سمجھ کر ان کے قتل کا حکم دے دیا بلکہ ان کے جو لوگ گرفتار کیے گئے تھے انہیں قتل کر ڈالنے کا حکم دیا اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے۔

صحیح حدیث میں ہے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے تین پاؤ اناج کو نہ پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا۔ [2] ابن جریر میں ہے [3] حدیبیہ والے سال ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا نہیں بلکہ یمنی نہایت نرم دل نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے پھر آپ نے اسی آیت ﴿لَا يَسْتَوِىْ﴾ کی تلاوت کی' لیکن یہ روایت غریب ہے' بخاری و مسلم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲۶۶/۳)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۹/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۸۱۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۷۳) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه (۲۲۱۔ ۲۲۲)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۷۴/۱۱)]

رسول ﷺ تم میں موجود ہیں وہ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں دلیلیں دے رہے ہیں اور معجزے دکھا رہے ہیں' صحیح بخاری کی شرح کے ابتدائی حصہ کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے' فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء علیہم السلام' فرمایا ان پر تو وحی اور کلام اللہ اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم فرمایا واہ! تم ایمان سے کیسے رک سکتے ہو؟ میں تم میں زندہ موجود ہوں' سنو بہترین اور عجیب تر ایماندار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے' صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے ① سورۂ بقرہ کے شروع میں آیت ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ ② کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں۔

پھر انہیں روز میثاق کا قول وقرار یاد دلاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ③ الخ' اس سے مراد رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ میثاق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا' مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے' واللہ اعلم۔ وہ اللہ جو اپنے بندے پر روشن حجتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ تر آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ ظلم وجہل کی گھنگور گھٹاؤں اور رائے قیاس کے بدترین اندھیروں سے تمہیں نکال کر نورانی اور روشن صاف اور سیدھی راہ حق پر لا کھڑا کر دے۔ اللہ رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کیلئے کتابیں اتاریں' رسول بھیجے' شکوک وشبہات دور کر دیئے۔ ہدایت کی وضاحت کر دی۔ ایمان اور خیرات کا حکم کر کے پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا پھر صدقات کی رغبت دلائی' اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور فقیری سے نہ ڈرو' اس لئے کہ جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین وآسمان کے خزانوں کا تنہا مالک ہے' عرش وکرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے خیرات کے بدلے انعام کا وعدہ کر چکا ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ④ جو کچھ تم راہ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت وہی ہے اور فرماتا ہے ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ⑤ اگر یہ فانی مال تم خرچ کرو گے وہ اپنے پاس کا ہمیشگی والا مال تمہیں دے گا۔ توکل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالک عرش انہیں تنگی ترشی سے محفوظ رکھتا ہے' انہیں اس بات کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہاں میں ہمیں قطعاً مل کر رہے گا۔

پھر اس امر کا بیان ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ خرچ کیا اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو بعد فتح مکہ کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی ترشی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی اور اس لئے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو

---

① [حسن لغیرہ: تخریج احادیث وآثار کتاب فی ظلال القرآن (ص ۱/۲۹۰)]

② [البقرہ: ۳]

③ [المائدہ: ۷]

④ [سبا: ۳۹]

⑤ [سورۃ النحل: آیت ۹۶]

اللّٰہَ بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَکُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿ؑ۱۰﴾ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿ۚ۱۱﴾

ع ۱۷

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیراتیں کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا ○ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول اللہ تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تمہیں باور ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے ○ وہ ہے جو اپنے بندوں پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے' یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا ہے ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک تنہا اللہ ہی ہے' تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے راہ اللہ دیا ہے اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے' ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے ○ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اسکا پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے ○

اللہ کی راہ میں خرچ کی ترغیب: اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنے اوپر اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور ہمیشگی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے قربت حاصل کرے' اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدمستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کرے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوڑتا نہ یہ اڑاتا۔ حضور ﷺ سورۂ "اَلْهٰكُمُ" پڑھ کر فرمانے لگے انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا صدقہ کر دیا کھایا ہوا فنا ہو گیا پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا' ہاں راہ اللہ دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا (مسلم)۔ (1)

اور جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔ پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے

[صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الكافر ...]

سے بغیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔ ابن جریر میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے یعنی قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ممکن ہے یہی ٹھیک ہو واللہ اعلم۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث مروی ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے اور متن میں غرابت و نکارت ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ آیت ﴿وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول لائے ہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے اللہ عزوجل نے بھیجا ہے اور میں نے اللہ کو وہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے اللہ نے بھیجا تھا اور اللہ وہیں تھا' تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آیا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ والی اوپر کی روایت مرسلاً بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا ہے۔ واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۚ وَهُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا' وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے' اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○ آسمانوں کی زمین کی' بادشاہی اسی کی ہے' اور تمام کام اسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں ○ وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے ○ اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ سینے کے اندر کی پوشیدگیوں کا وہ پورا عالم ہے ○

ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ: اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر قرار پکڑنا سورۂ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اسے بخوبی علم ہے کہ کس قدر بارش کی بوندیں زمین میں گئیں' کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارہ پیدا ہوا کس قدر کھیتیاں ہوئیں اور کتنے پھل کھلے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ﴾ الخ'[1] غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں سوائے اس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی

باطن ہے تجھ سے چھپی کوئی چیز نہیں ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔ [1]

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو' الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم۔ [2] ابو یعلی میں ہے [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا بستر قبلہ رخ بچھایا جاتا آپ اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے' پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے لیکن آخر رات میں با آواز بلند یہ دعا پڑھتے (جو اوپر بیان ہوئی) الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت تشریف فرما تھے کہ ایک بادل سر پر آ گیا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے با ادب جواب دیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا اسے عنان کہتے ہیں یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں ان لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نہ اللہ کے شکر گزار ہیں نہ اللہ کے پکارنے والے ہیں۔ پھر پوچھا معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ باخبر ہے' فرمایا بلند محفوظ چھت اور لپٹی ہوئی موج' جانتے ہو تم میں اس میں اور کس قدر فاصلہ ہے؟ وہی جواب ملا' فرمایا پانچ سو سال کا راستہ۔ پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر اپنی لاعلمی ان ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اسی طرح آپ نے سات آسمان گنوائے اور ہر دو میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی۔ پھر سوال کر کے جواب سن کر فرمایا اس ساتویں کے اوپر اتنے ہی فاصلے سے عرش ہے' پھر پوچھا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور جواب وہی سن کر فرمایا دوسری زمین' پھر سوال جواب کے بعد فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے' اسی طرح سات زمینیں اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری کے نیچے بتائیں' پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم کوئی رسی سب سے نیچے کی زمین پر لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی' لیکن یہ حدیث غریب ہے اس کے راوی حسن رحمہ اللہ کا اسے اپنے استاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں جیسے کہ ایوب' یونس اور علی بن زید محدثین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رسی کا اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے (نہ کہ ذات باری تعالیٰ تک) اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کا غلبہ اور سلطنت بیشک ہر جگہ ہے لیکن وہ اپنی ذات سے عرش پر ہے جیسے کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں دو دو زمینوں کا فاصلہ سات سو سال کا بیان ہوا۔ ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے لیکن ابن ابی حاتم میں رسی لٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کے درمیان کی دوری اس میں بھی پانچ سو سال کی بیان ہوئی ہے۔ امام بزار رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲/۴۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۲۴۷)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر (۲۷۱۳۔ ۶۱)]

[3] [ضعیف : مسند ابو یعلی (۴۷۷۴)] اس کی سند میں سری بن اسماعیل راوی ضعیف ہے۔]

مہربان اور مشفق اللہ کے نام سے شروع

آسمانوں اور زمینوں میں جو ہے سب اللہ کی تسبیح کر رہا ہے' وہ زبردست باحکمت ہے ○ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے' وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی' اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف: تمام حیوانات' سب نباتات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں' ساتوں آسمان' زمینیں' ان کی مخلوق اور ہر ایک چیز اس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے گو تم ان کی تسبیح نہ سمجھ سکو اللہ حلیم و حکیم ہے۔ اس کے سامنے ہر کوئی پست و عاجز و لاچار ہے' اس کی مقرر کردہ شریعت اور اس کے احکام حکمت سے پر ہیں۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان و زمین ہیں وہی ہے' خلق میں متصرف وہی ہے' زندگی موت اس کے قبضے میں ہے' وہی فنا کرتا ہے' وہی پیدا کرتا ہے۔ جسے جو چاہے عنایت فرمائے' ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے' جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد کی آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گزرا کہ ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ حضرت ابو زمیل رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں کھٹکا ہے لیکن زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسکرا کر فرمایا شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا یہاں تک کہ قرآن میں ہے ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ﴾ [1] الخ' اگر تو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں شک میں ہے تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے۔ پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کر ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اوپر اقوال ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے۔ یہ یحییٰ زیاد فراء کے لڑکے ہیں ان کی ایک تصنیف ہے جس کا نام معانی القرآن ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ﴾ اے اللہ اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب' اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات و انجیل کے اتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کو اگانے والے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تو اول ہے تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں تو ظاہر ہے تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں تو

---

[1] [سورۃ یونس : آیت ۹٤]

ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلسا دے پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتا رہے گا۔ پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا رہ۔ مسند احمد میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ اترنے پر فرمایا اسے سجدے میں رکھو۔ [1] آپ فرماتے ہیں جس نے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ کہا اس کیلئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی) [2] صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بوجھل ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں۔ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾۔ [3] الحمد للہ سورۂ واقعہ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ قبول فرمائے (اور ہمارے کل واقعات کا انجام بھلا کرے)

تفسیر سورۃ الحدید

ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع ﴿سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ﴾ ہے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ [4] جس آیت کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ الخ ہے، واللہ اعلم۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الصلوۃ : باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده (۸۶۹) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوۃ والسنة فیها : باب التسبیح فی الرکوع والسجود (۸۸۷) مستدرك حاکم (۱/۲۲۵) مسند احمد (۴/۱۵۵) دارمی (۱/۲۶۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب فضل سبحان الله (۳۴۶۴) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۶۶۳) مستدرك حاکم (۱/۵۰۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی (۲۷۵۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب فضل التسبیح (۶۴۰۶)، (۶۶۸۲)، (۷۵۶۳) صحیح مسلم : کتاب الدعوات : باب فضل التهلیل والدعاء (۶۷۸۶) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۴۶۷) ابن ماجه : کتاب الادب (۳۸۰۶) مسند احمد (۲/۲۳۲)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن (۲۹۲۱) ابو داؤد : کتاب الادب (۵۰۵۷) نسائی فی السنن الکبری فی کتاب عمل الیوم واللیلة (۱۰۵۴۹) مسند احمد (۴/۱۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (۱۰۷۳) التعلیق الرغیب (۱/۲۱۰)]

ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے؟ اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی جو درختوں کے میوے چگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اس وقت اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی' [1] اس حدیث میں ہر مومن کیلئے بہت بڑی بشارت ہے۔ مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کی سند بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے۔ [2]

اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں' ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش تلے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں [3] مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ رحمہ اللہ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا موت کون چاہتا ہے؟ فرمایا سنو سنو! مطلب سکرات کے وقت سے ہے اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت وانعام اور آرام دہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بد بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار ہو جاتا ہے اور اس کی روح روئیں روئیں میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح اللہ کے حضور میں حاضر نہ ہوؤں پس اللہ بھی اسکی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ [4] پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں میں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے' تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ [5] یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں کچھ غم و رنج نہ کر جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے' دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کیلئے تیار موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی' غفور و رحیم اللہ کے تم ذی عزت مہمان ہو۔ بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو واللہ اعلم۔ اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اسکی

---

[1] [صحیح لغیرہ :مسند احمد (٤٢٥/٦) طبرانی کبیر (٤٣٨/٢٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٣٨٧)]

[2] [صحیح :مسند احمد (٤٥٥/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٥٢١٧)]

[3] [صحیح :صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب بيان ان ارواح الشهداء فى الجنة (١٢١ ـ ١٨٨٧)]

[4] [حسن :مسند احمد (٢٥٩/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٨٢٨٣)]

[5] [سورة فصلت : آيت ٣٠ ـ ٣١]

پس جو کوئی بارگاہ الٰہی سے قریب کیا ہوا ہوگا○ اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے○ اور جو شخص داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے○ تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے○ لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے○ تو کھولتے گرم پانی کی مہمانی ہے○ اور دوزخ میں جانا ہے○ یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے○ پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر○

موت کے احوال: یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت، سکرات کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا اللہ کا مقرب ہے یا اس سے کم درجے کا ہے جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یا بالکل بدنصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا۔ فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں، جو احکام کے عامل تھے، نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت وآرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمٰن کی طرف۔ روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔ غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی اللہ کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت اللہ کے مقرب کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون وراحت کے ساتھ یہاں سے لے جا۔ آمین) گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورۂ ابراہیم کی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ الخ، کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں [1] لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین واقعہ ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آ میں نے اسے رنج وراحت وآرام تکلیف، خوشی، ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزما لیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت علیہ السلام پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں گو ریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں ہوتی ہیں، الخ۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائت ﴿فَرُوْحٌ﴾ راء کے پیش سے تھی۔ [2] لیکن تمام قاریوں کی قراءت راء کے زبر سے ہے یعنی فَرَوحٌ۔ مسند میں

---

[1] [سورة ابراهيم : آيت ۲۷]

[2] [**صحيح** : ابو داؤد : كتاب الحروف والقراءت (۳۹۹۱) ترمذی : کتاب القراءات (۲۹۳۸) مسند احمد (۲۶۰/٤) مسند ابو يعلى (٤٥١٥) مستدرك حاكم (۲۳٦/۲)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے اور یہ بھی کہ قرآن میں ان کا حصہ کچھ یہی ہے کہ یہ اسے جھوٹا کہتے رہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ
مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

پس جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے ○ اور تم اس وقت تک رہے ہو ○ ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ○ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ○ اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹا لو ○

جب کوئی انسان عالم نزع میں ہوتا ہے: اسی مضمون کی آیتیں سورۂ قیامہ میں بھی ہیں۔ فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ [1] الخ ' اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے ٹھیک طور پر فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب اللہ تعالیٰ مولائے حق کی طرف بازگشت کرائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لے لینے والا ہے۔ یہاں فرماتا ہے اگر سچ مچ تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ جینے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر و نشر کا یقین نہیں اگر تم عذاب نہیں کئے جاؤ گے وغیرہ۔ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی اصلی جگہ پہنچا دو پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس کے جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اسے بھی تم نے بچشم خود دیکھ لیا یقین مانو اسی طرح ہم دوبارہ اسی روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں۔

تمہارا اپنی پیدائش میں دخل نہیں تو مرنے میں پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ پھر کیوں تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مر کر زندہ نہیں ہوں گے۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ
اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ
اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۶۱-۶۲]

کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر بارش کے موقعہ پر بعض لوگ کفریہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔ موطا میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان تھے رات کو بارش ہوئی، صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے بھی ہو آج شب تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم۔ آپ نے فرمایا سنو! یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ کافر ہو گئے اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسا وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا۔ اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔ [2]

مسلم کی حدیث میں عموماً ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ [3] ہاں یہ خیال رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس سوال جواب اور استسقا کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا۔ [4] یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہے اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہوں۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے، اس بارے کی بہت سی حدیثیں آیت ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ﴾ [5] کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی برسائی ہوئی ہے، یہ رزق الٰہی ہے۔ [6] ایک مرفوع حدیث میں ہے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ اپنے فضل و کرم سے بارش برسا دے تو یہ بھی جھٹ سے زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں تارے نے برسایا۔ [7]

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لو یعنی یوں نہ کہو فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو

---

[1] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الواقعه (۳۲۹۵) مسند احمد (۱/۱۰۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الصلوة : باب یستقبل الامام الناس اذا اسلم (۸۱۰)، (۹۹۱)، (۳۹۱۶) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء (۲۲۸) نسائی : کتاب الاستسقاء : باب کراهیة الاستمطار بالکوکب (۱۵۲٤)]

[3] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۱۲٦ ۔ ۷۲)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/٦٦۲)]

[5] [سورة فاطر : آیت ۲]

[6] [**ضعیف ومنقطع** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۵٦۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے منقطع کہا ہے۔]

[7] [**حسن** : مسند احمد (۷/۳) صحیح ابن حبان (۵۰۱/۱۳) دارمی (۳۱٤/۲) مسند حمیدی (۷۵۱) نسائی (۱٦۵/۳) وفی عمل الیوم واللیلة (۹۲٦) مسند ابو یعلی (۱۳۱۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۱۰٤۲)]

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے' یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے معظم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے۔ جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں یعنی فرشتوں کے ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں سب کے ہاتھ لگتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ''مَايَمَسَّهٗ'' ہے' ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان اترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ﴾ [1] یعنی اسے نہ تو شیطان لے کر اترے ہیں نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ یہی قول اس آیت کی تفسیر میں دل کو لگتا ہے۔ اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

فراء نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف با ایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد جنابت اور حدث سے پاک ہونا ہے' گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشاء ہے۔ اور قرآن سے یہاں مراد مصحف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے' ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے۔ (مسلم) [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ (موطا مالک) [3] مراسیل ابوداؤد میں ہے زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں' میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے' گو اس کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک قابل غور ہے' واللہ اعلم۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن' جادو اور فن نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے اترا ہے' یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا اس کے خلاف جو ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات سے کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟ قبیلہ ازد کے کلام میں رزق شکر کے معنی میں آتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر ہے۔ یعنی تم

---

[1] [سورہ الشعراء : آیت ۲۱۰۔۲۱۲]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب السفر بالمصاحف فی ارض العدو (۲۹۹۰) صحیح مسلم : کتاب المغازی : باب النهی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار (۴۸۱۶) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی المصحف یسافر به الی ارض العدو (۲۶۱۰) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب النهی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو (۲۸۷۹) مسند احمد (۷/۲)]

[3] [موطا (۱۹۹/۱)]

جلا دینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا‘ دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ تو آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں‘ دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدہ کیلئے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی اندازہ تم کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی ○ اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ○ کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے ○ جو کہ ایک محفوظ کتاب میں درج ہے ○ جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○ یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے ○ پس کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو؟ ○ اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو؟ ○

قرآن کو صرف پاکباز ہی چھوتے ہیں: حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کیلئے ہوا کرتی ہیں‘ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے‘ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لا زائد ہے اور ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ﴾ الخ‘ جواب قسم ہے‘ اور لوگ کہتے ہیں لا کو زائد بتانے کی کوئی وجہ نہیں کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے‘ جبکہ جس پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو‘ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں کہ ((لَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ ﷺ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ)) یعنی اللہ کی قسم حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ [1] اسی طرح یہاں بھی لا قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد۔ تو کلام مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے‘ مواقع نجوم سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے‘ لوح محفوظ سے تو لیلۃ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا اتر آیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں۔ مواقع سے مراد منازل ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب کیفیۃ بیعۃ النساء (۱۸۶۶۔ ۸۸) صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعۃ (۲۷۱۳)]

قدرت ہے۔ یہ میٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ دھوؤ' کپڑے صاف کرو' کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرو' جانوروں کو پلاؤ پھر کیا تمہیں یہی چاہئے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو جناب رسول اللہ ﷺ پانی پی کر فرمایا کرتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْباً فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحاً اُجَاجاً بِذُنُوْبِنَا﴾ [1] یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا۔ عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرخ اور عفار۔ ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑی جائیں تو آگ نکلتی ہے اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہتے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو بتاؤ کہ اصل یعنی درخت اس کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے لوگوں نے کہا حضور ﷺ یہی بہت کچھ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر یہ سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے' اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جا سکو۔ یہ مرسل حدیث مسند میں مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ [2]

مُقْوِین سے مراد مسافر ہیں' بعض نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں۔ بعض نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے۔ غرض دراصل ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو' ہر امیر فقیر' دیہاتی' مسافر مقیم کو اس کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے' پکانے کیلئے' تاپنے کیلئے' روشنی کیلئے وغیرہ۔ پھر اللہ کی اس کریمی کو دیکھئے کہ پتھروں میں لوہے میں اس نے اسے رکھ دیا تا کہ مسافر اپنے ساتھ لے جا سکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر حصہ ہے آگ' گھاس اور پانی۔ [3] ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ [4] ایک روایت میں ان کی قیمت کا بھی ذکر ہے۔ [5] لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہئے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳/۱٤٤)] اس کی سند میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲/۲٤٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۵۱۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الاجارۃ : باب فی منع الماء (۳٤۷۷)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[4] [صحیح : ابن ماجہ: کتاب الرھون : باب المسلمون شرکاء فی ثلاث (۲٤۷۳)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجہ]

[5] [صحیح دون الجملة : ابن ماجہ : کتاب الرھون : باب المسلمون شرکاء فی ثلاث (۲٤۷۲)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت "ثمنہ حرام" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے۔ [صحیح ابن ماجہ] اس کی سند میں عبداللہ بن خراش راوی ہے جسے امام ابوزرعہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔]

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو○ اسے تم ہی اگاتے ہو۔ یا ہم اگانے والے ہیں؟○ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ○ کہ ہم پر تو تاوان ہی پڑے گا○ بلکہ ہم بالکل بدنصیب ہی رہ گئے○ اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو○ اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟○ اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا زہر کر دیں پھر تم ہماری شکر گزاری کیوں نہیں کرتے؟○ اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو○ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے۔ یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟○ ہم نے اسے سبب نصیحت کیا ہے اور مسافروں کی فائدہ کی چیز بنایا ہے○ پس اپنے بہت بڑے اللہ کے نام کی تسبیح کیا کر○

کھیتی، آگ اور پانی سب کا خالق اللہ ہی: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ انہیں اگانا پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا زَرَعْتُ نہ کہا کرو بلکہ حَرَثْتُ کہا کرو یعنی یوں کہو میں نے بویا یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1] امام حجر مدری رحمہ اللہ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے بَلْ أَنْتَ يَا رَبِّي ہم نے نہیں بلکہ اے رب تو نے ہی۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان دنیا بنا دیں۔ اور تم ہاتھ ملتے اور باتیں ہی کرتے رہ جاؤ۔ کہ ہائے ہم پر آفت آ گئی ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی غم و رنج سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ' کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں کاش کہ یوں کرتے ووں کرتے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ تفکہ کا لفظ اپنے میں دونوں معنی رکھتا ہے نفع کے اور غم کے۔

مــزن بادل کو کہتے ہیں۔ پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضے میں ہے کوئی ہے جو اسے بادل سے اتار لائے؟ اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس' کڑواہٹ پیدا کرنے پر مجھے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٤٩٢) ابو نعیم فی الحلیۃ (٨/٢٦٧)]

ہم ہی نے تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں باور نہیں کرتے؟○ اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو پانی تم ٹپکاتے ہو' کیا اس کا انسان تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟○ ہم ہی نے تم میں موت کو متعین کر دیا ہے اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں○ کہ تمہاری جگہ تو تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس عالم میں پیدا کریں جس سے تم بالکل بے خبر ہو○ تمہیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟○

منکرین قیامت کی تردید میں دلائل: اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لاجواب کرنے کیلئے قیامت کے قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے' فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جبکہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی۔ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں' کوئی ہاتھ نہیں' کوئی قدرت نہیں' کوئی تدبیر نہیں' پیدا کرنا یہ صفت خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان و زمین کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے۔ پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیلی کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے۔ پس جبکہ جانتے ہو مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [1] اللہ ہی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ دوہرائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے' سورۂ یاسین میں ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ سے عَلِيْمٌ﴾ [2] تک ارشاد فرمایا یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے اور کہتا پھرتا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم اے نبی ﷺ ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے سورۂ قیامہ میں فرمایا ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ﴾ [3] سے آخر تک' یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا' پھر خون کے لوتھڑے کی شکل میں نمایاں ہوا تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا درست کیا مرد و عورت بنایا ایسا اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

---

[1] [الروم : ۲۷]

[2] [یسین : ۷۷۔۷۹]

[3] [القیامۃ : ۳۶۔۴۰]

فرمایا ہے یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے ہو۔ چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے، وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں۔ آج تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کی بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو، یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو، وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد وَلَا كَرِيمٍ کہہ دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو اللہ کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ ست ہو گئے، رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔ حِنثُ عَظِيم سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کفر و شرک ہے، بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے، پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ تمام اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر اور ایک میدان میں جمع ہوگی، کوئی ایک وجود بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو، جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے، یہ حاضر باشی کا دن ہے، تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت اللہ لب بھی ہلا سکے؟، انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے، نیک الگ اور بد علیحدہ۔ وقت قیامت محدود اور مقرر ہے، کمی زیادتی، تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہوگی۔ پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے انہیں سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبراً وہ تمہارے حلق میں ٹھونسا جائے گا، پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو، هِيم جمع ہے اس کا واحد اہیم ہے اور مونث ہیماء ہے ہائم اور ہائمہ بھی کہا جاتا ہے۔ سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے پانی چوستا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے، اسی طرح یہ جہنمی جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا بھلا اس سے پیاس رکتی ہے؟ حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لئے مکروہ ہے۔ پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے، جیسے متقین کے بارے میں اور جگہ ہے کہ ان کی مہمانداری جنت الفردوس ہے۔ [1]

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

---

[1] [سورۃ الکھف : آیت ۱۰۷]

تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہوں گے ہم نے پھر تکبیر کہی' اس کے بعد حضور ﷺ نے اسی آیت ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾ کی تلاوت کی۔ اب ہم میں آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے؟ پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ [1] یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیت میں پہلوں پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔ [2]

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ ۙ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے؟ ○ گرم ہوا اور پانی میں ○ سیاہ دھویں کے سائے میں ○ جو نہ ٹھنڈا ہو نہ عزت والا ○ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں میں پلے ہوئے تھے ○ اور بڑے بڑے گناہوں پر مداومت کرتے تھے ○ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو ہم پھر دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے ○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ○ تو کہہ دے کہ یقیناً اگلے اور پچھلے؟ ○ البتہ جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت ○ پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ○ البتہ کھانے والے ہو درخت تھور کا ○ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو ○ پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو ○ پھر پینے والے بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ○ قیامت کے دن ان کی مہمانی یہ ہے ○

بائیں ہاتھ والے عذاب کا شکار: اصحاب یمین کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرماتا ہے ان کا کیا حال ہے یہ کس عذاب میں ہوں گے؟ پھر ان عذابوں کا بیان فرماتا ہے کہ یہ گرم ہوا کے تھپیڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں ہیں' جیسے اور جگہ ﴿انطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنتُم بِهِ﴾ سے ﴿لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ [3] تک

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۴۰۱) مسند ابو یعلی (۵۳۳۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۶۱۵)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۴۶)] اس میں ابان اور علی بن زید دو راوی ضعیف ہیں۔]

[3] [سورۃ المرسلات : آیت ۲۹۔۳۴]

اٹھاتے رہے اور آج توبہ کرلیں گے کل بداعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے۔ انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ آیا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی پھر تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک اللہ کی طرف یقین خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریا کاری میں رہے اور دل لگا کر یاد الٰہی کرنا بھی تمہیں نصیب نہ ہوا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح بیاہ، مجلس مجمع، موت زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیئے گئے۔ سورۂ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے انہیں جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ آخر تم یہاں کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے بداعمال گنوائیں گے۔ تو یاد رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کیلئے ہوگا ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے۔ پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی، یہاں فرمایا آج ان سے فدیہ نہ لیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے ان کا مرجع وماویٰ جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ
وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ
قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

کیا اب تک ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے پگھل جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں، جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں کے اکثر فاسق ہیں ○ یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کر دیں تا کہ تم سمجھو ○

اہل ایمان سے خشیتِ الٰہی کے متعلق سوال: پروردگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کیلئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر اللہ وعظ ونصیحت قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں حکم بجالائیں ممنوعات سے پرہیز کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہی تیرہ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے کی دیر کی شکایت کی گئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہمیں یہ عتاب ہوا[1] (مسلم) اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضور ﷺ سے کہتے ہیں حضرت کچھ بات تو بیان

---

[1] **[صحیح]**: صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی قول اللہ تعالٰی الم یان للذین امنوا (۳۰۲۸۔ ۲۴)]

طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا منافق وکافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سہارے چلیں تو جس طرح یہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ مکروفریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر لاؤ یہ واپس کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے' یہی اللہ کا وہ مکر ہے جس کا بیان ﴿وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ الخ' میں ہے۔ اب لوٹ کر یہاں جو آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنوں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب وسزا ہے۔ پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی پڑا رہے گا نور مل جانے پر بھید کھل جائے گا تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہو گا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکے گا اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا مسلمان اس کی طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے۔ جب مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کی آوازیں دیں گے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کیلئے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا لیکن پل صراط پر تمیز ہو جائے گی مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا یہ مومنوں کو آواز دیں گے لیکن اس وقت خود مومن خوف زدہ ہو رہے ہوں گے یہ وہ وقت ہو گا کہ ہر ایک آپا دھاپی میں ہو گا' جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت ودوزخ کے درمیان حد فاصلہ ہو گی اسی کا ذکر آیت ﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ﴾ میں ہے۔

پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب۔ ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہو گی' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم ہے اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے' لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ بعینہٖ یہی دیوار اس آیت میں مراد ہے بلکہ اس کا ذکر بطور قرب کے معنی میں آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کیلئے کھڑی کی جائے گی مومن تو اس کے دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت وعذاب میں رہ جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر وجہالت' شک وحیرت کے اندھیروں میں تھے' اب یہ یاد دلائیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے جمعہ جماعت ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے واجبات ادا کرتے تھے۔ ایماندار کہیں گے بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو گناہوں میں' نفسانی خواہشوں میں' اللہ کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں

حضرت جنادہ بن ابوامیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے اللہ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اول اول تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا اسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ سے دعا کریں گے کہ یا اللہ ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پل صراط پر نور کا ملنا ہے تا کہ اس اندھیری جگہ سے با آرام گزر جائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا تو ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری امت کے اعضاءِ وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی۔ [1] ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے دائیں ہاتھ میں ان کا عمل نامہ ہوگا جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے چپے چپے پر چشمے جاری ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں، یہ زبردست کامیابی ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک، دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور کھرے اعمال والوں کے نجات کسی کو منہ نہیں دکھائے گی۔

سلیم بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں آج صبح شام کر رہے ہو نیکیاں برائیاں کر سکتے ہو اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی کا، اندھیرے کا، کیڑوں کا اور تنگی اور تاریکی والا گھر ہے مگر جس کیلئے اللہ تعالیٰ اسے وسعت دے دے۔ یہاں سے تم پھر میدان قیامت کے مختلف مقامات پر وارد ہو گے۔ ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے، پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر منافق بے نور رہ جائے گا، اسی کا ذکر آیت ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ﴾ [2] الخ، میں ہے پس جس

---

[1] [ضعیف :مستدرک حاکم (٢/٤٧٨)]۔ اس کی سند میں ابن اخی ابن وہب ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ النور : آیت ٤٠]

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں' عورتوں کا نوران کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے' یہ ہے بہترین کامیابی ○ اس دن منافق مرد وعورت ایمانداروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو' پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا ○ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکے دینے والوں نے دھوکے میں ہی رکھا ○ الغرض آج تم سے نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے ○

بدلہ اعمال کے مطابق: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجوروں کے درخت کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہوگا اس کے پیر کے انگوٹھے کے برابر نور ہوگا جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا (ابن جریر) [1]

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ابین دور ہے اور صنعا دور ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے ان کے دونوں قدم کے پاس ہی اجالا ہوگا۔ [2]

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۷۶)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۷۶)]

سے بغیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔ ابن جریر میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے یعنی قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ممکن ہے یہی ٹھیک ہو' واللہ اعلم۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث مروی ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے اور متن میں غرابت ونکارت ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ آیت ﴿وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول لائے ہیں کہ آسمان وزمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے اللہ عزوجل نے بھیجا ہے اور میں نے اللہ کو وہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے اللہ نے بھیجا تھا اور اللہ وہیں تھا' تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آیا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ والی اوپر کی روایت مرسلاً بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا ہے۔ واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا' وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے' اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○ آسمانوں کی زمین کی' بادشاہی اسی کی ہے' اور تمام کام اسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں ○ وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے ○ اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ سینے کے اندر کی پوشیدگیوں کا وہ پورا عالم ہے ○

ہر چیز کا خالق ومالک صرف اللہ: اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر قرار پکڑنا سورۂ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اسے بخوبی علم ہے کہ کس قدر بارش کی بوندیں زمین میں گئیں' کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارہ پیدا ہوا کس قدر کھیتیاں ہوئیں اور کتنے پھل کھلے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ الخ'[1] غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں سوائے اس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۵۹]

اسکے علم سے باہر نہیں' زمین کے اندھیروں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر وخشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو' اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش' اولے' برف' تقدیر اور احکام جو برتر فرشتوں کے بذریعہ نازل ہوتے ہیں' سب اس کے علم میں ہیں' سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو اللہ کی بتائی ہوئی جگہ پہنچا دیتے ہیں' آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں' جیسے صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیئے جاتے ہیں [1] وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال وافعال کو دیکھ رہا ہے جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خشکی میں ہو خواہ تری میں' راتیں ہوں یا دن ہوں' تم گھر میں ہو یا جنگل میں' ہر حالت میں اس کے علم کے لئے یکساں ہر وقت اس کی نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے کام سنتا رہتا ہے تمہارا حال دیکھتا رہتا ہے' تمہارے چھپے کھلے کا اسے علم ہے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس سے جو چھپنا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے بھلا ظاہر باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے؟ ایک اور آیت میں ہے پوشیدہ باتیں' ظاہر باتیں راتوں کو دن کو جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں۔ یہ سچ ہے وہی رب ہے وہی معبود برحق ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے سوال پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ [2] ایک شخص آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجئے کہ میری زندگی سنور جائے' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اس سے اس طرح شرما جیسے کہ تو اپنے کسی نزدیکی نیک قرابتدار سے شرماتا ہو جو تجھ سے کبھی نہ جدا ہوتا ہو [3] یہ حدیث ابوبکر اسماعیلی نے روایت کی ہے اس کی سند غریب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا۔ ایک اللہ کی عبادت کی۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی راضی رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوٰۃ میں دینے ہیں تو بوڑھے بیکار دبلے پتلے نہ دے بلکہ درمیانہ راہ اللہ میں دیا۔ اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ﷺ نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس کرے اور یقین اور عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ (ابونعیم) اور حدیث میں ہے افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد) [4] حضرت امام احمد رحمہ اللہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۹۳)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی عن الایمان (۵۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الایمان ما ھو وبیان خصالہ (۱-۵)، مسند احمد (۱۰۷/۲)]

[3] [ضعیف : بیھقی فی شعب الایمان (۱٤٥/٦) احمد فی الزھد (۵۹)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عائذ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ابو نعیم فی الحلیۃ (۱۲٤/٦) طبرانی اوسط (۸۷۹٦) مجمع الزوائد (٦٥/۱)]

اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے تھے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْماً فَلاَ تَقُلْ ۔۔۔ خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَىَّ رَقِيبُ
وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفِلُ سَاعَةً ۔۔۔ وَلاَ أَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں۔ بلکہ کہتا رہ کہ تجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ اور مخفی سے مخفی کام کو اس پر مخفی نہ مان۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی﴾ [1] دنیا آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے۔ اس کی تعریف اس بادشاہت پر بھی کرنی ہمارا فرض ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ﴾ [2] وہی معبود برحق ہے اور وہی حمد وثناء کا مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایک اور روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان وزمین کی تمام چیزیں ہیں اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا باخبر ہے۔ پس ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے اس کی بادشاہت میں ہے۔ ساری آسمان وزمین کی مخلوق اس کی غلام اور اس کی خدمت گزار اور اس کے سامنے پست ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ [3] الخ آسمان وزمین کی کل مخلوق رحمٰن کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے' اسی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں' اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے' وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا' بلکہ ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے' ارشاد ہے ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ﴾ [4] الخ' قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا رائی کے دانے کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں۔ پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ ہے اپنے حکمت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے کبھی دن لمبے کبھی راتیں' اور کبھی دونوں یکساں' کبھی جاڑا' کبھی گرمی' کبھی بارش' کبھی بہار' کبھی خزاں' اور یہ سب بندوں کی خیر خواہی اور ان کی مصلحت کے لحاظ سے ہے۔ وہ دلوں کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ

---

[1] [سورۃ اللیل : آیت ۱۳]
[2] [سورۃ القصص : آیت ۷۰]
[3] [سورۃ مریم : آیت ۹۳-۹۵]
[4] [سورۃ الانبیاء : آیت ۴۷]

اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾ ع مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیراتیں کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا ○ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول اللہ تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تمہیں باور ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے ○ وہ ہے جو اپنے بندوں پر واضح آیتیں اتارتا ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے' یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا ہے ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک تنہا اللہ ہی ہے' تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے راہ اللہ دیا ہے اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے' ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے ○ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اسکا پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے ○

اللہ کی راہ میں خرچ کی ترغیب: اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنے اوپر اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور ہمیشگی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے قربت حاصل کرے' اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدمستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کرے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوڑتا نہ یہ اڑاتا۔ حضور ﷺ سورۂ ''اَلْھٰکُمُ'' پڑھ کر فرمانے لگے انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا صدقہ کر دیا کھایا ہوا فنا ہو گیا پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا' ہاں راہ اللہ دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا (مسلم)۔ [1]

اور جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔ پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر (۲۹۵۸)]

اور آپس میں گنہگاری کی اور ظلم اور زیادتی کی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا' ان کیلئے جہنم کافی سزا ہے' جس میں یہ جائیں گے' سو وہ برا ٹھکانہ ہے ○ اے ایمان والو! تم جب چھپ چھپاتے باتیں کرو تو یہ سرگوشیاں اور گنہگاری اور ظلم وزیادتی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی نہ ہوں۔ بلکہ نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں پر اس میں تبادلہ خیالات کرو' اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ○ بری سرگوشیاں شیطانی کام ہے' جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے گو اللہ تعالیٰ کی چاہت بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں ○

ایک معاشرتی ادب: کانا پھوسی سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت ﷺ میں جب صلح وصفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا یہ ادھر ادھر جمع ہو ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کانا پھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دکیلا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ منفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا' جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضور ﷺ نے یہودیوں کو اس سفلی حرکت سے روک دیا' لیکن انہوں نے پھر بھی یہی کرنا شروع کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں' ایک رات کو باری والے آ گئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آ گئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بنا کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت آپس میں باتیں کرنے لگی' اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا حضور ﷺ ہماری توبہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا رہتا ہے' آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کو دکھانے کیلئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریاکاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ [1] پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی خانگی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں پر ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے' یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر ﷺ کی مخالفت پر ایک دوسرے کو پختہ کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹھتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا ((اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ)) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا فرمایا ((وَعَلَيْكُمُ السَّامُ)) ۔ سام کے معنی موت کے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا کیا حضور ﷺ نے نہیں سنا۔

[1] [ضعیف : ابن ابی حاتم] اس کی سند میں ربیع بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

انہوں نے آپ کو السَّلَامُ نہیں کہا بلکہ السَّــــامُ کہا ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہہ دیا ((وَعَلَيْكُمْ)) [1] اسی کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے جواب میں فرمایا تھا ((وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ)) اور آپ نے صدیقہ کو روکتے ہوئے فرمایا ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں سنانا مقبول ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ) [2]

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آ کر سلام کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا پھر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا ''سَامُ عَلَيْكُمْ'' یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جاؤ' پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلا لاؤ' جب وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا سچ سچ بتا دو کیا تو نے ''سَامُ عَلَيْكُمْ'' نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں حضور ﷺ میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو! جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو صرف عَلَيْكَ کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر (ابن جریر وغیرہ) [3] پھر یہ لوگ اپنے اس کرتوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی بیان سے بخوبی واقف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی کافی ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گزر جانے اور نبی کی نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی اور اپنے بچاؤ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے' جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال واقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت صفوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور پوچھا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتب السلام : باب النهي عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام (۲۱۶۵)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب باب لم یکن النبی فاحشا و لا متفاحشا (۶۰۳۰) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام (۲۱۶۵)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الادب : باب رد السلام علی اهل الذمة (۳۶۹۷) ابن ابی شیبه (۸/۶۳۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۶۸)] اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ [صحیح بخاری (۶۲۵۸-۶۹۲۶) صحیح مسلم (۲۱۶۳)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۲/۱۷۰) مجمع الزوائد (۱۱٤۰۵)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۶۵۸۹)]

تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے پاس بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہو گا کہ اب ہلاک ہوا' اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج میں نے بخشش کی' پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے (بخاری و مسلم)① پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو رنج و غم ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شیطان یا کوئی اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا' جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اَعُوْذُ پڑھے اللہ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے ان شاء اللہ تعالیٰ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گزرے' حدیث میں بھی منع آئی ہے' مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو مل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے بیٹھ جاؤ اس سے تیسرے کا دل میلا ہو گا (بخاری و مسلم)② اور روایت میں ہے کہ ہاں اگر اس کی اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم)③

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا۟ فِى ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُوا۟ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُوا۟ فَٱنشُزُوا۟ يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کشادہ کر دو اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا' اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو وہ خوب خبردار ہے ○

چند آداب مجلس: یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست برخاست

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول اللہ تعالی الا لعنة اللہ علی الظالمین (۲۴۴۱)، (۴۶۸۵) صحیح مسلم : کتاب التوبہ : باب فی سعة رحمة اللہ علی المومنین (۲۷۶۸)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستیذان : باب باب اذ کانوا اکثر من ثلاثة فلا باس بالمسارة والمناجاة (۶۲۹۰) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث (۲۱۸۴) ابو داؤد : کتاب الادب (۴۸۵۱) ترمذی : کتاب الادب (۲۸۲۵) ابن ماجه : کتاب الادب (۳۷۷۵) مسند احمد (۳۷۵/۱) مسند حمیدی (۱۰۹)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام (۲۱۸۳)]

میں بھی ایک دوسرے کا خیال ولحاظ رکھو۔ تو فرماتا ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹ کر اسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔ اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے' چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے مسجد بنا دے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دے گا۔ [1] ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا' جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر رہتا ہے' [2] اور بھی اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضور ﷺ کچھ نصیحت کی باتیں بیان فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا تا کہ اسے بھی جگہ مل جائے قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو ادھر ادھر کھل جایا کرو تا کہ آنے والے کی جگہ ہو جائے' حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتری' رسول اللہ ﷺ اس دن صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپر تلے جگہ تنگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ رضی اللہ عنہم ذرا اوپر سے آئے تو آنحضرت ﷺ کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ سے سلام علیک ہوئی آپ نے جواب دیا پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جوان کیلئے جگہ ہوتی' آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو رہا نہ گیا نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا' جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا بھاری پڑا ادھر منافقوں کے ہاتھ میں ایک مشغلہ لگ گیا' کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوا دی کس قدر نا انصافی ہے' ادھر حضور ﷺ نے اس لئے ان کے دل میلے نہ ہوں دعا کی کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کیلئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً خود بخود اپنی جگہ ہٹنا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا! اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) [3] بخاری مسلم مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہئے کہ ادھر ادھر سرک کر اس کیلئے جگہ بنا دو [4] شافعی میں ہے' تم میں سے کوئی شخص اپنے

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ (٤٥٠) صحیح مسلم : کتاب المساجد (٥٣٣)]

[2] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الا جتماع علی تلاوۃ القرآن (٢٦٩٩)]

[3] [**مرسل** : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٤/٢٣)]

[4] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجمعۃ : باب لا یقیم الرجل اخاہ یوم الجمعۃ ویقعد مکانہ (٩١١)، (٦٢٧٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ (٢١٧٧) مسنداحمد (١٧/٢ ـ ٢٢)]

بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ گنجائش کرو۔ (۱) اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کیلئے کھڑے ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت دیتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ (۲) بعض علماء منع کرتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کیلئے سیدھے کھڑے ہوں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنا لے (۳) بعض بزرگ تفصیل بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو حاکم کیلئے عہدہ حکمرانی کے سبب لوگوں کا کھڑے ہو جانا درست ہے' کیونکہ حضور ﷺ نے جن کیلئے کھڑا ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور یہ (بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ) صرف اس لئے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرائے۔ واللہ اعلم۔ ہاں اسے عادت بنا لینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجمیوں کا طریقہ ہے' سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے' جانتے تھے کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ (۴) سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آتے ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ تشریف فرما ہو جاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہو جاتی' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے' حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموماً حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتب وحی تھے آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی لکھ لیا کرتے تھے۔ (۵) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ کا

---

(۱) [اسناده ضعيف وله شواهد : مسند شافعی (۱/۱۵۹)] اس میں ابن جریج مدلس کا عنعنہ ہے۔ تاہم اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۱۷۸)]

(۲) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب العتق : باب باب كراهية التطاول على الرقيق (۲۵۵۰)، (۶۲۶۲) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب جواز قتال من نقض العهد (۱۷۶۸) مسند احمد (۳/۲۲)]

(۳) [حسن : ترمذی : كتاب الادب : باب ما جاء فی كراهية قيام الرجل للرجل (۲۷۵۵) ابوداؤد : كتاب الادب : باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك (۵۳۲۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۴) [صحيح : ترمذی : كتاب الادب : باب ما جآء فی كراهية قيام الرجل للرجل (۲۷۵۴) الادب المفرد (۹۴۶) مسند احمد (۳/۱۳۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

(۵) [صحيح : ترمذی : كتاب الاستيذان : باب فی الثلاثة الذين اقبلوا فی مجلس النبی (۲۷۲۵) ابوداؤد : كتاب الادب : باب فی التحلق (۴۸۲۵)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقل مند، صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ ① اور یہ انتظام اس لئے تھا کہ حضور ﷺ کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں، یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گزرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلوائی، گو اس کے ساتھ اور وجوہات بھی تھیں مثلاً ان لوگوں کو خود چاہیے تھا کہ ان بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال کرتے اور لحاظ و مروت برت کر خود ہٹ کر انہیں جگہ دیتے جب انہوں نے ازخود ایسا نہیں کیا تو پھر حکماً ان سے ایسا کرایا گیا، اسی طرح پہلے کے لوگ حضور ﷺ کے بہت سے کلمات پوری طرح سن چکے تھے اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی بہ آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور دینی تعلیم حاصل کر لیں، اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے سیدھے رہو ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو، دانائی اور عقل مندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے تھے اس حکم کے باوجود افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو۔ ② مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے سوا کسی اور وقتوں میں تو بطور اولیٰ یہی حکم رہے گا، ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو، مونڈھے ملائے رکھو، صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے ساتھ صف میں نرم بن جایا کرو، صف میں شیطان کیلئے سوراخ نہ چھوڑو صف ملانے والوں کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے ③ اسی لئے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف العقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں کھڑے ہو جاتے اور اسی حدیث کو دلیل لاتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقل مند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ ④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے ⑤ اور اس حدیث کو پیش کرتے جو

---

① [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف واقامتها (٤٣٢) ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب من يستحب ان يلى الامام فى الصف و كراهية التاخر (٦٧٤) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوات والسنة فيها : باب من يستحب ان يلى الامام (٩٧٦) نسائى : كتاب الامامة : باب من يلى الامام ثم الذى يليه (٨٠٨) مسند احمد (١٢٢/٤) مسند حميدى (٤٥٦)]

② [ایضا]

③ [صحیح : ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف (٦٦٦) نسائى : كتاب الامامة : باب من وصل صفا (٨٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود]

④ [صحیح : مسند احمد (١٤٠/٥) نسائى : كتاب الامامة : باب من يلى الامام ثم الذى يليه (٨٠٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

⑤ [صحیح : صحيح بخارى : كتاب الاستئذان : باب اذا قيل لكم تفسحوا فى المجالس فامسحوا (٦٢٨٠) صحيح مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الاقامة الانسان من موضعه المباح (١٢٧٧)]

اوپر گزری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ کوئی اور نہ بیٹھے' یہاں بطور نمونہ کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں بسط و تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں نہ یہ موقع ہے' ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آ کر بیٹھ گئے دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنالی تیسرے واپس چلے گئے' حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تمہیں تین شخصوں کی بابت خبر دوں ایک نے تو اللہ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی' دوسرے نے شرم کی' اللہ نے بھی اس سے حیا کی۔ تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان تفریق کرے ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے (ابوداؤد و ترمذی) [2] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے' اسی طرح اٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کی طرف بلایا جائے تو تم فوراً آ جاؤ۔ حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کیلئے بلایا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو' حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب حضور ﷺ کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی چاہت یہ ہوتی کہ سب سے آخر حضور ﷺ سے جدا میں ہوں' بسا اوقات آپ کو کوئی کام کاج ہوتا تو بڑا حرج ہوتا لیکن آپ مروت سے کچھ نہ فرماتے اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ [3] اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ مجلسوں میں جگہ دینے کو جب کہا جائے تو جگہ دینے میں اور جب چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جانے میں اپنی ہتک نہ سمجھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ بلند کرنا اور اپنی توقیر کرانا ہے اسے اللہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس پر دنیا اور آخرت میں نیک بدلہ دے گا' جو شخص احکام الٰہیہ پر تواضع سے گردن جھکا دے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کی شہرت نیکی کے ساتھ کرتا ہے' ایمان والوں اور صحیح علم والوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیا کریں اور اس سے وہ بلند درجوں کے مستحق ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ بلند مرتبوں کا مستحق کون ہے اور کون نہیں؟ حضرت نافع بن عبدالحارث سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب من قعد حیث ینتھی به المجلس (٦٦) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب من اتی مجلسا فوجد فرجة فجلس فیھا (٢١٧٦) مسند احمد (٥/٢١٩)]

[2] [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنھما (٤٨٤٥) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی کراھیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنھما (٢٧٥٢) مسند احمد (٢/٢١٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[3] [سورة النور : آیت ٢٨]

عسفان میں ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ شریف کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ شریف میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو ہمارے مولیٰ ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے آئے ہو؟ کہا ہاں اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اچھا وعظ کہنے والا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور بعض کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا۔ (مسلم) [1] علم اور علماء کی فضیلت' جو اس آیت اور دیگر آیات و احادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری شریف کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے۔ والحمد للہ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع۲

اے مسلمانو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو' یہ تمہارے حق میں بہتر اور پاکیزہ تر ہے ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ کیا تم اپنی راز کی باتوں سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ پس جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اور اب بخوبی نمازوں کو قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو' تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے شرط اور اس کا نسخ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تا کہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو' ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر۔ اسے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم انہیں ہے جو مالدار ہیں۔ پھر فرمایا شاید تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ نہ جانے کب تک واجب رہے گا۔ جب تم نے اسے ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اب تو اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو' کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرف صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ہٹ گیا' ایک دینار دے کر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ہٹ گیا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود بھی یہ واقعہ بتفصیل مروی ہے کہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرين : باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه (۸۱۷) ابن ماجه : كتاب السنة : باب في فضل من تعلم القرآن وعلمه (۲۱۸) مسند احمد (۱/۳۵)]

[2] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (۳۳۷۸۸)]

آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکا' میرے پاس ایک دینار تھا جسے بھنا کر میں نے دس درہم لے لئے ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم اٹھ گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (۱) ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے تو آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی۔ فرمایا پھر آدھا دینار کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا اچھا تم ہی بتاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو برابر سونا آپ نے فرمایا واہ واہ! تم تو بڑے ہی زاہد ہو' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی' (۲) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسلمان برابر حضور ﷺ سے راز داری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا' آپ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کثرت سے سوال کرنے شروع کر دیئے جو حضور ﷺ پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوال چھوڑ دیئے' پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا' عکرمہ رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت مقاتل رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا کہ منسوخ ہو گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ
عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ۝۱۶ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا
يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۸ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے نہ یہ منافق تمہارے

---

(۱) [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۹۰) عبدالرزاق فی التفسیر (۳۱۷۸)]

(۲) [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة المجادلة (۳۳۰۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/۱۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی (۶۵۲)]

ہی ہیں نہ ان کے' یہ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں○ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں○ ان لوگوں نے تو اپنی قسموں کو ڈھالیں بنا رکھی ہیں' اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے○ ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی' یہ تو جہنمی ہیں' ہمیشہ ہی اس میں رہنے والے○ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی کچھ ہیں' یقین مانو کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں○ ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے' یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خراب خستہ ہے○

منافقین کا ذکر: منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہود کی محبت رکھتے ہیں گو وہ اصل میں ان کے بھی حقیقی ساتھی نہیں ہیں حقیقت میں نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہیں صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں' ایمانداروں کے پاس آ کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں' رسول ﷺ کے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی اس غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں' ان کی ان بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت تر عذاب ہوں گے اس دھوکے بازی کا برابر بدلہ انہیں دیا جائے گا یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں' ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی باطنی بدی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں' چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے اللہ تعالیٰ پر از صد ہزار تکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولاد انہیں کچھ کام دے سکے گی یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہو گا۔ قیامت والے دن جب ان کا حشر ہو گا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ بات کو قسموں سے سچ بات کر دکھاتے تھے آج اللہ کے سامنے بھی اپنی ہدایت واستقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھا لیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا اللہ کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں سے بیان فرما چکا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے سایہ دار جگہ کم تھی بمشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا تھوڑی دیر میں ایک کیری آنکھوں والا شخص آیا حضور ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کیوں بھئی تو اور فلاں فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضور ﷺ نے لیا تھا انہیں لے کر آیا پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضور ﷺ کی کوئی بے

ادبی نہیں کی۔اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جھوٹے ہیں۔ [1] یہی حال مشرکوں کا بھی دربار الٰہی میں ہوگا' قسم کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کرلیا ہے یاد اللہ ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز قائم نہ کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ' بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔حضرت سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے ذکر کو فراموش کرنے والے اور شیطان کے قبضے میں پھنس جانے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں' شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ع ۳

بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں○ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے' یقیناً اللہ تعالیٰ زورآور اور غالب ہے○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا' گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے' اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہ اللہ کا لشکر ہے' آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں○

حق سے منہ موڑنے والے ذلیل ہوئے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں' احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں' رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/۲٦۷) مستدرك حاكم (۲/٤۸۲) تفسير ابن جرير الطبرى (۳۳۸۰۸)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن : ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب التشديد فى ترك الجماعة (٥٤٧) نسائى : كتاب الامامة : باب التشديد فى ترك الجماعة (۸٤۸) مستدرك حاكم (۱/۲۱۱) مسند احمد (٥/۱۹٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے نہ بدلے نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت' کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ' ہم اپنے رسولوں کی اور ایماندار بندوں کی ضرور ضرور مدد کریں گے دنیا میں بھی آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنت برستی ہوگی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا اللہ قوی ہے اور اس کا لکھا ہوا اٹل ہے وہ غالب و قہار ہے۔ اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ امر ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے دوست اللہ کے دشمنوں سے محبت رکھیں' ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے اللہ کے ہاں کسی گنتی میں نہیں' ہاں ڈر خوف کے وقت عارضی دفع کیلئے تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے' [2] اور جگہ ہے اے نبی (ﷺ) آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا' بیٹے' پوتے' بچے' کنبہ' قبیلے' مال و دولت' تجارت حرفت' گھر بار وغیرہ تمہیں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ کے' اس کی راہ میں جہاد کی نسبت عزیز اور محبوب ہیں تو تم اللہ کے عنقریب برس پڑنے والے عذاب کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ [3] حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ [4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کیلئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا [5] اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی' مثلاً حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہو سکتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تا کہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب کہ اللہ ان کے دل اسلام کی

---

[1] [غافر : ٥١-٥٢]
[2] [آل عمران : ٢٨]
[3] [التوبه : ٢٤]
[4] [مرسل : مستدرك حاكم (٢٦٥/٣)]
[5] [منقطع : مستدرك حاكم (٢٦٨/٣)]

طرف پھیر دے، آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبے قبیلے کے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہو اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے ہم اللہ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں مجھے فلاں رشتہ دار سونپ دیجئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کافر دیجئے وغیرہ۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان اللہ کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت بچ گئی ہے اور ان کی تائید اللہ نے اپنے پاس کی روح سے کی ہے یعنی انہیں قوی بنا دیا ہے اور یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالیں جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ اللہ سے خوش، چونکہ انہوں نے اللہ کیلئے کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش خوش ہو گئے۔ اللہ کا لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے، وہ شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے، حضرت ابو حازم اعرج رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے، جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں بچتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی جن کی صفت اللہ کے رسول ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گمنام متقی نیکوکار ہیں اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور جائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں یہ ہیں وہ اولیاء جنہیں اللہ نے اپنا لشکر بنایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) نعیم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ! کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار اللہ کے مخالفین کے دوست نہیں ہوتے [2] حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں علمائے سلف کا بیان ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے خلط ملط رکھتے ہوں (ابو احمد عسکری) الحمدللہ سورۂ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحشر

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا یہ سورۂ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتری ہے۔ بخاری شریف کی اور روایت میں ہے کہ آپ نے جواباً فرمایا یہ سورت سورۂ بنو نضیر ہے۔ [3]

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر (۱۷۶۳)]

[2] [مرسل وضعیف : السلسلة الضعيفه (۲۹۷۵)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورة الحشر (۴۸۸۲) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب سورة براة والانفال والحشر (۳۰۳۱)]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕؔ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ٭ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ٭ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا ؕ وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ۚ وَ مَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡہَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِہَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیُخۡزِیَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے اور باحکمت ہے ○ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال کر پہلے حشر کی زمین میں لا کھڑا کیا' تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کے سنگین قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے پس ان پر عذاب الٰہی اس جگہ سے آ پڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا' اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں برباد کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی برباد ہوئے پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو نہ مقدر کر دیا ہوتا تو یقیناً انہیں دنیا میں ہی عذاب کرتا' اور آخرت میں تو ان کیلئے آگ کا عذاب ہے ہی ○ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ سے مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے ○ تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لئے بھی کہ بدکاروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید تقدیس تمجید تکبیر توحید میں مشغول ہے' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ﴾ [1] یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے' وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار والا ہے' اور اپنے تمام احکام و فرمان میں حکمت والا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا' اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضور ﷺ نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں' لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر

---

[1] [سورۃ الاسراء : آیت ٤٤]

غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا' مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا' خود یہ یہود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا' لیکن جب اللہ کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں یونہی رکھی کی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے' اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا' بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے' ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لاد کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ' اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھا لیں' جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں' اس واقعہ کا بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو۔ کہ کس طرح ان پر عذاب الٰہی اچانک آ پڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور دردناک عذاب میں جا پڑے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور ﷺ کے میدان بدر سے واپس لوٹنے سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور ﷺ کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم ان سے لڑائی کرو اور اسے نکال کر باہر کر دو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو ہم لونڈیاں بنا لیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو' عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور ﷺ سے لڑائی کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور کر لی' جب حضور ﷺ کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقعہ دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بدارادے سے باز آ جاؤ' حضور ﷺ کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے مگر یہ پھر اکڑ میں آ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بدعہدی پر کمر باندھ لی اور حضور ﷺ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آیئے ہم میں سے بھی تیس ذی علم آدمی آتے ہیں' ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بدعہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کرو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہوئے' چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی' دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا' آپ وہاں سے فارغ ہو کر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی' آخر یہ ہارے

اور حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھر بار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لاد دیں اور جلاوطن ہو گئے' ان کے کھجوروں کے درخت خاصۃ رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوا دیئے' جیسے آیت ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ ① الخ میں ہے' لیکن آنحضرت ﷺ نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو ہی حاجت مندوں کو حصہ دیا باقی سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ تقسیم کے بعد جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا۔ ② غزوۂ بنو نضیر کا مختصر قصہ اور سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیئر معونہ میں شہید کر دیا جن کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچ کر نکلے مدینہ شریف کی طرف سے آئے آتے آتے موقعہ پا کر انہوں نے بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن وامان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو نہ تھی' جب یہ مدینہ پہنچے اور حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل ادا کرنا پڑے گا' بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف وعقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضور ﷺ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے۔ قبیلہ بنو نضیر کی گڑھی مدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضور ﷺ ہم موجود ہیں ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقعہ کب ہاتھ لگے گا۔ اس وقت آپ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو' چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی شخص چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ ﷺ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں' عمرو بن مجاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بد باطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً ابو بکر' عمر فاروق' حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے' ادھر جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں آئے پوچھا کہ حضور کیا واقعہ ہے؟ آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور اللہ کی راہ میں نکل

---

① [سورۃ الحشر : آیت ۷]

② [صحیح : ابوداؤد : کتاب الخراج والفیئ : باب فی خبر النضیر (۳۰۰۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداؤد (۲۵۹۰)]

کھڑے ہوئے۔ یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے پناہ گزین ہو گئے آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلا دیئے جائیں' اب تو یہود چیخنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فسادیوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ ادھر تو درخت کٹنے کا غم' ادھر جو کمک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنوعوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول' ودیعہ بن مالک' ابن ابوقوقل اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنونضیر کو کہلوا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جمے رہو اور قلعہ خالی نہ کرو ہم تمہاری مدد پر ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے' لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی' ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہماری جان بخشی کیجئے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا مال جو اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ ہمیں دے دیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست قبول فرمائی یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے' ان کے باقی مال خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا' ہاں انصار میں سے دو شخصوں کو یعنی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کو دیا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے' بنونضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے ایک تو یامین رضی اللہ عنہ بن عمیر جو عمرو بن حجاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا یہ وہ عمرو ہے جس نے حضور ﷺ پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا' دوسرے ابوسعد بن وہب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے یامین رضی اللہ عنہ! تیرے چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برا برتاؤ برتا اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟ حضرت یامین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کچھ دینار دے کر عمرو کو قتل کرا دیا' سورۂ حشر اسی واقعہ بنونضیر کے بارہ میں اتری ہے [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے' ان یہودیوں سے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف نکل جاؤ [2] حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا یہ اول محشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ (ابن جریر) [3] بنونضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا' محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی' یہودیوں کی زیادتی یکجہتی' منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد

---

[1] [**مرسل**: سیرۃ ابن ھشام (۳/۱۵۱۔۱۵۳)]

[2] [**ضعیف**: مسند بزار (۳۴۲۶)] اس کی سند میں ابوسعد راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۲۱)]

یہ قلعہ خالی کردیں گے ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں' لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آ گیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی' یہی دستور اللہ کا ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبر ان پر عذاب الٰہی آ جاتا ہے' ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دہلنے لگتا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے چھتوں کی لکڑی اور دروازے لے جانے کیلئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیئے مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے ان کے جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے میدان کشادہ کرنے کیلئے انہیں ڈھاتے گئے' اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے' پھر فرماتا ہے' اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلاوطنی نہ ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب دیا جاتا' یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ' پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کیلئے تیار ہیں۔ بنونضیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی' مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی' یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلاوطنی ہوئی نہ تھی بقول حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ شروع سورت سے ﴿ فَاسِقِيْنَ ﴾ تک آیتیں اس واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ [1] ''جَلَاءَ'' کے معنی قتل و فنا کے بھی کئے گئے ہیں' حضور ﷺ نے انہیں جلاوطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی' اس فیصلہ کے بعد بھی حضور ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں' اس دنیوی عذاب کے ساتھ اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کیلئے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے۔ ان کی اس درگت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا خلاف کیا ایک اور اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا اس لئے کہ ہر نبی نے آپ کی بابت پیش گوئی کی تھی' یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانے نہیں' بلکہ مقابلے پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لِیْنَـہ کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو' عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینہ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں جن میں بویرہ بھی داخل ہے' یہودیوں نے جو بطور طعنہ کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہیں؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب سے اور اجازت اللہ سے دشمنان اللہ کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بدنصیب کرنے کیلئے

---

[1] [مرسل : دلائل النبوۃ للبیھقی (۳/۱۷۶)]

ہو رہا ہے جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ' یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کو کاٹنے سے منع کیا تھا کہ آخر کار تو یہ مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی برحق ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے' اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آ جائیں تو پھر دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اعداءِ دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے' صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فعل کر تو لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کاٹنے میں یا باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱) یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی' بعض روایتوں میں ہے کہ کٹوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے۔ (۲) بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ بھی مقابلہ پر آئے اور منہ کی کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل ہوئے اور عورتیں' بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے' پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا بنو قینقاع کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور کل یہودیوں کو جلاوطن کیا۔ (۳) ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے' جو سیرۃ ابن اسحاق میں مروی ہیں یہ واقعہ بقول ابن اسحاق کے احد اور بیر معونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ رحمہ اللہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

وقف لازم

ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) [ضعیف : مسند ابو یعلی (۲۱۸۹) مجمع الزوائد (۱۲۲/۷)] اس میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول اللہ فی دیة الرجلین (۴۰۳۲) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب جواز قطع اشجار الکفار و تحریقها (۱۷۴۶) ترمذی : کتاب السیر : باب فی التحریق و التخریب (۱۵۵۲) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الحرق فی بلاد العدو (۲۶۱۵) ابن ماجه : کتاب الجهاد (۲۸۴۴) مسند احمد (۵۲/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول اللہ فی دیة ارجلین (۴۰۲۸) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب اجلاء الیهود من الحجاز (۱۷۶۶)]

اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جو مال بستیوں والوں کا اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسول اللہ کا ہے اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال بھی دستگرداں نہ رہ جائے' تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو' البتہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے ○

مال فئی کا ذکر اور اطاعت رسول کی ترغیب: فئی کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب یہاں بیان ہو رہا ہے۔ پس فئی کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے' جیسے بنونضیر کا یہ مال تھا جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے' اسے ''فے'' کہتے ہیں اور یہ مال حضور ﷺ کا ہو گیا' آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں' پس آپ نے نیکی اور اصلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری آیت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنونضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول ﷺ کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر اک چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی' سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے' یہ ہے فئی کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنونضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن و مسند وغیرہ)۔ [1] ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں' مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر' اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسير: باب المجن ومن بترس صاحبه (۲۹۰۴)، صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب حكم الفئ (۱۷۵۷) ترمذی: کتاب الجهاد: باب فی الفئ (۱۷۱۹) مسند احمد (۱/۲۵)]

آپ نے فرمایا ہاں آنے دو چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے' یرفا پھر آیا اور کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت طلب کررہے ہیں آپ نے فرمایا اجازت ہے یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے' یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا' تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردیجئے اور انہیں راحت پہنچایئے' حضرت مالک فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو' پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا تمہیں اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے ان کا اقرار کیا' پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا' پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کیلئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ الخ پڑھی اور فرمایا بنونضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں سے کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اس میں سے کچھ لے لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کردیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اے عباس رضی اللہ عنہ تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچازاد بھائی کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے۔ جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے' ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یقیناً راست گو' نیک کار' رشد وہدایت والے اور تابع حق تھے' چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ نے کی' آپ کے فوت ہوجانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا' پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا' جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں' تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی' پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کرسکتا' ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کرسکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو تاکہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک

ہوتا رہا۔① مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی ﷺ کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضے میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا سب یا جتنا آپ چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضور ﷺ کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس لوٹانے کو فرمایا' لیکن یہ سب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت ﷺ تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے یہ سب کچھ دے چکے حضور ﷺ نے فرمایا ام ایمن رضی اللہ عنہا تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں' آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں' آپ نے فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گناہ زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا② یہ فے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہو گا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورۂ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمد للہ گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے کہ مال فے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے اور اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقین مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جو تلوں کی طرح نشان وغیرہ بنا لیتی ہیں) اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کیلئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول ﷺ میں ہے؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت نے کہا اللہ کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فرض الخمس : باب فرض الخمس (٣٠٩٤)، (٤٠٣٣) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب حکم الفی (١٧٥٧) ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی ترکة رسول الله (١٦١٠) نسائی : کتاب قسم الفیٔ (٤١٥٣)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب مرجع النبی من الاحزاب (٤١٢٠)، (٣١٢٨) صحیح مسلم : کتا ب الجهاد : باب رد المهاجرین الی الانصار (١٧٧١) ابوداؤد : کتاب الخراج : باب فی صفایا رسول الله من احوال (٢٩٦٣) مسند احمد (٢١٩/٣)]

قدر قرآن شریف میں ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا: (قرآن سے ثابت ہوا ہے کہ حکم رسول ﷺ اور ممانعت قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کیلئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے تھے) اس عورت نے کہا حضرت! یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں نے نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا ﴿مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ [1] یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کے خلاف کروں [2] مسند احمد اور بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور خوبصورتی کیلئے اپنے سامنے کے دو دانتوں کی کشادگی کرے، اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے، یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے، اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا، آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی، اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اسے ملنا چھوڑ دیتا [3] بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجا لاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ [4] نسائی

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ۸۸]

[2] [اسنادہ قوی : مسند احمد (۱/۴۱۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۹۴۵)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ما اتکم الرسول فخذوہ (۴۸۸۶)، (۵۹۳۱) صحیح مسلم : کتاب اللباس والزینۃ : باب تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ (۲۱۲۵) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ (۲۷۸۲) ابو داؤد : کتاب الترجل : باب فی صلۃ الشعر (۴۱۶۹) نسائی : کتاب الزینۃ : باب المتنمصات (۵۱۰۴) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب الواصلۃ الواشمۃ (۱۹۸۹) مسند احمد (۱/۴۳۳)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (۷۲۸۸) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فرض الحج مرۃ فی العمر (۱۳۳۷)]

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کدو کے برتن میں، سبز ٹھلیا میں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا پھر اسی آیت کی تلاوت کی[1] (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ مترجم) پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کیلئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اسکے منع کئے ہوئے کاموں کو کرنے والوں کو وہ سخت سزا اور دردناک عذاب دیتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

(فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کیلئے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں ○ اور ان کیلئے جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ میں) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب و بامراد ہیں ○ ان کیلئے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال اے ہمارے رب بیشک تو شفقت مہربانی کرنے والا ہے ○

مال فئی کے مستحق افراد: اوپر بیان ہوا تھا کہ فئی کا مال یعنی کافروں کا جو مال مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ ﷺ ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان بھی اوپر ہوا تھا اب ان آیتوں میں بھی انہی مستحقین فئی کا مزید بیان ہورہا ہے، کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضامند کرنے کیلئے اپنی قوم کو ناراض کرلیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکلوں سے جمع

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب النهی عن الانتباذ فی المزفت والحنتم (۱۹۹۷) ابو داؤد : کتاب الاشربة : باب فی الاوعیة (۳٦۹۰) نسائی : کتاب الاشربة (٥٦٤٦)]

کیا ہوا مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا' اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی مدد میں برابر مشغول ہیں' اللہ کے فضل و خوشنودی کے متلاشی ہیں' یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا' یہ اوصاف سادات مہاجرین رضی اللہ عنہم میں تھے۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت' شرافت و کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے' ان کی کشادہ دلی' نیک نفسی' ایثار اور سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دار الہجرت مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا' مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے ایمان دار بن گئے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے' ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی' ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرلے۔ [1] ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ اللہ میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دیتے ہیں اور اپنے جان و مال کو ان پر نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں' مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں تھوڑا اور بہت میں بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں' مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں' دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں' حضور ﷺ ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثناء اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کیلئے دعائیں مانگتے رہو گے۔ [2] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا نہ دیں گے ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا [3] صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصاریوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں' پھر

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب والذین تبوء والدار والایمان سورة الحشر (٤٨٨٨)]

[2] [صحیح: مسند احمد (٣/٢٠١) ابوداود (٤٨١٢) ترمذی (٢٤٨٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الادب المفرد (٢١٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب قول النبی للانصار اصبروا حتی تلقونی (٣٧٩٤)]

فرمایا سنو! کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو' انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے۔ (۱) پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر ومنزلت اور ذکر و مرتب پر نہیں کرتے' جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا' اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے' تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والدین میں کچھ بول چال ہو گئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کیلئے اٹھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا' جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کونسی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول اللہ ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتایئے آخر وہ کونسا عمل ہے جس نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی دور چلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکا بازی' حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحرث والمزارعة: باب اذا قال اکفنی مؤونة النخل وغیرہ وتشرکنی فی الثمر (۲۳۲۵)]

آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ [1] امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں، غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے، بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام نہیں کیا جس پر یہ آیت ﴿وَمَا آفَآ اللّٰهُ﴾ اتری، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے مہاجر بھائی مال و اولاد کو چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں انصار نے کہا پھر حضور ﷺ ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ ایثار کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور ﷺ کا ارشاد ہو آپ نے فرمایا مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم اپنے مال کو قبضے میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو انصار رضی اللہ عنہم نے اسے بھی بہ کشادہ پیشانی منظور کر لیا۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ خود کو حاجت ہونے کے باوجود بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں اپنی ضرورت خواہ باقی رہ جائے۔ لیکن دوسرے مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت کی خواہش ہے، ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔ [3] یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی چاہت کے باوجود وہ اسے راہ للہ خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں، محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ اللہ میں دے دینا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدقہ اس قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کل مال لا کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ڈھیر لگا دیا آپ نے پوچھا بھی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ باقی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو باقی رکھ آیا ہوں [4] اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ میدان جہاد میں زخم

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۶۶/۳) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۶۹۹)] حافظ بوصیریؒ نے فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۷۸/۶)] شیخ شعیب ارناووط بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۲۶۹۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۷۴)]

[3] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الزکاۃ: باب فی الرخصۃ فی ذلک (۱۶۷۷) مستدرک حاکم (۴۱۴/۱) مسند احمد (۳۵۸/۲) صحیح ابن خزیمہ (۲۴۴۴) صحیح ابن حبان (۳۳۴۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۱۴۷۱)]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب فی الرخصۃ فی ذلک (۱۶۷۸) ترمذی: کتاب المناقب: باب رجاؤہ ان یکون ابوبکر ممن یدعیٰ من جمیع ابواب الجنۃ (۳۶۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داؤد (۱۴۷۲)]

خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کہ کراہ رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے، پیاس کے مارے حلق چیخ رہا ہے، اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پلاؤ دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا بھی نہیں کہ ایک شہید ہو جاتا ہے، دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیاسا ہی چل بسا، تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ سوکھے ہونٹوں ہی اللہ سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔ [1] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوایئے آپ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں یہ معلوم کر کے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور ﷺ میں انہیں مہمان رکھوں گا چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے آج گو ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کیلئے البتہ کچھ ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں انصاری نے فرمایا اچھا بچوں کو تو بہلا پھسلا کر بھوکا سلا دو اور ہم تم اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گزار دیں گے، کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تا کہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور دراصل کھائیں گے نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا صبح جب یہ شخص انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے خوش ہوا اور ہنس دیا انہی کے بارے میں یہ آیت ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ۔ [2] پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پالی۔ مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگو ظلم سے بچو! قیامت کے دن یہ ظلم اندھیرا بن جائے گا لوگو! بخیلی اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا۔ [3] اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے، حرص اور بخیلی کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس کے باعث اگلوں نے ظلم کئے فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ [4] ابوداؤد وغیرہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ

---

[1] [ضعیف : مستدرك حاكم (۳/۲٤۲)] اس میں حبیب بن ثابت مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب قول الله تعالى ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة (۳۷۹۸) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب اكرام الضيف وفضل ايثاره (۲۰۵٤)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (۲۵۷۸) مسند احمد (۳/۳۲۰)]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الزكاة : باب فی الشح (۱٦۹۸) مسنداحمد (۲/۱۵۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

میں جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخیلی اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے [1] یعنی راہ اللہ کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخیلی نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کی رہنے کے گنجائش ہی نہیں رہتی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو بڑا روکنے والا ہوں، خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے آپ نے فرمایا اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے ہاں بخیلی بمعنی کنجوسی بھی ہے بہت بری چیز ہے [2] (ابن ابی خاتم) حضرت ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں ﴿اللّٰهُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ﴾ الٰہی! مجھے میرے نفس کی حرص و آڑ سے بچالے آخر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو نہ پھر زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری اور نہ کوئی برا کام اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (ابن جریر) [3] ایک حدیث میں ہے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں دیا وہ اپنے نفس کی بخیلی سے دور ہو گیا' [4] پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجر کے فقراء کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد لوگ ہیں ان میں سے مساکین بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے سے اگلے باایمان لوگوں کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جیسے کہ سورۂ براءت میں ہے ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [5] یعنی اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے متبع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثارِ حسنہ اور اوصاف جمیلہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں' اس دعا سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ رافضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا کرنے کی بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کے خلاف کرتے ہیں قرآن

---

[1] [صحیح]: نسائی : کتاب الجهاد : باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه (۳۱۱۴) مسند احمد (۳۴۲/۲) مستدرك حاكم (۷۲/۲) الادب المفرد (۲۸۱) بیهقی (۱۶۱/۹) بغوی (۲۶۱۹)] امام ابن حبان ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی (۲۹۱۰)] شیخ احمد شاکر ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی المسند]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹/۲۸)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۱/۱۲)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۸۳)]

[5] [سورۃ التوبہ : آیت ۱۰۰]

حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لئے دعائیں کرو اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپ نے تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم) (1) اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے پچھلے ان کے پہلوں کو لعنت کریں گے (بغوی) (2) ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت ﴿مَا اَفَآءَ اللّٰہُ﴾ میں جس مال فے کا بیان ہے وہ تو خاص رسول اللہ ﷺ کا ہے اسی طرح اس کے بعد کی آیت ﴿اَھْلِ الْقُرٰی﴾ والی نے عام کر دیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے (3) اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے' ابن جریر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ کو ﴿حَکِیْمٌ﴾ (4) تک پڑھ کر فرمایا مال زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں پھر ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ (5) والی پوری آیت کو پڑھ کر فرمایا مال غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ﴾ الخ' پڑھ کر فرمایا مال فئی کے مستحقین کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مال فے کا مستحق کر دیا ہے' سب اس کے مستحق ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں گوٹھوں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کیلئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔ (6)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ⑭ كَمَثَلِ

---

(1) [ضعیف : اس میں اسماعیل بن مہاجر راوی ضعیف ہے۔ البتہ اس معنی کی روایت صحیح مسلم : کتاب التفسیر (۳۰۲۲) میں بھی موجود ہے۔]

(2) [اسنادہ ضعیف : بغوی فی التفسیر (۴/۳۲۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالملک بن عمیر مدلس راوی ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے۔]

(3) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الخراج والفیء : باب فی صفایا رسول اللہ من الاموال (۲۹۶۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(4) [سورۃ التوبہ: آیت ۶۰] (5) [سورۃ الانفال : آیت ۴۱]

(6) [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۶۱) ارواء الغلیل للألبانی (۵/۸۳)]

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا؟ کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلاوطن کئے گئے تو اللہ کی قسم ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے اور تمہارے بارے، ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو واللہ ہم تمہاری مدد کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں ○ اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے اور اگر ان سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مدد پر آ بھی گئے تو بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے، پھر مدد نہ کی جائے گی ○ مسلمانو! یقین مانو کہ تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ○ یہ سب مل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں، ان کی لڑائی تو ان میں آپس میں ہی بہت کچھ ہے، گو تو انہیں متفق سمجھ رہا ہے لیکن ان کے دل دراصل ایک سے ایک جدا ہے، اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں ○ ان لوگوں کی طرح جو ان سے کچھ ہی پہلے گزرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا وبال چکھ لیا، اور جن کیلئے الم ناک عذاب تیار ہیں ○ شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بیزار ہوں۔ میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں ○ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کیلئے گئے، گنہگاروں کی یہی سزا ہے ○

شیطان کا گمراہ کرنے کا انداز: عبداللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چال بازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیانِ بنونضیر کو سبز باغ دکھا کر جھوٹا دلاسا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے لڑوا دیا، ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم ہار گئے اور مدینہ سے دیس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے، لیکن بوقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں، اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلوار کی صورت دیکھتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے، پھر مستقل طور پر پیش گوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی، یہ اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں جیسے اور جگہ بھی ہے ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ [1] یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ، بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں، ان کی نامردی اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے اگر مضبوط و محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوں یا مورچوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کاروائی کرنے کا

---

[1] [سورة النساء: آیت ۷۷]

موقعہ ہو تو خیر بسبب ضرورت کر گزریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان سے کوسوں دور ہے' یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ﴾ [1] بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے' تم انہیں مجتمع اور متفق اور متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل یہ متفرق اور مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا' منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں' وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں' پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے' اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بدر والے دن ان کی کمر کبڑی ہوگئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پشتے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یا بنو قینقاع کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتر آئے اللہ نے ان پر اپنے نبی کو غالب کیا اور آپ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کرادیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی' زیادہ مناسب مقام بنو قینقاع کے یہود کا واقعہ ہی ہے۔ واللہ اعلم' منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے بھرے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں موقعہ پر کام نہ آنا نہ لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلاوطنی میں ساتھ دینا' ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے' اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے بنی اسرائیل میں ایک عابد تھے ساٹھ سال اسے عبادت الٰہی میں گزر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستا رہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اس عابد سے ہوسکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی' ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ حاملہ ہوگئی' اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا۔

چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا' ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے' شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی۔ اگر مجھے خوش کرلے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں۔ اس نے کہا جس طرح تو کہے میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر' عابد نے سجدہ کرلیا' یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' جو رب العالمین ہے (ابن جریر) [2] ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور

---

[1] [سورة الانعام : آیت ٦٥]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٧/١٢) مستدرك حاکم (٤٨٤/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالا کہ اب رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا' بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی' ایک روز رات کے وقت موقعہ پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجاڑ جگہ زمین میں دبا دیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتا دی' صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے' ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ خواب سچا ہے' چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اسی راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر اس کی لاش برآمد کی' کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرتوت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کروں گا' کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا' پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے کہ میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں' چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا' مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طاؤس رحمہ اللہ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے' واللہ اعلم۔ اس کے بالکل برعکس جریج عابد کا قصہ ہے ایک بدکار عورت نے ان پر تہمت لگا دی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے چنانچہ لوگوں نے جریج کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور انہیں نہایت بے ادبی سے زدوکوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھا دیا یہ بیچارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع آپے سے باہر ہے آخر کسی نے کہا اللہ کے دشمن اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی۔ حضرت جریج نے فرمایا اچھا ٹھہرو صبر کرو اس بچے کو لاؤ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا بچہ لایا گیا حضرت جریج نے اپنی عزت کی بقا کی اللہ سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے! بتا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو اللہ نے اپنے ولی کی عزت بچانے کیلئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرما دی اور اس نے اس صاف فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے۔ یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش اڑتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے عذر معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے انہوں نے کہا بس اب چھوڑ دو لوگوں نے کہا عبادت گاہ سونے کا بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اسے جیسے وہ تھا ویسے ہی رہنے دو۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم (۳۴۲۶) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب تقدیم برا الوالدین علی التطوع بالصلاۃ (۲۵۵۰)]

والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ جہنم واصل ہوئے' ہر ظالم کئے کی سزا پا ہی لیتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو' اور ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیج رکھا ہے؟ اور اللہ سے ڈرو تم جو کچھ کررہے ہو اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ خبردار ہے ○ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کردیا پس اللہ نے انہیں خود ان کی جانوں سے غافل کردیا' یہی لوگ فاسق ہیں ○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں' جنت والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

فکر آخرت کی ترغیب: حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حمائل کئے ہوئے تھے یہ تمام لوگ قبیلہ مضر میں سے تھے' ان کی اس فقر فاقہ کی حالت نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی رنگت کو متغیر کردیا' آپ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ شروع کیا اور آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ [1] الخ' تلاوت کی پھر سورۂ حشر کی آیت ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ﴾ الخ' پڑھی اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینار کپڑے لتے کھجوریں وغیرہ آگئیں آپ برابر تقریر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ' ایک انصاری ایک تھیلی نقدی کی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے لگاتار جو کچھ پایا لانا شروع کردیا یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضور ﷺ کا اداس چہرہ بہت کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں' اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کاربند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ گھٹتے نہیں (مسلم) [2] آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاؤ کی صورت پیدا

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۱]

[2] **[صحیح:** صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او کلمة طيبة وانها حجاب من النار (۱۰۱۷) مسند احمد (۴/۳۵۹)]

کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر' پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کرو دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے' پھر تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو' اور جان رکھو کہ تمہارے اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ ہے نہ بڑا نہ چھپا نہ کھلا ۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہارے نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کے جنس سے ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿يَـآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [1] مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یادِ اللہ سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں' طبرانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا' کیا تم نہیں جانتے ؟ کہ صبح شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو' پس تمہیں چاہیے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس مقصد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت و قوت سے حاصل نہیں کر سکتا' جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا' اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا ہے ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا پانے کیلئے وہ دربار الٰہیہ میں پہنچے' یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کر لی' کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے' آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں' یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن اندھیروں میں کام آسکے' اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو بن سنور جاؤ' دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ [2] یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف سے ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے' سنو! وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو' وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو' وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اس طرح وہ بھی نیکی سے خالی ہے جو اللہ کے احکام کی تکمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے ۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں' گو اس کے ایک راوی نعیم بن نمحہ ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف

---

[1] [سورۃ المنافقون: آیت ۹]   [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰]

نہیں، لیکن امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان رحمۃ اللہ کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی مروی ہیں۔ واللہ اعلم، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہنمی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں، جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ [1] الخ، یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں باایمان نیک کارلوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ اور جگہ ہے ﴿وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ [2] الخ اندھا اور دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برابر نہیں، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو، اور فرمان ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [3] الخ کیا ہم ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو فساد کرنے والوں جیسا بنا دیں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے بنا دیں گے؟ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ نیک کارلوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکاروں کو رسوا کن عذاب ہو گا۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ فائز بمرام اور مقصدور، کامیاب اور فلاح و نجات یافتہ ہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے بال بال بچ جائیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، بخشنے اور رحم کرنے والا ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک صاف، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب، خود مختار بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں ○ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا صورت کھینچنے والا اسی کیلئے ہیں نہایت اچھے اچھے نام، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔ اور وہی غالب ہے حکمت والا ○

قرآن کریم کی عظمت: قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے

[1] [سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۱]
[2] [سورۃ غافر : آیت ۵۸]
[3] [سورۃ ص : آیت ۲۸]

کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں' رونگٹے کھڑے ہو جائیں' کلیجے کپکپائیں' اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ڈپٹ ہر سننے والے کو بید کی طرح تھرا دے' اور دربار اللہ میں سر بسجود گرا دے' اگر یہ قرآن جناب باری کسی سخت بلند او نچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور وفکر اور فہم وفراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا' پھر انسان کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں' جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے' اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے' ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور وفکر کیلئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا' مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہئے' متواتر حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا' بچھ گیا اور حضور ﷺ اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تنا دور ہو گیا' تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ وہ ذکر ووحی کے سننے سے کچھ دور ہو گیا تھا۔ (۱) امام حسن بصری رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے "لوگو! ایک کھجور کا تنا اس قدر اللہ کے رسول ﷺ کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شائق اور چاہت تم رکھو (۲) اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ "جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو" اور جگہ فرمان اللہ ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ (۳) الخ' یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کاٹ دی جائے یا مردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا) اور جگہ فرمان عالی شان ہے ﴿وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ﴾ (۴) الخ' یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ کے سوا نہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے' نہ اس کے سوا کسی کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے اس کے سوا جن کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں' وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے' جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہیں' آسمان میں ہوں' خواہ زمین میں ہوں' خواہ چھوٹی ہوں' خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں' وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے کہ اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت میں رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے' ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گزر چکی ہے' قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (۵) میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے اور جگہ فرمان ہے

---

(۱) [طبرانی کبیر (۱/۶۰۔ ۶۱)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوۃ فی الاسلام (۳۵۸۳) ترمذی : کتاب الجمعۃ : باب ما جاء فی الخطبۃ علی المنبر (۵۰۵) بیہقی فی السنن (۳/۱۹۶)]

(۳) [سورۃ الرعد: آیت ۳۱] (۴) [سورۃ البقرہ: آیت ۷۴]

(۵) الاعراف: ۱۵۶]

﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ① ''تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحم و رحمت لکھ لی ہے'' اور فرمان ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ② کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ ہی خوش ہونا چاہئے تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے۔ اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی ان اوصاف والا نہیں' تمام چیزوں کا تنہا وہی مالک و مختار ہے ہر چیز کا ہیر پھیر کرنے والا سب پر قبضہ اور تصرف رکھنے والا بھی وہی ہے کوئی نہیں جو اس کی مزاحمت یا مدافعت کر سکے یا اسے ممانعت کر سکے' وہ قدوس ہے یعنی طاہر ہے' مبارک ہے' ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام بلند فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح و تقدیس میں علی الدوام مشغول ہے کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے' اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے' وہ مومن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو' اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو امن دے رکھا ہے' اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے' وہ ﴿مهيمن﴾ ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے اعمال کا ہر وقت یکساں طور شاہد ہے اور نگہبان ہے' جیسے فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ③ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور فرمان ہے ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ④ اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے اور جگہ فرمایا ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ⑤ الخ' مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے' وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت عظمت' جبروت کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا' وہ جبار اور متکبر ہے' جبریت اور کبر صرف اسی کی شایان شان ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب کروں گا ⑥ اپنی مخلوق کو وہ جس چیز پر چاہے رکھ سکتا ہے' کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے' وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے' جو لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے' اس کی الوہیت شرکت سے مبرا ہے' اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر مقرر کرنے والا' پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا' کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تنفیذ دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے' بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں' تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تنفیذ پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ کی ہی ذات ہے' پس خــلــق سے مراد تقدیر اور برء سے مراد تنفیذ ہے' عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر

---

① [الانعام : ٥٤] ② [یونس : ٥٨] ③ [مجادله : ٢]
④ [یونس : ٤٦] ⑤ [الرعد : ٣٣]
⑥ [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الكبر (٢٦٦٠) ابوداؤد : كتاب اللباس : باب ما جاء في الكبر (٤٠٩٠) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب البراءة من الكبر والتواضع (٤١٧٤)]

بطور مثال کے بھی مروج ہیں' اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی صورت میں ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ﴾ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی' اسی لئے یہاں فرماتا ہے وہ مصور بے مثل ہے یعنی جس چیز کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ پیارے پیارے بہترین اور بزرگ تر ناموں والا وہی ہے' سورۂ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے' نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو انہیں شمار کرلے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ وتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست رکھتا ہے [1] ترمذی میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں۔ اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی' رحمن' رحیم' ملك' قدوس' سلام' مومن' مهيمن' عزيز' جبار' متكبر' خالق' باری' مصور' غفار' قهار' وهاب' رزاق' فتاح' عليم' قابض' باسط' خافض' رافع' معز' مذل' سميع' بصير' حكم' عدل' لطيف' خبير' حليم' عظيم' غفور' شكور' علی' كبير' حفيظ' مقيت' حسيب' جليل' كريم' رقيب' مجيب' واسع' حكيم' ودود' مجيد' باعث' شهيد' حق' وكيل' قوی' متين' ولی' حميد' محصی' مبدی' معيد' محی' مميت' حی و قيوم' واجد' ماجد' واحد' صمد' قادر' مقتدر' مقدم' موخر' اول' آخر' ظاهر' باطن' والی' متعال' بر' تواب' منتقم' عفو' رؤف' مالك الملك' ذوالجلال والاكرام' مقسط' جامع' غنی' مغنی' معطی' مانع' ضار' نافع' نور' هادی' بديع' باقی' رشيد' صبور۔ [2] ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر' کمی زیادتی بھی ہے الغرض ان تمام احادیث وغیرہ کا بیان پوری طرح سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان و زمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے اور جگہ بیان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا﴾ [3] اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے' وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے

---

[1] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب الدعوات : باب لله مائة اسم غير واحد (٦٤١٠) صحيح مسلم : كتاب الذكر و الدعا : باب فی اسماء الله تعالى وفضل من احصاها (٢٦٧٧)]

[2] [ضعيف :ترمذی : كتاب الدعوات : باب حديث فی اسمآء الله الحسنى مع ذكرها تمام (٣٥٠٧) ابن ماجه : كتاب الدعاء : باب اسماء الله تعالى (٣٨٦١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں ولید بن مسلم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [سورة بنی اسرائيل : آيت ٤٤]

احکام اور تقدیر کے تقدر میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جائے مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اس دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص اس کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے' ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ [1] الحمد للہ سورۂ حشر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ① اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚۛ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ③

شروع ہے اللہ نہایت مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو تم تو محبت کی بنیاد ڈالنے کیلئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آ چکا ہے کفر کرتے ہیں' پیغمبر کو اور تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو مجھے خوب یہ معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا' تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بہک جائے گا○ اگر انہیں تم پر کوئی دسترس کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور دل

---

[1] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب فی فضل قراءة آخر سورة الحشر (۲۹۲۲) مسند احمد (۲۶/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲۲۵/۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔اس کی سند میں خالد بن طہمان راوی ضعیف ہے۔]

سے چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ○ تمہاری قرابتیں رشتہ داریاں اور اولادیں تمہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گی' اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا' اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے○

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں' واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی ان کے بال بچے اور مال و دولت مکہ میں ہی تھے اور یہ خود قریش میں سے نہ تھے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ میں انہیں امن و امان حاصل تھا' اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کرنی چاہی تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اچانک دبوچ لیں تاکہ خونریزی نہ ہونے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشیہ عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر دی تھی' آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال و دولت محفوظ رہیں' چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی تھی ناممکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستے میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا' یہ مفصل واقعہ صحیح احادیث میں پوری طرح آ چکا ہے' مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوا کر فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضہ خاخ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضے میں کر کے یہاں لے آؤ' ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خاخ میں جب پہنچے تو فی الواقع ہمیں ایک سانڈنی سوار عورت دکھائی دی ہم نے اس سے کہا جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر' اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا غلط کہتی ہے تیرے پاس یقیناً خط ہے اگر تو راضی خوشی نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے' اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخر اس نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے پیش کر دیا' پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا ہے اور یہاں کی خبر رسانی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے' آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے' میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجر ہیں ان سب کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا

کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بال بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک واحسان کروں جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگو! تم سے جو واقعہ حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بحرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں پر اللہ تعالیٰ نے جھانکا اور فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا' یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے [1] صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بارے میں آیت ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ الخ' اتری لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا ہے یا حدیث میں ہے' امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اتری ہے؟ تو سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمرو رضی اللہ عنہ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا' بخاری مسلم کی ایک روایت میں ہے مقداد رضی اللہ عنہ کے نام کے بدلے حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ کا نام ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط ہے' اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولا لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہ لگا آخر ہم عاجز آ گئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور' یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے' جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ لئے بغیر نہ ٹلیں گے اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دے دیا ہم اسے لے کر واپس خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا اس نے اللہ' اس کے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے' حضور ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اور انہوں نے وہ جواب دیا جو اوپر گزر چکا آپ نے سب سے فرما دیا کہ انہیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الفتح وما بعث به حاطب بن ابی بلتعة الی اهل مکه (٤٢٧٤) ، (٣٠٠٧) ، (٤٨٩٠) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه : باب فی فضائل اهل بدر وقصة حاطب بن ابی بلتعه (٢٤٩٤) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلما (٢٦٥٠) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الممتحنة (٣٣٠٥) مسند احمد (٧٩/١)]

بدری صحابہ میں سے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اس کے رسول کو ہی کامل علم ہے [1] یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوۂ بدر کے ذکر میں ہے' اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیبر جا رہے ہیں' اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا' جب ہم نے اسے دھمکایا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی' بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولاد عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں تلے کاغذ رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا آپ نے اپنے گھوڑ سواروں سے فرما دیا تھا کہ اس کے پاس حاطب رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے' آسمان سے اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی بنو احمد کے حلیفہ میں یہ عورت پکڑی گئی تھی' اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا' اس روایت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر تبدل میرے ایمان میں نہیں ہوا' اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے ختم تک اتریں' ایک اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دیئے تھے' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حاصل کرنے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور جحفہ میں یہ ملی تھی۔ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں' جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت' میل ملاپ اور اپنائیت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَـٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ﴾ [2] الخ' اے ایماندارو! یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹھو وہ آپس میں ہی ایک دوسروں کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے موالات و محبت کرے وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ اس میں کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور جگہ ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا﴾ [3] الخ مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں نہ کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اسے کھیل

---

[1] [ایضا] [2] [سورۃ المائدہ: آیت ۵۱]

[3] [سورۃ المائدہ: آیت ۵۷]

کو دوست سمجھ رہے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذات باری سے ڈرو' ایک اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کر لو' ایک اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنوں کے علاوہ کافروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے' اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا عذر قبول فرما لیا کہ اپنے مال و اولاد کے بچاؤ کی خاطر یہ کام ان سے ہو گیا تھا' مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ پھر ان میں سے یہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی تھی باقی سب چھوڑ دیں' فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور ظالم قوم چڑھائی کر کے آ گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا غالب آ کر ان میں رعونت سما گئے اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کیلئے ناراض ہو گیا۔[1] پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنان دین سے کیوں مودّت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقعہ پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے ہٹ گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ تمہاری توحید پر گراں گزرتی تھی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾[2] یعنی مومنوں سے صرف اس بنا پر مخاصمت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ برتر بزرگ پر ایمان رکھتے ہیں اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلاوطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔[3] پھر فرماتا ہے سچ مچ تم میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضا مندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں دوستیاں نہ پیدا کرو' بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی اللہ سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے' دلوں کے بھید' نفس کے وسوسے بھی جس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ بس سن لو! جو بھی ان کفار سے موالات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ تم نہیں دیکھ رہے؟ کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقعہ مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں نہ برا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں جو ان کے امکان میں ہو گا وہ کر گزریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں' پس جبکہ ان کی اندرونی و بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے؟ کیا تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں کانٹے بو رہے ہو' غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۴۰۷) مجمع الزوائد (۵/۲۳۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳٤٦۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة البروج: آیت ۸]

[3] [سورة الحج : آیت ٤٠]

اور دلی میل سے روکا جا رہا ہے' اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں۔ تمہاری قرابتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی' اگر تم اللہ کو ناراض کر کے انہیں خوش کر و اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خالی خیال ہے' نہ اللہ کی طرف کے نقصان کو کوئی ٹال سکے نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے' اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ برباد ہوا' گو رشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں' مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنمی ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔ (1)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ ع ۷

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں' ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں جب تک تم اللہ کی واحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کیلئے عداوت و بغض ظاہر ہو گیا لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوتی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں' اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ۝ اے اللہ! تو ہمیں کافروں کے زیر دست اور تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پالنے والے ہماری خطاؤں کو بخش دے' بیشک تو ہی غالب حکمتوں والا ہے ۝ یقیناً تمہارے لئے ان میں نیک نمونہ اور عمدہ پیروی ہے خاص کر ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ ہے اور وہ سزاوار حمد و ثنا ہے ۝

ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بہترین نمونہ: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے

(1) **[صحیح:** صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار (۲۰۳) ابوداؤد : کتاب السنۃ : باب فی ذراری المشرکین (۴۷۱۸) مسند احمد (۱۹۹/۳)]

کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے خلیل علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتے کنبے اور قوم کے لوگوں سے برملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار، بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں، ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں، جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو ناممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کر دو، اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور ساجھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو، ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا اس میں ان کی اقتداء نہیں، اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن اللہ ہونا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انہیں یقینی طور پر اس کی اللہ سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزاری ظاہر کر دی، بعض مومن اپنے مشرک ماں باپ کیلئے دعا استغفار کرتے ہیں اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے دعا مانگنا پیش کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ [1] پوری دو آیتوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی میں سے اس کا استثناء کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استغفار کی تفسیر بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرما دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد رحمہ اللہ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ ضحاک رحمہ اللہ نے بھی یہی مطلب کیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے براءت کر کے اب اللہ کی بارگاہ میں آتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے، ہم اپنے تمام کام تجھے سونپتے ہیں تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں، دار آخرت میں بھی، ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ پھر کہتے ہیں الٰہی تو ہمیں کافروں کیلئے فتنہ نہ بنا، یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیں، اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے بہکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو اللہ انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کیلئے یہ فتنہ کا سبب ہو گا وہ سمجھیں گے کہ ہم اس لئے غالب آ گئے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آ گئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کر دیں۔ پھر دعا مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمارے گناہوں کو بخش دے ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما، تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامراد نہیں پھرتا تیرے در پر دستک دینے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا، تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر کے مقدر کرنے میں

---

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۳-۱۴]

حکمتوں والا ہے، تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دوہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لیے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہوا سے اس کی اقتداء میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا چاہئے اور جو احکام اللہ سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ اللہ اس سے بے پرواہ ہے وہ لائق حمد و ثنا ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾ (1) "اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور اللہ کے نہ ماننے پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ سب سے غنی، سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غنی اسے کہتے ہیں جو اپنی غنا میں کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح سے بے نیاز اور بالکل بے پرواہ ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے مثل کوئی اور نہیں وہ پاک ہے، اکیلا ہے، سب پر حاکم، سب پر غالب، سب کا بادشاہ ہے، حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہیں، اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں، رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝8 اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝9

کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ تعالیٰ کو سب قدرتیں ہیں، اللہ بڑا غفور و رحیم ہے ○ جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس سے نکال دیں اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کریں، جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم اور بے انصاف ہیں ○

کفار سے دوستی و محبت کی ممانعت: کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کی بغض و عداوت کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ بسا اوقات ممکن ہے کہ ابھی ابھی اللہ تم میں اور ان میں میل ملاپ کرا دے، بغض نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودّت اور الفت پیدا کر دے، کونسی چیز ہے جس پر اللہ قادر نہ ہو؟ وہ متباین اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے، عداوت و فسادت کے بعد دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ میں ہے، جیسے اور جگہ انصار

(1) [سورة الاحزاب: آیت ۲۱]

پر اپنی نعمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ [1] الخ، تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفت قلبی سے بدل دیا اور تم ایسے ہو گئے جیسے ماں جائے بھائی ہو تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچالیا' آنحضرت ﷺ نے انصاریوں سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جمع کر دیا [2] قرآن کریم میں ہے ﴿هُوَ الَّذِىٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ﴾ [3] الخ' اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کو ساتھ کر کے اے نبی تیری مدد کی اور ایمانداروں میں آپس میں وہ محبت اور یکجہتی پیدا کر دی کہ اگر روئے زمین کی دولت خرچ کرتے اور یگانگت پیدا کرنا چاہتے تو وہ نہ کر سکتے یہ الفت منجانب اللہ تھی جو عزیز و حکیم ہے' ایک حدیث میں ہے دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنوں کی دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کب دوستی ہو جائے [4] عرب شاعر کہتا ہے:

وَقَدْ يَجْمَعُ اللّٰهُ الشَّتِيْتَيْنِ بَعْدَ مَا   يَظُنَّانِ كُلَّ الظَّنِّ اَنْ لَّا تَلَاقِيَا

یعنی ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابدالآباد تک اب کبھی نہ ملیں گے اللہ تعالیٰ اتفاق واتحاد پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کافر جب توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انہیں اپنے سائے میں لے لے گا' کوئی سا گناہ ہو اور کوئی سا گنہگار ہو مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت محبت کا سبب بن گئی' لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے' بلکہ اس سے بھی بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا حضور ﷺ کے انتقال کے بعد یہ آ رہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرتد مل گیا آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں' حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۰۳]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ الطائف (۴۳۳۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب اعطاء المولفۃ قلوبهم (۱۰۶۱)]

[3] [سورہ الانفال: آیت ۶۳]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب البر والصلۃ: باب ما جآء فی الاقتصاد فی الحب والبغض (۱۹۹۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، غایۃ المرام (۴۷۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

آیت ﴿عَسَى اللّٰهُ﴾ الخ‘ اتری‘ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں آپ نے فرمایا کہو اس نے کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں آپ نے اسے منظور فرمایا‘ پھر فرمایا میرے لڑکے معاویہ کو اپنا منشی بنا لیجئے آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا ہے) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں‘ آپ نے یہ بھی منظور فرمالیا۔ (1)

(اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلاوطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک واحسان اور عدل وانصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے باانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے‘ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت اسما بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی مشرک ماں آئیں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح نامہ ہو چکا تھا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ ان سے صلہ رحمی کرو (2) مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قتیلہ تھا‘ یہ مکہ سے گوہ اور پنیر اور گھی بطور تحفہ لے کر آئی تھیں لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا پھر حضور سے دریافت کیا اور آپ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں ٹھہرایا بھی (3) بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا تھا اور وہ اسلام لاچکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائی تھیں‘ ہاں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نہ تھیں‘ چنانچہ ان کا نام قتیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔ (4) واللہ اعلم۔ ”مُقْسِطِيْن“ کی تفسیر سورۂ حجرات میں گزر چکی ہے‘ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے‘ حدیث میں ہے ”مُقْسِطِيْن“ وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں کہ اہل وعیال کا معاملہ ہو یا زیردستوں کا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (5) پھر فرماتا

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل ابی سفیان صخر بن حرب (۲۵۰۱)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الهبة : باب الهدیة للمشرکین (۲۶۲۰)، (۵۹۷۸) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین (۱۰۰۳) ابو داؤد : کتاب الزکاة : باب الصدقة علی اهل الذمة (۱۶۶۸) مسند احمد (۳۴۷/۶)]

(3) [ضعیف : مستدرك حاکم (۴۸۵/۲) مسند احمد (۴/۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۹۵۲)] اس کی سند میں مصعب بن ثابت ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۲۳/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(4) [ضعیف : مسند بزار (۳۶۵/۲)] اس میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔]

(5) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب فضیلة الامیر العادل (۱۸۲۷) مسند احمد (۱۵۹/۲)]

ہے کہ اللہ کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق، دوستی و یکجہتی رکھنے والوں کو دھمکاتا ہے اور اس کا گناہ بتاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں، اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔ ①

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو، دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کیلئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں، جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو۔ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو وہ تمہارے درمیان کر رہا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کرو، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

صلح حدیبیہ کا ایک پہلو: سورۂ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے، اس صلح کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا جائے آپ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں، لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع ہو بھی وہ سچی ایماندار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں، حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے کہ اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ عنہا مسلمان ہو کر

① [سورۃ المائدۃ: آیت ۵۱]

ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں' ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کو واپس لینے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ حضور ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کر سچ سچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناچاقی کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آب و ہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کیلئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی کسی دنیا طلبی کیلئے نہیں آئی بلکہ صرف اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اور کوئی غرض نہیں' قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزما لینا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا [2] اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں' اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ' اس آیت کے اس جملہ سے اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو پھر اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ' ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں پر حلال نہیں' اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا' جیسے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول ﷺ مسلمہ تھیں' بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے تھے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار ان کے فدیئے میں بھیجا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آ جائیں جسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو' مسلمانوں نے بخوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں رہا کر دیا اور فرما دیا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا [3] یہ واقعہ ۲ ہجری کا ہے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ ۸ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو اللہ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ نے پھر اسی اگلے نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا [4] اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت

---

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۱۴۱۳)] اس میں عبد العزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۹۵۷)] اس میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی فداء الاسیر بالمال (۲۶۹۲) مسند احمد (۲۷۶/۶) مستدرك حاكم (۲۳/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [دلائل النبوة للبيهقي (۱۵٤/۳)]

ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیا تھا یہی صحیح حدیث ہے [1] اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے' ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر باندھا [2] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ روایت ازروئے اسناد کے بہت اعلیٰ ہے اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ ہیں اور عمل اسی پر ہے' لیکن یاد رہے کہ عمرو بن شعیب رحمہ اللہ والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ضعیف بتاتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے ممکن ہے کہ ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو' اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے' ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے خرچ اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں' عدت کا گزر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان کی شرائط کو پورا کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں' اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس کے حکم نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی دو کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے [3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا' اس حکم کی وجہ سے وہ عہد

---

[1] [صحیح :ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی الزوجین المشرکین یسلم احدهما (۱۱۴۳) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب الی متی ترد علیه المراة اذا اسلم بعدها (۲۲۴۰) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب الزوجین یسلم احدهما قبل الاخر (۲۰۰۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی ، ارواء الغلیل (۱۹۲۱)]

[2] [ضعیف :مسنداحمد (۲/۲۰۸) ابن ماجه (۲۰۱۰) ترمذی (۱۱۴۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح :مسند احمد (۴/۳۲۸) صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد فی المصالحة مع اهل الحرب (۲۳۷۱) ابوداؤد : کتاب الجهاد (۲۷۶۵)]

نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن حرول خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ یہی تھیں اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا یہ بھی مشرک تھا' اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کافرہ بیوی اروٰی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آ جائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خرچ دے دو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے باخبر ہے' اور اس کا حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ﴾ الخ' کا مطلب حضرت قتادہ رحمہ اللہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں' اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاوند کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں۔ حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو اللہ کے اس حکم کی تکمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاوندوں کو واپس کیے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آ جائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر بچے تو دے دو ورنہ معاملہ ختم ہوا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافر اس کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں' پس ''فَعَاقَبْتُمْ'' کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو' یعنی مہر مثل' ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں اور خلاف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ناممکن ہو تو وہ سہی ورنہ مال غنیمت میں سے اسے حق دے دیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے' حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں۔ فالحمد للہ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں تجھ سے ان باتوں میں بیعت کرنے کو آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہ کریں گی زنا کاری نہ کریں گی اور اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں سے گھڑ لیا اور کسی امر شرعی میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو تو ان سے بیعت کر لیا کر اور ان کیلئے اللہ سے بخشش طلب کر بے شک اللہ بخشش اور معاف کرنے والا ہے ○

خواتین کے لیے بیعت: صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں اللہ کی قسم آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی [1] ترمذی، نسائی ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم بھلی باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی کے اس اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے، ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے کافی ہے بس بیعت ہو چکی، امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں، مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ نہیں کیا [2] یہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خالہ ہیں، مسند احمد میں حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی جو بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کیلئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کر لیں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب اذا جاء کم المومنت مهاجرات (۴۸۹۱) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب کیفیة بیعة النسآء (۱۸۶۶)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی بیعة النسآء (۱۵۹۷) ابن ماجه: کتاب الجهاد: باب بیعة النسآء (۲۸۷۴) مسنداحمد (۲۵۷/۶)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔

[صحیح ترمذی]

آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ [1] مسند کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رایطہ بنت سفیان نزاعیہ کے ساتھ حضور ﷺ سے بیعت کرنے والیوں میں تھی حضور ﷺ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ [2]

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مردے پر نوحہ نہ کریں گی حضور ﷺ سے بیعت کی اس اثناء میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی آنحضرت ﷺ اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی، مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے ہی پورا کیا [3] بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا، ام سلیم، ام علا، ابو سبرہ کی بیٹی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں اور یا ابو سبرہ کی بیٹی اور حضرت معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت اور نبی ﷺ عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے [4] بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ تم اپنے اس اقرار پر ثابت ہو ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا ہاں حضور ﷺ! اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا، راوی حدیث حضرت حسن رحمہ اللہ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھیں، پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس پر بے نگینہ کی

---

[1] [اسنادہ ضعیف مسند احمد (۳۷۹/۶)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۱۳۳)]

[2] [صحیح لغیرہ وهذا اسناد ضعیف مسند احمد (۳۶۵/۶)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۰۶۲)]

[3] [صحیح صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب اذا جاء كم المؤمنات يبايعنك (۴۸۹۲) صحيح مسلم : كتاب الجنائز : باب التشديد فى النياحة (۹۳۶)]

[4] [صحیح صحيح بخاری : كتاب الجنائز : باب ما ينهى من النوح والبكاء والزجر عن ذلك (۱۳۰۶)]

اور نگینہ دار انگوٹھیاں راہ للہ ڈال دیں [1] مسند احمد کی روایت میں حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ نہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا [2] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو' جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھا دے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو اس کے خلاف کر گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اور اس کا حساب اللہ کے پاس ہے اگر چاہے بخش دے اور چاہے عذاب کرے [3] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے' یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے' ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت کیلئے آنے والیوں میں حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانہ میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت سے آئی تھیں کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور ﷺ پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا' آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک کی ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی اسی مجلس میں موجود تھے' یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آ گیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی ﷺ نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور اس کے کلیجے کو چیرنے والی پھر اسے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذا جاء کم المومنت یبایعنك (۴۸۹۵) صحیح مسلم : کتاب العیدین : باب صلاۃ العیدین (۸۸۴)]

[2] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۱۹۶/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۶۸۵۰)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی المسند] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی (۱۸) صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب الحدود کفارات لا ھلھا (۱۷۰۹) ترمذی : کتاب الحدود (۱۴۳۹) مسند احمد (۳۱۴/۵)]

چبانے والی عورت ہندہ ہے' آپ انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آ کر حضور ﷺ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی آپ نے فرمایا۔ تم وہی ہندہ ہو؟ انہوں نے کہا گزشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضور ﷺ خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلہ میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے' اس پر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں' آپ نے فرمایا پھر چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جانیں اور وہ' آپ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری نافرمانی نہ کریں' اور ساتواں عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں اہل جاہلیت اپنے کسی کے مر جانے پر کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے منہ نوچ لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے [1] یہ اثر غریب ہے۔ اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ہندہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کے وقت انہیں حضور ﷺ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا' واللہ اعلم۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی' نبی ﷺ نے صفا پر مردوں سے بیعت لی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں چھٹپنے سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے' ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہندہ رضی اللہ عنہا بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدلو چنانچہ وہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں' ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کڑے تھے انہوں نے کہا ان کی نسبت کیا حکم؟ فرمایا جہنم کے دو انگارے ہیں [2] (یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا' جب اولادوں کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے' یہ شروع شروع میں صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کیلئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان پر پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں' پس فرمان اللہ ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کیلئے آئے تو اس سے بیعت کر لے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' غیر لوگوں کے مال نہ چرانا' ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو جائز ہے

---

[1] [**ضعیف** :تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤٠١٣)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** :مسند ابو یعلی (۸/۱۹٤) ابو داود (٤١٦٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد (٦/٤٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (۸۹٤)]

کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لے گو اس کے خاوند کو علم ہو نہ ہو اس کی دلیل حضرت ہندہ والی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے خاوند ابو سفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولادوں کو کافی ہو سکے تو کیا میں ان کی بے خبری میں ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بطریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (بخاری و مسلم) [1] اور زنا کاری نہ کریں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [2] زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں زنا کی سزا اور دردناک عذاب جہنم بیان کیا گیا ہے [3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جب بیعت کیلئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا انہی شرطوں پر ہم سب نے بیعت کی ہے یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی [4] حضور ﷺ کی بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں' اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے' پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے' اور حمل کا گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے ہوئے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے۔ بری غرض وغیرہ سے' بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کے سر چپکا دینا' ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے رسوا و ذلیل کرے گا [5] حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کریں آپ کے احکام بجا لائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں' یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کیلئے اللہ

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب من أجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینھم (۲۲۱۱) صحیح مسلم : کتاب الاقضیة : باب قضیة ھند (۱۷۱٤)]

[2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳۲]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التعبیر : باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح (۷۰٤۷)]

[4] [صحیح :مسند احمد (۱۵۱/٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[5] [ضعیف :ابو داؤد: کتاب الطلاق باب التغلیظ فی الانتفاء (۲۲٦۳) نسائی : کتاب الطلاق : باب التغلیظ فی الانتفاء (۳۵۱۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٤۹۷)] اس کی سند میں عبداللہ بن یونس راوی مجہول ہے۔]

تعالیٰ نے لگا دی ہے' حضرت میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی طاعت ہے' حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے' اس بیعت والے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا جیسے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے۔اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آجاتے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کے موقعہ پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا [2] اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ پرائی عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے' اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملحان کی بیٹی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں [3] اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوحے کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے' بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں [4] ابن جریر میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصاریہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے پر چوری اور زناکاری سے بچنے پر بیعت کرو ہم نے کہا سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی اندر بڑھا دیئے' پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو۔

---

[1] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (٣٤٠١٤)]

[2] [ضعيف : ابن ابى حاتم] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے۔]

[3] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب اذا جاءك المومنت يبا يعنك (٤٨٩٢)]

[4] [شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔]

پھر حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان لڑکیوں کو لے جایا کریں، ہم پر جمعہ فرض نہیں، ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔ حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں، ① بخاری و مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں ② اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں جو گلا پھاڑ پھاڑ کر ہائے وائے کرے بال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے۔ ③ ابویعلی میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے حسب ونسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا، اور فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر بغیر توبہ کئے مرجائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیراہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اوڑھائی جائے گی۔ ④ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحے کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی ⑤ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے، یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ ⑥

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَوَلَّوْا۟ قَوْمًا غَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا۟ مِنَ ٱلْـَٔاخِرَةِ كَمَا يَئِسَ
ٱلْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَـٰبِ ٱلْقُبُورِ ﴿١٣﴾

النصف

اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں

---

① [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤٠٢٩)] اس میں اسحاق بن ادریس راوی ضعیف ہے۔]

② [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب لیس منا من شق الجیوب (۱۲۹٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب (۱۰۳) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۹۹۹) نسائی : کتاب الجنائز : باب شق الجیوب (۱۸٦٥) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۱۵۸٤) مسند احمد (۱/٤۳۲)]

③ [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم ضرب الخدود (۱۰٤) صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ما ینهی من الحلق عنه المصيبة (۱۲۹٦) نسائی : کتاب الجنائز : باب الحلق (۱۸٦٤) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۱۵۸٦)]

④ [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الجنائز : باب التشدید فی النیامة (۹۳٤) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب فی النهی عن النیاحة (۱۵۸۱) مسند ابو یعلی (۱۵۷۷) مسند احمد (٥/٤۳)]

⑤ [ضعیف الاسناد :ابو داؤد : کتاب الجنائز : باب فی النوح (۳۱۲۸) مسند احمد (۳/٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حسن بن عطیہ اور عطیہ عوفی دونوں ضعیف ہیں۔]

⑥ [حسن :ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب فی النهی عن النیاحة (۱۵۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

جیسے کہ مردہ اہل قبر کا فرنا امید ہیں ○

کفار سے دوستی کی ممانعت: اس سورت کی ابتدا میں حکم تھا وہی انتہا میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اتر چکی ہے اور اللہ کی رحمت اور اس کی شفاعت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو' وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے ناامید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر' اس پچھلے جملے کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں' دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے ناامید ہو چکے ہیں وہ مر کر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔ الحمدللہ سورہ الممتحنہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الصف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دن بیٹھے بیٹھے آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ اللہ کو سب سے محبوب عمل کونسا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا جب ہم جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی (مسند احمد) [1] اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب الٰہی ہے۔ ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اور روایت بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں [2] مجھ سے میرے استاد شیخ مسند ابوالعباس احمد بن ابو طالب حجاز نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا انہیں وقت نہیں ملا انہوں نے مجھے پڑھ کر نہیں سنائی' لیکن الحمدللہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی۔

---

[1] [صحیح :مسند احمد (۵/۴۵۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح :ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الصف (۳۳۰۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

زمین وآسمان کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پا کی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے مسلمانو! تم وہ کیوں بات کہو؟ جو نہ کرو ○ تم جو نہ کرو اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے ○ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ○

دوسروں کو کہنا اور خود نہ کرنا بہت بڑا گناہ: پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں کا ذکر ہوتا ہے جو کہیں اور نہ کریں، وعدہ کریں اور وفا نہ کریں، بعض علماء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا مطلقاً واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین عادتیں ہوتی ہیں (۱) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۲) جب بات کرے جھوٹ بولے (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے[1] دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے۔ ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے[2] شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں احادیث کی پوری شرح کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو، مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کیلئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں کھجوریں دوں گی آپ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا[3] حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی تاکید کا تعلق

---

[1] **[صحیح:** صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامات المنافق (۳۳) صحیح مسلم . کتاب الایمان: باب خصال المنافق (۵۹) ترمذی : کتاب الایمان (۲۶۳۳) مسند احمد (۲/۳۵۷)]

[2] **[صحیح:** صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۲٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۸) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۲۳) ابوداؤد : کتاب السنة: باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه (٤٦٨٨) مسند احمد (۲/۱۸۹)]

[3] **[صحیح بالشواهد:** مسند احمد (۳/٤٤٧) ابوداؤد : کتاب الادب : باب التشدید فی الکذب (٤٩٩١)] شیخ البانیؒ نے شواہد کی بنا پر اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (٧٤٨)]

ہو تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے' مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا اس نے نکاح کر لیا تو جب نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق اسے دیتا رہے اس لئے اس آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے' جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفاءِ عہد مطلق واجب ہی نہیں' اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دبکنے لگے جس پر یہ آیت اتری' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ [1] الخ' یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ۔ کہنے لگے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک اس حکم کو مؤخر نہ کیا جو قریب ہی تو ہے۔ تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کیلئے آخرت بہترین چیز ہے۔ تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو' اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ [2] الخ یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تو دیکھے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی ہو' اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجا لاتے اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان عالیشان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو کہیں کہ ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو منہ سے کہیں کہ ہم زخمی ہوئے اور نہ زخمی ہوئے ہوں کہیں کہ ہم پر مار پڑی اور نہ مار پڑی ہو منہ سے کہیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے' زید بن اسلم رحمہ اللہ جہاد مراد لیتے ہیں' حضرت مجاہد رحمہ اللہ

---

[1] [سورۃ النسآء : آیت ۷۷۔۷۸]
[2] [سورۃ محمد: آیت ۲۰]

فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جب آیت اتری معلوم ہوا جہاد سب سے عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو وقف کر چکا چنانچہ اس پر قائم رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا۔ پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے ہیں جو مسبحات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھلا دیئے گئے ہاں مجھے اس میں اتنا یاد رہ گیا ﴿یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِیْ اَعْنَاقِكُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ یعنی اے ایمان والو! وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر دشمنان اللہ کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو' مسند احمد میں تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے' نماز کیلئے صفیں باندھنے والے' میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے' [1] ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ حدیث سامنے سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے فرمایا ہاں میں اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے' میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص خوشنودی اللہ کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی [2] ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں اتنی ہی آئی ہے ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ مکمل وارد کیا ہے' فالحمدللہ۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بدزبان بازاروں میں شوروغل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے

---

[1] [ضعیف :ابن ماجه : كتاب السنة : باب فيما انكرت الجهمية (٢٠٠) مسند احمد (٣/٨٠)] حافظ بوصیری فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (١/٨٧)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه] اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف :مسند احمد (٥/١٥٣) ترمذی : كتاب صفة الجنة : باب احاديث فى صفة الثلاثة يحبهم الله (٢٥٦٨) نسائی : كتاب الزكاة : باب ثواب فيمن يطعى (٢٥٧١) صحيح ابن حبان (٣٣٤٩) مستدرك حاكم (٢/١١٣)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

نہیں لیتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش مکہ ہے' جائے ہجرت طابہ ہے' ملک آپ کا شام ہے' امت آپ کی بکثرت حمد اللہ کرنے والی ہے' ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت حمد و ثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنی تہبند اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں' پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آ جائے نماز ادا کر لینے والے گو سواری پر ہوں' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفیں نہ بنوا لیتے دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے' پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملے کھڑے رہیں' ثابت قدم رہیں اور ٹلیں نہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجا لائے گا یہ اس کیلئے عصمت اور بچاؤ ثابت ہے۔ ابو بحریہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا نہیں پسند کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آمنے سامنے کا مقابلہ کریں' آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوٓا۟ أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ قَالُوا۟ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾

یاد کر جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستا رہے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں' پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا' اللہ تعالیٰ ایسی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا ○ اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوش خبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے' پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے ○

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو پھر کیوں میرے درپے آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا

ایک طرح سے آنحضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے' چنانچہ آپ بھی جب ستائے جاتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے لیکن پھر بھی صابر رہے (۱) اور ساتھ اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل دکھتا ہو' چنانچہ اور جگہ ہے ﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ اٰذَوْا مُوسٰى﴾ (۲) الخ' ایمان والو! تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو ایذا دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کے بہتانوں سے پاک کیا' پس جبکہ یہ لوگ علم کے باوجود اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیئے شک و حیرت ان میں سما گئی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ﴾ (۳) الخ' یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں وہ سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ (۴) الخ' جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی دوسرے کی تابعداری کرے ہم اسے ایسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے' یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ توراۃ میں میری خوش خبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سناتا ہوں جو نبی امی عربی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں' پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں' آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا نہ رسول' نبوت و رسالت سب آپ پر من کل الوجوہ ختم ہوگئی' صحیح بخاری شریف میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث وارد ہوئی ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد' احمد' ماحی' جس کی وجہ سے اللہ نے کفر کو مٹایا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں' یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے (۵) ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے ان میں سے یہ چند ہیں' فرمایا میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں حاشر ہوں' میں مقفی ہوں' میں نبی الرحمۃ ہوں' میں نبی التوبہ ہوں' میں نبی الملحمہ ہوں' یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے (۶) قرآن کریم میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الطائف (٤٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ: باب اعطاء المؤلفة قلوبهم (١٠٦٢)]

(۲) [الاحزاب : ٦٩] (۳) [الانعام : ١١٠]

(۴) [النسآء : ١١٥]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الصف (٤٨٩٦) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی اسمائه (٢٣٥٤) ترمذی : کتاب الادب (٢٨٤٠) مسند احمد (٤/٨٠)]

(۶) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی اسمائه (٢٣٥٥)]

﴿الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ﴾ ① الخ، جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں بھی اور انجیل میں بھی، اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ﴾ ② الخ، اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے سچ کہتا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا بس گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی عہد لے لیں، ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں اپنی خبر سنائیے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصریٰ کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحاق) ③ اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں، مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاء تھا درآنحالیکہ حضرت آدم مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اس کی ابتدا سناؤں۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ انبیاء کی والدہ اسی طرح خواب دکھائی جاتی ہیں ④ مسند احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت مروی ہے ⑤ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شاہی کیلئے تحفے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبے قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے، نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم ہوا کہ انہیں

---

① [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷] ② [سورۃ آل عمران: آیت ۸۱]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۷۵) مستدرك حاكم (۶۰۰/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

④ [صحیح لغیرہ دون الجملة: مسند احمد (۱۲۷/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں یہ روایت اس جملہ "وكذلك امهات النبيين ترين" کے علاوہ صحیح لغیرہ ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۱۵۰)]

⑤ [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲۶۲/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۱۶۳)]

حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہ دربار میں آئے ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہ کیا درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے' پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجا اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھتے رہیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں' اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا ایسا نہ ہو کہ ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کیلئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں' اس پر بادشاہ نے پوچھا بتاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اس بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں جنہیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو اور واعظو عالمو اور درویشو ان کا اور ہمارا اس کے بارے میں عقیدہ ایک ہی ہے اللہ کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدہ میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین! تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں یہ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو اللہ کی قسم! اگر ملک کی اس جھنجٹ سے میں آزاد ہوتا تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو جلد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے جنگ بدر میں آپ نے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان کیلئے بخشش کی دعا مانگی۔ [1] یہ پورا واقعہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ [2]

تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصراً وارد کر دیا مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو' ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور آپ کی اتباع ونصرت کا انہیں حکم کرتے رہے' ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۴۶۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۴۴۰۰)]

[2] [اسناده ضعیف : مسند احمد (۱/۲۰۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعاء خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کا خواب ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا' اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود ورحمت بھیجے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیش گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ع

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے' اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا○ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں' اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں○ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں○

کفار حق کو مٹانا چاہتے ہیں: ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے اور اس کے شریک وسہیم مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ توحید اور اخلاص کی طرف برابر بلایا جا رہا ہے' بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں' ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بے نور کرنا چاہے' جس طرح اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی کا جاتا رہنا محال ہے۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار سے رد ہو جائے' اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا' کافر برا مانیں تو مانتے رہیں۔

اس کے بعد اپنے رسول ﷺ اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا' ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورۂ برات میں گزر چکی ہے۔ فالحمد للہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟○ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو○ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی ہے بہت بڑی کامیابی○ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلدی فتح یابی ہے ایمانداروں کو خوشخبری دے دو○

مجاہدین کی اللہ سے تجارت: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کونسا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی، جس میں فرما رہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتاؤں جس میں گھاٹے کی کوئی صورت ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہو جائے گا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان و مال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تل جاؤ، جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کیلئے کدوکاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے، اگر اس میری بتائی ہوئی تجارت کے تاجر تم بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے میں درگزر کرلوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں اور بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا، تمہارے بالا خانوں اور ان ہیشگی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری رہیں گی، یقین مانو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصدوری یہی ہے، اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ میں میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت نے رکاب بوسی کی اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [1] ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عنایت فرمائے گا، اور فرمان ہے ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [2] یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے، یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین اللہ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمایا کہ اے نبی ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوشخبری پہنچا دو۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوٓا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِيٓ إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّآئِفَةٌ مِّن بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ وَكَفَرَت طَّآئِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

---

[1] [سورۃ محمد: آیت ۷]

[2] [سورۃ الحج: آیت ۴۰]

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریم (علیہا السلام) کے بیٹے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا' ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر تائید کی پس وہ غالب آ گئے ○

عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ ساتھی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ ہر جان مال عزت آبرو قول فعل حرکت سے دل اور زبان سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تمام تر باتوں کی تعمیل میں رہیں' پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر فوراً لبیک پکار اٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو اللہ کی باتوں میں میری امداد کرے انہوں نے بلا غور علی الفور کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں' اور دین اللہ کی امداد میں آپ کے تابع ہیں' چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا' حج کے دنوں میں سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں اللہ کی رسالت کو پہنچا دوں قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں [1] چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس وخزرج کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی انہوں نے آپ سے بیعت کی آپ کی باتیں قبول کیں' اور مضبوط عہد و پیمان کیے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آ جائیں تو پھر سرخ وسیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ کی طرف سے جانیں لڑا دیں گے اور آپ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ان کے ہاں آ گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا اللہ ان سے خوش ہوا اور انہیں بھی راضی کرے آمین! جبکہ حواریوں کو لے کر آپ دین اللہ کی تبلیغ کیلئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہ راست پر آ گئے اور کچھ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا ان یہودیوں پر اللہ کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کیلئے راندہ درگار بن گئے' پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے میں ہی حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے درجہ سے بہت بڑھا دیا' پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے' بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں بعض نے کہا تین میں سے تیسرے ہیں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور بعض نے تو آپ کو اللہ ہی مان لیا' ان سب کا ذکر سورۂ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو' سچے ایمان والوں کی جناب باری نے آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (۳/۳۲۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۴۴۲) مستدرک حاکم (۲/۶۲۴) صحیح ابن حبان (۶۲۷۴) ابوداود (۴۷۳۴) ترمذی (۲۹۲۶) ابن ماجه (۲۰۱)] امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۷/۶۳)]

آسمان پر چڑھا لے آپ نہا دھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ (۱۲) صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے ایک نوجوان جوان سب میں کم عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی کم عمر نوجوان صحابی کھڑے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا اب کی مرتبہ بھی یہی نوجوان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا بہت بہتر اسی وقت ان کی شکل وصورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہوگئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ اب یہودیوں کی فوج آئی اور انہوں نے اس نوجوان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی گیارہ (۱۱) لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے ایک فرقے نے تو کہا خود اللہ ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں تھے جب تک اللہ کا ارادہ رہا آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ دبے بھی رہے اور مغلوب بھی رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی۔ [1] پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آ جائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ صف کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ الجمعہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲/۲۸) نسائی فی السنن الکبری (٤٨٩/٦)]

کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ [1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴﴾

آسمان وزمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ نہایت پاک صاف ہے غالب وباحکمت ہے ○ جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○ اور دوسروں کیلئے بھی انہی میں سے جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی ہے غالب باحکمت ○ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے' اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف: ہر بے زبان اور ناطق چیز اللہ تعالیٰ عزوجل کی پاکیزگی بیان کرتی رہتی ہے جیسے اور جگہ فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو [2] تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو' خواہ زمین کی' اس کی تعریفوں اور پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف و مشغول ہے' وہ آسمان وزمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا تصرف اور اٹل حکم جاری کرنے والا ہے' وہ تمام نقصانات سے پاک اور بے عیب ہے' تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف' وہ عزیز وحکیم ہے۔ اس کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے ﴿ اُمِّیُّوْنَ ﴾ سے مراد عرب ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ﴾ [3] الخ' یعنی تو اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اور بندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' یہاں عرب کا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ان پر احسان واکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب ما یقرء فی صلاۃ الجمعة (۸۷۷) ترمذی : کتاب الصلاۃ : ما جآء فی القراءۃ فی صلوۃ الجمعة (۵۱۹) ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب ما یقرء بہ فی الجمعة (۱۱۲۴) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها : باب ما جاء فی القراءۃ فی الصلاۃ یوم الجمعة (۱۱۱۸) مسند احمد (۴۲۹/۲)]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ٤٤]

[3] [آل عمران : ۲۰]

جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ [1] یعنی یہ تیرے لئے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کیلئے بھی یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم سب جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اسی طرح اور جگہ ہے ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ [2] اپنے قرابت دار اور کنبہ والوں کو ڈرا دے' یہاں بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے بلکہ عام ہے' ارشاد باری ہے ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [3] لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ [4] یعنی اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے' اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ [5] تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے' اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں' جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی' کل مخلوق کے آپ پیغمبر تھے' ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ﴿صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ﴾ سورۂ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث وہاں وارد کی ہیں۔ فالحمدللہ۔ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے' آپ نے اہل مکہ کیلئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے' انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبکہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور اللہ کی نامرضی کے کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا' آپ نے ان اَن پڑھوں کو اللہ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے' سنئے عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خرد برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدل تغیر کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا ساتھ ہی بہت سی اپنی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں' اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا' پس اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی آپ اصلاح کریں' اہل دنیا کو اصل احکام الٰہی پہنچائیں اللہ کی مرضی اور نامرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرا دیں' جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتائیں' ساری مخلوق کے ہادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں' کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں' تمام تر شکوک و شبہات سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جن میں ہر

---

[1] [الزخرف : ٤٤]　[2] [الشعراء : ٢١٤]　[3] [الاعراف : ١٥٨]

[4] [الانعام : ١٩]　[5] [هود : ١٧]

بھلائی موجود ہو اس بلند و بالا خدمت کیلئے آپ میں وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں' اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام نازل فرماتا رہے آمین! دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ سے کیا مراد ہے؟ تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا تب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے۔ [1] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کیلئے مخصوص نہیں کیونکہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بناء پر آپ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی رب کے سوا کے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ [2] وہ اللہ عزت وحکمت والا ہے' اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب باحکمت ہے' پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا' اور اس امت کو اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا' یہ خاص اللہ کا فضل ہے' اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے' وہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله واخرين منهم لما يلحقوا بهم (٤٨٩٧) صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب فضل فارس (٢٥٤٦) ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الجمعة (٣٣١٠)]

[2] [طبرانی کبیر (٦٠٠٥)].

کتابیں لادے ہوئے ہو' اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے' اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا○ کہہ دے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو○ یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے آگے اپنے ہاتھوں بھیج رکھے ہیں یہ ناانصاف اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہیں○ کہہ دے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ کر ہی رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے تمام کام بتلا دے گا○

بے عمل عالم کی مثال گدھے کی مانند: ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انہیں تورات دی گئی اور عمل کرنے کیلئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا' فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے یہ معلوم تو ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہ یہود ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدیل وتحریف کرتے رہتے ہیں' پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں' کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے۔ اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿أُولَـٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [۱] یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ یہ غافل لوگ ہیں۔ یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے' ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے' وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔ [۲] پھر فرماتا ہے اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو حق پر نہ ہو اللہ اسے موت دے' پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر' فسق وفجور' ظلم نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر آمادگی نہیں کریں گے' ان ظالموں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ﴾ [۳] الخ' کی تفسیر میں یہودیوں کے اس مباہلہ کا پورا ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر اگر خود گمراہ ہوں تو ان پر تو یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں موت کی بددعا کریں' جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلہ کا ذکر سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے' ملاحظہ ہو تفسیر آیت ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ﴾ [۴] الخ' مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا تھا ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ مریم آیت ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ﴾ [۵] الخ'

---

[۱] [سورة الاعراف: آیت ۱۷۹]

[۲] [ضعیف: مسند احمد (۱/ ۲۳۰) مجمع الزوائد (۳۱۲۳)] اس کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف ہے۔]

[۳] [سورة البقرہ: آیت ۹۴]

[۴] [سورة آل عمران: آیت ٦١]

[۵] [سورة مریم: آیت ۷۵]

یعنی اے نبی ﷺ ان سے کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہو رحمٰن اسے اور بڑھا دے۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل لعنۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرتا تو سب کے دیکھتے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود مقابلہ پر آ کر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مرجاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کیلئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال کو ہرگز نہ پاتے۔ یہ حدیث بخاری' ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے [1] پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ نہیں سکتا' جیسے سورۂ نساء میں ہے ﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ﴾ [2] یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو' معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے' بھاگے' بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر وہ وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہوگئی۔ [3]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاذۡکُرُوا اللّٰهَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن جب جمعہ کی نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف جلدی جایا کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے ○ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو ○

جمعہ کے دن کی اہمیت: جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے' وجہ اشتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں اللہ کی عبادت کیلئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھٹا دن جمعہ کا ہے' اسی دن حضرت آدم پیدا کئے گئے' اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے' اسی دن قیامت قائم ہوگی' اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے' جیسے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب کلا لئن لم ینتہ (٤٩٥٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ اقراء باسم ربك (٣٣٤٨) مسند احمد (١/٣٦٨)]

[2] [سورۃ النسآء: آیت ٧٨]

[3] [اسنادہ ضعیف: طبرانی (٦٩٢٢) مجمع الزوائد (٣٢٣/٢) العقیلی (٢٠٠/٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا اس دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم وحوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا۔ (۱) اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فاللہ اعلم، پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا، پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا، لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہیں ہوئی، یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی، نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ پسند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا، جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی، پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں، راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں (۲) مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا (۳) یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کیلئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے، سعی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کیلئے قصد کرو، چل پڑو، کوشش کرو، کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ، جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ (۴) یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کیلئے کوشش بھی کرے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بجائے "فَاسْعَوْا" کے "فَامْضُوْا" ہے، یہ یاد رہے کہ نماز کیلئے دوڑ کر جانا منع ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کیلئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو، دوڑو نہیں، جو پاؤ پڑھ لو، جو فوت ہو ادا کر لو۔ (۵) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نماز میں تھے کہ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنی، فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت، ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کر لو (۶) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کیلئے آؤ

---

(۱) [ضعیف: مسند احمد (۵/۴۳۹) نسائی (۳/۱۰۴) طبرانی اوسط (۱/۲۰۰)] اس کی سند میں ابو معشر سندی راوی ہے جسے امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب فرض الجمعة (۸۷۶) صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (۸۵۵)]

(۳) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (۸۵۶)]

(۴) [سورة بنی اسرائیل: آیت ۱۹]

(۵) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب لا سبقى الى الصلاة ولياتها بالكسينة والوقار (۶۳۶) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب اتيان الصلاة بوقار وسكينة (۶۰۲)]

(۶) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب اتيان الصلاة بوقار وسكينة (۶۰۳) ابن ماجه: كتاب الصلاة: باب المشى الى الصلاة (۷۷۵) مسند احمد (۲/۵۳۲)]

یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع خضوع ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو، جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ [1] حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام جب حضرت خلیل اللہ رحمہ اللہ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

جمعہ کیلئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہئے، بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کیلئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے [2] اور حدیث میں ہے جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے [3] اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ کے لیے ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے [4] صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے [5] سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے ہی سے مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو کام نہ کرے تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے [6] بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، اول ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے، تیسری ساعت میں جانے والا مثل بھیڑ کی قربانی کرنے والے کے ہے، چوتھی ساعت میں جانے والا مرغ راہ اللہ میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے، پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ اللہ دینے والے جیسا ہے، پھر جب امام آ جائے فرشتے خطبہ سننے کیلئے حاضر

---

[1] [سورة الصافات : آیت ۱۰۲]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب فضل غسل یوم الجمعة (۸۷۷) صحیح مسلم : کتاب الجمعة (۸٤٤) ترمذی : کتاب الجمعة (٤۹۲) مسند احمد (۲/۹ـ ۳۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وضوء الصبیان ومتی یجب علیهم الغسل والطهور (۸۵۸) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب وجوب غسل الجمعة علی کل بالغ (۸٤٦) نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الغسل یوم الجمعة (۱۳۷۸) ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (۳٤۱) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب ما جاء فی الغسل یوم الجمعة (۱۰۸۹)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب الطیب والسواك یوم الجمعة (۸٤۹) صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب هل علی من لم یشهد الجمعة (۸۹۷)]

[5] [صحیح : نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الغسل یوم الجمعة (۱۳۷۹) مسند احمد (۳/۳۰٤) ابن ابی شیبة (۱/۹۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی ، ارواء الغلیل (۱/۱۷۳) صحیح الجامع الصغیر (٤۰۳٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی فضل الغسل یوم الجمعة (٤۹٦) نسائی : کتاب الجمعة : باب فضل غسل یوم الجمعة (۱۳۸۰) ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (۳٤۵) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جآء فی الغسل یوم الجمعة (۱۰۸۷) مسند احمد (٤/۱۰٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

ہو جاتے ہیں (۱) مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے' خوشبو لگائے' مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کیلئے آئے' ایک حدیث میں غسل کے ساتھ مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے (۲) مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آ جائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے (۳) ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کیلئے مخصوص رکھے۔ (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کر لو۔ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی' اس سے پہلے کی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کی اذان اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کہنے کیلئے بیٹھ جاتا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کہلوائی زیادہ کی اس مکان کا نام زورا تھا۔ (۵)

---

(۱) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب فضل الجمعة (۸۸۱) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب فضل التهجير يوم الجمعة (۸۵۰) ابوداؤد : کتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (۳۵۱) ترمذی : کتاب الجمعة : باب ما جاء فی التكبير الی الجمعة (۴۹۹) نسائی : کتاب الجمعة : باب وقت الجمعة (۱۳۸۹) مسند احمد (۲/۴۶۰)]

(۲) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب الطيب يوم الجمعة (۸۸۰) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب الطيب والسواك يوم الجمعة (۸۴۶)]

(۳) [صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب اللباس للجمعة (۱۰۷۸) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء فی الزينة يوم الجمعة (۱۰۹۵) مسند احمد (۵/۴۲۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۹۵۳)]

(۴) [صحیح :ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة والسنة فيها : باب ما جاء فی زينة يوم الجمعة (۱۰۹۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه (۸۹۹)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔]

(۵) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب الاذان يوم الجمعة (۹۱۲)]

مسجد کے قریب سب سے بلند مکان یہی تھا۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی' جب نماز کھڑی ہونے لگے' اسی اذان کے وقت خرید وفروخت حرام ہوتی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں' غلاموں اور بچوں کو نہیں' مسافر مریض اور تیماردار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گنے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروع میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید وفروخت حرام ہے' اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا۔ واللہ اعلم' پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف آنا ہی تمہارے حق میں دین ودنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور اللہ کے فضل کی تلاش میں لگ جانا' تمہارے لئے حلال ہے۔ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ فَرِیْضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَآ اَمَرْتَنِیْ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾ یعنی اے اللہ! میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا' اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید وفروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ اخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار میں جائے اور وہاں ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿١١﴾ ع ۲ / ۱۲

اور جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے' اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے ○

---

[1] [حسن]: ابن ماجه : كتاب التجارات : باب الاسواق ودخولها (۲۲۳۵) ترمذی : كتاب الدعوات : باب ما يقول اذا دخل السوق (۳۴۲۸) مسند احمد (۴۷/۱) دارمی : كتاب الاستئذان : باب ما يقول اذا دخل السوق (۲۶۹۵) مسند عبد بن حميد (۲۸) مستدرك حاكم (۵۳۸/۱)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحيح ابن ماجه]

تجارت کے لیے جمعہ چھوڑنے والوں پر عتاب: مدینہ میں جمعہ والے دن تجارتی مال کے آ جانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے' انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں' اور تجھے خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مال تجارت دحیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کیلئے طبل بجنے لگا حضرت دحیہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے' طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند لوگ رہ گئے' مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے' جس پر یہ آیت اتری۔ [1] مسند ابو یعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی' جو لوگ حضور ﷺ کے پاس سے نہیں گئے تھے' ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے [2] اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے' صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے' یہاں یہ بات بھی معلوم رہنی چاہیے [3] کہ یہ واقعہ بقول بعض کے اس وقت کا ہے جب آنحضرت ﷺ جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے' یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے آن کر کہا دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے کر آ گیا ہے' یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے۔ [4] پھر کہتا ہے اے نبی انہیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب جو عند اللہ ہے وہ کھیل تماشوں سے' خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے' اللہ پر توکل رکھ کر' طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔ الحمد للہ سورۂ جمعہ کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ المنافقون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ۝١ اِتَّخَذُوْٓا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ

رکوع [۱۷]

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب واذا راو تجارۃ اولھوا (٤٨٩٩) صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ: باب قولہ تعالی واذاراو تجارۃ اور لھوا (٨٦٣) ترمذی (٣٣١١) مسند احمد (٣/٣١٣)]

[2] [مسند ابو یعلی (١٩٧٩)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ: باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ (٨٦٢)]

[4] [اسنادہ ضعیف: ابوداؤد فی المراسیل (٥٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾

شروع کرتا ہوں مہربانی اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے

تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تو اس کا رسول ہے' اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں ○ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس اللہ کی راہ سے رک گئے بیشک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ نہیں سمجھتے ○ جب تو انہیں دیکھے تو ان کے جسم تجھے خوشنما معلوم ہوں' یہ جب باتیں کرنے لگیں تو تو ان کی باتوں پر اپنے کان لگائے' گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئیں' ہر سخت آواز کو اپنی ہی ہلا کی سمجھتے ہیں' یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچتا رہ' اللہ انہیں غارت کرے' کہاں سے پھرے جاتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گو یہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں' فی الواقع آپ رسول اللہ ﷺ بھی ہیں' ان کا یہ قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں' لہٰذا یہ جھوٹے ہیں' یہ تجھے رسول اللہ ﷺ مانتے ہیں' اس بارے میں اگر یہ سچے ہونے کیلئے قسمیں بھی کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے۔ یہ قسمیں تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یہ تو اپنے جھوٹ کو سچ بنانے کا ایک ذریعہ ہیں' مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ یہ اسلام کے رنگ میں تم کو کفر کا ارتکاب کرا دیں' یہ بداعمال لوگ اللہ کی راہ سے دور ہیں۔ ضحاک کی قراءت میں ﴿اِیْمَانَهُمْ﴾ الف کی زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنالیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی شومی کے باعث رچ گیا ہے کہ ایمان سے پھر کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں' اب دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے اور بات کی تہہ کو پہنچنے کی قابلیت سلب ہو چکی ہے' بظاہر تو خوش گو ہیں اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کے دل کو مائل کر لیں' لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامرد اور بدنیت ہیں' جہاں کوئی بھی واقعہ رونما ہوا اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے' اور جگہ ہے ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ [1] الخ' تمہارے مقابلہ میں بخل کرتے ہیں' پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہے' پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکاری سے ایذا دیتے ہیں' اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے' پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ

---

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ۱۹]

کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں' یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور ثقہ اور مسکین صورتوں کے دھوکے میں نہ آنا' اللہ انہیں برباد کرے ذرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے اور غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کیلئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک' تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑے رہنے والے۔ (1)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝٥ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝٦ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝٧ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝٨

ع ۱۴

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں ○ ان کے حق میں آپ کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا' بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں انہیں کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں' آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں ○ یہ کہتے ہیں کہ اگر اب لوٹ کر مدینہ کو جائیں گے۔ تو ہر عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمانداروں کیلئے ہے لیکن یہ منافق بے علم ہیں ○

منافقوں کا تکبر اور اکڑ: ملعون منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا تو یہ تکبر کے

(1) [ضعیف : مسند احمد (۲/۲۹۳) مسند بزار (۸۵) مجمع الزوائد (۴۱۱)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبد الملک بن قدامہ راوی ہے جسے امام دار قطنیؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤط نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۷۹۲۶)]

ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں اور اس بات کو حقارت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں' اس کا بدلہ یہی ہے اب ان کیلئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا' بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورۂ براءت میں بھی اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترچھی آنکھوں سے گھور کر دکھایا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبداللہ بن ابی ابن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو! یہ ہیں اللہ کے رسول جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا' احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور ﷺ کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع الخیر تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن اللہ بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا ہے کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بک دے' یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بد بات کے کہنے کیلئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کیلئے کھڑا ہوا تھا چند انصاری رضی اللہ عنہم اسے مسجد کے دروازہ پر مل گئے انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ تو کہا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے گھسیٹنے لگے گویا کہ میں کسی بری بات کے کہنے کیلئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے بخشش چاہیں گے اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تھیں حضور ﷺ نے اسے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا' انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا سمجھا اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ ﷺ سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا [2] ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] [مرسل : سيرة ابن هشام (٦٩/٣) سيرة ابن كثير (١٠٣/٣)]

[2] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبري (٣٤١٦٠)]

عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں، غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر اس کا بیان اس آیت میں ہے، اس کی سند سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تک صحیح ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا، کتب سیر و مغازی کے مصنّفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنوالمصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحیٰی بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہم سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقعہ پر حضور ﷺ کا ایک جگہ قیام تھا، وہاں حضرت جھجاہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے ازدحام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جھجاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کیلئے آواز دی اور جھجاہ نے مہاجرین کو۔ اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے، کسی نے کہا کہ اپنے کتے کو موٹا تازہ کرتا ہے کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے اس سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو، تو یہ خود تنگ آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایئے کہ اس کی گردن الگ کر دے حضور ﷺ نے فرمایا پھر تو لوگوں میں مشہور ہو جائے گا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو، عبداللہ بن ابی کو جب یہ علم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت ﷺ کو ہو گیا ہے تو بہت سٹ پٹایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے، تاویل و تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا، چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں ذی عزت اور باوقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور ﷺ شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں، حضور ﷺ یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل باادب سلام کیا پھر عرض کی حضور ﷺ آج کیا بات ہے کہ وقت سے پہلے ہی کوچ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا، کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیز ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حضرت اسید رضی اللہ عنہ

نے کہا یارسول ﷺ عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی ان باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے' حضور ﷺ چلتے ہی رہے' دوپہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تا کہ لوگ اس بات میں پھر نہ الجھ جائیں' چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے ادھر یہ سورت نازل ہوئی (سیرۃ ابن اسحاق) [1] بیہقی میں ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصار کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی ان دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا! حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے اس فضول عادت کو چھوڑ دو' عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے مدینہ شریف میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضور ﷺ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا [2] مسند احمد میں ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آ کر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا اور اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا ہے اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری ﴿هُمُ الَّذِيْنَ﴾ الخ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے [3] مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوے میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کی دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضور ﷺ سے عرض کیں جب آپ نے اسے بلایا تو اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا میرے چچا نے بھی مجھے برا بھلا کہا مجھے اس قدر غم و ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ سورت سنائی۔ [4] مسند کی اور روایت میں ہے کہ ایک سفر

---

[1] [مرسل: دلائل النبوة للبيهقى (٤/٥٢_٥٣)]

[2] [صحیح: صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب قوله سواء عليهم استغفرت لهم (٤٩٠٥) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب نصر الاخ ظالما او مظلوما (٢٥٨٤) ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المنافقين (٣٣١٥) مسند احمد (٣/٣٣٨)]

[3] [صحیح: صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب ذلك بانهم النوتم كفروا (٤٩٠٢) ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المنافقين (٣٣١٤) مسند احمد (٤/٣٦٨)]

[4] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب التفسير : باب اتخذوا ايمانهم جنة (٤٠٩١)]

کے موقعہ پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کردی الخ۔ [1] رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ آپ ان کیلئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیرلیا' قرآن کریم نے انہیں ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے [2] ترمذی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعرابی لوگ بھی پانی کی جگہ پہنچے وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کرلیا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چمڑا پھیلا دیا ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اور اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ چونکہ عبداللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا عبداللہ بن ابی بہت بگڑا' اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دو خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے' یہ اعرابی کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ جاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے تو عبداللہ بن ابی نے کہا تم حضور ﷺ کا کھانا لے کر ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے' میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھالیا حضور ﷺ نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ حرکت کیا کی؟ حضور ﷺ تجھ پر ناراض ہو گئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی جھوٹا سمجھا مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غم واندوہ کی حالت میں سر جھکائے میں حضور ﷺ کے ساتھ جارہا تھا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ آپ میرے پاس آئے' میرا کان پکڑا' جب میں نے سر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرائے اور چل دیئے' اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا آنحضرت ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا: فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے' آپ نے فرمایا بس خوش ہو' آپ کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے یہی جواب دیا صبح کو سورۂ منافقون نازل ہوئی۔ [3] دوسری روایت میں اس سورت کا ﴿مِنۡهَا الۡاَذَلَّ﴾ تک پڑھنا بھی مروی ہے [4] عبداللہ بن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی

---

[1] [صحيح: مسند احمد (٤/٣٧٣)]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب اذا جاءك المنافقون (٤٩٠٠)، (٤٩٠٣) صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب صفات المنافقين واحكامهم (٢٧٧٢)]

[3] [صحيح: ترمذی: كتاب تفسير القران: باب ومن سورة المنافقين (٣٣١٣) دلائل النبوة للبيهقی (٥٤/٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی]

[4] [حسن: مستدرك حاكم (٢/٤٨٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن اقرم ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے‘ تو ممکن ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی خبر پہنچائی ہو اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہوگئی ہو۔ واللہ اعلم‘ ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناۃ بت کو تڑوایا تھا جو قفا مشلّل اور سمندر کے درمیان تھا‘ اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلہ بہز کا تھا اور قبیلہ بہز انصاریوں کا حلیف تھا بہزی نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق اور بیمار دل لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بیکار ہو گئے ہو‘ نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلالیب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر سر پر چڑھ دوڑیں‘ نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلالیب کہتے تھے‘ اس دشمن اللہ نے جواب دیا کہ اب مدینہ پہنچتے ہی ان سب کو دیس سے نکالا دیں گے‘ مالک بن دخشن جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لیں اور خدمت نبوی میں آ کر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبداللہ بن ابی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن مار دوں گا‘ آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا آپ نے انہیں بھی بٹھا لیا‘ پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے لشکر نے کوچ کیا‘ وہ دن رات دوسری صبح برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آ گئی‘ اترنے کو فرمایا‘ پھر دوپہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قفا مشلّل سے مدینہ شریف پہنچ گئے‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے پوچھا کہ کیا میں اس کے قتل کا تجھے حکم دیتا تو تو اسے مار ڈالتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسے اس دن قتل کر ڈالتا تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقعہ ملتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بے دردی کے ساتھ مار ڈالتا ہے اسی واقعہ کا بیان ان آیتوں میں ہے‘ یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت ایسی عمدہ باتیں ہے جو دوسری روایتوں میں نہیں‘ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو پکے سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں‘ قسم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے

احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں (لیکن میں فرمان رسول ﷺ پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے [1] حضرت عکرمہ اور حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ اپنے لشکروں سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہوگئے تلوار کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک تیرے لئے اللہ اور اس کے رسول اجازت نہ دیں عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے یہ رک کر کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصے میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم اللہ کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا چنانچہ حضور ﷺ نے اجازت دی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا [2] مسند حمیدی میں ہے کہ آپ نے اپنے والد سے کہا جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے میں ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔ [3]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱ ع

ع ۲ / ۱۴

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۱۷۹) سیرة ابن هشام (۲۲۹/۳)]

[2] [مرسل: تفسیر ابن جریر طبری (۳٤۱۷۱)]

[3] [مسند حمیدی (۵۲۰/۲)، (۱۲٤۰)]

اے مسلمانو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد یں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردے جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار ہیں ○ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کردوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں ○ جب کسی کی مدت عمر پوری ہو جائے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا' اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے ○

مال واولاد ذکرِ الٰہی سے غافل نہ کردے: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور وہ تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال واولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاؤ' پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے' وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے۔ پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کرلو' موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر نادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا' اس وقت انسان چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کیلئے بھی اگر چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کرلے اور اپنا مال بھی دل کھول کر راہ اللہ دے لے' لیکن آہ اب وقت کہاں! آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ٹلنے والی آفت سر پر کھڑی ہوگئی اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾[1] الخ' یعنی لوگوں کو ہوشیار کردے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کرلیں اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں۔ اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے' دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾[2] الخ یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے ''میرے رب مجھے لوٹا دے تو میں نیک اعمال کرلوں''۔ یہاں فرماتا ہے ''موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا' اللہ خود خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی کچھ کرنے لگ جائیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے'' ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے ایک شخص نے کہا حضرت! اللہ کا خوف کیجئے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کرسنایا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے؟ فرمایا دو سو اور اس سے زیادہ میں۔ پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے؟ فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو[3] ایک

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ٤٤]   [2] [سورۃ المومنون : آیت ٩٩۔ ١٠٠]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ المنافقین (٣٣١٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤١٨١) العقیلی فی الضعفاء (١٣٤/٢) ابن عدی (١١٣٣/٣)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔

مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے۔ ضحاک کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی بھی منقطع ہے' دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کلبی رضی اللہ عنہ ہے وہ بھی ضعیف ہے' واللہ اعلم' ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آ جائے پھر موخر نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کیلئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ دعا اسے اس کی قبر میں پہنچتی رہے۔ (۱) اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ التغابن

ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سر کے جوڑوں میں سورۂ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔ (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۙ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

آسمان و زمین کی ہر ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے' اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے' اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں بعض تو کافر ہیں اور بعض ایماندار ہیں' جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب دیکھ رہا ہے ○ اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو وہ سب کو جانتا ہے' اللہ تو دلوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے ○

مسبحات کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے' مخلوقات کی تسبیح الٰہی کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے' ملک وحمد والا اللہ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں۔ وہ تعریف کا مستحق' جس چیز

(۱) [اسنادہ موضوع : تفسیر ابن ابی حاتم] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

(۲) [موضوع : طبرانی اوسط (۱۷۸٤) ابن حبان (۳/۸۱)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۱/۱۵۲] ابن طاہر مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ولید بن ولید قابل حجت نہیں۔[معرفة التذكرة (٦٨٠)]

کا ارادہ کرے اس کو پورا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے نہ کوئی اس کا مزاحم بن سکے نہ اسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو، وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن، وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ بندوں کے اعمال پر شاہد ہے اور ہر ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا، اس نے عدل وحکمت کے ساتھ آسمان و زمین کی پیدائش کی ہے، اس نے تمہیں پاکیزہ اور خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں، جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ﴾ (۱) الخ اے انسان تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا، اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ (۲) الخ، اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں بہترین صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں، آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، آسمان و زمین اور ہر نفس اور کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝۶

کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا، اور جن کیلئے دردناک عذاب ہے ○ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اللہ نے بھی بے نیازی کی، اور اللہ تو ہے ہی بہت بے پرواہ سب خوبیوں والا ○

یہاں گزشتہ کافروں کے کفر اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں؟ کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے جو نہایت الم انگیز ہے۔ اس کی وجہ سوا اس کے کچھ بھی نہیں کہ دلائل و براہین اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء اللہ علیہم السلام ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی برتی وہ تو غنی ہے ہی اور ساتھ ہی حمد و ثنا کے لائق بھی۔

---

(۱) [سورۃ الانفطار: آیت ٦-٨]

(۲) [سورۃ غافر: آیت ٦٤]

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِىْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞

ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے، تو کہہ دے کہ ہاں اللہ کی قسم تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے ○ سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل پر باخبر ہے ○ جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہ یہی دن ہے ہار جیت کا، جو شخص اللہ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ اور جن لوگوں نے نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت بری جگہ ہے پھر جانے کی ○

قیامت کے منکر مشرک: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے، اے نبی (ﷺ) تم ان سے کہہ دو کہ ہاں اٹھو گے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا، سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں، یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے، پہلی آیت تو سورۂ یونس میں ہے ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ [1] یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے، دوسری آیت سورۂ سبا میں ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ [2] کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئے گی، اور تیسری آیت یہی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر، رسول اللہ پر، نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ [3] یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ [4] یعنی قیامت

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۵۳]
[2] [سورۃ سبا: آیت ۳]
[3] [سورۃ ھود: آیت ۱۰۳]
[4] [سورۃ الواقعہ: آیت ۴۹-۵۰]

والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے' اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں گے۔ گویا اسی کی تفسیر اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار' نیک اعمال والوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہتی نہروں والی ہمیشہ رہنے والی جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا۔ اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جلنے کا عذاب پاتے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہوسکتا ہے؟

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

کوئی مصیبت بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی' جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے○ لوگو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا کہنا مانو' پس اگر اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے○ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیے○

مختار کل صرف اللہ تعالیٰ: سورۂ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا' اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی' پھر صبر و تحمل سے کام لے' اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے' ثواب اور بھلائی کی امید رکھے رضا بہ قضا کے سوا لب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے۔ وہ دل میں یقین صادق کی چمک دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے' اسے مصائب ڈگمگا نہیں سکتے' وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا' حضرت علقمہ رحمۃ اللہ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کرلے' یہ بھی مطلب ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ [1] متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے ہر ایک بات میں اس کیلئے بہتری ہوتی ہے نقصان پر صبر و ضبط کر کے نفع اور بھلائی پر شکر

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۶]

QLRF

واحسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لینا ہے' یہ دو طرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں (1) مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اس کی تصدیق کرنا اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس نے کہا حضرت! میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا امر ہے۔ (2) پھر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں میں سر مو تجاوز نہ کرو جس کا حکم ملے بجالاؤ' جس سے روکا جائے رک جاؤ' اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول ﷺ پر کوئی بوجھ نہیں' ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں اٹھانا پڑے گی۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد وصمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں' یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو' پھر فرماتا ہے چونکہ توکل اور بھروسہ کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پر بھروسہ رکھو' جیسے اور جگہ ہے ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ (3) مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے' معبود حقیقی بھی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

ع ۸ / ۱۶

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں خبردار ان سے ہوشیار رہنا' اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے ○ تمہارے مال و اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہی ہے' اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے ○ پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے ○ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اسکی راہ میں خرچ کرو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا' اللہ بڑا قدردان بڑا بردبار ہے ○ وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست حکمت والا ہے ○

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب المومن امره کله خیر (۲۹۹۹) مسند احمد (۳۳۲/٤)]

(2) [ضعیف : مسند احمد (۳۱۸/٥) مجمع الزوائد (٦٤/١)] اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

(3) [سورۃ المزمل: آیت ۹]

بعض بیویاں اور بچے فتنہ ہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد اللہ اور نیک عمل سے روک دیتی ہے جو درحقیقت دشمنی ہے' جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد اللہ سے غافل کر دیں اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھاٹا رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار رہو' اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو' بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے اللہ کی نافرمانی پر تل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام اسلامی کو پس پشت ڈال دیتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ ﴿وَاِنْ تَعْفُوْا﴾ [1] الخ' یعنی اب درگزر کرو آئندہ کیلئے ہوشیار رہو' اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر نگاہیں رکھو جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [2] الخ' یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیویاں اور اولاد' سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر' شائستہ گھوڑے' مویشی' کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کا سامان ہے' اور ہمیشہ رہنے والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ لمبے لمبے کرتے پہنے آ گئے دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔ [3] مسند میں ہے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کی بجائے کوئی

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة التغابن (۳۳۱۷)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [سورة آل عمران : آیت ١٤]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب : باب حمله ووضعه الحسن والحسین (۳۷۷٤) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب الامام یقطع الخطبة للامر یحدث (۱۱۰۹) ابن ماجه : کتاب اللباس : باب لبس الاحمر للرجال (۳٦۰۰) نسائی : کتاب الجمعة : باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبه (۱٤۱۲) مسند احمد (٥/۳٥٤) مستدرك حاكم (٤/۳٥٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

درندہ ہی ہوتا آپ نے فرمایا خبر دار! ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اگر انتقال کر جائیں تو اجر ہے پھر فرمایا ہاں ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم بھی ہیں [1] بزار میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ بخل و نامردی اور غمگینی کا باعث بھی ہے [2] طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلے میں کفر پر جم کر لڑائی کیلئے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا تیرا پورا دشمن تیرا مال ہے جو تیری ملکیت میں ہے پھر دشمنی کرتا ہے۔ [3] پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھر اللہ کا خوف رکھو اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو، بخاری و مسلم میں ہے جو حکم میں کروں اسے اپنی مقدور بھر بجا لاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ [4] بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ [5] الخ کی ناسخ یہ آیت ہے، یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے لیکن اب فرما دیا کہ اپنی طاقت کے مطابق، چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بھاری پڑی تھی اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ پیروں پر ورم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر تخفیف کر دی، اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتایا ہے، پھر فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے فرمان سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو نہ آگے بڑھو نہ پیچھے سرکو نہ امر کو چھوڑو نہ نہی کا خلاف کرو، جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں کو فقیروں مسکینوں کو اور حاجت مندوں کو دیتے رہو اللہ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی اللہ کے احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مول لو گے، آیت ﴿وَمَنْ یُّوْقَ﴾ [6] الخ کی تفسیر سورہ حشر کی اس آیت میں گزر چکی ہے۔ جب تم کوئی چیز راہ اللہ دو گے اللہ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا، تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے۔ جو ایسے کو قرض دے جو نہ تو ظالم ہو نہ مفلس ہو نہ نادہندہ [7] پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پھیر دے گا، جیسے سورۂ بقرہ میں بھی فرمایا کہ کئی

---

[1] [صحیح وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۲۱۱/۵) مستدرك حاكم (۲۳۹/٤)] شیخ شعیب ارناؤوطؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۸٤۰)]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۱۸۹۱) مسند ابو یعلی (۱۰۳۲)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : طبرانی (۳٤٤٥)] اس میں محمد بن اسماعیل راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۸) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فرض الحج مرة فی العمرة (۱۳۳۷)]

[5] [سورة آل عمران : آیت ۱۰۲]

[6] [سورة الحشر : آیت ۹]

[7] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلوة المسافرین : باب الترغیب فی الدعا والذکر فی آخر اللیل

کئی گنا بڑھا کر دے گا' ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا' اللہ بڑا قدر دان ہے' تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے' وہ بردبار ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے' خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ چھپے کھلے کا عالم ہے اور وہ غالب اور باحکمت ہے' ان اسماء حسنٰی کی تفسیر کئی کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے'

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ الطلاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ①

شروع اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے

اے نبی (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو، نہ تم انہیں اپنے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں' یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدیں' جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے نکل جائے اس نے یقیناً اپنا ہی برا کیا کوئی نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے ○

اولاً تو نبی ﷺ سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر تبعاً آپ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھایا گیا' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی وہ اپنے میکے آ گئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا کہ ان سے رجوع کر لو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج رضی اللہ عنہن میں داخل ہیں [1] یہی روایت مرسلاً ابن جریر میں بھی مروی ہے' اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اسے چاہئے کہ رجوع کر لے پھر حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھے پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہا لیں پھر اگر جی چاہے طلاق دیں یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں بات چیت کرنے سے پہلے

---

[1] [ضعیف ومرسل: الدرالمنثور للسیوطی (۳۴۸/۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤٢٤٤)]

یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے [1] یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے' حضرت عبدالرحمٰن بن ریحان رحمہ اللہ نے جو عزہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالزبیر رحمہ اللہ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی؟ تو آپ نے فرمایا سنو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں طلاق دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رجوع کر لیا اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ بسا لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِى قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ﴾ (مسلم) [2] دوسری روایت میں ہے ﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے' بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دو نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت تک چھوڑ دے جب حیض آ جائے پھر اس سے نہا لے تب ایک طلاق دے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے' قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں' جب حمل ظاہر ہو' جس طہر میں مجامعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں' یہیں سے باسمجھ علماء نے احکام طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت' طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے دے اور بدعی طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن مجامعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ نابالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے دخول نہ ہوا۔ ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع ہیں نہ کہ تفسیر۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم' پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتداء انتہا دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے' اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پروردگار عالم سے ڈرتے رہو' عدت کے زمانہ میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے' ﴿فَـٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے' یا بدزبانی و کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بیشک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الطلاق (۴۹۰۸) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها (۱۴۷۱)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب تحریم الطلاق الحائض بغیر رضاها وانه لو خالف وقع الطلاق ویؤمر برجعتها (۱۴۷۱) ترمذی : کتاب الطلاق : باب ما جآء فی طلاق السنة (۱۱۷۵) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی طلاق السنة (۲۱۸۵) مسند احمد (۸۱/۲)]

خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے' یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتائے ہوئے احکام ہیں۔ جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے شاید کہ اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا' عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں' طلاق دینے پر نادم ہو دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن وامان سے گزارا کرنے لگیں' نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے' اسی بناء پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ مبتوتہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کیلئے عدت گذارنے کے زمانے تک مکان کا دینا خاوند کے ذمہ نہیں۔ اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کیلئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہریہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابوعمر بن حفص رضی اللہ عنہا نے ان کو تیسری آخری طلاق دی' اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں۔ مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر' اور ان سے فرمایا: تم ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر اپنی عدت گزارو' پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو وہ ایک نابینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو الخ (۱) مسند احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جہاد میں بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا نہیں جب عدت پوری نہ ہو جائے میرا کھانا پینا اور رہنا سہنا میرے خاوند کے ذمہ ہے اس نے انکار کیا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: نان نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی آمد و رفت ہے تم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت کا زمانہ گزارو وہ نابینا ہیں وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتے۔ (۲)

طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ضحاک بن قیس قرشی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب المطلقة البائن لا نفقة لها (۱٤۸۰) نسائی: کتاب الطلاق: باب الرخصة فی خروج المتوتة من بیتها فی عدتها لسکنا ها (۳۵۷۵)]

(۲) [ضعیف: مسند احمد (٦/۳۷۳)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

قبیلہ کے تھے' طلاق کی خبر کے بعد ان کا نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیاء نے کہا تھا نہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضور ﷺ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر طلاق نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمے نہیں۔ [1]

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو اور اللہ کی رضامندی کیلئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا' اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ○

مطلقہ کی عدت پوری ہونے والی ہو تو خاوند کیا کریں؟ ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دے دیں' لیکن برا بھلا کہے بغیر' گالی گلوچ دیئے بغیر' سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو' ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی' اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ [2] حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے

---

[1] [صحیح : نسائی : کتاب الطلاق : باب الرخصة فی ذلك (٣٤٣٢) وفی السنن الکبری (٥٥٩٦) طبرانی اوسط (١١٦٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب الرجل یراجع ولا یشهد (٢١٨٦) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الرجعة (٢٠٢٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداؤد]

ہیں نکاح‘ طلاق‘ رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے‘ پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا‘ اور سچی شہادت دینے کا انہیں حکم ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے‘ اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے؟ پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام اللہ بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کیلئے مخلصی پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ! اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے‘ پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر فرمایا ابوذر! تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب ملا کہ میں کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا‘ آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا جائے گا؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلے پر اتر آؤں گا‘ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد ہو فرمایا سنتا رہ اور مانتا رہ اگرچہ حبشی غلام ہو [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ [2] ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ﴾ الخ‘ میں ہے۔

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال وگمان تک نہ ہو [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و بے چینی سے نجات دے گا‘ ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا‘ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۷۸/۵) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الورع والتقوى (۴۲۲۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۰۰۱)]

[2] [سورة النحل : آیت ۹۰]

[3] [ضعیف : ابو داؤد : كتاب الوتر : باب في الاستغفار (۱۵۱۸) ابن ماجه : كتاب الادب : باب الاستغفار (۳۸۱۹) مسند احمد (۴۲۸/۱) مستدرك حاكم (۲۶۲/۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود] اس کی سند میں حکم بن مصعب مجہول ہے۔]

بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاسی اور نجات دے گا' ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے' آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لیے چھٹکارے کی سبیل بنا دے گا' تھوڑے دن گذرے ہوں گے کہ ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستے میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکا لائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی لوگوں کو اللہ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم رہ جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔ [2] سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک بن اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوا دو کہ بکثرت ﴿لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه﴾ پڑھتا رہے' ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو گئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنکا لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف رضی اللہ عنہ ہے ماں نے کہا وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہو گا؟ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان فرمایا کہا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے [3] ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھچ کر اللہ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے [4] مسند

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۲۸۷) الدر المنثور للسیوطی (٦/۳٥٤)]

[2] [**حسن دون الجملة**: ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠۲۲) مسند احمد (٥/۲۸۲)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجه]

[3] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۲۸۸)]

[4] [**ضعیف**: طبرانی صغیر (۳۲۱) مجمع الزوائد (۱۸۱۸۹)] اس میں ابراہیم بن اشعث راوی ضعیف ہے۔]

احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو! تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے جب کچھ مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے' ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد کی اور روایت میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے۔ اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں، ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ [1] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قضا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورا کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَكُلُّ شَىْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴾ [2] ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

وَالِّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ
وَّالِّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ
وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ
اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں' اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو' اور حاملہ عورتوں کی مدت ان کے بچے کا پیدا ہو جانا ہے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا○ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے' اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا○

عدت کے چند مسائل: جن بڑھیا عورتوں کے اپنی بڑی عمر کی وجہ سے ایام بند ہو گئے ہوں یہاں ان کی عدت بتائی جاتی ہے کہ تین مہینے عدت گزاریں' جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ کی آیت' اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی یہی تین مہینے رکھی' اگر تمہیں شک ہو۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ حیض کا خون ہے کہ استحاضہ کی

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۲۹۳) ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب فی الاستعفاف (۱۶۴۵) ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا (۲۳۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [سورۃ الرعد: آیت ۸]

بیماری کا' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھ لو' یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے' اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی ابھی عدت بیان نہیں ہوئی کمسن لڑکیاں بوڑھی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتری [1] پھر حاملہ کی حدیث بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہو جائے' جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہے' ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گزر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے نہ ہونے تک عدت ہے' صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے؟ آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے' ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن میں تو ہے حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہ فتویٰ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابو السنابل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ [2] یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے' حضرت عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری رحمہ اللہ کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے انکا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں' یہ گئے اور دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابو السنابل بن بعلک رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو؟ واللہ! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے

---

[1] [منقطع وضعیف :مستدرك حاكم (٤٩٢/٤) بيهقى (٤١٤/٧) تفسير ابن جرير الطبرى (٤٥٢/٢٣)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب واولات الاحمال اجلهن (٤٩٠٩) صحيح مسلم : كتاب الطلاق : باب انقضآء عدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل ، مسند احمد (٣٢٧/٤)]

ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر لو (مسلم) [1]

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن ابو یعلی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بیان کی ۔ اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفے کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں حضرت ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورۂ نساء طولی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے [2] ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کی دعا کرے' میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے' عدت سے نکل گئی ۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے [3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی [4] یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لیے کہ اس کی سند میں مثنیٰ بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک

---

[1] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب المغازی (۳۹۹۱)، (۵۳۱۹) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها زوجها وغیرها بوضع الحمل (۱۴۸۴) نسائی : کتاب الطلاق : باب عدۃ الحامل المتوفی عنها زوجها (۳۵۵۲) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب عدۃ الحامل (۲۳۰۶)ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الحامل المتوفی عنها زوجها اذا وضعت حلت للازواج (۲۰۲۸)]

[2] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الطلاق (۴۹۱۰)]

[3] [**صحیح** :ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی عدۃ الحامل (۲۳۰۷) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الحامل المتوفی عنها زوجها اذا وضعت حلت للازواج (۲۰۳۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، صحیح ابن ماجه]

[4] [**ضعیف** :تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۱۷)] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

الحدیث ہے' لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لیے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے' یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝۶ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ ع ١٧

تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان طلاق والی عورتوں کو بھی بساؤ اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ' اور اگر یہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو' پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو' اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو' اور اگر تم آپس میں کشمکش کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلائے گی ○ کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے' اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے حسب حیثیت دے کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے' اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی فراغت بھی کر دے گا ○

عدت گزرنے تک بیویوں کو رہائش دینا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے' یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے' اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لیے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کہ طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تا کہ نہ وہ بیچاری سہاگن رہے نہ رانڈ' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے' اکثر علماء کا فرمان ہے کہ یہ خاص ان عورتوں کے لیے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لیے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں

تب اور بے حمل ہوں تو بھی۔ اور حضرت علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اسے الگ اس لیے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے اس لیے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لیے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھلانا پلانا خاوند کے ذمہ ہے۔ پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لیے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لیے ہے' امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بنا پر بہت سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلائی دینی چاہیے۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہیے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچے کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہیے' تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذاء پہنچانے کی کوشش کرے' جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾ [1] یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے اور جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کسی بات پر رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دے دیں۔ ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچہ کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے' پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو ہو اسے چاہیے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے' تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے' طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا' تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ موٹا کپڑا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوا دو اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہننے اور نہایت نفیس غذائیں کھانی شروع کر دیں' قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کشادگی والا اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی و ترشی والا اپنی حالت کے موافق' طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ للہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کیے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کیے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۳]

اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا [1] جیسے اور جگہ فرمایا ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ [2] تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے، مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بیتاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پہنچی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہو دے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امیدیں ہیں پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بیتاب ہو کر کہا تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں، تھوڑی دیر گزرنے کے بعد بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضہ کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت اللہ سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے انہوں نے تنور میں سے گوشت نکال لیا، اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا اور جھاڑ دیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو وہ قیامت تک چلتی رہتیں۔ [3] اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان کی نیک بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ سے دعا کرنے لگیں اے اللہ! ہمیں روزی دے دعا کر کے اٹھیں تو دیکھا ہنڈیا گوشت سے پر ہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلا چلا آتا ہے اتنے میں میاں بھی تشریف لائے کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرما دیا اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھا لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔ [4]

---

[1] [ضعیف: طبرانی (۳٤۳۹)] اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الانشراح: آیت ٥-٦]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۲/٤۲۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۹٤٦٤)]

[4] [ضعیف: مسند احمد (۲/٥۱۳) مجمع الزوائد (۱۰/۲٦۰)] اس کی سند میں ہشام بن حسان مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾

بہت سی بستی والوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور ان دیکھی آفت ان پر ڈال دی ○ پس انہوں نے اپنے کرتوت کا وبال چکھ لیا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا ○ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے پس اللہ سے ڈرو اے عقل والو یقیناً اللہ نے تمہارے لئے نصیحت بھیج دی ہے ○ یعنی رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ نے اسے بہترین روزی دے رکھی ہے ○

جنہوں نے شریعت سے روگردانی کی تباہ ہوئے: جو لوگ اللہ کے امر کے خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو کہ گزشتہ لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا حکم اللہ اور اتباع رسول سے بے پرواہی برتی آخر انہیں سخت عذاب دینا پڑا اور اپنی بدکرداری کا مزہ چکھنا پڑا۔ انجام کار نقصان اٹھایا اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے اس عذاب سے ہی اگر پلا پاک ہو جاتا تو جب بھی ایک بات تھی، نہیں تو پھر ان کیلئے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے، اب اے سوچ سمجھ والو چاہیے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو، اے عقلمند ایماندارو! اللہ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرما دیا ہے، ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ [1] الخ، ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے ذکر سے مراد یہاں رسول ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا تو یہ بدل اشتمال ہے، چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا، حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی مطلب کو درست بتاتے ہیں، پھر رسول کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ سناتے ہیں تاکہ مسلمان اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں، جیسے اور جگہ ہے

[1] [سورة الحجر: آیت ۹]

﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ﴾ [1] الخ 'اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے ایک اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [2] الخ 'اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے' یعنی کفر و جہالت سے ایمان و علم کی طرف' چنانچہ اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے' چنانچہ ارشاد باری ہے ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْراً نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [3] یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے رہیں یقیناً تو صحیح اور سچی راہ کی رہبری کرتا ہے' پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی نہروں والی ہمیشہ رہنے والی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بار بار گزر چکی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع ۲/۱۸

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے' اور اسی کے مثل زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے ○

سات آسمان اور سات زمینوں کا خالق: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تا کہ مخلوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کرے' تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَكَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً﴾ [4] کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ [5] یعنی ساتوں آسمانوں اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس اللہ کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں' پھر فرماتا ہے اسی کے مثل زمینیں ہیں' جیسے کہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کر کے کسی ایک کی بالشت بھر زمین

---

[1] [سورۃ ابراهيم : آيت ١]

[2] [سورۃ البقرہ: آيت ٢٥٧]

[3] [سورۃ الشوری: آيت ٥٢]

[4] [سورۃ النوح: آيت ١٥]

[5] [سورۃ بنی اسرائیل: آيت ٤٤]

لے لے اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا ① صحیح بخاری میں ہے اسے ساتوں زمین تک دھنسایا جائے گا② میں نے اس کی تمام سندیں اور کل الفاظ ابتداء اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیئے ہیں' فالحمدللہ' جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دوڑ بھاگ کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن حدیث کا صریح خلاف کیا ہے سورۂ حدید میں آیت ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ الخ' کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی دوری کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں' ایک اور حدیث میں بھی ہے ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چٹیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو④ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے' اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کرلوں کہ جو میں تجھے بتاؤں گا تو اس کا انکار کرے گا؟ اور روایت میں مروی ہے کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن مثنیٰ والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیم رحمہ اللہ کے ہے' بیہقی کی کتاب الْاَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آدم ہیں مثل آدم علیہ السلام کے اور نوح ہیں مثل نوح علیہ السلام کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم علیہ السلام کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰ علیہ السلام کے⑤ پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وارد کی ہے اور فرمایا ہے اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے' ابوالضحیٰ جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا' واللہ اعلم' ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا لائے ہیں' جس میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور وفکر میں چپ چاپ ہیں' پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات پر نظریں دوڑاؤ لیکن کہیں اللہ کی بابت غور وخوض میں نہ پڑ جانا' سنو! اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جآء فی سبع ارضین (۳۱۹۶) صحیح مسلم : کتاب المساقاۃ : باب تحریم الظلم وغصب الارض (۱۶۱۲)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جاء فی سبع ارضین (۳۱۹۶)]

③ [سورۃ الحدید : آیت ۳]

④ [البدایۃ والنہایۃ (۱۴/۱) ابو الشیخ فی العظمۃ (۵۸۷/۲)]

⑤ [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴۵/۱۲)]

ہیں؟ فرمایا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بھی علم نہیں۔

الحمدللہ سورۂ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ التحریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱﴾ قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ ۚ وَ اللّٰہُ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ وَ ھُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ وَ اِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِہٖ حَدِیۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِہٖ وَ اَظۡھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیۡہِ عَرَّفَ بَعۡضَہٗ وَ اَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَکَ ھٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۳﴾ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰھَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَھِیۡرٌ ﴿۴﴾ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ﴿۵﴾

بنام اللہ رحمٰن ورحیم

اے نبی جس چیز کو اللہ نے تیرے لئے حلال کر دیا ہے اسے تو کیوں حرام کرتا ہے' کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ○ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے' اور وہی پورے علم والا اور کامل حکمت والا ہے ○ اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی' پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے' جب نبی نے اپنی بیوی کو یہ بات جتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے کی' کہا سب کچھ جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے ○ اے نبی کی دونوں بیویو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہت بہتر ہے یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبرائیل ہیں اور نیک ایماندار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ○ اگر پیغمبر تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں' ایمان والیاں' فرمانبرداری کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں' عبادت بجالانے والیاں' روزے رکھنے والیاں ہوں گی بیوہ اور کنواریاں ○

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں افسوس! ہم نے اسے حرام کرا دیا میں نے کہا خاموش رہو۔ [1] صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی [2] اسی لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے اس میں بھی قدرے بدبو ہوتی ہے، جب آپ نے جواب دیا کہ میں نے شہد پیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغافیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں بدبو رہ گئی ہوگی، اس روایت میں لفظ جرست ہے جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی مکھیوں کو بھی جوراس کہتے ہیں، اور جرس مدہم ہلکی ہلکی آواز کو کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں ((سَمِعْتُ جَرَسَ الطَّيْرِ)) جبکہ پرند دانہ چگ رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو، ایک حدیث میں ہے پھر وہ جنتی پرندوں کی ہلکی اور میٹھی سہانی آوازیں سنیں گے، یہاں بھی عربی میں جرس ہے، اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت شعبہ رحمہ اللہ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جرس کو جرش بڑی شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے حضرت شعبہ رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کر لو، الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں دو شہد پلانے والیوں کے نام مروی ہیں ایک حضرت حفصہ کا دوسرا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا، بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعہ ہوں، یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے۔ واللہ اعلم، آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں یہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت ﴿إِنْ تَتُوبَا﴾ الخ میں ہے پس حج کے سفر میں خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ چلے تو میں بھی ہم رکاب ہو لیا ایک راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ چھوڑ جنگل کی طرف چلے میں ڈولچی لئے ہوئے پیچھے پیچھے گیا آپ حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈلوایا اور وضو کرایا، اب موقعہ پا کر سوال کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما افسوس، حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریش تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر فرمان رکھتے تھے لیکن مدینہ والوں پر عموماً ان کی عورتیں حاوی تھیں جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ میں اپنی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطلاق : باب لم ترحم ما احل الله لك (٥٢٦٨)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب وجوب الکفارة علی من حرم امراته (١٤٧٤)]

بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو پلٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ دن دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم حضور ﷺ کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھ رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر اللہ ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار آئندہ سے حضور ﷺ کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر ہیں۔ اب اور سنو میرا پڑوسی ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گزارتا اور ایک دن وہ، میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آکر سنا دیتا اور یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کا ہے، ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشاء کے وقت آ گئے اور میرا دروازہ کھٹکھٹا کر مجھے آواز دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا دریافت کیا خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بھاری کام ہو گیا میں نے کہا غسانی بادشاہ آ پہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی میں نے کہا افسوس حفصہ رضی اللہ عنہا برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھٹکا تھا صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں سیدھا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں، آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے اس بالاخانہ میں تشریف فرما ہیں میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کر وہ گیا پھر آ کر کہنے لگا حضور ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا میں وہاں سے چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں، میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا، میں دوبارہ مسجد میں چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا کہ غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اجازت مل گئی میں گیا دیکھا کہ حضور ﷺ ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں، میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول اللہ ﷺ بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی

دریافت کروں لیکن ہیبت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی صحیح مسلم میں ہے[2] کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس میں یہ بھی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جو ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباح رضی اللہ عنہ تھا' یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے' جبرائیل' میکائیل اور میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جملہ مومن ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الحمد للہ! میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا' پس اس موقعہ پر بھی آیت ''تخییر'' یعنی ﴿عَسٰى رَبُّهٗ﴾ الخ اور ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ الخ' آپ پر نازل ہوئیں' مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق نہیں دی' اسی کے بارے میں آیت ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ﴾[3] الخ' آخر تک اتری' یعنی جہاں انہیں کوئی امن یا خوف کی خبر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها (۵۱۹۱) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب فی ایلاء واعتزال النسآء (۱۴۷۹) ترمذی (۳۳۱۸) مسند احمد (۳۳/۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب تبتغی مرضات ازواجك (۴۹۳۱)]

[3] [سورة الاحزاب: آیت ۸۳]

نازل ہوئی، صحیح بخاری میں ہے کہ جواب دینے والی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہ کو کہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے وہ تشریف لائیں اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو مشغول پایا تو آپ نے انہیں فرمایا تم (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت میں (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تمہارے باپ آئیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر کردی پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچادی؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر اللہ نے خبر پہنچائی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک آپ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام نہ کرلیں آپ نے حرام کرلی اس پر آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ الخ، نازل ہوئی (طبرانی) [3] لیکن اس کی سند مخدوش ہے، مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر ظاہر ہوگئی۔

﴿مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ﴾ کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے ﴿سَائِحَاتٍ﴾ کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورۂ برات کے اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے [4] دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب عسی ربه ان طلقکن ان یبدله (٤٩١٦)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب تبتغی مرضات ازواجك (٤٩١٣)]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٦٤٠)] اس کی سند میں اسماعیل بن عمرو اور ابوسنان دو راوی ضعیف ہیں۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٠٨/١٤)]

اس سے ہجرت کرنے والیاں' لیکن اول قول ہی اولیٰ ہے' واللہ اعلم' پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے' قسموں کی تبدیلی نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہے' معجم طبرانی میں ابن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہ علیہا السلام ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد مریم علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں' ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ آپ کے پاس آئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھیدے ہوئے موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمران علیہا السلام اور آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام کے مکانات ہیں (۱) اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اپنی سوکنوں سے میرا سلام کہنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا مجھ سے پہلے بھی کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران' اور آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم بہن موسیٰ ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے (۲) یہ حدیث بھی ضعیف ہے' حضرت ابوامامہ سے ابویعلی میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران' کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو (۳) یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ۝٦ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَعۡتَذِرُواْ ٱلۡيَوۡمَۖ إِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ۝٧ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوۡبَةٗ نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمۡ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ يَوۡمَ لَا يُخۡزِي ٱللَّهُ ٱلنَّبِيَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥۖ نُورُهُمۡ يَسۡعَىٰ بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَبِأَيۡمَٰنِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتۡمِمۡ لَنَا نُورَنَا وَٱغۡفِرۡ لَنَآۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝٨

ع ۱۹

---

(۱) [ضعیف: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۵۴۳/۱۹)] اس کی سند میں سوید بن سعید راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف جدا: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۵۴۳/۱۹)]

(۳) [ضعیف: ابن عدی فی الکامل (۱۸۰/۷)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں یونس بن شعیب راوی ضعیف ہے۔]

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجالاتے ہیں○ اے کافرو! تم آج معذرت مت کرو' تمہیں صرف تمہارے کرتوت کا بدلہ دیا جا رہا ہے○ اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو' ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان ایمانداروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوانہ کرے گا' اور ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے' یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے○

جہنم سے خود بچو اور گھر والوں کو بچاؤ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم وادب سکھاؤ[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ تمہیں جہنم سے بچالے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کا حکم قائم رکھو اور انہیں احکام اللہ بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں میں انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ ضحاک رحمہ اللہ ومقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رکنے کی تعلیم دیتا رہے' مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں انہیں مار دھمکا کر پڑھاؤ' یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے[2] فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہے جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾[3] تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو' یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں' ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض صحابہ تھے جن میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [**ضعیف**: مستدرك حاكم (۲/۴۹۴)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

[2] [**حسن صحیح**: مسند احمد (۳/۴۰۴) ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب متى يومر الغلام بالصلوة (۴۹۴) ترمذی : كتاب الصلوة : باب ما جآء متى يؤمر الصبى بصلوة (۴۰۷)] امام ترمذیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [سورة الانبياء: آيت ۹۸]

فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پتھروں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آ گئی حضور ﷺ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دل دھڑک رہا تھا آپ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اُس نے اسے پڑھا پھر آپ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھو قرآن میں ہے ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ﴾ [1] یہ اس کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو' یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کیلئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں میں بڑی بھاری سزائیں کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ چھلنی ہو جائے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب دوزخیوں کا پہلا جتھا جہنم کو چلا جائے گا تو دیکھ لے گا کہ پہلے دروازے پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو کئی مہینے گزر جائیں' پھر دروازہ پر انیس فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر ایک دروازے پر یہ فرشتے اللہ کے فرمان کے تابع ہیں ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا ان کا نام زبانیہ ہے اللہ ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے۔ آمین۔ قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے نہ چل سکے گی' تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف کئے جائیں میل کچیل دھل جائے' برائیوں کی عادت ختم ہو جائے' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں بیان فرمایا کہ لوگو! میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے [2] اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے۔ [3] واللہ اعلم' علماء سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو

---

[1] [سورة ابراهیم: آیت ١٤]

[2] **[اسناده ضعیف:** مستدرك حاكم (٢/٤٩٠) تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٧/٢٨)] اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] **[ضعيف مرفوعا:** مسند احمد (٤٤٦/١) مجمع الزوائد (٢٠٣/١٠)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے مرفوعا ضعیف جبکہ موقوفا صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٤٢٦٤)]

اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے، حضور ﷺ فرماتے ہیں نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے۔ [1] حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے گا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی ہوتی ہے، اسی طرح مرد مرد سے بدفعلی کریں گے جو حرام اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے، ان لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا توبۃ النصوح کیا ہے؟ فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا، حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو، جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جمارہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے [2] اب رہی یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک یہ گناہ نہ کرے۔ جیسے کہ احادیث و آثار ابھی بیان ہوئے جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے، یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چوکے ہو جائے، جیسے کہ ابھی حدیث گزری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے، تو تنہا توبہ کے ساتھ ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا [3] پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم۔ لفظ عَسٰی گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے۔ پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۳۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر التوبة (۴۲۵۲)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ [الزوائد (۳۰۸/۳)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب کون الاسلام یهدم ما قبله (۱۲۱) مسند احمد (۲۰۴/۴)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب استتابة المرتدین : باب اثم من اشرك بالله وعقوبة فی الدنیا والآخرة (۶۹۲۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب هل یواخذ بأعمال الجاهلیة (۱۲۰)]

اوران کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا' انہیں اللہ کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے' جیسے کہ پہلے سورۂ حدید کی تفسیر میں گزر چکا ہے' جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ اے اللہ! ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے۔ بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ [1] میرے اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا' ایک اور روایت میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھی کو مرحمت ہوگی میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظریں ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ! آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں مخلوط ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاءِ وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے' تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔ [2]

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ۝۱۰

وقف لازم

اے نبی (ﷺ) کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح کی اور لوط کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی' یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان دونوں کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ ○

کفار و منافقین کے خلاف جہاد: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کر ہتھیاروں کے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲۳۴/۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۱۲/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۸۰۵۶)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۱۹۹/۵) الترغیب والترهیب (۲۹۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۷۴۰)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

ساتھ اور منافقوں سے جہاد کر حدود اللہ جاری کرنے کے ساتھ' ان پر دنیا میں سختی کرو' آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے' پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود اللہ کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا' دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان دونوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے والی اور ساتھ کھانے پینے بلکہ سونے جاگنے والی تھیں' لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں' پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ علیہم السلام انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے' بلکہ ان عورتوں کو بھی دوزخیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد بدکاری نہیں' انبیاء علیہم السلام کی حرمت وعصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں' ہم اس کا پورا بیان سورۂ نور میں بیان کر چکے ہیں' بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی خیانت زناکاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھیں [1] یہ دونوں بدترین تھیں نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی' اسی طرح حضرت لوط کی علیہ السلام بیوی بھی اپنے خاوند اللہ کے رسول علیہ السلام کی مخالف تھیں اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی کافر قوم کو خبر کر دیتی جنہیں بدعمل کی عادت تھی' بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی' اسی طرح حضرت عکرمہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی مروی ہے' اس سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے' ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اب میں کہتا ہوں۔ [2]

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع ۲

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۹/۲۸) مستدرك حاکم (۴۹۶/۲)] اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

[2] [موضوع : الاسرار المرفوعة للملا علی قاری (۳۳۱، ۴۹۶) المقاصد الحسنة للسخاوی] شیخ البانی نے فرمایا ہے کہ یہ جھوٹ اور بے اصل روایت ہے۔[السلسلة الضعيفة (۳۱۵)]

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے فرعون کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی' جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا نکال اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے ○ اور مثال بیان فرمائی مریم بنت عمران کی جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی مریم اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابوں کو مانتی تھی اور عبادت گزاروں میں سے تھی ○

فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم علیہما السلام: یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ﴾ [1] الخ' ایمانداروں کو چاہئے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور بچاؤ اور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضرت سلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچا لیتا بلکہ ان کے جنتی مکان کو دکھا دیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی' فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ علیہ السلام غالب رہے پس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان ملے اسے اٹھا لاؤ اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آ جائے تو میری بیوی ہے عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرا دو اس کا قیمہ قیمہ کر ڈالو' جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کیلئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب ہٹا دیا اور جنت کو جو مکان ان کیلئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا تھا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی جس وقت پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں' اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ اللہ! جنت میں اپنے قریب کی جگہ عنایت فرما' اس دعا کی اس باریکی پر بھی نگاہ ڈالئے' کہ پہلے اللہ کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے' [2] پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفریہ حرکت سے بیزار ہوں' مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ' ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزحم رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ اس طرح بیان

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۲۸]

[2] [**ضعیف** طبرانی (۴۳۷۹)] اس میں ابان بن محبر راوی ضعیف و متروک ہے۔]

کرتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا' وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک کنگھی ہاتھ سے گرگئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے' اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دی' فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں' فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں' پھر ایک دن آیا اور کہا اب تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور مخلوق کا رب اللہ ہی ہے' فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کے دو ٹکڑے کر دوں گا ورنہ اب بھی میرا کہا مان اور اس دین سے باز آ جا' انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہے کر ڈال' اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچے کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں! خوش ہو جا تیرے لئے اللہ نے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی' انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھی رہیں فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کر ڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی بیوی صاحبہ نے نہایت صبر و استقامت سے وہی جواب دیا اس نے پھر دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرا دیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی' فرعون کی بیوی صاحبہ نے بڑے بچہ کی روح کی خوش خبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی روح کی بھی خوش خبری سنی اور ایمان لے آئیں' ادھر ان کی بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا۔ یہ اپنے ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی' اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم وہ بھی میرے سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے' چنانچہ میخیں گاڑی گئیں ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب ہٹا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں' ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو! تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں' الغرض انہی عذابوں میں یہ شہید ہوئیں۔ پھر دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں' ہم نے اپنے فرشتے جبرائیل علیہ السلام کی معرفت ان میں روح پھونکی' حضرت جبرائیل کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک مار دیں' اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا

ہوئے، پس فرمان ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی، پھر حضرت مریم علیہا السلام کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبردار تھیں، مسند احمد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پورا علم ہے، آپ نے فرمایا سنو! تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف آسیہ علیہا السلام ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام ہیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔[2] ہم نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کے بیان کے موقعہ پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کر دیئے ہیں۔ فالحمدللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی سورت کی آیت کے الفاظ ﴿ثَيِّبَاتٍ وَّأَبْكَارًا﴾ کی تفسیر کے موقعہ پر حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام بھی ہیں۔

الحمدللہ سورۂ تحریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ کے فضل و کرم سے اور لطف و رحم سے اٹھائیسویں پارے "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ" کی تفسیر ختم ہوئی، پروردگار عالم ہمیں اپنے کلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ باری تعالیٰ تو اسے قبول فرما اور میرے لئے باقیات صالحات میں کر، آمین۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔



---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲۹۳/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۲۶/۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۹۰۱)] حسین سلیم اسد بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [التعليق على مسند ابى يعلى (۲۷۲۲)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب فضل عائشه (۳۷۶۹)، (۳۴۱۱) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابه: باب من فضائل خدیجه (۲۴۳۱)]

تفسیر سورۃ الملک

مسند احمد میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورۂ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾ الخ' ہے۔ابوداؤ' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں' تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص مر گیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سے سوائے تبارك الذی کے اور کوئی چیز نہ تھی جب اسے دفن کیا گیا' اور فرشتہ اس کے پاس آیا تو یہ سورت اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔فرشتے نے کہا تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس میت کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں اگر تو یہی چاہتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی اے اللہ! تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اسے آگ میں جلائے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اس کے سینے میں محفوظ ہوں تو اسے عذاب کرے گا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے۔یہ کہے گی مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کروں۔پس جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کر لی۔اب یہ سورت اس کے پاس جائے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹا دے گی اور اس کے منہ سے اپنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مرحبا ہو یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا اس سینے کو صد شاباش ہو اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا' ان دونوں قدموں کو مبارک باد ہو' یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قراءت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے اور یہ سورت قبر میں اس کی مونس اور غم خوار بن جائے گی اور کوئی ڈر' دہشت اسے نہیں پہنچنے دے گی اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے' بڑے' آزاد' غلام نے اسے سیکھ لیا اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجیہ رکھا' یعنی نجات دلوانے والی سورت' لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد' امام یحییٰ بن معین' امام بخاری' امام ابو حاتم' امام دارقطنی رحمہم اللہ علیہم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں' اور دوسری سند سے مروی ہے کہ یہ قول امام زہری رحمہ اللہ کا ہے مرفوع حدیث نہیں' امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب ''اثبات عذاب قبر'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور موقوف بھی۔اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے۔ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب الجنائز میں بیان کیا ہے۔وللہ الحمد' طبرانی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قران کی ایک

---

[1] [حسن ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورة الملك (۲۸۹۱) ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب فی عدد الآي (۱٤۰۰) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ثواب القرآن (۳۷۸٦) مسند احمد (۲۹۹/۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، صحیح ابوداود]

سورت ہے، جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے لڑ جھگڑ کر اسے جنت میں داخل کرایا وہ سورۂ تبارک ہے[1] ترمذی شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے جنگل میں ایک ڈیرا لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا اس نے سنا کہ کوئی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے اسے پورا پڑھا اس نے نبی ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے' یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلواتی ہے' یہ حدیث غریب ہے۔[2] ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے سورۂ ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْل﴾ الخ' اور سورۂ ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ﴾ ضرور پڑھ لیا کرتے تھے[3] حضرت طاؤس کی روایت سے ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی اور سورتوں پر ستر نیکیاں فضیلت رکھتی ہیں' طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری دلی منشا ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے یعنی سورۂ تبارک۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کا راوی ابراہیم ضعیف ہے[4] اور اسی جیسی روایت سورۂ یاسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے' مسند عبد بن حمید میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے کہا آ میں تجھے ایسا تحفہ دوں کہ تو خوش ہو جائے ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ﴾ الخ' پڑھا کر اسے اپنے اہل وعیال کو' اولاد کو' گھر کے بچوں کو' پڑوسیوں کو سکھا یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچالے گی اور عذاب قبر سے بھی' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔[5]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

---

[1] [حسن: طبرانی اوسط (۳٦٦۷) والصغير (۱۷٦/۱) الضياء فی المختارة (۱۷۳۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۳۰/۷)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح الجامع الصغير (۳٦٤٤)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب فضائل القران: باب ما جآء فی فضل سورة الملك (۲۸۹۰) بیهقی فی دلائل النبوة (٤۱/۷)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی] اس کی سند میں عمرو بن مالک راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب ما جآء فی فضل سورة الملك (۲۸۹۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحه (۵۸۵)]

[4] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱٦۱٦) مجمع الزوائد (۱۱٤۲۹)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف: مسند عبد بن حمید (ص: ۲۰٦)] اس کی سند میں بھی ابراہیم بن حکم ضعیف ہے۔]

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

بنام اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ جس نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے؟ جو غالب اور بخشنے والا ہے ○ جس نے ساتوں آسمانوں کو اوپر تلے پیدا کیا' تو اے دیکھنے والے اللہ رحمٰن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا ○ دوبارہ نظر ڈال کر دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے؟ پھر دوہرا کر دوبارہ دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی ○ بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا اور انہیں شیطانوں کو رجم کرنے والا بنا دیا اور شیطان کیلئے ہم نے جلنے کا عذاب تیار کر دیا ○

زندگی اور موت آزمائش کے لیے: اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خبر دے رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے۔ کوئی اس کے احکام کو ٹال نہیں سکتا اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر خود موت وحیات کا پیدا کرنا بیان کر رہا ہے' اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کردہ شدہ ہے' آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تا کہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ [1] تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا' پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اس پیدائش کو حیات کہا گیا اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ [2] وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا' ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقا کا قلعہ [3] لیکن یہی روایت اور جگہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہونا بیان کی گئی ہے' آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا' وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کیلئے' جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک کو۔ بعض لوگوں

---

[1] [سورة البقرة: آیت ۲۸]
[2] [سورة البقرة: آیت ۲۸]
[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤٤٧٧)] اس میں خلید راوی ضعیف ہے۔]

نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ ہے' زیادہ صحیح یہی قول ہے' اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے' پروردگار کی مخلوق میں تو کوئی نقصان نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے' نہ ہیر پھیر ہے' نہ مخالفت اور بے ربطی ہے' نہ نقصان اور عیب اور خلل ہے۔ اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی' عیب ٹوٹ پھوٹ' جوڑ توڑ' شگاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دو دفعہ دیکھ لے کوئی نقصان نظر نہ آئے گا۔ تو نے خوب نظریں جما کر ٹٹول کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست و ریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر نیچی ہو جائیں گی۔ نقصان کی نفی کر کے اب کمال اثبات ہو رہا ہے تو فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعض چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جا ٹھہرے رہنے والے ہیں' پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے۔ واللہ اعلم۔ شیاطین کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ جیسے سورۂ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت میں انہیں رکھا ہے' وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور چاروں طرف سے حملہ کر کے بھگا دیئے جاتے ہیں اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک کر لے بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے۔ (1) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ستارے تین فائدہ کیلئے پیدا کیے گئے' آسمان کی زینت' شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات۔ جس شخص نے اس کے سوا کوئی اور بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ رکھوا دیا اور باوجود علم نہ ہونے کے تکلف کیا (ابن جریر اور ابن ابی حاتم)

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٦﴾ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١١﴾

اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے جو بری ہے ○ جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی گدھے کی سی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ○ قریب ہے کہ غصے کے مارے پھٹ جائے' جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جاتا ہے اس سے جہنم کے داروغے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا؟ ○ وہ جواب دیتے ہیں کہ آیا تو

(1) [الصافات ۶-۱۰]

بیشک تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا' تم بہت ہی گمراہی میں ہو○اور کہیں گے کہ ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا اب یہ دوزخی' دفع ہوں دور ہوں○

جہنم کے داروغے کا سوال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے' وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بد ہے۔ یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل رہی ہے' اور جوش و غضب سے اس طرح کچ کچا رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی' اور دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کیلئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بدنصیبو! کیا اللہ کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو کوستے ہوئے جواب دیتے ہیں آئے تو تھے لیکن وائے بدنصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور اللہ کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا' اب عدل اللہ صاف ثابت ہو چکا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [1] ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اور جگہ ارشاد ہے ﴿حَتّٰى إِذَا جَآءُوْهَا﴾ [2] الخ' جب جہنمی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے تو کہیں گے ہاں آئے تو تھے اور ڈرا بھی دیا تھا لیکن کافروں پر کلمہ عذاب حق ہو گیا' اب اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے' اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑے رہتے' اپنے خالق مالک کے ساتھ کفر نہ کرتے' نہ رسولوں کو جھٹلاتے' نہ ان کی تابعداری سے منہ موڑتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو انہوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ان کیلئے لعنت ہو' دوری ہو' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگ جب تک دنیا میں اپنے آپ میں غور کریں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے۔ (مسند احمد) [3] اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔ (مسند احمد) [4]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ع

---

[1] [بنی اسرائیل : ۱۵] [2] [الزمر : ۷۱]

[3] [**صحیح**: ابو داؤد: کتاب الملاحم : باب الامر والنھی (۴۳۴۷) مسند احمد (۴/۲۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [شیخ عبدالرزاق مہدی کے خیال میں یہ روایت موضوع ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔]

بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے ○ تم اپنی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ تو سینوں کی پوشیدگیوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○ کیا وہ بھی بے علم ہو سکتا ہے جو خالق ہو؟ پھر باریک بین اور باخبر ہو ○ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیو اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے ○

پروردگار سے ڈرنے والے اجر کے مستحق: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑ سکیں۔ تاہم خوف اللہ سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی چراتے ہیں، ان کے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا، جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے [1] مسند بزار میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی آپ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب ملا کہ ظاہر باطن اللہ ہی کو ہم رب مانتے ہیں، فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ تمہاری چھپی کھلی باتوں کا مجھے علم ہے دلوں کے خطروں سے بھی آگاہ ہوں، یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو، مخلوق سے خالق بے خبر ہو، وہ تو بڑا باریک بین اور بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ ازاں بعد اپنی نعمت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا وہ سکون کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے ہل جل کر تمہیں نقصان نہیں پہنچاتی، پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دی ہیں، پانی کے چشمے ان میں جاری کر دیئے ہیں، راستے اس میں مہیا کر دیئے ہیں، قسم قسم کے نفع اس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اس میں سے نکل رہا ہے، جس جگہ تم جانا چاہو جا سکتے ہو طرح طرح کی لمبی چوڑی سود مند تجارتیں کر رہے ہو، تمہاری کوششیں وہ بار آور کرتا ہے اور تمہیں ان اسباب سے روزی دے رہا ہے، معلوم ہوا کہ اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش توکل کے خلاف نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے اگر تم اللہ کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ حال واپس جاتے ہیں [3] پس ان

---

[1] **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (٦٦٠) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فضل اخفاء الصدقۃ (١٠٣١)]

[2] **[ضعیف :** مسند بزار (٥٢) مسند ابو یعلی (٢٣٦٩)] اس میں حارث بن عبید راوی ضعیف ہے۔]

[3] **[صحیح :** ترمذی : کتاب الزھد : باب فی التوکل علی اللہ (٢٣٤٤) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب التوکل والیقین (٤١٦٤) نسائی فی السنن الکبری : کتاب الرقائق کما فی تحفۃ الاشراف للمزی (٧٩/٨) مسند احمد (٣٠/١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلۃ الصحیحۃ (٣١٠)]

کا صبح شام آنا جانا اور رزق کا تلاش کرنا بھی توکل میں داخل سمجھا گیا کیونکہ اسباب کا پیدا کرنے والا انہیں آسان کرنے والا وہی رب واحد ہے اسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ "مَنَاكِبْ" سے مراد کونے اور ادھر ادھر کی جگہیں لیتے ہیں' قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں۔ حضرت بشیر بن کعب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لونڈی سے جس سے انہیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر مناکب کی صحیح تفسیر تم بتادو تو تم آزاد ہو اس نے کہا اس سے مراد پہاڑ ہیں آپ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ڤ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے' اور اچانک زمین جنبش کرنے لگے ○ یا کیا تمہیں اس بات کا کھٹکا نہیں کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈر کیسا تھا؟ ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پس ان پر میرا عذاب کیسا کچھ ہوا؟ ○ کیا یہ اپنے اوپر پر کھولے ہوئے اور کبھی کبھی سمیٹے ہوئے اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ انہیں اللہ رحمٰن ہی تھامے ہوئے ہے' بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے ○

اللہ کی پکڑ سے بے خوفی نہیں: ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے لطف و رحمت کا بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر و شرک کی بنا پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذاب پر بھی قادر ہے لیکن اس کا علم اور عفو ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ [1] الخ' یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیئے ہوئے ہے' جب ان کا وہ وقت آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان مجرموں سے آپ سمجھ لے گا۔ یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی' ہلنے اور کانپنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے' یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ﴾ [2] الخ' یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے' یہاں بھی فرمان ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم خود دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر برا اور عبرتناک انجام ہوا۔ کیا تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ نہیں کر رہے ہو کہ پرند تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کو روک کر' پھر کیا میرے سوا کوئی

---

[1] [فاطر: ۴۵] [2] [بنی اسرائیل: ۶۸]

اور انہیں تھامے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں یہ بھی میرا لطف و کرم اور رحمت و نعمت ہے۔ مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگراں اور کفیل میں ہی ہوں، جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ﴾ [1] الخ، کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں جن کا تھامنے والا سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

سوائے اللہ کے تمہارا وہ کونسا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو سراسر دھوکے میں ہی ہیں ○ بتاؤ تو کون ہے جو تمہیں روزیاں دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے؟ بلکہ کافر سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں ○ اچھا وہ شخص زیادہ ہدایت والا ہے جو اپنے منہ کے بل اوندھا ہو کر چلے یا وہ جو سیدھا پیروں کے بل راہ راست پر چل رہا ہو؟ ○ کہہ دے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے ہیں، تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو ○ کہہ دے کہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے ○ کافر پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ظاہر ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ ○ تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، میں تو صرف کھلے طور پر آگاہ کر دینے والا ہوں ○ جب یہ لوگ اس وعدے کو قریب تر پالیں گے اس وقت ان کافروں کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائیگا کہ یہی ہے جسے تم طلب کیا کرتے تھے ○

صرف اللہ ہی رزق دینے والا: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے جو وہ خیال رکھتے تھے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں فرماتا ہے کہ سوائے اللہ کے نہ تو کوئی مدد دے سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے، کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکہ ہے۔ اگر اب اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا، دینے لینے پر، پیدا کرنے اور فنا

---

[1] [النحل : ۷۹]

کرنے پر'رزق دینے اور مدد کرنے پر صرف اللہ عزوجل وحدہ لاشریك له کو ہی قدرت ہے۔ یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں' تاہم اعمال میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی کج روی گناہ اور سرکشی میں بہے چلے جاتے ہیں ان کی طبیعتوں میں ضد تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی عداوت بیٹھ جاتی ہے' یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی انہیں گوارا نہیں عمل کرنا تو کہاں؟ پھر مومن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کیے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران' پریشان' راہ بھولا' اور ہکا بکا ہے۔ اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص خود اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر اچھی چال سے چل رہا ہے' یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافر تو اوندھے منہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ [1] الخ' ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھا دو' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ لوگ منہ کے بل چل کر کس طرح حشر کیے جائیں گے' آپ نے فرمایا جس۔ نے انہیں اپنے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے' بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے۔ [2] اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو یعنی اپنی ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا دیا' تمہاری زبانیں جدا' تمہارے رنگ روپ جدا' تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف۔ اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے' پھر اس پراگندگی اور بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلا دیا ہے' اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دے رہے ہو تو بتا دو کہ اس پراگندگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) سے فرماتا ہے کہ ان کو جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اسے تو صرف وہی علام الغیوب جانتا ہے ہاں اتنا مجھے کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور' میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں' میرا فرض صرف تمہیں پہنچا دینا

---

[1] [سورة الصفات: آیت ۲۲-۲۶]

[2] [صحیح: مسند احمد (۱۶۷/۳) صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله الذین یحشرون علی وجوههم الی جهنم (۴۷۶۰) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب یحشر الکافر علی وجهه (۲۸۰۶)]

تھا جسے بحمد للہ میں ادا کر چکا۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اب وہ قریب آ گئی کیونکہ ہر آنے والی چیز آ کر ہی رہتی ہے' گو دیر سویر سے آئے' جب اسے آیا ہوا پالیں گے' جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انہیں بہت برا لگے گا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی آثار سب سامنے ہوں گے اس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

تو کہہ اچھا اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے بہر صورت یہ تو بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذابوں سے کون بچائے گا؟ ○ تو کہہ کہ وہی رحمٰن ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے' تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے ○ تو کہہ کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین بوس ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے نتھرا ہوا جاری پانی لائے؟ ○

انعاماتِ الٰہی کے منکروں کو تنبیہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ﷺ ان مشرکوں سے کہو جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا کر رہے ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں اللہ کی طرف سے نقصان پہنچا یا اس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت یہ تو نہیں۔ نجات تو موقوف ہے توبہ کرنے پر' اللہ کی طرف جھکنے پر اس کے دین کو مان لینے پر ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی اپنی بخشش کی صورتیں تلاش کرو۔ پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمٰن و رحیم پر ایمان لا چکے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے' ارشاد ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [1] اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر۔ اب تو عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور ہدایت پر کون ہے؟ اللہ کا غضب کس پر ہے؟ اور بری راہ پر کون ہے؟ پھر فرماتا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسانی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے نہیں گو تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا ابلنے والا اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟ یعنی اللہ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف نتھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین سے جاری کرتا ہے جو

---

[1] [سورۃ ہود : آیت ۱۲۳]

ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے' ضرورت کے مطابق ہر جگہ بہ آسانی مہیا ہو جاتا ہے۔ فالحمدللہ۔ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ ملک کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدلله رب العالمين۔ (حدیث میں ہے کہ اس آیت کے جواب میں ﴿اَللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کہنا چاہئے۔ مترجم)

تفسیر سورۃ القلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿١﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿٣﴾ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿٤﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿٥﴾ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٧﴾

اللہ رحیم ورحمٰن کے نام سے شروع

قسم ہے قلم کی اور اس کی جو لکھتے ہیں ○ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ○ بیشک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے ○ اور بیشک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے ○ پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ تم میں سے کون مجنون ہے؟ ○ بیشک تیرا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○

نون وغیرہ حروف ہجا کا مفصل بیان سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں' کہا گیا ہے کہ یہاں "ن" سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہوئے ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے' جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم) [1] لب یہ ہے کہ یہاں "ن" سے مراد یہ مچھلی ہے' طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی' پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے

---

[1] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٤/٢٩) وفى التاريخ (١٧/١) مستدرك حاكم (٤٩٨/٢) بيهقى فى الاسماء والصفات (٨٠٤) وفى السنن (٣/٩) الآجرى فى الشريعة (١٧٨) الدر المنثور للسيوطى (٣٨٧/٦)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

مراد یہ قلم ہے ① ابن عساکر کی حدیث میں ہے سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل، رزق، عمر، موت وغیرہ پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا۔ اس آیت میں یہی مراد ہے، پھر قلم پر مہر لگا دی اب وہ قیامت تک نہ چلے گا، پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، بغوی رحمہ اللہ وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی موٹائی آسمانوں و زمین کے برابر ہے اس پر ایک بیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمینیں اور ان پر تمام مخلوق ہے۔ واللہ اعلم۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی معنی پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے۔ کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا بتائیے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کبھی بچہ اپنے باپ کی صورت میں ہوتا ہے کبھی ماں کی صورت پر؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام مجھے بتا گئے ہیں، ابن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے، آپ نے فرمایا سنو! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی ہے، اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے ② دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چگتا رہا تھا، پوچھا انہیں پانی کونسا ملے گا، فرمایا **سلسبیل** نامی نہر کا ③ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد ”ن“ سے نور کی تختی ہے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا حکم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے ④ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طوالت رکھتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”ن“ سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے ⑤ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ بھی یہی فرماتے ہیں، ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ

---

① [**ضعیف**: طبرانی (۸٦۵۲-۸٦۵۳)] مجمع الزوائد (۱۱٤۳٤)] اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے۔]

② [**صحیح**: مسند احمد (۳/۱۰۸) صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم و ذریته (۳۳۲۹) صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب بیان صفة منی الرجل والمراة وان الولد (۳۱۵)]

③ [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب بیان صفة منی الرجل والمراة وان الولد (۳۱۵) مستدرك حاکم (۳/٤۸۱)]

④ [**مرسل و ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۵٤۰)]

⑤ [**ضعیف**: اس کی سند میں حسن بن یحییٰ راوی کو اہل علم متروک کہتے ہیں۔]

مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ نے نون کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا' پھر فرمایا ''لکھ'' اس نے پوچھا ''کیا لکھوں؟'' فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے' اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد ہوں' روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام ہو' پھر یہ بھی کہ کونسی چیز دنیا میں کب آئے گی کس قدر رہے گی' کیسے نکلے گی؟' پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغے مقرر کئے' محافظ فرشتے ہر دن ان کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے تو محافظ فرشتے داروغہ فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا یہ سن کر فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اس بیان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [1] مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر لیا کرتے تھے۔ یہ تو تھا لفظ ''ن'' اب قلم کی نسبت سنئے۔ بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے جیسے اور جگہ فرمان عالیشان ہے ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [2] یعنی اس اللہ نے قلم سے لکھنا سکھایا' پس اس کی قسم کھا کر اس بات پر آگاہی کی جاتی ہے کہ مخلوق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انہیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک ان کی رسائی ہو سکے' اسی لئے اس کے بعد فرمایا ﴿وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ یعنی اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس چیز کو جو جانتے ہیں' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں' اور مفسرین کہتے ہیں اس سے مراد وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے' اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں وارد کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں مروی ہیں' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بحمد للہ دیوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں۔ بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہو' نہ ٹوٹے' نہ کٹے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں' ہم تجھے بے حساب بدلہ دیں گے' تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخلاق نبوی کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا' سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے [3] اور حدیث میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ سائل حضرت سعد بن ہشام نے کہا پڑھا ہے آپ نے فرمایا بس تو آپ کا خلق قرآن کریم تھا [4] مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورۂ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی

---

[1] [سورة الجاثيه: آيت ۲۹]
[2] [سورة العلق : آيت ٤]
[3] [تفسير ابن جرير الطبری (٣٤٥٥٩)]
[4] [عبدالرزاق فی التفسير (٣٢٧٥)]

سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرما کر پھر آیت ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ پڑھی اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے؟ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ کیلئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی، میں نے اپنی لونڈی سے کہا دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کا کھانا آ جائے تو تو برتن گرا دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا، حضرت بکھرے ہوئے کھانے کو سمیٹنے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو واللہ! اور کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں (مسند احمد) [1] مطلب اس حدیث کا جو کئی طرق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپ کی جبلت اور پیدائش میں ہی اللہ نے پسندیدہ اخلاق، بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں اس پر آپ کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ ہیں، ہر حکم کو بجا لانے اور ہر نہی سے رک جانے میں آپ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی عادتوں اور آپ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن آپ نے اف تک نہیں کہا کسی کرنے کے کام کو نہ کروں یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کجا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش خلق تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے تو کوئی نہیں سونگھی نہ مشک اور نہ عطر (بخاری و مسلم) [3] صحیح بخاری میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے آپ کا قد نہ تو بہت لمبا تھا نہ آپ پست قامت تھے [4] اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو، ہاں اللہ کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے، جب کبھی دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپ اسے پسند کرتے جو زیادہ آسان ہوتا ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہو تو آپ اس سے بہت دور ہو جاتے، کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی اللہ کی حرمتوں کو توڑتا ہو تو آپ اللہ کے احکام جاری کرنے کیلئے ضرور انتقام لیتے [5] مسند احمد

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۱۱۱/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲٤۸۰۰)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب حسن الخلق والسخآء (٦۰۳۸) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب حسن خلقه (۲۳۰۹) ابو داؤد: کتاب الادب (٤۷۷۳)]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب ما یذکر من صوم النبی وافطاره (۱۹۷۳) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب طیب ریحه ولین مسه (۲۳۳۰)]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبی (۳۵٤۹) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب فی صفة النبی وانه کان احسن الناس وجها (۲۳۳۷)]

[5] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبی (۳۵٦۰) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب مباعدته للآثام و اختیاره من المباح اسهله (۲۳۲۷) مسند احمد (۲۳۲/٦)]

میں ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ [۱] پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) آپ اور آپ کے مخالف اور منکر ابھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل بہکا ہوا اور گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ [۲] انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور شیخی باز کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [۳] ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی' آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون کو کہتے ہیں مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے' قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی کون شیطان سے نزدیک تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے اَيِّكُمُ پر ب کو اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ دلالت ہو جائے کہ ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾ میں تضمین فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دے دیں گے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب اللہ پر ظاہر ہیں اسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

پس تو جھٹلانے والوں کو نہ مان ○ وہ تو چاہتے ہیں کہ تو سستی کرے تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں ○ اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا بے وقار ○ کمینہ' عیب گو' چغل خور ○ بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانیوالا گناہ گار ○ گردن کش پھر ساتھ ہی مشہور بدنام ہو ○ ان کی سرکشی صرف اس لئے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے ○ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں ○ ہم بھی اس کی ناک پر داغ دیں گے ○

زیادہ قسمیں کھانے والے زیادہ جھوٹے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراط مستقیم اور خلق عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہیئے کہ ہماری نہ ماننے والوں کو تو نہ مان' ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑ جائیں تو یہ کھل کر کھیلیں' اور یہ مطلب ہے کہ آپ ان کے معبودان باطل کی طرف کچھ تو رخ کریں حق سے ذرا سا تو ادھر ادھر ہو جائیں' پھر فرماتا ہے زیادہ قسمیں کھانے والے کمینے شخص کی بھی نہ مان۔ چونکہ جھوٹے شخصوں کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ڈر رہتا ہے' اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو

[۱] [صحیح: مسند احمد (۲/۳۸۱)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الصحیحۃ (۴۵)]

[۲] [سورۃ القمر: آیت ۲۶] [۳] [سورۃ سبا: آیت ۲۴]

اپنا یقین دلانا چاہتا ہے لگاتار قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور اللہ کے ناموں کو بے موقعہ استعمال کرتا پھرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”مَھِیْـن“ سے مراد کاذب ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ضعیف دل والا۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں حلاف مکابرہ کرنے والا اور مہین ضعیف' ھماز غیبت کرنے والا' چغل خور جو ادھر کی ادھر لگائے اور ادھر کی ادھر تاکہ فساد ہو جائے۔ طبیعتوں میں نفرت اور دل میں دشمنی آ جائے' رسول اللہ ﷺ کے راستے میں دو قبریں آ گئیں آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے امر پر نہیں ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا۔ دوسرا چغل خور تھا (بخاری ومسلم) [1] فرماتے ہیں چغل خور جنت میں نہ جائے گا (مسند) [2] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے یہ حدیث اس وقت سنائی تھی جب آپ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی ہے [3] مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے' فرمایا وہ کہ جب انہیں دیکھا جائے اللہ یاد آ جائے اور سن لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈلوانے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو [4] ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے' پھر ان بدلوگوں کے اور ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں کہ بھلائیوں سے باز رہنے والا ہے اور باز رکھنے والا ہے' حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری کرتا ہے' گنہگار' بدکردار' محرمات کو استعمال کرنے والا' بدخو' بدگو' جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ گرے پڑے عاجز وضعیف ہیں جو اللہ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ پوری کر دے اور جہنمی لوگ سرکش متکبر اور خود بین ہوتے ہیں [5] اور حدیث میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ (۲۱۶) صحیح مسلم: کتاب الطھارۃ: باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب الاستبراء منہ (۲۹۲)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب ما یکرہ من النمیمۃ (۶۰۵۶) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ (۱۰۵) ترمذی: کتاب البر والصلۃ: باب ما جاء ان النمام (۲۰۲۶) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی القتات (۴۸۷۱) مسند احمد (۳۸۲/۵)]

[3] [صحیح: مسند احمد (۳۸۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳۳۰۵)]

[4] [ضعیف: ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب من لا یوبہ لہ (۴۱۱۹) مسند احمد (۴۵۹/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ]۔

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب عتل بعد ذلک زنیم (۴۹۱۸) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ ونعیمھا: باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء (۲۸۵۳) ترمذی: کتاب صفۃ جھنم: باب باب من ھم اھل الجنۃ وھن ھم اھل النار (۲۶۰۵) ابن ماجہ کتاب الزھد: باب من لا یؤبہ لہ (۴۱۱۶) مسند احمد (۳۰۶/۴)]

ہے جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگو اور سخت خلق ① ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا "عُتُلٍّ زَنِيْمٍ" کون ہے؟ فرمایا بدخلق خوب کھانے پینے والا لوگوں پر ظلم کرنے والا پیٹو آدمی ② لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسل بیان کیا ہے ایک اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے اللہ نے تندرستی دی پیٹ بھر کر کھانے کو دیا مال و جاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے ③ یہ حدیث بھی دو مرسل طریقوں سے مروی ہے غرض "عتل" کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاقتور ہو اور خوب کھانے پینے والا زوردار شخص ہو۔ "زنیم" سے مراد بدنام ہے جو برائی میں مشہور ہو لغت عرب میں "زنیم" اسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں باندھا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو کہا گیا ہے کہ مراد اس سے اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلگ اپنا چرا ہوا کان اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو بیک نگاہ پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اسی قدر ہے کہ "زنیم" وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے زنا کی اولاد جنت میں نہیں جائے گی ④ اور روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد تین برے لوگوں کی برائی کا مجموعہ ہے اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے۔ ⑤ پھر فرمایا ان کی شرارتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے ہماری اس نعمت کا گن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

---

① **[صحیح :** مسند احمد (۱۶۹/۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۳۹۶/۱۰)] شیخ احمد شاکرؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[التعليق على المسند] شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۶۵۸۰)]

② **[صحیح :** مسند احمد (۲۲۷/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود (٤٠١٦)]

③ **[مرسل :** تفسير ابن جرير الطبرى (۳٤٦٠۳)]

④ **[موضوع :** مجمع الزوائد (۲۵۷/٦) ابو نعيم فى الحلية (۳۰۷/۳)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[الموضوعات (۱۱۰/۳)] امام سیوطیؒ نے بھی اسے موضوعات کے ضمن میں ہی ذکر کیا ہے۔ [اللآلى المصنوعة فى الاحاديث الموضوعة (١٦٤/٢)] حافظ ابن عراقؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [تنزيه الشريعة المرفوعة (۲۷۹/۲)]

⑤ **[ضعیف :** مسند احمد (۱۰۹/٦) طبرانى كبير (۳٤٦/۱۰) ابن عدى فى الكامل (۹۵۸/۳) بيهقى : كتاب الايمان : باب ما جاء فى ولد الزنا (۵۸/۱۰)] امام بیہقیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن ابی لیلیٰ راوی سیئ الحفظ ہے۔[مجمع الزوائد (۲۶۰/٦)] شیخ البانیؒ نے حدیث کے اتنے الفاظ ﴿ولد الزنا شر الثلاثة﴾ کو صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٦٧٢) صحيح الجامع الصغير (۷۱۲۰)]

ہے ﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾ ① الخ مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے اور بہت سامال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں اور بھی بہت کشادگی دے رکھی ہے پھر بھی اس کی طمع ہے کہ میں اسے اور دوں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے میں اسے عنقریب بدترین مصیبت میں ڈالوں گا اس نے غور وفکر کر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو۔ کتنی بری تجویز اس نے سوچی میں پھر کہتا ہوں' یہ برباد ہو'اس نے کیسی بری تجویز کی اس نے پھر نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا' پھر منہ پھیر کر اینٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پرانا نقل کیا ہوا جادو ہے' صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے' اس کی اس بات پر میں بھی اسے سقر میں ڈالوں گا تجھے کیا معلوم کہ سقر کیا ہے نہ وہ باقی رکھے نہ چھوڑے بدن پر لپٹ جاتی ہے اس پر انیس فرشتے متعین ہیں' اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کی ناک پر ہم داغ لگائیں گے یعنی ہم اسے اس قدر رسوا کریں گے کہ اس کی برائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے ہر ایک اسے جان پہچان لے جیسے نشاندار ناک والے کو بیک نگاہ ہزاروں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائے چھپ نہ سکے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدر والے دن اس کی ناک پر تلوار لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائے گا تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا۔ امام ابوجعفر ابن جریر نے ان تمام اقوال کو وارد کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ کل امور اس میں جمع ہو جائیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو' دنیا میں رسوا ہو سچ مچ ناک پر نشان لگے آخرت میں بھی نشاندار مجرم بنے فی الواقع یہ بہت درست ہے' ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ بندہ ہزار ہا پھر ہزار ہا برس اللہ کے ہاں مومن لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور بندہ اللہ کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت اللہ اس سے خوش ہو جاتا۔ ہے جو شخص عیب گوئی اور چغل خوری کی حالت میں مرے جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائے گا جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔ ②

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْٓا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ

① [سورة المدثر : آیت ۱۱۔۲۹]

② [ضعیف : طبرانی اوسط (۱۰۸۸) ابن ابی عاصم فی السنة (۶۲/۱) مجمع الزوائد (۲۱۳/۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۵۵۱۷)]

رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزما لیا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کا پھل اتار لیں گے ○ اور ان شاء اللہ نہ کہا ○ پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چو طرف گھوم گئی اور یہ سوتے ہی رہے تھے ○ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ○ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چلو ○ پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے ○ اس خوف سے کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آ جائے ○ اور لپکے ہوئے صبح ہی صبح پہنچ گئے سمجھ رہے تھے کہ قابو پا گئے ○ جب انہوں نے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے ○ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی ○ ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا میں تم کو نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں بیان نہیں کرتے؟ ○ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ظالم ہیں ○ اب ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے ○ کہنے لگے ہائے افسوس یقیناً ہم سرکش تھے ○ کیا عجب کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے ہم اپنے رب ہی سے آرزو رکھتے ہیں ○ یونہی آتی ہے آفت' اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے کاش کہ انہیں سمجھ ہوتی ○

بخیلی اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا انجام: یہاں ان کافروں کی جو حضور ﷺ کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے عذابوں میں اپنے آپ کو ڈال دیا' یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ اللہ کی نعمت یعنی حضور ﷺ کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے' تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزما لیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے' ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تا کہ فقیروں مسکینوں اور سائلوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آ کھڑے ہوں اور ہمیں ان کو بھی دینا پڑے بلکہ کل پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے' اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے یہاں تک کہ اللہ کو بھی بھول گئے ان شآء اللّٰہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی' رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی' اس لئے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کیلئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور ﷺ نے ان دو آیتوں کی تلاوت کی یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے (ابن ابی حاتم) [1] صبح

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۳۹۵/۶)] اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی

کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو‘ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ باغ انگور کا تھا‘ اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غربا! کو پتہ نہ لگ جائے‘ چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دل کے ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے۔ وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھنک پا کر کہیں آج آنہ جائے۔ ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا۔ اب قوت وشدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے‘ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حردان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے‘ لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکا بکا رہ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور کل باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے‘ کوئی پھل نصف دام کا بھی نہیں رہا‘ ساری تروتازگی پژمردگی سے بدل گئی ہے‘ باغ سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹنڈے کھڑے ہوئے ہیں‘ تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یقین ہو گیا کہ باغ تو ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بدقسمت ہیں‘ ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں‘ ان سب میں جو عدل وانصاف والا اور بھلائی وبہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم ان شـآء الـلّٰـه کیوں نہیں کہتے‘ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی ان شآء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا‘ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے معنی ہی ان شآء الـلّٰـه کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ کی پاکیزگی اور اس کی حمد وثنا نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب اطاعت بجالائے جبکہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دے دی گئی‘ اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ کی فرمانبرداری سے رک گئے‘ پھر سب نے کہا کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی۔ اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا‘ پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو۔ واللہ اعلم‘ بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے‘ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لوگ ضروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے۔ مذہباً اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کیلئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا تھا اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال

ادھر ادھر دے دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں یہ ارادہ انہوں نے پختہ کرلیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے' پھر فرماتا ہے جو شخص بھی اللہ کے حکموں کے خلاف کرے اور اللہ کی نعمتوں میں بخل کرے مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں' اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدترین ہیں' بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرمادیا ہے۔ (1)

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ وقفة كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

معٓ

پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں ○ کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کردیں؟ ○ تمہیں کیا ہوگیا کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ ○ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ جسے تم پڑھتے ہو؟ ○ اور اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟ ○ یا تم سے ہم نے کوئی ایسی قسمیں کھائی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم مقرر کرو ○ ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے؟ ○ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہئے کہ لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں ○

مسلمان مجرموں کی مانند نہیں: اور چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کے خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی اس کا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متقی پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں' نہ گھٹیں' نہ ختم ہوں' نہ سڑیں' نہ گلیں' پھر فرماتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟ قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہوسکتا' کیا ہوگیا ہے تم اس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی طرف سے اتری ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے جو خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور گزشتہ لوگوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ جو تم کہہ رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہو کر ہی رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمے یہ کفالت ہے؟ نہ سہی جو تمہارے جھوٹے معبود ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

---

(1) [مرسل وضعیف: السنن الكبرى، للبيهقي (۹/۲۹۸-۲۹۰)]

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِيْ لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے ○ نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت وخواری چھا رہی ہوگی' یہ سجدے کیلئے اس وقت بلائے جاتے تھے جب صحیح سالم تھے ○ مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے، ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو ○ اور میں انہیں مہلت دوں گا میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ○ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ جس تاوان سے یہ دبے جاتے ہیں ○ یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جو وہ لکھ رہے ہیں ○

روزِ قیامت منافق سجدہ نہ کر پائے گا: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ پرہیزگار لوگوں کیلئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ جنتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی' یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا' زلزلوں والا' امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ صحیح بخاری شریف میں اس جگہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھاوے' سناوے کیلئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی' یعنی ان سے سجدے کیلئے جھکا نہ جائے گا' یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کئی کئی سندوں سے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول ہے اور مشہور ہے [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دن تکلیف' دکھ درد اور شدت کا دن ہے (ابن جریر) اور ابن جریر اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے ((شَالَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ)) یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے' مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن کی یہ گھڑی بہت سخت ہوگی' آپ فرماتے ہیں یہ امر بہت سخت' بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے' آپ فرماتے ہیں جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب یکشف عن ساق (٤٩١٩) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفة طریق الرویة (١٨٣) مسند احمد (١٦/٣)]

آجانا ہے اوراس سے کام کا کھل جانا ہے' یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں' اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے [1] یہ حدیث ابویعلی میں بھی ہے اوراس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے۔ واللہ اعلم۔ (یادرہے کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو بخاری ومسلم کے حوالے سے اوپر مرفوع حدیث میں گزری کہ اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولے گا' دوسری حدیث بھی مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ اللہ خود نور ہے۔ اوراقوال بھی اس طرح ٹھیک ہیں کہ جہانوں کے پروردگار کی پنڈلی بھی ظاہر ہوگی اور ساتھ ہی وہ ہولناکیاں اور شدتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔ مترجم) پھر فرمایا آج کے دن' ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کو نہ اٹھیں گی اور ذلیل وپست ہوجائیں گے۔ کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبروغرور والے تھے' صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدے کیلئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے۔ جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کرسکتے پہلے کرسکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کفار ومنافق سجدہ نہ کرسکیں گے کمر تختہ ہوجائے گی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گی' یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف رہے گی۔ پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کو جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے' اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر جا میں آپ ان سے نپٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں۔ یہ اپنی سرکشی اور غرور میں پڑتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور اچانک انہیں پکڑلوں گا۔ میں انہیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدمست چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ وہ اہانت ہوگی' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال واولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بناء پر ہے' نہیں بلکہ یہ بےشعور ہیں اور جگہ فرمایا ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ [3] الخ' جب یہ ہمارے وعظ وپند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہوگئیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے میں انہیں ڈھیل دوں گا' بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی [4] ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹/۴۲) مسند ابو یعلی (۷۲۸۳)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول اور روح بن جناح ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ المومنون: آیت ۵۵۔۵۶]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ۴۴]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تفسیر وكذلك اخذ ربك اخذ القرىٰ وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد (۴۶۸۶) صحيح مسلم : كتاب الادب : باب تحريم الظلم (۶۵۲۴) ابن ماجه : كتاب الفتن : باب العقوبات (۴۰۱۸) ترمذى : كتاب التفسير : باب ومن سورة هود (۳۱۱۰)]

﴿اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ﴾ [1] یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ کسی بستی والوں کو پکڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو اور جس تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں' نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جملوں کی تفسیر سورۃ ''وَالطُّوۡرِ'' میں گزر چکی ہے' خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور کفر اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ﴿۴۸﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنۡ يَّكَادُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۲﴾

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جبکہ اس نے غمگینی کی حالت میں دعا کی ○ اگر اسے اس کے رب کا احسان نہ پالیتا تو یقیناً وہ برے حالوں بنجر زمین میں ڈال دیا جاتا ○ اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا ○ یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے پھسلا دیں یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صرف دیوانہ ہے ○ درحقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کیلئے سراسر نصیحت ہی ہے ○

مشکلات سے نجات کی ایک دعا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) اپنی قوم کی ایذا پر اور ان کے جھٹلانے پر صبر و ضبط کرو عنقریب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے' انجام کار آپ کا اور آپ کے ماتحتوں کا ہی غلبہ ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا اس سے مراد حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں جبکہ وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا' یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا مچھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا اور اس تہ بہ تہ اندھیروں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ [2] پڑھنا پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اس غم سے نجات پانا وغیرہ جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس کے بیان کے بعد سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے [3] یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا' پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا' فرشتوں نے کہا یا رب

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ۱۰۲]
[2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۸۷۔۸۸]
[3] [سورۃ الصافات : آیت ۱۴۳۔۱۴۴]

!اس کمزور غیر معروف شخص کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے کی سنی کی ہوئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں' جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے' فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین !ان کی آسانیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما' چنانچہ فرمان باری ہوا کہ اے مچھلی !انہیں اگل دے اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا' یہاں بھی یہی فرمان ہو رہا ہے کہ اللہ نے اسے برگزیدہ بنا لیا اور نیک کاروں میں کر دیا' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے افضل بتائے۔ بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث ہے [1] اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض وحسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا تو یقیناً ایسا کر گزرتے' اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا اللہ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے مروی ہے' ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دم جھاڑ اصرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے [2] بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] اور صحیح مسلم شریف میں بھی ایک قصہ کے ساتھ موقوفاً مروی ہے [4] اور بخاری شریف اور ترمذی میں بھی ہے' ایک غریب حدیث ابویعلی میں ہے کہ نظر میں کچھ بھی حق نہیں [5] سب سے سچا شگون فال ہے' یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں [6] اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر'

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالیٰ وهل اتاك حديث موسى (۳۳۹۵) ، (۳۴۱۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر یونس وقول النبی لا یتعین لعبد ان یقول انا خیر من یونس ابن متی (۲۳۷۶) ابو داؤد (۴۶۶۹) مسند احمد (۱/ ۳۹۰)]

[2] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الطب : باب ما جآء فی الرقیٰ (۳۸۸۹) مستدرك حاکم (۴/ ۴۱۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (۸۳۸)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطب : باب ما رخص فیه من الرقی (۳۵۱۳)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الحنة بغیر حساب ولا عذاب (۲۰۰)]

[5] [صحیح : مسند احمد (۵/ ۱۴۶) البزار کما فی مجمع الزوائد (۵/ ۱۰۹)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۸۸۹)]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب الطب : باب ما جآء ان العین حق (۲۰۶۱) مسند احمد (۵/ ۷۰) مسند ابویعلی (۱۵۸۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، (۲۰۶۱) السلسلة الضعیفه (۴۸۰۴)]

خوف' الو اور نظر نہیں اور نیک فالی سب سے سچا فال ہے' اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے' نظر حق ہے' وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے (مسند احمد) [1] صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو [2]

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے ﴿أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِن كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَينٍ لَّامَّةٍ﴾ یعنی میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے اللہ کی پناہ دیا کرتے تھے' یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے [3] ابن ماجہ میں ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے تو ایسا بدن کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا بس ذرا سی دیر میں بیہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی خبر لیجئے یہ تو بیہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ پر' آپ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کیلئے برکت کی دعا کرے پھر پانی منگوا کر عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم وضو کرو اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہبند کے اندر کا حصہ جسم دھوڈالو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو' نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے [4] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے' جب سورۂ معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا (ابن ماجہ' ترمذی' نسائی) [5] مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صاحب

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲۹۴/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحيحه (۱۲۵۰) صحيح الجامع الصغير (٤١٤٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲٦٨١)]

[2] [صحیح: صحيح مسلم: كتاب السلام: باب الطب والمرضى والرقى (۲۱۸۸)]

[3] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب احاديث الانبياء (۳۳۷۱) ترمذى: كتاب الطب: باب كيف يعوذ الصبيان (۲۰٦۰) ابو داؤد: كتاب السنة: باب فى القرآن (٤٧٣٧) ابن ماجه: كتاب الطب: باب ما عوذ به النبى وما عوذ به (۳٥۲٥) مسند احمد (۲۳٦/۱)]

[4] [صحیح: نسائى فى السنن الكبرى: كتاب الطب: باب وضوء العائن (٧٦١٧) ابن ماجه: كتاب الطب: باب العين (۳٥۰۹) مسند احمد (۳۸٦/٤) مصنف عبدالرزاق (۱۹۷٦٦) مشكل الآثار للطحاوى (۳۸٦/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه]

[5] [صحیح: ابن ماجه: كتاب الطب: باب من استرقى من العين (۳٥۱۱) ترمذى: كتاب الطب: باب ما جآء فى الرقية بالمؤذتين (۲۰٥۸) نسائى: كتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من عين الجان (٥٤٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه، صحيح ترمذى] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ حَاسِدٍ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ﴾ ① بعض روایات میں کچھ الفاظ کا ہیر پھیر بھی ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے ② مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے ③ مسند کی اور روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا ہے کیا تم نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو میں رسول اللہ ﷺ پر وہ کہوں گا جو آپ نے نہیں فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ سے یہ تو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فالی ہے اور نظر کا لگنا حق ہے ④ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر تھی ⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور ﷺ کا نظر بد کا دم کرنے کا حکم مروی ہے۔ (ابن ماجہ) ⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جس کو نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا (احمد) ⑦ اور حدیث میں ہے، نہیں ہے الو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہل اور حضرت عامر رضی اللہ عنہما والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے تفصیل کے ساتھ مروی ہے ⑧ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ

---

① [صحیح: صحيح مسلم: كتاب السلام: باب الطب واعرض والرقى (٢١٨٦) ترمذی: كتاب الجنائز: باب ما جآء فی التعوذ للمريض (٩٧٢) مسند احمد (٣/٢٨)]

② [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الطب: باب العين حق (٥٧٤٠) صحيح مسلم: كتاب السلام: باب الطب واعرض والرقى (٢١٨٧) مسند احمد (٢/٣١٩)]

③ [ضعیف: مسند احمد (٢/٤٣٩)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٥/١١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٢٣٦٤)]

④ [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٢/٢٨٩)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحيح الادب المفرد (٧٠٦) السلسلة الصحيحة (٢٥٧٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ حسین سلیم اسد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٠٣٢١) التعليق على مسند ابی يعلى (٦٦٣٢)]

⑤ [صحیح: ترمذی: كتاب الطب: باب ما جآء فی الرقية من العين (٢٠٥٩) ابن ماجه: كتاب الطب: باب من استرقى من العين (٣٥١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه]

⑥ [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الطب: باب رقية العين (٥٧٣٨) صحيح مسلم: كتاب السلام: باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة (٢١٩٠) ابن ماجه: كتاب الطب: باب من استرقى من العين (٣٥١٢) مسند احمد (٦/٦٣)]

⑦ [صحیح: ابو داؤد: كتاب الطب: باب ما جآء فی العين (٣٨٨٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ابوداود]

⑧ [صحیح: مسند احمد (٣/٤٨٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٩٨٠)]

غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ پانی میں غسل کیلئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخراہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور واقعہ بتایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کچھ کچھ کرتے ہوئے تہبند اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی ﴿اَللّٰھُمَّ اصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا﴾ اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے الخ۔ [1] مسند بزار میں ہے کہ میری امت کے قضا وقدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی [2] فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہنڈیا تک میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے [3] ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے [4] فرمان رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الو کی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے' ہاں نظر سچ ہے [5] ابن عساکر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت غمزدہ تھے سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے' فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے' آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰھُمَّ ذَاالسُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ ذَا الْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ﴾ یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے' اے بزرگ تر چہرے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو' اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ [6]

پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپ

---

[1] [اسناد ضعیف: مسند احمد (۴۴۷/۳) مسند ابو یعلی (۷۱۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ "العین حق" صحیح ہیں اور یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۷۰۰)]

[2] [ضعیف: مسند بزار (۳۰۵۲) العقيلی فی الضعفاء (۲۳۱/۲) ابن عدی فی الكامل (۱۱۹/۴)] اس کی سند میں طالب بن حبیب راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: اس میں یعقوب بن محمد اور اس کا استاد دونوں ضعیف ہیں۔]

[4] [ابو نعيم فی الحلية (۹۰/۷)]

[5] [صحيح دون الجمله وهذا اسناد ضعيف: مسند احمد (۲۲۲/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت "ولا حسد" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے، البتہ یہ سند رشدین بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۷۰۷۰)]

[6] [ضعیف: ابن عساكر فی تاريخه (۵۰۳/۸)] اس میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔]

پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے قرآن تو اللہ کی طرف سے تمام عالم کیلئے نصیحت نامہ ہے۔ الحمدللہ سورۂ نون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

سچ مچ آنے والی ○ کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی؟○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟○ اس کھڑ کا دینے والی کو ثمودیوں اور عادیوں نے جھٹلایا تھا○ جس کے نتیجہ میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے○ اور عادی بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے○ جو ان پر برابر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک بحکم الٰہی چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح پچھڑ گئے' جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں○ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟○ فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں اور جن کی بستیاں الٹ دی گئیں انہوں نے بھی خطائیں کیں○ اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی بالآخر اللہ نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا○ جب پانی حد سے گزر گیا اس وقت ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر چڑھا لیا○ تا کہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار کر دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں○

﴿حَاقَّه﴾ قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے وعید کی عملی تعبیر اور حقیقت کا دن وہی ہے اسی لئے اس دن کی ہولناکیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو' پھر ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خمیازہ اٹھایا تھا تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف سے تو فرشتے کے دھاڑنے اور کلیجوں کو پاش پاش کر دینے والی آواز آتی ہے تو دوسری جانب زمین میں غضبناک بھونچال آتا ہے اور سب تہہ و بالا ہو جاتے ہیں' پس بقول حضرت قتادہ رحمۃ اللہ "طَاغِيَه" کے معنی چنگھاڑ کے ہیں' اور مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے' ربیع بن انس رضی اللہ عنہما اور ابن زید رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا﴾ ① یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا، یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور قوم عاد کے ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے ان کے دل چھید دیئے اور وہ نیست و نابود کر دیئے گئے، یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلتی تھیں برابر پے در پے لگا تار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں، ان دنوں میں ان کیلئے سوائے نحوست و بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی اور جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ ② حضرت ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں بدھ سے، ان ہواؤں کو عرب "اعجاز" اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے قوم عاد کی حالت "اعجاز" یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہوگئی، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عجز کہتے ہیں آخر کو، اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قوم عاد کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جوان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہوگئی اور بڑھیا کو عربی میں "عجوز" کہتے ہیں، واللہ اعلم۔ خاویہ کے معنی ہیں خراب، گلا، سڑا، کھوکھلا، مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر الٹا پٹخا، ان کے سر پھٹ گئے، سروں کا چورا ہو گیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا پتوں والا سرا کاٹ کر صرف تنا رہنے دیا ہو، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی یعنی مشرقی ہواؤں کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دبور کے ساتھ یعنی مغربی ہوا سے ③ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عادیوں کو ہلاک کرنے کیلئے ہواؤں کے خزانوں میں سے صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کی کشادگی کی گئی تھی جس سے ہوائیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو، چھوٹے بڑوں کو، ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لے کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دیا، شہریوں کو بوجہ بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم ہونے لگا کہ یہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتاؤ کہ ان میں سے یا ان کی نسل میں سے کسی ایک کا نشان بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ، برباد کر دیئے گئے کوئی نام لینے والا، پانی پلانے والا بھی باقی نہ رہا۔ پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار، اور رسولوں کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوا، ﴿قَبْلَهٗ﴾ کی دوسری قراءت ﴿قِبَلَهٗ﴾ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعونی، قبطی، کفار۔ ﴿مُؤْتَفِكَات﴾ سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں، ﴿خَاطِئَه﴾ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں، پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے

---

① [سورۃ الشمس: آیت ۱۱]

② [سورۃ فصلت : آیت ۱۶]

③ [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الاستسقاء : باب قول النبی نصرت بالصبا (۱۰۳۵) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ الاستسقاء : باب فی ریح الصباء والدبور (۹۰۰)]

زمانے کے رسول کی تکذیب کی، جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ [1] یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب نازل ہوئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ [2] اور فرمایا ﴿كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ [3] اور فرمایا ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ [4] یعنی قوم نوح نے، عادیوں نے، ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا، حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ہر امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا، یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامبر کی نافرمانی کی، پس اللہ نے انہیں سخت تر مہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا۔ زاں بعد احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا چاروں طرف ریل پیل ہوگئی، نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب قوم نوح علیہ السلام نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ان کی ہلاکت کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانی کا ایک ایک قطرہ بہ اجازت اللہ پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے۔ اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپ تولے نہیں چلتا لیکن عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد، بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ کی اجازت سے پانی اور ہوا نے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی اسی لئے قرآن میں ﴿طَغَى الْمَآءُ﴾ اور ﴿بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ کے الفاظ ہیں، اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے کہ ایسے پر خطر موقعہ پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کرا دیا، تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ﴾ [5] الخ، یعنی تمہاری سواری کیلئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور جگہ فرمایا ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا﴾ [6] الخ، یعنی ان کیلئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھا لیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا، لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے، پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کرے اور محفوظ کر لے اور اس نعمت کو نہ بھولے، یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پرواہی اور لاابالی نہیں برتتے ان

[1] [سورۃ ص : آیت ۱۴]
[2] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۰۵]
[3] [سورۃ شعراء: آیت ۱۲۳]
[4] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۴۱]
[5] [سورۃ الزخرف: آیت ۱۲]
[6] [سورۃ یٰسین : آیت ۴۱]

کی پندو نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا' ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی بنا دے' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی' یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔ [۱] ابن ابی حاتم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہئے اس پر یہ آیت اتری [۲] یہ روایت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی ○ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی ○ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل کمزور ہو جائے گا ○ اسکے کناروں پر فرشتے ہوں گے' اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا ○

جب صور میں پھونکا جائے گا: قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے جس میں سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل دہل جائیں گے پھر "نفخہ" پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بیہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے "نفخہ" کا بیان ہے۔ یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا "نفخہ" ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ کا حکم ہو گیا پھر تو نہ اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے' نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے' اور نہ تاکید کی' امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آخری "نفخہ" ہے لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا' اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھا لئے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا' جیسے سورۂ نبا میں ہے ﴿وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

---

[۱] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۷۷۱)]

[۲] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۷۷۲) ابو نعیم فی الحلیة (۱/۶۷)] اس کی سند میں عبداللہ بن زبیر راوی ضعیف ہے۔]

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴾ [1] یعنی آسمان کھول دیا جائے گا' اور دروازے دروازے ہو جائے گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غاریں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گا عرش اس کے سامنے ہوگا' فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے' پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کیلئے ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے' ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے کی نوک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے' اس کی سند بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں' اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا [2] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو وہ جانتا ہے' اسی لئے فرمایا تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے لوگو! اپنی جانوں کا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کرلو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا بحث کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے' کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں' یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں مروی ہے' اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

---

[1] [سورۃ النبا : آیت ۱۹]

[2] [حسن : ابو داؤد : کتاب السنۃ : باب فی الجھمیۃ (۴۷۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، السلسلۃ الصحیحہ (۱۵۱)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع : باب ما جاء فی العرض (۲۴۲۵) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر البعث (۴۲۷۷) مسند احمد (۴/۴۱۴)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْۚ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْۚ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍۙ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍۙ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو کہنے لگے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو○ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب سے ملنا ہے○ پس وہ ایک من مانی زندگی میں ہوگا○ بلند و بالا جنت میں○ جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے○ (ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو سہتا پیتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانہ میں کئے○

دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والوں کی خوشی: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جو خوش نصیب لوگ قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بتقضائے بشریت ان سے ہو گئے وہ بھی ان کی توبہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں، پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھریں گے، عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'ھَا' کے بعد لفظ 'ؤُم' زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ 'ھَاؤُمُ' معنی میں 'ھَآکُمُ' کے ہے، حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ اسے پڑھتا ہے اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑ اڑ جاتے ہیں چہرے کی رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے اتنے میں اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑتی ہے جب انہیں پڑھنے لگتا ہے تب ذرا چین پڑتا ہے ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور چہرہ کھل جاتا ہے پھر نظریں جما کر پڑھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے، اب تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوتا ہے اور جو ملتا ہے اس سے کہتا ہے ذرا میرا اعمال نامہ تو پڑھنا، حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا ان کے لڑکے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بیشک اللہ یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا نہ فضیحت کیا اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر خوشی سے ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی صحیح حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا ہے فلاں گناہ کیا؟ یہ اقرار کرے گا

یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب ہلاک ہوا اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا اے میرے بندے! میں نے دنیا میں بھی تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں؟ جا میں نے تجھے بخشا پھر اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکار اٹھتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ کہا لوگو سنو! ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ (۱) پھر فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے' جیسے اور جگہ فرمایا ﴿الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ (۲) یعنی انہیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے' جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جن میں حوریں خوبصورت اور نیک سیرت ہوں گی جو گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ٹلنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی' ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ملاقاتیں بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبہ لوگ کم مرتبہ لوگوں کے پاس ملاقات کیلئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص سے سلام مصافحے اور آؤ بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے (۳) ایک اور صحیح حدیث میں ہے جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ (۴) پھر فرماتا ہے اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس قدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپر کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میووں کو توڑ لیا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِيَةً قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (۵) یعنی اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کیلئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھندے ہوئے خوشوں والی خوشگوار جنت میں جانے

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول اللہ تعالی الالعنة اللہ علی الظالمین (۲٤٤۱)، (٤٦٨٥) صحیح مسلم : کتاب التوبه : باب فی سعة رحمة اللہ تعالی علی المومنین (۲۷٦۸) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فیما انکرت الجهمیة (۱۸۳) مسند احمد (۷٤/۲)]

(۲) [سورۃ البقرہ: آیت ٤٦]

(۳) [ضعیف : اس کی سند میں سعید بن یوسف راوی ضعیف ہے۔[ملاحظہ فرمائیے : المیزان (۳۲۹۸)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب درجات المجاهدین فی سبیل اللہ (۲۷۹۰) مسند احمد (٤/۲۳۵)]

(۵) [ضعیف : طبرانی کبیر (٦۱۹۱) ابن عدی (۱/۳٤٤) العلل المتناهیه لابن جوزی (۱۰٤۷)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/٤۰۱)]

دو۔ (طبرانی) بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف وکرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔ اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف کے ہے [1] ورنہ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ' سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کیلئے کافی نہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا نہ میرے' ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔ [2]

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۭ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۭ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ ع

لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ تو کہے گا کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی ○ اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں ○ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی ○ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا ○ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا ○ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو ○ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ○ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو ○ بیشک یہ اللہ بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا ○ اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا ○ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی اور غذا ہے ○ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا ○

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والے اور ان کی پریشانی: یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت ہی پریشان اور پشیمان ہوں گے' اور حسرت وافسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہ اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی سرے سے ہمیں ملتی ہی نہ' جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے' یہ کہیں گے کہ ہمارے مال وجاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی عذاب ہم سے نہ ہٹائے' تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آ پڑے نہ کوئی

[1] [**ضعیف**: العلل المتناهیه لابن جوزی (۱۵۴۸)] اس کی سند میں سعدان راوی مجہول ہے۔]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب القصد والمداومة علی العمل (٦٤٦٧) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب لن یدخل بعمله (۲۸۱۸)]

مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو' حضرت منہال بن عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو' ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے' ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس فرمان کے سرزد ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں' پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا' پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی' پاخانے کے راستے سے ڈال دی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی' یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھنوں سے نکالی جائیں گی۔ جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آ جائے گا لیکن اگر اسی کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے' یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتاتے ہیں۔ [1] پھر فرمایا کہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی رغبت دیتا تھا' یعنی نہ تو اللہ کی اطاعت وعبادت کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا' اللہ کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان وسلوک کریں بھلے کاموں میں آپس میں امداد پہنچاتے رہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ فرمایا جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ [2]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا

---

[1] [ضعیف : ترمذی : كتاب صفة جهنم : باب باب فی بعد قعرجهتم (٢٥٨٨) مسند احمد (١٩٧/٢)]
شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعليق الرغيب (٢٣٢/٤)]

[2] [صحیح : ابو داؤد: كتاب الادب : باب فی حق المملوك (٥١٥٦) ابن ماجه : كتاب الوصايا : باب هل اوصى رسول الله (٦٩٨) نسائی فی السنن الكبرى : كتاب الوفاة : باب ذكر ما كان يقوله النبی فی مرضه (٧٠٩٤) مستدرك حاكم (٥٧/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغليل (٢٣٧/٧)]

ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے' اور نہ اس کیلئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بسی بیکار چیز جس کا نام "غسلین" ہے' یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام "زقوم" ہو' اور "غسلین" کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو ○ اور انکی جنہیں تم نہیں دیکھتے ○ کہ بیشک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے ○ یہ کسی شاعر کا قول نہیں' (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے ○ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے' افسوس بہت کم نصیحت لے رہے ہو ○ (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ○

ظاہر و باطن اللہ کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں' اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول ﷺ پر اتاری ہے' جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کیلئے پسند فرما لیا ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں' اس کی اضافت حضور ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ﷺ ہی ہیں۔ اسی لئے لفظ رسول لائے ہیں۔ کیونکہ رسول تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے گو زبان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اس رسول کی طرف کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں فرمان ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ [1] الخ یعنی یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہنے والا ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار' اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں' اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ مجنون نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں' نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے' اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے' پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف' اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے لانے والے ہیں اور اس پر امین ہیں' ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرما دیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا دیکھا کہ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے سورۂ الحاقہ شروع کی

---

[1] [سورة التكوير : آيت ۱۹]

جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔ فرماتے ہیں یہ پہلا واقعہ تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روئی روئی میں اسلام کی سچائی گھس گئی (۱) پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں لکھ دی ہے۔ واللہ الحمد والمنہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

اور اگر یہ ہم پر کوئی بات بنا لیتا ہے ○ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ○ پھر اس کی رگ دل کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ تھا ○ یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے ○ ہمیں پوری طرح علم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں ○ بیشک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت ہے ○ اور بیشک و شبہ یقینی حق ہے ○ پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کیا کر ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت ترین آیت: یہاں فرمان باری ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اس وقت انہیں بدترین سزا دیتے یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اور اس کے درمیان بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لیے اللہ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کیلئے تذکرہ ہے جیسے اور جگہ ہے کہ کہہ دو یہ قرآن ایمانداروں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہی ہیں پھر

---

(۱) [ضعیف و منقطع : مسند احمد (۱/۱۷) مجمع الزوائد (۱۴۴۰۷)] امام ہیثمیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۰۷)] مزید دیکھئے : السلسلۃ الضعیفۃ (۶۵۳۱)]

فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں' یہ تکذیب ان لوگوں کیلئے قیامت کے دن باعث حسرت وافسوس ہوگی' یا یہ مطلب کہ یہ قرآن اوراس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا' جیسے اور جگہ ہے اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں پھر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جگہ ہے ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ﴾ (۱) ان میں اوران کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے' پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک وشبہ ہے' پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگی اور پاکیزگی بیان کرتے رہو۔ اللہ کے فضل سے سورۂ الحاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ بخشش ورحم کرنے والا کے نام سے شروع

ایک طلب کرنیوالے نے اس عذاب کی خواہش کی جو ہونے والا ہے ○ کافروں پر جسے کوئی ہٹانے والا نہیں ○ اس اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں والا ہے ○ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے ○ پس تو بھلی طرح صبر کر ○ بیشک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں ○

﴿بِعَذَابٍ﴾ میں جو "ب" ہے وہ بتلا رہی ہے کہ یہاں فعل تضمین ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ (۲) یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کرر ہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا' یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آ کر ہی رہے گا' نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہے کہ کافروں نے اللہ کا عذاب مانگا جوان پر یقیناً آنے والا ہے' یعنی آخرت میں' ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (۳) یعنی الٰہی اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو پھر ہم پر آسمان

---

(۱) [سورۃ سبا: آیت ۵۴] (۲) [سورۃ الحج : آیت ۴۷]

(۳) [سورۃ الانفال: آیت ۳۲]

سے پتھر برسایا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لا' ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہہ نکلے گی' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور مطلب سے بہت دور ہے صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت ہے پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آن پڑنے والا ہے جب آ جائے گا تو اسے دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اسے ہٹا سکے۔ "ذِی الْمَعَارِجِ" کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق درجوں والا ہے' یعنی بلندیوں اور بزرگیوں والا' اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد "معارج" سے آسمان کی سیڑھیاں ہیں' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فضل و کرم اور نعمت و رحم والا' یعنی یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے' اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں' روح کی تفسیر میں حضرت ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے' میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا' اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں' اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمانوں کی طرف چڑھتی ہیں' جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے پر چڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں، گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے جیسے کہ پہلے بروایت امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ گزر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط پر ہیں' پہلی حدیث بھی مسند احمد' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں ہے' ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا بسیط بیان آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ کی تفسیر میں کر دیا ہے۔ پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد دوری ہے جو 'اسفل السافلین' سے عرش معلیٰ تک ہے اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے' اور عرش معلیٰ سرخ یاقوت کا ہے۔ جیسے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صفة العرش" میں ذکر کیا ہے' ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک کی پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے' اس لئے کہ آسمان و زمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے نہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار سال یہ ہو گئے' اسی طرح آسمان' تو چودہ ہزار سال یہ مدت ہوئی اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر

---

[1] [سورہ ابراهیم : آیت ۲۷]

ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت کی اس کے بقا کی آخر تک مدت پچاس ہزار سال کی ہے چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار سال کی ہے اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی ہے اور کتنی باقی ہے سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دن ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلے کا ہے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بہ سند صحیح مروی ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بھی یہی قول فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ پچاس ہزار سال کا کر دے گا مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مومن پر اس قدر ہلکا ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہوگا یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دو راوی ضعیف ہیں [1] واللہ اعلم۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا لوگوں نے کہا حضرت یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا کیا واقع میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ سینکڑوں اونٹ قسم قسم کے غلام اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گھوڑے وغیرہ ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے ان کی سختی میں اور ان کی آسانی میں اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور ان تمام جانوروں کو خوب موٹا تازہ کر کے حکم دے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ آئے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ یہی سینگ دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا عامری نے پوچھا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمائیے اونٹوں میں اللہ کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کیلئے تحفۃً دینا غرباء کے ساتھ سلوک کرنا دودھ پینے کیلئے جانور دینا ان کے نروں کی ضرورت جنہیں مادہ کیلئے ہو انہیں مانگا ہوا بے قیمت دینا یہ حدیث ابوداؤد اور

---

[1] **[ضعیف :** مسند احمد (۳/۷۵) مسند ابو یعلی (۱۳۹۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند اس کے راوی کے ضعف کے باوجود حسن ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۶۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۷۱۷)]

نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے [1] مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے فیصلے کرلے اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا' پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا۔

اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کیلئے ہیں' ایک تو اجر دلانے والے' دوسری قسم کے پردہ پوشی کرنے والے' تیسری قسم کے بوجھ ڈھانے والے۔ یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔[2] ان روایتوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں کی اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب الزکوۃ ہے' یہاں ان کے وارد کرنے سے ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا' اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص پوچھتا ہے کہ وہ دن کیا ہے' جس کی مقدار ایک ہزار سال کی ہے؟ آپ فرماتے ہیں اور وہ دن کیا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہے؟ اس نے کہا حضرت میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی قوم کو جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں صبر و تحمل کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾[3] الخ'

یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اس سے ڈر رہے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اسے دور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقع نہ ہونے والا مانتے ہیں لیکن ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں' یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتی ہے' نہ جانے کب قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آ پڑیں' کیونکہ اسکے صحیح وقت کو تو سوائے اللہ کے اور کوئی جانتا ہی نہیں پس ہر وہ چیز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہ ہو اسکا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اسکے ہو پڑنے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے۔

---

[1] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۲/۴۸۹) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب التغلیظ فی حبس الزکاۃ (۲۴۴۲) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی حقوق المال (۱۶۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، صحیح ابن ماجه]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اثم مانع الزکاۃ (۹۸۷) مسند احمد (۲/۲۶۲)]

[3] [سورۃ الشوریٰ : آیت ۱۸]

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿١٠﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿١٦﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾

جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا ○ اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے ○ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ○ حالانکہ ایک دوسرے کو دکھا دیے جائیں گے‘ گنہگار آج کے دن کے عذاب کے بدلے فدیئے میں اپنے بیٹوں ○ اور اپنی بیویوں کو اور اپنے بھائی کو ○ اور اپنے قبیلے کو جو اسے جگہ دیتا تھا ○ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا کہ اسے نجات مل جائے ○ مگر ہرگز یہ نہ ہوگا‘ یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے ○ جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے ○ ہر اس شخص کو پکار رہی ہے جو پیچھے ہٹے‘ اور منہ موڑے ○ اور جمع کر کے سنبھال رکھے ○

قیامت کا ایک ہولناک منظر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مہل کے ہو جائے‘ یعنی زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے‘ اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے دھنی ہوئی اون‘ یہی فرمان اور جگہ ہے ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ [1] پھر فرماتا ہے کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے پوچھ گچھ بھی نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں سب آپا دھاپی میں پڑے ہیں‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھے گا پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا‘ جیسے اور جگہ ہے ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ [2] یعنی ہر ایک مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ دے گا۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا۔ [3] اور جگہ ارشاد ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا‘ گو قرابت دار ہوں [4] اور جگہ فرمان ہے ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ [5] یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی اور جگہ فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ﴾ [6] الخ‘ یعنی اس دن انسان اپنے بھائی‘ ماں‘ باپ‘ بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنی پریشانیوں کی وجہ سے دوسرے سے غافل ہوگا‘ یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار دل سے چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے آج کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی‘ بھائی‘ اپنے رشتے کنبے‘ اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے گا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔ آہ! کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ انسان اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو‘ اپنی شاخوں‘ اپنی

---

[1] [القارعہ : ٥] [2] [عبس : ٣٧] [3] [لقمان : ٣٣]
[4] [فاطر : ١٨] [5] [المومنون : ١٠١] [6] [عبس : ٣٤]

جڑوں سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تا کہ خود بچ جائے۔ ''فَصِیْلَة'' کے معنی ماں کے بھی کئے گئے ہیں' غرض تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھینٹ میں دینے پر دل سے رضا مند ہوگا' لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھپے گا' کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے' بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے' ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے' رگ پٹھے کھنچنے لگتے ہیں' ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں' پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں' چہرہ بگڑ جاتا ہے' ہر ایک عضو بدل جاتا ہے' چیخ و پکار کرتا رہتا ہے' ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے' کھالیں جلائی جاتی ہے۔ یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدان حشر میں سے ایسے بدلوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے' اب ان کی بداعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے' یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے' اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے بھاگتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے' حدیث شریف میں ہے سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھ ورنہ اللہ بھی تجھ سے روک لے گا [1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ نہ باندھتے تھے' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اللہ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سمیٹتا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان اللہ ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

[1] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الزكاة: باب الصدقة فيما استطاع (١٤٣٤) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب الحث على الانفاق وكراهة الاحصاء (١٠٢٩ ـ ٨٨)]

بیشک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے ○ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے ہڑ بڑا اٹھتا ہے ○ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ○ مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز میں ہیشگی کرنے والے ہیں ○ اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے ○ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی ○ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں ○ بیشک ان کے رب کے عذاب سے کوئی بے خوف نہیں کیا گیا ○ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں ○ اب جو کوئی اس سے علاوہ ڈھونڈے وہ لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں ○ اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے قول و قرار کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم ہیں ○ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ یہی لوگ جنتوں میں عزت واکرام کئے جائیں گے ○

انسان بے صبرا اور بخیل: یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑا بے صبرا ہے مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤلا سا ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہ رہی اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بدترین چیز انسان میں بے حد بخیلی اور اعلیٰ درجہ کی نامردی ہے (ابوداؤد) [1] پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الٰہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے جن کی صفتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں وقتوں کی نگہبانی کرنے واجبات نماز کو اچھی طرح بجا لانے سکون واطمینان اور خشوع خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے۔ جیسے فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [2] الخ ان ایمان والوں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوف اللہ سے ادا کرتے ہیں ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب "مَآءٌ دَائِم" کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے جو شخص اپنے رکوع سجدے پوری طرح ٹھہر کر با اطمینان نہیں ادا کرتا وہ اپنی نماز پر دائم نہیں کیونکہ نہ ہی وہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوے کی طرح ٹھونگیں مار لیتا ہے اس کی نماز اسے نجات نہیں دلائے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور ہیشگی کرنا ہے جیسے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو [3] خود حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر ہیشگی کرتے حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام نے امت محمدیہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح علیہ السلام ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں اور

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الجراۃ والجبن (۲۵۱۱) مسند احمد (۲/ ۳۲۰) ابو نعیم فی الحلیة (۹/ ۵۰) صحیح ابن حبان (۳۲۵۰) ابن ابی شیبه (۹/ ۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[2] [سورۃ المومنون : آیت ۱۔۲]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصد والمداومة علی العمل (٦٤٦٤)، (٤٣) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل (۷۸۳)]

اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا' پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی کے ساتھ پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے' پھر فرماتا ہے ان کے مالوں میں حاجت مندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے سائل اور محروم کی پوری تفسیر سورۂ ذاریات میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں' پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانیوالے ہیں' جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے اللہ امن دے۔ اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں جہاں اللہ کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں' ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور عیب نہیں' لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح اپنی شہوت رانی کرلے وہ یقیناً حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے' ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ میں گزر چکی ہے یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور وعیدوں قول اور قرار کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں' نہ خیانت کریں نہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کریں۔ یہ کل صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کا خلاف کرنے والا منافق ہے۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں جب کبھی بات کرے جھوٹ بولے' جب کبھی وعدہ کرے خلاف کرے' جب امانت دیا جائے خیانت کرے [1] اور ایک اور روایت میں ہے جب کبھی عہد کرے توڑ دے اور جب بھی جھگڑے گالیاں بولے۔ [2] یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی نہ اس میں کمی کریں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگیں نہ اس کو چھپائیں' جو چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے۔ [3] پھر فرمایا وہ اپنی نماز کی پوری چوکسی کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات مستحب کو پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں' یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف میں بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا پس معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے۔ سورۂ "قد افلح المومنون" میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے' اور وہاں ان اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا یہی لوگ جنتی ہیں اور قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت واقبال کے ساتھ مسرور ومحفوظ ہیں۔

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الایمان: باب باب علامات المنافق (۳۳) ، (۲٦۸۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳٤) ، (۲٤۵۹) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان خصال المنافق (۵۸) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی علامة المنافق (۲٦۳۲) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۲۳) ابوداؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیارة الایمان ونقصانه (٤٦۸۸) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

[3] [سورة البقرة : آیت ۲۸۳]

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۲ / ۸

پس کافر کیوں تیری طرف دوڑتے آتے ہیں○ دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ○ کیا ان میں سے ہر ایک کی توقع یہ ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟○ ایسا نہ ہوگا، ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں○ پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم یقیناً قادر ہیں○ کہ ان کے عوض ان سے اچھے لوگ لائیں ہم عاجز نہیں○ پس تو انہیں جھگڑتا کھیلتا چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں○ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ کسی تھان کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہوگی' یہ ہے وہ دن جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے تھے○

نشانیاں دیکھ کر بھی ہدایت سے فرار: اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور آپ ﷺ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ رہے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ (۱) الخ' یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں کیوں بھاگ رہے ہیں؟ یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیونکہ دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بے پرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں' حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت

(۱) [سورۃ المدثر : آیت ۴۹۔۵۱]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دائیں بائیں ٹولیاں ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی چاہت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ہے' ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس آئے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورتوں میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد) [1] ابن جریر میں اور سند سے بھی مروی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا نہ ہو گا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے' اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ [2] کیا ہم نے تمہیں ناقدرے پانی سے پیدا نہیں کیا؟ فرمان ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ﴾ [3] الخ'

انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے' یقیناً وہ اللہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی اور کوئی طاقت نہ ہو گی نہ مددگار' پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق و مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کر دیں' مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہو نہ حشر و نشر ہو بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے' مثلاً آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات' جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [4] یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہو گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [5] یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں نہ تھکا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک وہ قادر ہے اور ایک اس پر کیا ہر ایک چیز پر اسے قدرت حاصل ہے' اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ﴾ [6] الخ' یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا' ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنهی عن الاشارۃ بالید (۴۳۰) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی التحلق (۴۸۲۳) مسند احمد (۵/۹۳)]

[2] [سورۃ المرسلات : آیت ۲۰]

[3] [سورۃ الطارق : آیت ۵۔۱۰]

[4] [غافر : ۵۷]

[5] [الاحقاف : ۳۳]

[6] [یس : ۸۱۔۸۲]

والا ہے' وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے' یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور درماندہ نہیں کر سکتا' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ﴾ ① الخ' کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنا دیں گے' اور فرمایا ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾ ② الخ' ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جانتے بھی نہیں' پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے' دوسرا مطلب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم قادر ہیں اس امر پر کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع و فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ ③ الخ' یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہو گی' لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے جھٹلانے' کفر کرنے' سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان کو وعدہ ہو چکا ہے' جس دن انہیں اللہ تعالیٰ بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کیلئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم کو یا تھان اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں' مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھٹکار برس رہی ہو گی' یہ ہے دنیا میں اللہ کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ! اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور شریعت کی اور کلام الٰہی کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ الحمدللہ سورۂ معارج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ① قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ③ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

وقف لازم

① [القیامۃ : ۳] ② [الواقعہ : ۶۰-۶۱] ③

یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دے اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آئے ○ نوح نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں ○ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ○ تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا ○ یقیناً اللہ کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو موقوف نہیں رکھا جاتا کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی ○

نوح علیہ السلام کی قوم کو نصیحت: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور اللہ کی طرف جھکنے لگیں گے تو اللہ کا عذاب ان سے اٹھ جائے گا' حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کیے دیتا ہوں' میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت' اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں' جو کام رب نے تم پر حرام کیے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ تھلگ رہو جو میں کہوں بجا لاؤ۔ جس سے روکوں رک جاؤ میری رسالت کی تصدیق کرو تو اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا' ﴿یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ﴾ میں لفظ "من" یہاں زائد ہے' اثبات کے موقعہ پر بھی کبھی لفظ "من" زائد آ جاتا ہے جیسے عرب کے مقولے ﴿قَدْ کَانَ مِنْ مَّطَرٍ﴾ میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ معنی میں عن کے ہو بلکہ ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ بھی قول ہے کہ "مـــن" تبعیض کیلئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دے گا یعنی وہ گناہ جن گناہ پر سزا کا وعدہ ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ ہیں' اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جس کے ذریعے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا' اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت اللہ اور نیکی' سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے' حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ [1] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ اللہ کا عذاب آ جائے اس لئے کہ جب وہ آتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے' اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ

[1] [طبرانی کبیر (۳۱۲/۸)] امام منذری نے اسے حسن کہا ہے۔ [الترغیب والترهیب (۲۷۹/۱)] امام ہیثمی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۸/۳)] مزید دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۱۹۰۸)]

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

نوح نے کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا○ مگر میرے بلانے سے یہ بھاگنے میں ہی بڑھتے گئے○ میں نے جب کبھی انہیں تیری طرف بخشش کیلئے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی○ پھر میں نے انہیں بآواز بلند بلایا○ اور بیشک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی○ اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ' وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے○ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا○ اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا○ تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ کی بزرگی کا عقیدہ نہیں رکھتے ؟○ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف طور سے پیدا کیا ہے○ کیا تم نہیں دیکھتے ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے○ اور ان میں چاند کو خوب جگمگا تا بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنایا○ اور تم کو زمین سے ایک خاص طریقے سے پیدا کیا○ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور ایک خاص طریقے سے پھر نکالے گا○ اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا○ تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو○

نوسو سال دعوت دینے والا پیغمبر: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نوسو سال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوح علیہ السلام نبی نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا قوم نے کس کس طرح اعراض کیا' کیسی کیسی تکلیفیں اللہ کے پیارے پیغمبر کو پہنچائیں' اور کس طرح اپنی ضد پر اڑ گئے' تو حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی تیرے فرمان عالیشان کے مطابق نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات' بلکہ مسلسل ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے' حق سے روگردانی کرتے رہے' یہاں یہ ہوا کہ میں نے ان سے کہا آؤ رب کی سنو تا کہ رب تمہیں بخشے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کو سننا بھی گوارا نہ کیا' کان بند کر لئے' یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے جیسے ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [1] یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور و غل کرو تا کہ تم غالب رہو' قوم نوح علیہ السلام نے جہاں اپنے کانوں

[1] [سورۃ فصلت: آیت ۲۶]

میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑے سے چھپالئے کہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں اور نہ کچھ سنیں اپنے شرک و کفر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس سے بھی بے پرواہی کی اور اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیر لی، حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے انہیں کہا سنا با آواز بلند ان کے کان کھول دیئے اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا غرض تمام جتن کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہ راست پر آ جائیں، میں نے ان سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ اللہ غفار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بد سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے، یہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور درد دکھ سے بچالے گا وہ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقعہ پر جب نماز استسقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں اس کی ایک دلیل تو یہی آیت ہے دوسرے خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل بھی یہی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ بارش مانگنے کیلئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے خوب استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی، جن میں ایک آیت یہ بھی تھی۔ پھر فرمانے لگے بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں، جن سے اللہ بارش نازل فرمایا کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اے میری قوم کے لوگو! تم اگر استغفار کرو گے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی، زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالا مال ہو جاؤ گے، کھیتیاں خوب ہوں گی، جانوروں کے تھن دودھ سے پر رہیں گے، مال و اولاد میں ترقی ہوگی، قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھندے باغات تمہیں نصیب ہوں گے جن کے درمیان چاروں طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہوگی، ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں تم اللہ کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذاب سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس طرح بدل بدل کر پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کی بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور حالت وغیرہ، اسی طرح تم دیکھو تو سہی کہ اسی نے ایک پر ایک آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہوں یا ان وجوہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جا سکتی ہیں جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں۔ ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے، سب سے قریب آسمان دنیا میں چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطارد ہے، تیسرے میں زہرہ ہے، چوتھے میں سورج ہے، پانچویں میں مریخ ہے، چھٹے میں مشتری، ساتویں میں زحل اور باقی کواکب جو ثوابت رکھتے ہیں وہ آٹھویں میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شروع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اثیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کو مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب

آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہیں کے ساتھ کواکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں' لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا پھیرا اپنے مقدور کے مطابق کرتا ہے' چاند تو ہر ماہ میں ایک بار' سورج ہر سال میں ایک بار' زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ' مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی لمبائی چوڑائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے' یہ خلاصہ ہے ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں وارد کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے' مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں' پھر ان میں سورج چاند کو پیدا کیا ہے' دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ ہے۔ جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے' پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں' جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً﴾ [1] الخ' اللہ وہ ہے۔ جس نے سورج' چاند خوب روشن چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق کے ساتھ ہے۔ عالموں کے سامنے اللہ کی قدرت کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں' پھر فرمایا اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا اس مصدر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اس میں لوٹائے گا' پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا' جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارا فرش بنا دیا اور وہ ہلے جلے نہیں اس لئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے' اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو ادھر سے ادھر جاتے آتے ہو' غرض حضرت نوح علیہ السلام کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ عظمت رب اور قدرت اللہ کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے' عالیشان قدرت کے رکھنے والے' رزاق خالق اللہ کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسے پوجو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی کی راہ اختیار کرو' تمہیں ضرور چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو نہ پوجو' اس جیسا اس کا شریک' اس کا ساجھی' اس کا مثیل کسی کو نہ جانو' اسے بیوی اور ماں سے' بیٹوں پوتوں' وزیر مشیر سے' عدیل' نظیر سے پاک مانو' اسی کو بلند و بالا اسی کو عظیم و اعلیٰ جانو۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۵]

نوح نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جنہیں ان کے مال و اولاد نے نقصان ہی میں بڑھایا ہے○ اور ان لوگوں نے اپنا سخت فریب کیا○ اور کہہ دیا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ودو سواع و یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا○ اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ تو ان ظالموں کی گمراہی ہی بڑھا○

بارگاہ الٰہی میں غم کی روداد: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری تعالیٰ میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کیلئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور بےفکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے' گو فی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کیلئے سراسر وبال جان تھی' ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے تھے ﴿وَلَدُهٗ﴾ کی دوسری قرأت ﴿وَلَدَهٗ﴾ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ ﴿كُبَّارًا﴾ اور ﴿كِبَّارًا﴾ دونوں معنی میں كَبِيْر کے ہیں یعنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہی لوگ کہیں گے کہ تم دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرتے رہے۔ اور انہی بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہرگز نہ چھوڑنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا' دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب ود کو پوجتے تھے' ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا' اور یغوث قبیلہ مراد کا۔ پھر قبیلہ بنو غطیف جو صرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبا بستی کے پاس ہے یغوث کی پوجا کرتا تھا' ہمدان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا' آل ذی کلاع کا قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا' یہ سب بت دراصل قوم نوح کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں' چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنا دیئے اور ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کو مر جانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے جہالت کی وجہ سے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ [1] حضرت عکرمہ' حضرت ضحاک' حضرت قتادہ' حضرت ابن اسحاق رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد' اللہ والے' اولیاء اللہ' حضرت آدم اور حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے جب یہ مر گئے تو ان کے مقتدیوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور ان بزرگوں کو دیکھ کر شوق عبادت بڑھتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ لوگ بھی مرکھپ گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور انہیں سے بارش وغیرہ مانگتے تھے چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی' حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق (۴۹۲۰)]

شیث علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے جس میں لڑکے لڑکیاں۔ ان میں جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہابیل' قابیل' صالح اور عبدالرحمٰن تھے جن کا پہلا نام عبدالحارث تھا اور ود تھا جنہیں شیث اور ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام بھائیوں نے سرداری انہیں کو دے رکھی تھی۔ ان کی اولاد یہ چاروں تھے یعنی سواع' یغوث' یعوق' اور نسر۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد ود' یغوث' یعوق' سواع' اور نسر تھی۔ ود ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک کرنے والا تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو! وہ وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مر گیا' یہ لوگ مجاور بن کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے۔ ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آ کر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے؟ ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ ابلیس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے' اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے' جب وہ اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کیا سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انہیں اپنے اپنے گھروں میں ہی رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوئے اور یہ بھی ہو گیا' اب تک صرف یہ تصویریں اور یہ بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے' ان کا نام ود تھا اور یہی وہ پہلا بت ہے جس کی پوجا اللہ کے سوا کی گئی۔ انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اس وقت سے لے کر اب تک عرب عجم میں اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور اللہ کی مخلوق بہک گئی' چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ [1] یا الٰہی انہوں نے اکثر مخلوق کو بے راہ کر دیا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کیلئے بد دعا کرتے ہیں کیونکہ ان کی سرکشی ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ الٰہی انہیں گمراہی میں بڑھا دے' جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کے لئے بد دعا کی تھی کہ پروردگار ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دل سخت کر دے' انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں [2] چنانچہ دعائے نوح قبول ہوئی اور قوم نوح بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کر دی جاتی ہے۔

---

[1] [سورة ابراهيم : آيت ٣٥-٣٦]

[2] [سورة يونس : آيت ٨٨]

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا○ اور حضرت نوح نے کہا اے میرے پالنے والے تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ○ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً یہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی بدکار ناشکرے ہوں گے○ اے میرے پروردگار تو مجھے میرے ماں باپ کو اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوا ہلاکت کے اور کچھ نہ بڑھا○

گناہوں کی وجہ سے ہلاکت: خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ کی دوسری قراءت "خَطَايَاهُمْ" بھی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ان کی سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت ودشمنی رسول حد سے گزر گئی تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا، اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا، جیسے فرمان ہے ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾[1] یعنی آج کے دن اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات یافتہ ہوگا جس پر اللہ رحم کرے، حضرت نوح علیہ السلام ان بدنصیبوں کی اپنے قادر ذوالجلال اللہ کی چوکھٹ پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اس مالک سے ان پر آفت وعذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ اللہ اب تو ان ناشکروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ اور یہی ہوا کہ سارے کے سارے غرق کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا، سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا، وہ تو غضب الٰہی تھا، وہ تو بددعا نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی نے اسے وہیں جالیا اور اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی آ گیا تو بچے کو اٹھا کر مونڈھے پر بٹھا لیا جب پانی وہاں پہنچا تو اس نے بچے کو سر پر اٹھا لیا، جب پانی سر تک چڑھا تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند کر لیا لیکن آخر پانی وہاں تک جا پہنچا اور ماں بیٹا ڈوب گئے[2] اگر اس

---

[1] [سورۃ هود : آیت ۴۳]

[2] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/۳۴۲) مجمع الزوائد (۸/۳۶۷)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۵۹۸۵)]

دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ عورت تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ ہی بیٹے کو بچا سکی۔ یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے ثقہ ہیں۔ الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے۔ صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں' اور حضرت نوح نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا' چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یاالٰہی میری چاہت ہے کہ تمام کفار کو برباد کر دیا جائے' ان میں سے جو باقی بچ رہا وہ ہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر ہوگی' ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرے رب' مجھے بخش دے میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آ جائے اور ہو بھی باایمان' گھر سے مراد مسجد بھی لی ہے لیکن عام مراد یہی ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' مومن ہی کے ساتھ اٹھو' بیٹھو' رہو' سہو اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں' یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف اسی سند سے یہ حدیث معروف ہے' پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تمام ایماندار مرد و عورت کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ' اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدا بھی ہو اور ان کی احادیث پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آ جائیں جو منقول ہیں' پھر دعا کے خاتمے پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی' بربادی' ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھاتا رہ' دنیا و آخرت میں برباد ہی رہیں۔ الحمدللہ سورۂ نوح علیہ السلام کی تفسیر بھی ختم ہوگئی۔

تفسیر سورۃ الجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝٣ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧

---

[1] [حسن: ابو داؤد: كتاب الادب: باب من يؤمر ان يجالس (٤٨٣٢) ترمذی: كتاب الزهد: باب ما جآء فی صحبته المومن (٢٣٩٥) مسند احمد (٣٨/٣)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود (٤٠٤٥)]

تو کہہ مجھے وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ○ جو راہ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کے ساتھ شریک نہ بنائیں گے ○ بے شک ہمارے رب کی بڑی بلند شان ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ○ یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگا دیں ○ اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ پر جھوٹی باتیں لگائیں ○ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے ○ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا کہ اللہ کسی کو نہ بھیجے گا ○

قرآن سن کر جنات بھی ایمان لے آئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دو کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے' تو فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم کہو میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر دی کہ آج ہم نے عجیب وغریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتاتی ہے ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں۔ یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ﴾ [1] الخ' یعنی جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا کہ وہ قرآن سنیں۔ اور اس کی تفسیر احادیث سے وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں لوٹانے کی ضرورت نہیں' پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کے کام قدرت والے اس کے احکام بہت بلند وبالا' بڑا ذیشان ذی عزت ہے' اس کی نعمتیں' قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت باوقعت ہیں۔ اس کی جلالت وعظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال واکرام بڑھا چڑھا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ اللہ کی نسبت یہ الفاظ نہ کہتے' یہ قول تو سنداً قوی ہے لیکن کلام بنتا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو۔ واللہ اعلم' پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اللہ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو' پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان اللہ پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی اللہ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے' جھوٹ بکتا ہے' باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے' پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن وانس اللہ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل اللہ کی ذات اس عیب سے پاک ہے' پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ انسان جب کبھی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں' جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کسی

---

[1] [سورہ الاحقاف: آیت ۲۹]

شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تا کہ شہر کے دشمن لوگ انہیں ایذا نہ پہنچائیں، جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا، اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔ دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں ہماری اولاد و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرات بڑھ گئی اور اب طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا انہوں نے شروع کیا، وہ گناہ، خوف، طغیانی اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ کردم بن ابو سائب انصاری کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کیلئے باہر نکلا اس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا، چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں لگا تھا یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے (1) ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تا کہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث اور گمراہ ہوں اور اللہ کے دین سے خارج ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾

ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا۔ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے، لیکن اب جو کان لگائے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین

(1) [ضیف: طبرانی کبیر (۱۹/۱۹۱) العقیلی (۱/۳۵)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔]

والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے ○

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جنات: آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مرچ لگا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے' اب جب حضور ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑا لانے کا موقعہ نہ رہا' تا کہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے جلا کر بھسم کر دیتے ہیں' اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی کا ہے' خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب دان تھے کہ برائی کے اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس نگرانی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے' اسے ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح حدیث میں بھی آیا ہے کہ الٰہی تیری طرف سے شر اور برائی نہیں [1] ستارے اس سے پہلے کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کے باعث ہوا تھا' چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ ٹوٹا اور بڑی روشنی ہوگئی تو آپ نے ہم سے دریافت کیا اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضور ﷺ ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے آدمی کے تولد پر ٹوٹتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر' آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے' الخ۔ [2] یہ حدیث پورے طور پر سبا کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا' جنات کا ان سے ہلاک ہونا' آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا' ان کا آسمانوں کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش کر دی کہ کیا وجہ ہوئی' ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے' پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے' باقی جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا' سورۂ احقاف کی آیت ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ﴾ [3] میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے' ستاروں کا ٹوٹنا آسمان کا محفوظ ہو

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلاۃ النبی و دعائه باللیل (۷۷۱)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم الکهانة واتیان الکهان (۲۲۲۹) ترمذی : کتاب التفسیر (۳۲۲٤)]

[3] [سورة الاحقاف : آیت ۲۹]

جانا جنات ہی کیلئے نہیں بلکہ انسانوں کیلئے بھی ایک خوفناک علامت تھی' وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا' حضرت سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیاطین اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضور ﷺ پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں' شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے' اپنے جانور راہ اللہ چھوڑنے شروع کر دیئے آخر عبد یا لیل بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے طائف والو! تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان تباہ نہیں ہوئے یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کیلئے ہو رہے ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کیلئے) اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں تو بیشک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو' انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا' شیاطین میں بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا' میرے پاس ہر ہر علاقے کی مٹی لاؤ' چنانچہ لائی گئی' اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس انقلاب کا سبب مکہ میں ہے' سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی' الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں حضور ﷺ کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

اور یہ کہ بیشک بعض تو ہم میں نیک و کار ہیں اور بعض اس کے سوا بھی ہیں۔ ہم مختلف فریق ہیں ○ ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں ○ ہم تو ہدایت سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی نقصان کا خدشہ ہے نہ ظلم و ستم کا ○ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں' پس جو مسلمان ہو گئے انہوں نے راہ راست کا قصد کیا ○ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے ○ اور (اے نبی یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت کچھ وافر پانی پلاتے ○ تاکہ ہم اس میں

انہیں آزمالیں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

جنات میں نیک بھی اور بد بھی: جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں، ہم مختلف راہوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کونسا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لا کر دیئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانیوالا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے کہا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں' میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ کہا بدترین۔ حافظ ابوالحجاج مذنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے' ابن عساکر میں ہے حضرت عباس بن احمد دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں' اور اللہ کی محبت میں حیران و پریشان ادھر ادھر پھر رہے ہیں جوان کا رب ہے انہوں نے مخلوقات سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ سے وابستہ کر لئے ہیں۔

پھر کہتے ہیں' ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں۔ اب فخریہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہی ایمان لا چکے ہیں' فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام۔ اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے' پھر کہتے ہیں مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ [1] یعنی نیک مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں مسلمان تو نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا﴾ الخ' کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں' ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت الٰہی پر جم جاتے تو ہم ان پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ﴾ [2] الخ یعنی اگر یہ توراۃ و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان و زمین سے روزیاں ملتیں اور فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ [3] الخ'

یعنی اگر بستی والے ایمان لاتے متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جما رہتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے' حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جبکہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا' دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے

---

[1] [سورة طه: آیت ١١٢] [2] [سورة المائده: آیت ٦٦]

[3] [الاعراف: ٩٦]

تا کہ یہ خوب مست ہو جائیں اور اللہ کو بالکل بھول جائیں اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں' جیسے فرمان باری ہے ﴿فَلَمَّا نَسُوْا﴾ (۱) الخ' یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ مست بن گئے کہ ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو گئے۔ اسی طرح کی آیت ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ (۲) الخ' بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صَعَد جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو○ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کیلئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں○ تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا○ تو کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں○ کہہ دے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اس سے بچا نہیں سکتا اور ہرگز بھی میں اس کے سوائے کوئی جائے پناہ پا نہیں سکتا○ میں تو صرف اللہ کی طرف سے پہنچا دیتا اور اس کا پیغام سنا دیتا ہوں اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا○ (ان کی آنکھ نہ کھلے گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے○

مساجد میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں' وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں' نہ کسی اور کو اللہ کی عبادت میں شریک کریں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب توحید والے رہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھی' حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ

(۱) [الانعام : ٤٤] (۲) [المومنون : ٥٥-٥٦]

نماز ادا کریں' گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو[1] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے اس میں سبھی مساجد شامل ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضاء سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاء سے دوسرے کیلئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے' پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کرلیا اور دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے۔[2]

آیت "لَمَّا قَامَ" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضور ﷺ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر عقیدت کا اظہار کرنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں' دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی اطاعت وچاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت واقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ کی توحید کا اعلان لوگوں میں کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا چبا کر الجھ جاتے ہیں' جنات وانسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو مٹا دیں اور اس کی روشنی کو چھپالیں مگر اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے' یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہے کہ میں تو اپنے رب کا نام ورد زبان رکھتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا' یعنی جب دعوتِ حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی حق کو مٹا دینا چاہا اور رسول کی عداوت پر سب متحد ہو گئے اس وقت ان سے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہ لاشریك له کی عبادت میں مشغول ہوں میں اس کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہی میرا سہارا ہے مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں' میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں میں تو اللہ کا ایک غلام ہوں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں' تمہاری ہدایت ضلالت کا مختار و مالک میں نہیں سب چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں' اگر میں خود بھی اللہ کی معصیت کروں تو یقیناً اللہ مجھے عذاب دے گا اور کسی سے نہ ہو سکے گا کہ مجھے بچالے' مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر نہیں آتی' میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے' بعض تو کہتے ہیں "اِلَّا" کا استثنا "لَا اَمۡلِكُ" سے ہے یعنی میں نفع نقصان' ہدایت ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ "لَنۡ يُّجِيۡرَنِىۡ" سے یہ استثناء ہے یعنی اللہ کے عذابوں سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے' جیسے اور

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱۲۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب السجود علی الانف (۸۱۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب اعضاء السجود والنهی عن کف الشعر والثوب (۴۹۰)]

جگہ ہے ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [1] الخ، یعنی اے رسول! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالے گا۔ نافرمانوں کیلئے ہمیشہ والی جہنم کی آگ ہے جس میں سے نہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ جب یہ مشرکین جن وانس قیامت والے دن ڈراؤنے عذابوں کو دیکھ لیں گے اس وقت ظاہر ہو جائے گا کہ کمزور مددگاروں اور بے وقعت گنتی والوں میں کون کون شامل تھا؟ یعنی مومن موحد یا یہ مشرک، حقیقت یہ ہے کہ اس دن مشرکوں کو برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا اور اللہ کے لشکروں کے مقابلہ پر ان کی گنتی بھی کچھ نہ ہوگی۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ع ۲ / ۱۲

کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کیلئے دور کی مدت مقرر کر دے ○ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیبوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ○ سوا اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے تو بیشک اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے ○ اس لئے کہ ان کا اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے ○

وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کا علم مجھے نہیں، بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے، اس آیہ کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور ﷺ زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا، ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے حضور ﷺ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپ اس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے، اعرابی کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی آ کر جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمایا تھا اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے نہ اسے جس سے پوچھا جا رہا ہے [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ دیہات کے رہنے والے

---

[1] [سورہ المائدہ: آیت ٦٧]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی عن الایمان (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الایمان ما هو وبیان خصاله (٩۔ ١٠) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جاء فی وصف جبریل النبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٦٩٥) نسائی: کتاب الایمان : باب نعت الاسلام (٤٩٩٢) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فی الایمان (٦٣)]

نے با آواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور مگر یہ بتا کہ تو نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہو گا جس کی تجھے محبت ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے [1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ کو معلوم نہ تھا' ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں علم ہے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو۔ اللہ کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے [2]

یہاں بھی آپ کوئی مقررہ وقت نہیں بتاتے' ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے [3] اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال۔ [4]

پھر فرماتا ہے اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر مرسلین میں سے جسے چن لے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ [5] یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو اللہ چاہے۔ یعنی رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے اللہ جتنا چاہتا ہے بتا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کیلئے جو اللہ نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں۔ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور ﷺ کو یقین آ جائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے' اور بعض کہتے ہیں مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہ ﷺ کی حفاظت بھی کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالت اللہ ادا کر دی' یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں کچھ اختلاف ہے۔ امام یعقوب کی قراءت پیش کے ساتھ ہے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما جآء فی قول الرجل ویلك (٦١٦٧) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب المرء مع من احب (٢٦٣٩)]

[2] [ضعیف : ابن ابی الدنیا فی قصر الامل (ص : ٢٨-٢٩) ابو نعیم فی الحلیة (٩١/٦) بیهقی فی شعب الایمان (٣٥٥/٧)] اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ حافظ عراقیؒ نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تخریج الاحیاء (٣٩٠٥)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعة (٤٣٤٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحة (١٦٤٣)]

[4] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الملاحم : باب قیامة الساعة (٤٣٥٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود (٣٦٥٦)]

[5] [سورة البقرہ : آیت ٢٥٥]

یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کردی، اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کرسکیں اور وحی الٰہی محفوظ رکھ سکیں اور اللہ جان لے کہ انہوں نے رسالت ادا کردی۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا﴾ [1] الخ یعنی جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول کے سچے تابعدار اور مرتدوں کو جان لیں، اور جگہ ہے ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [2] الخ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو جان لے گا اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے، اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی اللہ کے علم کے احاطہ میں ہے۔ الحمدللہ سورۂ جن کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المزمل

مزمل کا معنی ومفہوم: بزار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں، تو بعض نے کہا ان کا نام کاہن رکھو اس پر اوروں نے کہا درحقیقت وہ کاہن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر بھی اوروں نے کہا وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعض نے کہا ساحر نام رکھو اس پر اور لوگوں نے کہا وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں، غرض وہ کوئی ایسا نام تجویز نہ کرسکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھنے والے کہہ کر آپ کو مخاطب کیا [3] اس روایت کے ایک راوی معلیٰ بن عبدالرحمٰن سے گو اہل علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③
اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ
نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۱۴۳] [2] [سورۃ العنکبوت : آیت ۱۱]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۷۶) مجمع الزوائد (۱۱۴۴۳)] اس میں معلیٰ بن عبدالرحمٰن کذاب ہے۔]

اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنیوالے کے نام سے شروع

اے جھرمٹ مار کر کپڑے اوڑھنے والے ○ رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات ○ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے ○ یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھا کر ○ یقیناً ہم تم پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے ○ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے ○ یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے ○ تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا ○ مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے ○

پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد اور تلاوت قرآن کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں جیسے فرمان ہے ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ [1] الخ ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں حضور ﷺ پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ [2] الخ راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرما دی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش۔ "مزمل" کے معنی سونے والے اور کپڑا لپیٹنے والے کے ہیں اس وقت حضور ﷺ اپنی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے مفہوم کو اچھی طرح اخذ کرنے والے تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر تاکہ خوب سمجھا جائے اس حکم کے بھی حضور ﷺ عامل تھے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی [3] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ خوب مد کر کے پڑھا کرتے تھے پھر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ "الله" لفظ "رحمن" پر لفظ "رحیم" پر مد کیا [4] ابن جریج کہتے ہے کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا پورا وقف کرتے تھے جیسے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھ کر ٹھہرتے۔ یہ حدیث مسند احمد ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ [5] مسند کی ایک حدیث

---

[1] [سورة السجده : آیت ۱۶]　　[2] [سورة الاسراء : آیت ۷۹]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرين : باب جواز النافلة قائما وقاعدا (۷۳۳)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب مد القرآءة (۵۰۴۶)]

[5] [صحیح: مسند احمد (۳۰۲/۶) ابو داؤد : کتاب الحروف والقراء ات (۴۰۰۱) ترمذی : کتاب القرآء ات : باب فی فاتحة الکتاب (۲۹۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود (۳۳۷۹)]

میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں [1] ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث وارد کر دی ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں جیسے وہ حدیث جس میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو [2] اور ہم میں سے وہ نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے [3] اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے [4] اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا [5] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے ادبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس میں دوڑ نہ لگاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بغوی) ایک شخص آ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں آپ نے فرمایا پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا مجھے وہ برابر برابر سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر مفصل کی سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ [6] پھر فرماتا ہے ہم تجھ پر عنقریب بھاری بوجھل بات اتاریں گے یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی حضرت

---

[1] [حسن صحیح: مسند احمد (۲/۱۹۶) ابو داؤد : كتاب الوتر : باب كيف الترتيل في القراءة (۱٤٦٤) ترمذی : كتاب فضائل القرآن : باب ان الذي ليس في جوفه من القرآن (۲۹۱٤) نسائی فی السنن الكبرى : كتاب فضائل القرآن : باب الترتيل (۸۰۵٦) صحیح ابن حبان (۷٦٦) ابن ابی شیبه (۱۰/٤۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [صحیح: مسند احمد (٤/۲۹٦) بخاری معلقا : كتاب التوحيد (۷٥٤٤) ومسندا في خلق افعال العباد (۲٥۰) ابو داؤد : كتاب الوتر : باب يستحب الترتيل في القرائة (۱٤٦۸) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوة والسنة فيها : باب في حسن الصوت بالقرآن (۱۳٤۲) نسائی : كتاب الافتتاح : باب تزيين القرآن بالصوت (۱۰۱٦) عبدالرزاق (٤۱۷٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

[3] [صحیح: صحیح بخاری : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى واسروا قولكم اواجهروا به (۷٥۲۷) ابو داؤد : كتاب الوتر : باب يستحب الترتيل في القراءة (۱٤٦۹) مسنداحمد (۱/۱۷٥)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری : كتاب فضائل القرآن : باب حسن الصوت بالقراءة القرآن (٥۰٤۸) صحیح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن (۷۹۳)]

[5] [صحیح: صحیح مسلم : كتاب فضائل القرآن : وما يتعلق به (۷۹۳) مسند احمد (٥/۳٤۹)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری : كتاب الاذان : باب الجمع بين السورتين في ركعة (۷۷٥) صحیح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب ترتيل القراءة واجتناب الهذ (۸۲۲)]

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کا گھٹنہ میرے گھٹنے پر تھا وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے [١] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ایسی آواز کو سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو میں چپکا ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی [٢] صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گنگناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس میں جو کچھ کہا گیا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ پر وحی اتر چکتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکتے [٣] مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور اسی وقت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی [٤] ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو لے اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا نہ اس کی گردن اونچی ہوتی۔ [٥] مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی اہم اور بوجھل تھا۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے' حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بڑا بھاری ملے گا۔ پھر فرماتا ہے رات کا اٹھنا نفس کو زیر کرنے کیلئے اور زبان کو درست کرنے کیلئے اکسیر ہے "نشـــاء" کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں' رات بھر میں جب اٹھے اسے "ناشئتہ اللیل" کہتے ہیں' تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھیڑ بھاڑ کا' شور وغل کا' کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اَقْوَمُ قِيْلًا کو اَصْوَبُ قِيْلًا پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو اَقْوَمُ پڑھتے ہیں۔

---

[١] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا یستوی القعدون من المومنین (٤٥٩٢) و کتاب الجهاد (٢٨٣٢)]

[٢] [ضعیف : مسند احمد (٢٢٢/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٧٠٧١)] اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[٣] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف بداء الوحی الی رسول الله (٢) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب عرق النبی فی البرد (٢٣٣٣)]

[٤] [صحیح : مسند احمد (١١٨/٦)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢٦٠/٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٤٨٦٨)]

[٥] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٧/٢٩)]

تفسیر سورۃ نباء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں○ اس بڑی خبر کی○ جس میں یہ مختلف ہیں○ یقیناً یہ ابھی جان لیں گے○ اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا○ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا○ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟○ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا○ اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا○ اور رات کو ہم نے پردہ بنایا○ اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا○ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے○ اور ایک روشن چراغ پیدا کیا○ اور برسنے والے بادلوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا○ تا کہ اس سے ہم اناج اور سبزہ اگائیں○ اور گھنے باغ بھی○

قیامت اور انعاماتِ الٰہی کا ذکر: جو مشرک اور کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تعجب کرتے تھے ان کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے۔ مگر حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے[1] لیکن بظاہر ٹھیک بات یہی ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے' پھر اس آیت ﴿الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ (جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں) میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف محاذوں پر ہیں ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے ہیں کہ قیامت ہوگی لیکن کفار اس کے منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور تم ابھی ابھی معلوم کر لو گے' اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے' پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں بیان فرما رہا ہے جن سے قیامت کے قائم کرنے پر اس کی قدرت کا ہونا صاف طور پر ظاہر ہو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۳۹۵)]

بھی موت کے گھاٹ اترو گے۔ پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ تمہاری بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں' قیامت کو' ہمارے نبی ﷺ کو' ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا۔ اس کی سخت خرابی ہے۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ [1] دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے ﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ [2] یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں یونہی سا فائدہ اٹھالیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہے' ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے۔

پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے سامنے جھک تو لو' جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا' اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں۔

ان کیلئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہوگی۔

پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ [3] یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں ﴿آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِمَا أَنْزَلَ﴾ [4] کہنا چاہئے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا۔ یہ حدیث سورۂ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے' سورۂ والمرسلات کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انتیسویں پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔ یہ محض اسی کا فضل و کرم اور لطف و رحم ہے۔ فالحمد للہ۔

---

[1] [لقمان : ٢٤]　[2] [یونس : ٧٠]　[3] [الجاثیه : ٦]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٧٧/٩) ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب مقدار الركوع والسجود (٨٨٧) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التين (٣٣٤٧) السنن الصغير للبيهقي (٣٢٤) وفي شعب الايمان (٢٠٩٧) شرح السنة للبغوى (٤٥٢/١) مسند ابو عوانة (٨٠/١) مسند حميدى (٩٩٥)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔ [اتحاف الخيرة المهرة (٢٩٦/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابو داود (١٨٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٣٩١)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر بہ آواز بلند کہے گی اے لوگو! تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے، میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں، آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو، پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان محشر میں چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿۴۱﴾ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۴۲﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۵﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۰﴾ ع

ع ۲ / ۲۲

بے شک پرہیز گار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں ○ اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں ○ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے کیے ہوئے اعمال کے بدلے ○ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ اس دن سچا نہ جاننے والوں کیلئے ویل ہے ○ (اے جھٹلانے والو تم دنیا میں) تھوڑا سا کھا لو برت لو بے شک تم گنہگار ہو ○ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کیلئے سخت ہلاکت ہے ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے ○ اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ○

پرہیز گاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: اوپر چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیز گار تھے اللہ کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے، حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے، جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں۔ گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور کیف سایوں میں بآرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے۔ سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہیں۔ قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہیں، جسے جب جی چاہے کھائیں، نہ روک ٹوک ہے نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہے، نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خدشہ ہے، پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی دوبالا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمایا جاتا ہے کہ اے میرے پیارے بندو! تم بخوشی بافراغت لذیذ پرکیف طعام کھاؤ پیو، ہم ہر نیک کار، پرہیز گار، مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں۔ ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھا پی لو، برت برتا لو، فائدہ اٹھا لو، عنقریب یہ فنا ہو جائیں گی اور تم

کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں' دیکھنے والے کو یہ لگتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رسے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے' کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں' اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے' ان جھٹلانے والوں پر حسرت وافسوس ہے' آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں' یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا مکرنا چھپانا عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر معذرت ختم ہو جائے گی' غرض میدان محشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی وقت یہ کسی وقت وہ' اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دی جاتی ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ فیصلے کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی' مکاری' ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو۔ یہ خیال فرمایئے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے' پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ عیاری' چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [1] الخ' یعنی اے جن وانس کے گروہ! اگر تم زمین وآسمان کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے اور وہ تم میں نہیں اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ [2] یعنی تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! نہ تو تمہیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا' نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو [3] حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا' میں نے سنا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل میدان مین جمع کرے گا آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے' اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دغا فریب مکر حیلہ کر سکتے ہو تو کر لو سنو! متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذابوں سے نجات پا سکتا ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو! ایک حدیث میں بھی سنا دوں' اس دن جہنم اپنی گردن دراز

---

[1] [سورة الرحمن: آيت ٣٣] [2] [سورة هود : آيت ٥٧]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر و الصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٧)]

پیدا کیا ہے [1] پھر اس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے، مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے، ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے، پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔

پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے، پھر زمین کے نہ ہلنے جلنے کیلئے ہم نے مضبوط وزنی بلند پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا، زود ہضم، خوش گوار پانی ہم نے تمہیں پلایا، ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے اور کچھ کام نہ آئے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾

ع ۲۱

اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے ○ چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ○ جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے ○ یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل قلعہ کے ہیں ○ گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں ○ آج ان جھوٹ جاننے والوں کی درگت ہے ○ آج کا دن وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے ○ نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت دی جائے گی ○ آج جھوٹا جاننے والوں کی خرابی ہے ○ یہ ہے فیصلے کا دن، ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کر لیا ہے ○ پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو ○ وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ○

جہنم کے شعلوں کی کیفیت: جو کفار قیامت کے دن، جزا سزا اور جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ جانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ، اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین پھانکیں کھل جاتی ہیں، تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے، اور سایہ معلوم ہوتا ہے، لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تنا ور درخت

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤/ ٢١٠) ابن ماجه : كتاب الوصايا : باب النهى عن الامساك فى الحياة و تبذير عند الموت (٢٧٠٧) تفسير ابن جرير الطبرى (١٢/ ٣٨٤)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه]

کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے' جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد وقہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے' اسی کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا' پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی ﷺ تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے' اس دن ان جھٹلانے والوں کی سخت خرابی ہے' ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (1)

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ ○ پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے ○ ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ویل ہے ○ کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ○ پھر ہم نے مضبوط ومحفوظ جگہ میں رکھا ○ ایک مقررہ وقت تک ○ پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کتنا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے ○ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنائی؟ ○ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی ○ اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا ○ اس روز جھوٹ جاننے والوں پر وائے اور افسوس ہے ○

پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوئے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا میں نے انہیں نیست و نابود کر دیا پھر ان کے بعد اور بزرگ آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے بھی انہیں اسی طرح غارت کر دیا ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آئے ہیں' اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہوگی' پھر اپنی مخلوق کو' اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کی قدرت کے سامنے ناچیز محض تھا' جیسے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے

(1) [ضعیف ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الانبياء (٣١٦٤) مستدرك حاكم (٥٠٧/٢) صحيح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٧٥/٣) مسند ابويعلى (١٣٨٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ترمذى ، التعليق الرغيب (٢٢٩/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

فرشتوں کی ہے، بعض نے توقف کیا ہے کہ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں، ہاں ﴿وَالْعَاصِفَاتِ﴾ میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہی ہیں، بعض ﴿عَاصِفَاتِ﴾ میں یہ فرماتے ہیں اور ﴿نَاشِرَاتِ﴾ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے، یہ بھی مروی ہے کہ ﴿نَاشِرَاتِ﴾ سے مراد بارش ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ سے مراد ہوائیں ہے، جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ﴾ [1] الخ، یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والی ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا﴾ [2] الخ، اپنی رحمت سے بیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے، ﴿وَالْعَاصِفَاتِ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں، وہ نرم ہلکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذرا تیز جھونکوں والی اور آواز دینے والی ہوائیں ہیں ﴿نَاشِرَاتِ﴾ سے مراد بھی مراد ہوائیں ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر اللہ کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں، ﴿فَارِقَاتِ﴾ اور ﴿مُلْقِيٰتِ﴾ سے مراد البتہ فرشتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل، حلال و حرام میں، ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تا کہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے، ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخر والے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کرتوت کا پھل پاؤ گے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا پاؤ گے، صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے، اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی، جیسے فرمایا ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ [3] اور جگہ فرمایا ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ [4] ستارے بے نور ہو کر گر جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ [5] الخ، اور فرمایا ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ﴾ [6] الخ، یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے، اور اس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی، اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا، جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ [7] الخ، اس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے شہادتیں لے گا اور جگہ ہے ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ﴾ [8] الخ، زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی نامہ اعمال دے دیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا، پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے، جیسے فرمایا ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ [9] الخ، یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی

---

[1] [الحجر : ۲۲]   [2] [الاعراف : ۵۷]   [3] [التکویر : ۲]

[4] [الانفطار : ۲]   [5] [طٰہٰ : ۱۰۵۔۱۰۷]   [6] [الکہف : ۴۷]

[7] [المائدہ : ۱۰۹]   [8] [الزمر : ۶۹]   [9] [ابراھیم : ۴۷۔۴۸]

مغرب کی نماز میں اس سورت کی قراءت کرتے ہوئے سنا ہے[1] دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیارے بچے! آج تو تم نے یاد دلا دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے۔ (بخاری و مسلم و مسند احمد)[2]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿۱۲﴾ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿۱۳﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ﴿۱۴﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾

معانی دینے والے اللہ کے نام سے شروع

دل خوش کن ہلکی ہواؤں کی قسم ○ پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم ○ پھر ابر کو ابھار کر پراگندہ کرنیوالیوں کی قسم ○ پھر حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے ○ اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم ○ جو الزام اترنے یا آگاہ کر دینے کو ہوتی ہے ○ کہ تم جس چیز کا وعدہ دیئے جاتے ہو وہ یقیناً ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ○ اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا ○ اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں ○ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا ○ اس دن کیلئے (انہیں) ٹھہرایا گیا ہے؟ ○ فیصلے کے دن کیلئے ○ اور تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ ○ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ○

فرشتوں اور ہواؤں کی قسمیں: بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں، بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳۳۸/۶) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءۃ فی المغرب بالمرسلات (۹۸۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۶۸۶۸)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی] شیخ حسین سلیم اسد بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[التعلیق علی سنن الدارمی (۱۲۹۴)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب القراءۃ فی المغرب (۷۶۳) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب القراءۃ فی الصبح (۴۶۲) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی القراءۃ فی المغرب (۳۰۸) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا : باب القراءۃ فی صلاۃ المغرب (۸۳۱) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءۃ فی المغرب بالمرسلات (۹۸۶) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب قدر القراءۃ فی المغرب (۸۱۰)]

دل کے منکر کو دن کے اول آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو، راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک اللہ کی تسبیح کرو، جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ [1] الخ، رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا، سورۂ مزمل کے شروع میں فرمایا اے لحاف اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑی رات، آدھی یا اس سے کچھ کم یا زیادہ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھ۔ پھر کفار کو روکتا ہے کہ حُبِ دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کرو وہ بڑا بھاری دن ہے، اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا عقلمندی کا نام نہیں، پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں۔ اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی اعضاء ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں، یہاں ابتداء آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنایا ہے، اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں انہیں مٹا دیں، اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں۔ جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ﴾ [2] الخ، اگر اللہ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لے آئے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے، اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے، اور نئی مخلوق لائے اللہ پر یہ گراں نہیں، پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے، جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ سے ملنے کی راہ پر گامزن ہو جائے، جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ﴾ [3] الخ، ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ اللہ کو، قیامت کو مان لیتے۔

پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت نصیب نہیں ہو سکتی، اللہ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کے لئے وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے، اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے، اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنا لیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت تامہ ہے۔

جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے، اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے، اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے، اس کے عذاب ظالموں اور ناانصافوں سے ہی مخصوص ہیں۔

الحمد للہ سورۂ انسان کی تفسیر بھی ختم ہوئی، اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ المرسلات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے ایک غار میں تھے جب یہ سورت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ہم پر ایک سانپ کودا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو ہم کو جھپٹے لیکن وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری و مسلم) [4] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ صاحبہ ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] [بنی اسرائیل : ۷۹] [2] [النسآء : ۱۳۳] [3] [النسآء : ۳۹]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب ما یقتل المحرم من الدواب (۱۸۳۰) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب قتل الحیات وغیرها (۲۲۳٤) مسند احمد (۱/٤۲۸)]

بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدردانی ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ① دنیا میں جو اعمال تم نے کیئے ان کی نیک جزاء میں آج تم خوب لطیف ولذیذ و آرام واطمینان سے کھاتے پیتے رہو' اور فرمان ہے ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ② یعنی منادی کیئے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا ہے' یہاں بھی فرمایا ہے تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کردے۔ آمین۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع ۲۰

تحقیق ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا ○ پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہا نہ مان ○ اور اپنے رب کے نام کا صبح شام ذکر کیا کر ○ اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر ○ بیشک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑے دیتے ہیں ○ ہم نے ہی انہیں پیدا کیا اور ہم نے ان کے بندھن مضبوط کیئے اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اوروں کو بدل لائیں ○ یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے لے ○ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے' بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے ○ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے' اور دردناک عذاب کی تیاری تو صرف گنہگاروں کیلئے ہے ○

محمد ﷺ کو انعام کی یاد دہانی اور صبر کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو خاص کرم کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہیے کہ میری راہ میں صبر وضبط سے کام لو' میری قضاء وقدر پر صابر شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنے حسن وتدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔ ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا روک و رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ' نصیحت' ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذاء سے بچاؤں گا' تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں' فاجر کہتے ہیں' بد اعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں

① [الحاقه: ۲٤] ② [الاعراف: ٤٣]

تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صورت شکل رنگ، روپ، نبوۃ و رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب یہ تو فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کیلئے اللہ کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص "سبحان اللہ وبحمدہ" کہے اس کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو اللہ کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت "(مُلْكًا كَبِيْرًا)" تک اتری اسی حبشی نے کہا اے حضور ﷺ جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں، پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے دفن کیا۔ (1)

پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا، سندس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا، اور ﴿اِسْتَبْرَقٌ﴾ عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا، ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے، یہ لباس ابرار کا ہے، اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ (2) انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم ریشمی لباس ہوگا، ان ظاہری جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف، بالذت، سرور والی، پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائے جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے، حسد، کینہ، بد خلقی، غصہ وغیرہ سب دور کر دے، جیسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تروتازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے، ظاہری اور باطنی خوبی دونوں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔

پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کو اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کو بار بار کہا جائے گا تمہارے نیک اعمال کا

---

(1) [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۳۵۹۵) مجمع الزوائد (۳۵۶/۱۰)] اس کی سند میں ایوب بن عتبہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [الحج: ۲۳]

گی تو مطلب یہ ہے کبھی اسی ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے' یہ ابرار لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے''سلسبیل''بقول عکرمہ رحمہ اللہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہریا چال بہہ رہا ہے' اس کا پانی بڑا ہلکا ہے' نہایت شیریں' خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور ہضم اور جزو بدن ہوتا رہے۔

ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں گے' یہ غلمان جنتی جس سن وسال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے' یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑ بھاگ کر مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔ حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کیلئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال' خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی پوشاکیں پہنے زیور میں لدے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے سجے سجائے پرتکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔

پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت وسرور' نعمت ونور سے چپہ چپہ معمور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے' بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ دیا[1] اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت وملک دو ہزار سال تک کا ہوگا ہر قریب وبعید چیز پر اس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی[2] یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اولیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے اللہ اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی والحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہمارے مشتاق دل کے ارمان پورے کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس عنایت فرما۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں' آمین۔ مترجم)

طبرانی میں ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا' آپ نے اسے فرمایا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (٦٥٧١) صحیح مسلم: باب آخر اهل النار خروجا (١٨٦)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة القیامه (٣٣٣٠) مسند احمد (٦٤/٢) مجمع الزوائد (٤٠١/١٠) مسند ابو یعلی (٥٧١٢) بیهقی فی البعث والنشور (٤٧٧)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے: التقریب (٥٤)]

کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں' جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں ○ تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈال سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ○ ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے' اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا' اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا ○ یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدر دانی ○

جنتیوں پر انعامات کا ذکر: اہل جنت کی نعمت' راحت' ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع' مزین' جڑاؤ تختوں پر بےفکری سے تکئے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے' سورۂ "والصفات" کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے' وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ "اِتَّـکَـا" سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں ٹکانا ہے یا چار زانوں بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے' اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اَرَائِکْ چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں' پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گزریں بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں' جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے اور تکلیف کی کوئی حاجت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہیں توڑا اور کھالیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے ہیں تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے' نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ نہ دوری کی سردردی ہے' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لؤلؤ زبرجد اور یاقوت کی ہیں' ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں' جن کے توڑنے میں کوئی اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔

ایک طرف خوش خرام' خوش دل' خوبصورت' باادب' سلیقہ شعار' فرمانبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیان مہوش اشارے کے منتظر ہیں' یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے' دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے' جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی نظیر نہیں ملتی' ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ 'قَوَارِيْرَ' پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کَانَ کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر یا تو بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر' پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اور ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور اپنے پینے والوں کے حسب خواہش طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔

ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی ہے بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر "سلسبیل" کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی' اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے

نبی ﷺ کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس آئے چہرہ خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں' الخ۔[2] پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کو وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اوڑھنے کو ریشمی لباس ملا' ابن عساکر میں ہے کہ ابو سلیمان درانی کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا پھر یہ اشعار پڑھے:

كَمْ قَتِيْلٍ بِشَهْوَةٍ وَاَسِيْرِ ۔۔۔ اُفٍّ مِّنْ مُّشْتَهٰى خِلَافَ الْجَمِيْلِ
شَهَوَاتُ الْاِنْسَانِ تُوْرِثُهُ الذُّلَّ ۔۔۔ وَتُلْقِيْهِ فِي الْبَلَآءِ الطَّوِيْلِ

افسوس! شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کی چاہت نے بہت سے گواہوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پابجولاں کر دیا' نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

یہ وہاں تختوں پر تکئے لگائے ہوئے بیٹھیں گے' نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں نہ جاڑے کی سختی ○ ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے دار گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے ○ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے ○ شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہے ○ اور انہیں وہاں جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہوگی ○ جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے ○ اور ان

---

[1] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب المغازی: باب حديث كعب بن مالك (٤٤١٨) صحيح مسلم: كتاب التوبة: باب حديث توبة كعب بن مالك (٢٧٦٩) ترمذی (٣١٠٢)]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب المناقب: باب صفة النبی (٣٥٥٥) صحيح مسلم: كتاب الرضاع: باب العمل بالحاق القائف الولد (١٤٥٩)]

بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھانے پینے میں صحابہ رضی اللہ عنہم خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ بسبب آیت کے عام ہونے کے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں' غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی تائید بہت سی احادیث میں آئی ہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو۔ ①

یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ' بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہ للہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے' ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں' حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم اللہ کو ہے تو اللہ نے اسے ظاہر فرما دیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے' یہ پاک باز جماعت خیرات وصدقات کر کے اس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو' تنگ وتاریک اور طویل طویل ہے' ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر اللہ ان پر رحم کرے گا اور اسی محتاجی اور بے کسی والے دن ہماری نیکیاں ہمارے کام آئیں گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "عَبُوْس" کے معنی تنگی والا اور "قَمْطَرِيْر" کے معنی طویل طویل مروی ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیوری چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا' حضرت سعید رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ اور ہولناکیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں برائی اور سختی والا دن ہوگا' لیکن سب سے واضح بہتر نہایت ٹھیک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے' قمطریر کے لغوی معنی امام ابن جریر رحمہ اللہ نے شدید کے کئے ہیں یعنی بہت سختی والا۔

ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے اللہ نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچا لیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولناکی کے اطمینان وسرور قلب عطا فرمایا' خیال کیجئے کہ یہاں عبادت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے' اور جگہ ہے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ ② اس دن بہت سے چہرے چمکدار ہوں گے' جو ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے' یہ ظاہر ہے کہ جب دل مسرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ

---

① [صحیح: مسند احمد (۱۱۷/۳) ابن ماجہ: کتاب الجنائز: باب ما جآء فی ذکر مرض رسول اللہ (۱۶۲۵) نسائی فی السنن الکبری (۷۱۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ]

② [سورۃ عبس: آیت ۳۸۔۳۹]

میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے امام مالک کی روایت سے بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں' کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے' جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک الجھن میں پڑ جائے گا مگر جس پر اللہ کا رحم و کرم ہو' زمین و آسمان تک ہول رہے ہوں گے' استطار کے معنی پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کے ہیں' یہ نیکوکار اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور ہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے' یعنی طعام کی محبت اور خواہش و ضرورت کے باوجود راہ للہ غرباء اور حاجت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ﴾[2] یعنی مال کی چاہت کے باوجود اسے راہ للہ دیتے رہتے ہیں' اور فرمان ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾[3] یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی چاہت کی چیزیں راہ للہ خرچ نہ کرو' حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور بکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں' آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کے انگور منگائے' آدمی لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آ گیا اور اس نے آواز دی میں سائل ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو' چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب انگور دے دیئے گئے' لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو کہلوا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگوائے گئے (بیہقی) اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں مال کی محبت' امیری کی چاہت اور افلاس کے خوف کے باوجود راہ للہ دے[4] یعنی مال کی حرص' حب بھی اور چاہت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ للہ اسے قربان کر دے۔

یتیم اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے' قیدی کی نسبت حضرت سعید رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں مسلمان اہل قبلہ قیدی مراد ہے' لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا فرمان ہے اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا' اور اسی کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی الطاعة (٦٦٩٦) ابوداؤد: کتاب الایمان والنذور: باب ما جآء فی النذر فی المعصیة (٣٢٨٩) ترمذی: کتاب النذرور والایمان: باب من نذر ان یطیع الله فلیطعه (١٥٢٦) نسائی: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی طاعة (٣٨٣٧) ابن ماجه: کتاب الکفارات: باب النذر فی معصیة (٢١٢٦) مسند احمد (٣٦/٦)]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ١٧٧] [3] [سورۃ آل عمران: آیت ٩٢]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب فضل صدقة الشحیح الصحیح (١٤١٩) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح (١٠٣٢) ابو داؤد: کتاب الوصایا: باب ما جآء فی کراهیة الاضرار فی الوصیة (٢٨٦٥) نسائی: کتاب الزکاۃ (٢٥٤٣)]

عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝۱۱ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝۱۲

یقیناً ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے۔ جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں) ○ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چوطرف پھیل جانے والی ہے ○ اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، مسکین، یتیم اور قیدیوں کو ○ ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری ○ بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو تنگی ترشی اور سختی والا ہوگا ○ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچا لیا' اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی ○ اور انہیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے ○

کفار کے لیے طوق اور مومنوں کے لیے جام: یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کیلئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ○ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾ [1] جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے' ان بدنصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کا مشروب کافور نامی نہر کے پانی کا ہوگا' ذائقہ بھی اعلیٰ' خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر' کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سی خوشبو' کافور ایک نہر کا نام ہے' جس سے اللہ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے "ب" سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر "عَیْنًا" پر نصب دیا' یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا ٹھیک کافور ہی ہے اور "عَیْنًا" کا زبر "یَشْرَبُ" کی وجہ سے ہے' پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں' مکانات' مجلسوں اور بیٹھکوں میں جہاں بھی جائیں گے اسے لے جائیں گے اور وہیں پہنچ جائے گی' "تَفْجِیْر" کے معنی روانگی اور اجرا کے ہیں' جیسے آیت ﴿حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا﴾ [2] میں اور ﴿فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ [3] میں۔ پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادت اللہ کی طرف سے ان کے ذمہ تھی وہ بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے اسے بھی بجا لاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے۔ حدیث

---

[1] [سورۃ الغافر: آیت ۷۱-۷۲]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۹۰]

[3] [سورۃ الکھف: آیت ۳۳]

السَّبِیْلَ“ میں ہے، یعنی وہ اس حالت میں یا تو شقی ہے یا سعید ہے، جیسے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید وفروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے [1] مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا اللہ تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر عمل نہ کریں گے نہ میرے طریقوں پر چلیں گے پس جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں۔ یاد رکھو وہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آسکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کی مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اے کعب رضی اللہ عنہ! روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور نماز قرب اللہ کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے۔ اے کعب !وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جا سکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے، اے کعب! لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید وفروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے [2] سورۂ روم کی آیت ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا﴾ کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا [3] مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اس کام کیلئے نکلا جو اللہ کی مرضی کا ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے کے تلے ہی رہتا ہے اور اگر اللہ کی ناراضگی کے کام کیلئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔ [4]

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ⑥ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ⑦ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء (۲۲۳) ترمذی : کتاب الدعوات : باب فی فضل الوضوء (۳۵۱۷) مسند احمد (۳۴۲/۵)]

[2] [اسنادہ قوی مسند احمد (۳۲۱/۳) مسند عبد بن حمید (۱۱۳۸) مصنف عبد الرزاق (۲۰۷۱۹) مجمع الزوائد (۲۴۶/۵) المسند الجامع (۲۸۶/۹) مستدرك حاكم (۸۳۰۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر قوی ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۲۸٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح الترغیب (۲۲٤۲)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورة روم : آیت ۳۰]

[4] [ضعیف مسند احمد (۳۲۳/۲) ابن حبان (۱۶۵۸) بیهقی (۱۳۰/۹) طبرانی اوسط (٤۷۸۳)] اس کی سند میں عثمان بن محمد راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

﴿الٓمٓ تَنۡزِیۡلُ﴾ (یعنی سورۂ السجدہ) اور سورۂ ﴿هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ﴾ الخ' پڑھا کرتے تھے [1] ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور ﷺ نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفتوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔ [2]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَكُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ① اِنَّا خَلَقۡنَا
الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ② اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ
اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ③

بہت بڑی بخششوں اور بہت بڑے رحم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً انسان پر زمانہ کا وہ وقت بھی گزر چکا ہے جب یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا○ بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کیلئے پیدا کیا اور اسے سنتا دیکھتا بنایا○ ہم نے اسے راہ دکھادی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا○

انسان کا اختیار ہے، شکر کرے یا کفر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے' اسے مرد و عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور عجب عجب تبدیلیوں کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہئیت پر آیا' اسے ہم آزما رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لِیَبۡلُوَكُمۡ اَیُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا﴾ [3] تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والے کون ہیں؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تا کہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔

ہم نے اسے راہ دکھادی خوب واضح' اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَهَدَیۡنٰهُمۡ فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰی عَلَی الۡهُدٰی﴾ [4] یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی اور جگہ ہے ﴿وَهَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ﴾ [5] ہم نے انسانوں کو دونوں راہیں دکھادیں' یعنی بھلائی برائی کی' اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابوصالح' ضحاک' اور سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی' لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے "شَاكِرًا" اور "كَفُوۡرًا" کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال ہٗ کی ضمیر ہے جو "اِنَّا هَدَیۡنٰهُ

---

[1] [صحیح. صحیح بخاری: کتاب الجمعة: باب ما یقراء فی صلوة الفجر یوم الجمعة (۸۹۱) صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب ما یقراء فی یوم الجمعة (۸۸۰)]

[2] [ضعیف. اللآلی المصنوعة للسیوطی (۱/۴۱۰)]

[3] [الملك: ۲]

[4] [فصلت: ۱۷]

[5] [البلد: ۱۰]

بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے یا کم از کم اتنا ہی پہلی مرتبہ تھا۔ جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [1] اس نے ابتداءً پیدا کیا وہی پھر لوٹائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے۔ اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں' لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورۂ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنی چھت پر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى﴾ یعنی اے اللہ! تو پاک ہے اور بیشک قادر ہے' لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے [2] ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے' لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں گو یہ نام نہ ہونا مضر نہیں' ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورۂ ﴿وَالتِّيْنِ﴾ کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ﴾ پڑھے وہ ﴿بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ﴾ کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورۂ قیامہ کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ پڑھے تو وہ کہے "بَلٰى" اور جو سورت والمرسلات کی آخری آیت ﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ﴾ پڑھے وہ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ" کہے یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے [3] ابن جریر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس آخری آیت کے بعد فرماتے ﴿سُبْحَانَكَ وَبَلٰى﴾ [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ سورۂ قیامہ کی تفسیر الحمدللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الدهر

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت ﷺ سورۂ

---

[1] [سورة الروم : آیت ۲۷]

[2] [**صحیح** : ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب الدعآء فی الصلوۃ (۸۸۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [**ضعیف** : مسند احمد (۷۷/۹) ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب مقدار الرکوع والسجود (۸۸۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التین (۳۳۴۷) السنن الصغیر للبیھقی (۳۲۴) وفی شعیب الایمان (۲۰۹۷) شرح السنۃ للبغوی (۴۵۲/۱) مسند ابو عوانۃ (۸۰/۱) مسند حمیدی (۹۹۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۲۹۶/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (۱۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۷۳۹۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۸)]

اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بدعملی کے ساتھ اپنے والوں میں جاملتا تھا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾ [1] یعنی جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے ﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ [2] الخ یعنی یہ اپنے گھرانے والوں میں شادمان تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اللہ کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں۔ اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں' پھر اسے اللہ تبارک وتعالیٰ دھمکاتا ہے اور ڈرسناتا ہے اور فرماتا ہے خرابی ہو تجھے اللہ کے ساتھ کفر کر کے پھر اتراتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ [3] یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ اور حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت والا بزرگی والا تھا' اور فرمان ہے ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ [4] کچھ کھا پی لو' آخر تو بدکار گنہگار رہو۔ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ [5] جاؤ اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے جب یہ آیت ﴿اَوْلٰى لَكَ﴾ الخ' کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول ﷺ نے یہ ابوجہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے [6] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے قریب قریب نسائی میں موجود ہے [7] ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان پر اس دشمن رب نے کہا کہ کیا تو مجھے دھمکاتا ہے؟ اللہ کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں۔ [8]

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم وممانعت اور آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے بموجب جزاء وسزا ضرور ملے گی' مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکر قیامت کا رد ہے' اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان و بے بنیاد تھا پانی کا ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پھٹکی بنی' پھر گوشت کا لوتھڑا' پھر اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا اللہ نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس

---

[1] [المطففین : ۳۱]
[2] [الانشقاق : ۱۳۔۱۵]
[3] [الدخان : ۴۹]
[4] [المرسلات: ۴۶]
[5] [الزمر : ۱۵]
[6] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۴)]
[7] [صحیح : نسائی فی التفسیر (۶۵۸) وفی السنن الکبری فی کتاب التفسیر (۱۱۶۳۸) طبرانی (۱۲۲۹۸) مستدرک حاکم (۲/۵۱۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]
[8] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۱)]

اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی ہڈی کہتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ﴾ سے ﴿صَادِقِينَ﴾ [1] تک فرمایا ہے یعنی جبکہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے پس اگر تم حکم الٰہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹالاتے؟ اس مقام پر اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بسر بن حجاش کی روایت سے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے' تراقی' جو جمع ہے ترقوہ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں اس وقت ہائی دہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟ اور پنڈلی سے پنڈلی کے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو' دوسرا مطلب حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے' تیسرا مطلب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری' شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے۔ پہلے تو جن پیروں پر چلتا پھرتا تھا اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا مل جانا مراد ہے' چوتھا مطلب حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں ادھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں ادھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت ہی برائی اور بدتر حالت کے ساتھ۔

اب لوٹنے' قرار پانے' رہنے سہنے' پہنچ جانے' کھچ کر اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ روح آسمان کی جانب چڑھائی جاتی ہے پھر وہاں حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا' جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں آیا ہے' یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ [2] الخ' وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کیلئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی قصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔

پھر اس کافر کا حال بیان ہو رہا ہے وہ اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے بدن اور عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی' نہ وہ اللہ کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت اللہ بجالاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا' ہاں جھٹلانے

---

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۸۳۔۸۷]
[2] [الانعام: ۶۱۔۶۲]

اور بہت سے منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بدشکل ہو رہے ہوں گے بے رونق اور اداس ہوں گے' انہیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور اللہ کی پکڑ آئی' ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ ① یعنی اس دن بعض چہرے گورے چٹے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منہ والے ہوں گے۔ اور جگہ ہے ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ ② الخ' یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ' دہشت اور ڈر والے بدرونق اور ذلیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے تکلیف اٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھسے پھر فرمایا ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ الخ' یعنی بعض چہرے اس دن نعمتوں والے' خوش وخرم چمکیلے اور شادان وفرحان بھی ہوں گے' جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند وبالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے' اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا
صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى
لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿٣٩﴾
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

نہیں نہیں جب روح ہنسلی تک پہنچے گی ○ اور کہا جائے گا کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ ○ اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت جدائی ہے ○ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی ○ آج تیرے پروردگار کی طرف ہی چلنا ہے ○ اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی ○ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی ○ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا ○ افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر ○ وائے اور خرابی ہے تیرے لئے ○ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا ○ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے ○ پھر وہ لہو کی پھٹکی ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا ○ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے ○ کیا یہ اللہ اس امر پر قادر نہیں؟ کہ مردے کو زندہ کر دے ○

موت کی کیفیت: یہاں پر موت کا اور سکرات کی کیفیت کا بیان ہو رہا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔ ﴿كَلَّا﴾ کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے' تو یہ معنی ہوں گے کہ ''اے ابن آدم! تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے یہ درست نہیں بلکہ ان کے مقدمات تو تو روزمرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے'' اور اگر اس لفظ کے ﴿حَقًّا﴾ کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے نرخرے تک پہنچ جائے ﴿تَرَاقِي﴾ جمع ہے ﴿تَرْقُوَةٌ﴾ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر

---

① [سورۃ آل عمران: آیت ۱۰۶] ② [سورۃ الغاشیۃ: آیت ۲-۱۰]

کو اس آیت میں لفظ زِیَادَةٌ سے تعبیر کیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [1] یعنی احسان کرنیوالوں کو جنت بھی ملے گی اور دیدار رب بھی [2] صحیح مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا [3] پس معلوم ہوا کہ ایماندار قیامت کے عرصات میں اور جنتوں میں دیدار الٰہی سے مشرف کئے جائیں گے' مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے ہلکے درجہ کا جنتی اپنے ملک اور اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی ہر طرف اور ہر جگہ اس کی بیویاں اور خادم نظر آئیں گے اور اعلیٰ درجہ کے جنتی ایک ایک دن میں دو دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ چہرے کو دیکھیں گے' ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے [4] یہ حدیث بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً مروی ہے' ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور ان کی سندیں اور ان کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی مسند اور سنن کی کتابوں میں مروی ہیں جن میں اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر آ بھی گئی ہیں' ہاں توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو قیامت کے دن ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے' ائمہ اسلام اور ہداۃ انام سب اس پر متفق ہیں' جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنا ہے جیسے مجاہد رحمہ اللہ اور ابو صالح رحمہ اللہ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے ان کا قول حق سے دور اور سراسر تکلف سے معمور ہے' ان کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [5] یعنی فاجر قیامت کی دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے' حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیک کار لوگ دیدار الٰہی سے مشرف کئے جائیں گے اور متواتر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روانگی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایماندار دیدار باری سے محظوظ ہوں گے' حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیونکہ دیدار رب پر ان کی نگاہیں پڑتی ہوں گی' پھر بھلا یہ منور و حسین کیوں نہ ہوں۔

---

[1] [سورة يونس: آيت ٢٦]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتا ب الایمان : باب اثبات روية المومنين فی الاخرة (١٨١)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة نزلة فیها (١٩١)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتا ب التفسیر : باب ومن سورة القيامه (٣٣٣٠) مسند احمد (٦٤/٢) مجمع الزوائد (٤٠١/١٠) مسند ابو يعلى (٥٧١٢) بيهقى فى البعث والنشور (٤٧٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : التقریب (٥٤)]

[5] [سورة المطففين: آيت ١٥]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار، اللہ کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور اللہ کے عظیم الشان رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا اور غفلت آخرت ہے، حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے، اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش، تروتازہ، خوش وخرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے، جیسے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف، کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے [۱] بہت سی صحیح احادیث سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں وارد کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان احادیث کو نہ تو کوئی ہٹا سکے نہ ان کا کوئی انکار کر سکے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا سورج اور چاند کو جبکہ آسمان صاف صاف بے ابر ہو دیکھنے میں تمہیں کوئی مزاحمت یا رکاوٹ ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے [۲] بخاری و مسلم میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا چودھویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو، اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو [۳] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے انہی دو متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں اور ان کے برتن ہر چیز چاندی کی ہے سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کوئی آڑ نہیں۔ یہ جنت عدن کا ذکر ہے [۴] صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ ان سے دریافت فرمائے گا کچھ چاہتے ہو کہ بڑھا دوں؟ وہ کہیں گے الٰہی! تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے، ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی اس میں انہیں جو سرور ولذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں نہ حاصل ہوگی سب سے زیادہ محبوب انہیں دیدار باری ہوگا اسی

---

[۱] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قولہ تعالی وجوہ یومئذ ناظرہ الی ربها ناظرۃ (۷۴۳۴) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب فضل صلاتی الصبح والعصر (۶۳۳) ابن ماجہ: کتاب السنہ: باب فیما انکرت الجہمیۃ (۱۷۷) ابو داؤد: کتاب السنۃ: باب فی الرویۃ (۴۷۲۹) ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ: باب ما جاء فی رؤیۃ الرب (۲۵۵۱) مسند احمد (۳۶۰/۴)]

[۲] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی وجوہ یومئذ ناظر الی ربها ناظرۃ (۷۴۳۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفۃ طریق الرویۃ (۱۸۲)]

[۳] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ: باب فضل صلوۃ الفجر (۵۷۳)]

[۴] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ومن دونهما جنتان (۴۸۷۸)، (۷۴۴۴) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اثبات رویۃ المومنین فی الاخرۃ (۱۸۰) ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ (۲۵۲۸) ابن ماجہ: کتاب السنہ (۱۸۶) مسند احمد (۴۱۱/۴)]

فرشتے سے وحی کس طرح حاصل کریں، آنحضور ﷺ اس کو اخذ کرنے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قراءت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے، پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے آپ سنتے رہیں، پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اس کا پڑھا جانا ہمارے ذمہ ہے، اسی طرح اس کا واضح کرنا، اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں، پس پہلی حالت یاد کرانا، دوسری تلاوت کرانا، تیسری تفسیر، مضمون اور توضیح مطلب کرانا تینوں کی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ [1] یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ، پھر فرماتا ہے اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارا ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں یعنی ہمارا نازل کردہ فرشتہ جب اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد ہوگا اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے، تلاوت کرانے کے بعد ہم اس کے معنی مطالب تبیین و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے، مسند میں ہے حضور ﷺ کو اس سے پہلے وحی کو دل میں اتارنے کیلئے بہت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپ کے ہونٹ ہلتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح ان کے شاگرد سعید رحمہ اللہ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہلا کر اپنے شاگردوں کو دکھائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کی تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سنئے اور چپ رہئے جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے، بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے [2] بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ پھر جب وحی اترتی آپ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی چلی جاتی آپ پڑھتے [3] ابن ابی حاتم میں بھی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حرام و حلال کا واضح کرنا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

---

[1] [سورۃ طہ: آیت ۱۱۴]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی (۵۰) صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب الاستماع للقراءۃ (۴۴۸) مسند احمد (۳۴۳/۱)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ القیامۃ (۴۹۲۷۔ ۴۹۲۸) صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ: باب الاستماع للقراءۃ (۴۴۸)]

پچھلے، نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا، جیسے فرمان ہے ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ ① الخ، جو کیا تھا موجود پالیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گو انکار کرے، اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے، جیسے فرمان ہے ﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ② اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے، اور اپنے آپ کی آپ ہی جانچ لے، اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، اور دیگر اعضاء ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں، لیکن افسوس! کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کپڑے چننے سے غافل ہے، کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے دکھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن چاہے گو انسان فضول بہانے بنائے گا اور جھوٹی دلیلیں دے گا اور بے کار عذر پیش کرے گا، ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے۔ اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں، لیکن صحیح معنی اوپر والے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ اللہ کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں۔ اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے ③ جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن اللہ پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ چاہے کتنا ہی اپنے تئیں کچھ بھی سمجھتے رہیں ④ غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کار آمد نہ ہوگی، جیسے اور جگہ فرماتا ہے ﴿لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ⑤ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کام نہ آئے گی، یہ تو اپنے شرک کے ساتھ اپنی تمام بداعمالیوں کا بھی انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اے نبی! تم قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو○ اس کا جمع کرنا، اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے○ ہم جب اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے درپے رہ○ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے○ نہیں نہیں تم تو دنیا کی محبت رکھتے ہو○ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو○ اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے○ اور اپنے رب کی طرف دیکھتے○ اور کتنے ایک چہرے اس دن بدرونق ہوں گے○ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا○

حفظ، تلاوت اور تفسیر القرآن کی تفہیم سب اللہ کے ذمہ: یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو تعلیم دیتا ہے کہ

① [الکھف : ۴۹] ② [بنی اسرائیل : ۱۴] ③ [الانعام : ۲۳]
④ [مجادلہ : ۱۸] ⑤ [غافر : ۵۲]

گے' یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کر دیں گے اس کی بالشت بالشت بنا دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنا دیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے' آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قَادِرِيْنَ حال ہے نَجْمَعُ سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے درآنحالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے تک برابر کر کے پیدا کریں۔ ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے' یعنی قدم بقدم بڑھ رہا ہے' امیدیں باندھے ہوئے ہے' کہتا جاتا ہے گناہ کر تو لوں توبہ بھی ہو جائے گی' قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے' وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے' ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو اللہ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے' اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے' اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو یوم حساب کا منکر ہے' ابن زید رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی' اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾ [1] الخ' کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے' جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب ودہشت' خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے' بَرِقَ کی دوسری قراءت بَرَقَ بھی ہے' معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیئے جائیں گے' یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ دیا جائے گا' جیسے فرمایا: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ [3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ﴾ ہے' انسان جب یہ پریشانی' شدت' ہول' گھبراہٹ' اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگتا جائے گا' اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے' اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ [4] یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ' آج ہر شخص کو اس کے اگلے

---

[1] [سورة سبا : آیت ۲۹ ـ ۳۰]
[2] [ابراهيم : ٤٣]
[3] [التكوير : ١ ـ ٢]
[4] [الشورى : ٤٧]

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾

معبود برحق رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ○ اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہو ○ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں؟ ○ ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور تک کو درست کر دیں ○ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا رہے ○ پوچھتا رہتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ ○ پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے ○ اور چاند بے نور ہو جائے ○ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں ○ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ○ نہیں نہیں کوئی پناہ نہیں ○ آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرارگاہ ہے ○ آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا ○ بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ حجت ہے ○ گو اپنے تمام تر عذر اپنے سامنے ڈال دے ○

انسان تو خود اپنے اوپر حجت ہے: یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے 'لا' کا کلمہ نفی کی تائید کیلئے لانا جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہوگی قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی' حضرت حسن رحمۃ اللہ تو فرماتے ہیں قیامت کی قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے' حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں دونوں کی قسم ہے' حسن اور اعرج رحمۃ اللہ علیہما کی قراءت ﴿لَأُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ہے اس سے بھی حضرت حسن رحمۃ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ کا فرمان ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریر رحمۃ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے' "نفس لوامہ" کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھا لیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی جو اپنے نفس کو روکے' یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گی' خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہونے پر' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو' فوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا' امام ابن جریر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔ اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں

شفاعت وہاں نافع ہو جاتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جس کا دم ہی کفر پر نکلا ہو ان کیلئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کیلئے "ھاویہ" میں گئے۔ پھر فرمایا: کیا بات ہے کونسی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن و حدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے' فارسی زبان میں جسے 'شیر' کہتے ہیں اسے عربی میں 'اسد' کہتے ہیں' اور حبشی زبان میں 'قَسْوَرَہ' کہتے ہیں نبطی زبان میں 'رویا'۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان میں کے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے ﴿حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ [1] الخ' یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ نہ دیئے جائیں جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھٹکارہ دے دیئے جائیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو پھر ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت و موعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کر لے اور نصیحت پکڑ لے' جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [2] یعنی تمہاری چاہتیں اللہ کی چاہت کے تابع ہیں۔ پھر فرمایا اس کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہو گیا' ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے [3] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں' سہیل اس کا راوی قوی نہیں' اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورۂ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القیامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ
اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ
لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۴]
[2] [سورۃ الدھر: آیت ۳۰]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۲۴۳/۳) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ المدثر (۳۳۲۸) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ما یرجی من رحمۃ اللہ عزو جل یوم القیامۃ (۴۲۹۹) نسائی فی التفسیر (۶۵۰) دارمی (۳۰۲/۲) مستدرک حاکم (۵۰۸/۲) مسند ابو یعلی (۳۳۱۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ ، ضعیف ترمذی]

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

ہر ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس اور مبتلا ہے ○ مگر دائیں ہاتھ والے ○ کہ وہ بہشتوں میں بیٹھے سوال کرتے ہوں گے ○ گنہگاروں سے ○ کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ ○ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے ○ نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے ○ اور ہم بحث کرنے والے انکاریوں کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے ○ اور جزا سزا کے دن کو بھی ہم سچا نہیں جانتے تھے ○ یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی ○ پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی ○ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں ○ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں ○ جو شیر سے بھاگے ہوں ○ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دکھائیں ○ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ قیامت سے بے خوف ہیں ○ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے ○ اب جو چاہے اسے یاد کر لے ○ اور وہ جبھی بات کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے، وہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈریں، اور اس لائق بھی کہ وہ بخشے ○

جنتیوں اور دوزخیوں کے مابین گفتگو: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہو گا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالاخانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا وہ بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ موت آ گئی، یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [1] یعنی موت کے وقت تک اللہ کی عبادت میں لگا رہ، اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے [2] اب اللہ مالک الملک فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ

[1] [سورہ الحجر: آیت ۹۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ (۳۹۲۹)]

اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور ﷺ ان کی تسبیح کیا ہے؟ فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ﴾ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ﴾ اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ﴾ عمر تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے جو پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا کہا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا ﴿اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ﴾ یعنی اللہ! تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرا چہرہ جلال والا ہے [1] اسحاق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں' لیکن امام ابوداؤد' امام نسائی' امام عقیلی اور امام دار قطنی رحمہم اللہ علیہم انہیں ضعیف کہتے ہیں' امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے تو یہ سچے مگر نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کرلیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبدالملک بن قدامہ ابوقتادہ جمحی میں بھی کلام ہے' تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے حال کو معلوم کرایا' اس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کیا۔ ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسلاً روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دو سندیں لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے دوسری حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے' پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت خوف اللہ سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں' اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداءِ دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ اللہ تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکا۔ [2] اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کیلئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے' جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے۔ جو چاہے اس کے باوجود حق کو پیٹھ ہی دکھاتا رہے' اس سے دور بھاگتا رہے' یا اسے رد کرتا رہے۔

---

[1] [ضعیف :تعظیم قدر الصلاۃ (۲۵٦)]

[2] [ضعیف :تعظیم قدر الصلاۃ (۲٦۰)] اس میں عباد بن منصور ضعیف ہے۔ [المیزان (٤١٤١)]

ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادا نہیں ہو سکی البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا [1] امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا' آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچر بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چرچراہٹ پر ملامت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں ہے [2] دوسری روایت میں ہے آسمانِ دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے ﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ○ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ [3] یعنی ہم میں سے ہر ایک کیلئے مقرر جگہ ہے' اور ہم صفیں باندھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں' اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے' دوسری روایت میں ہے یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا گیا ہے' ایک اور سند سے یہ روایت حضرت علاء بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے' لیکن سنداً یہ بھی غریب ہے اور ایک بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت وقوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں گرا دے تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کون آئے گا آ جا میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں ملا دیا اور اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا' میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص رضی اللہ عنہ آج کیا بات ہے؟ میں نے کل واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا اللہ کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر اتار لیتا تو اچھا تھا' یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یونہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے۔ خاصی دور نکل چکے تھے جو حضور ﷺ نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ اللہ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے۔ آسمان دنیا میں خشوع وخضوع والے بے شمار فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اب بھی ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا'

---

[1] [ضعیف : طبرانی اوسط (۳۵۹۲) مجمع الزوائد (۱۸٤۳۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عروہ بن مروان راوی کمزور ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے : المیزان (٥٦١٠)]

[2] [صحیح : تعظیم قدر الصلاۃ (۲٥۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۰٦۰)]

[3] [سورۃ الصافات : آیت ۱٦٤-۱٦٦]

ہے' میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ تفاوت نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو) واللہ اعلم۔ پھر فرمایا اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کیلئے' ایک طرف کافروں کا کفر کھل گیا' دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا' کہ اس رسول ﷺ کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے' تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں مزید توانا ہو گئے۔ حضور ﷺ کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھایا' اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک وشبہ نہ رہا' بیمار دل اور منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پُر ہیں' تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس ہی ہیں' جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں حالانکہ یہ مجرد ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر صرف انیس کے کیا معنی؟ بخاری ومسلم کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چر چرا رہے ہیں اور انہیں چر چرانے کا حق ہے۔ ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تب کم ہنستے' بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت نہ پا سکتے بلکہ فریاد وزاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا ہے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا' یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے [2] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی گئی ہے' طبرانی میں ہے ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھر یا ہتھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ تو پاک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم (۳۲۰۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ (۱۶۴) مسند احمد (۴/۲۰۷)]

[2] [حسن: مسند احمد (۵/۱۷۳) ترمذی: کتاب الزھد: باب فی قول النبی لو تعلمون ما اعلم (۲۳۱۲) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب الحزن والبکاء (۴۱۹۰)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے سوائے ان الفاظ ﴿لوددت﴾ کے۔ [صحیح ترمذی]

گئے اور جواب دیا گیا اور حضور ﷺ کے سوال پر یہ بڑے چکرائے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ [1]

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِىَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾

ع ۱۵

ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتوں کو کیا ہے اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کیلئے مقرر کی ہے۔ تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایماندار ایمان میں اور بڑھ جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے' تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو کل بنی آدم کیلئے سراسر پند و نصیحت ہے ○ سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے ○ اور صبح کی جبکہ روشن ہو جائے ○ کہ یقیناً جہنم بری چیزوں میں سے ایک ہے ○ بنی آدم کو ڈرانے والی ○ یعنی اسے جو تم سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا ○

جہنم کے داروغوں کی تعداد اور ابو جہل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں جو سخت بے رحم اور سخت کلامی کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی گنتی بتلائی گئی تو ابو جہل نے کہا اے قریشیو! یہ اگر انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرا دیں گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں نہ تم ہرا سکو نہ تھکا سکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس گنتی کو سن کر کہا قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں' یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے تو کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے' یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا' چنانچہ حضور ﷺ نے اس سے کشتی کی اور کئی بار گرایا لیکن اسے ایمان نصیب نہ ہوا' امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب کا بتایا

---

[1] **[ضعیف:** ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة المدثر (۳۳۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، السلسلة الضعيفه (۳۳۴۸)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے اس نے کہا اچھا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا چنانچہ سوچ سوچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہد یا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر "ذَرْنِی" سے "تِسْعَةَ عَشَرَ" تک کی آیتیں اتریں۔ ① سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر چاروں طرف سے لوگ آئیں گے تو بتاؤ انہیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی تجویز کرو سب یہ یک زبان وہی بات کہیں تا کہ عرب بھر میں اور پھر ہر جگہ بھی وہی مشورہ ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر منہ بنا کر کہنے لگا جادوگر کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے، قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ② یعنی ذرا دیکھو تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں انہیں جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا۔ جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے۔ جو گوشت پوست کے رگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب تازہ پیدا کئے جاتے ہیں اور پھر زندہ کئے جاتے ہیں نہ موت آئے نہ راحت والی زندگی ملے، کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ ہے ایک ہی لپک میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے، جسم و جلد کو بھون بھلس دیتی ہے، انیس انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا بتاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر کسی شخص نے آ کر حضور ﷺ سے یہ واقعہ دریافت کیا اسی وقت آیت ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ نازل ہوئی آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنا دی اور کہا ذرا انہیں میرے پاس تو لاؤ میں بھی ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ سنو! وہ سفید میدہ کی طرح ہے، پھر یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس۔ پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلام سے کہا آپ ہی کہئے ابن سلام نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدے کی ہو (ابن ابی حاتم)

③ مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضور ﷺ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لاجواب ہونے کی خبر دی اس نے آ کر کہا کہ آج تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہار گئے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا ان سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی ﷺ سے پوچھ لیں آپ نے فرمایا بھلا وہ ہارے ہوئے کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ جن سے جو بات پوچھی جاتی ہے اگر وہ نہیں جانتے تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی ﷺ سے پوچھ کر جواب دیں گے۔ ان یہودیوں کو دشمنان الٰہی کو میرے پاس تو لاؤ ہاں انہوں نے اپنے نبی سے اللہ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ اب یہودی بلوائے

---

① [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۴۱۹)] ② [سورة بنی اسرائیل: آیت ۴۸]

③ [ضعیف: بیهقی فی البعث والنشور (۵۰۹)] اس میں حریث بن ابی مطر راوی ضعیف ہے۔]

ہے بلکہ واللہ! وہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں، قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لئے اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بغیر اسلام لائے باقی نہ رہے گا، ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا یہ کہتے ہی ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کیلئے چندہ کر کے بہت سا مال جمع کر لیا اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں، اس نے کہا واہ! کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال واولاد والا کوئی نہیں ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو، ولید کہنے لگا اوہو! میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اب اللہ کی قسم نہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ﴿ذَرْنِیْ﴾ سے ﴿لَا تَذَرُ﴾ تک۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے کہا تھا قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و حوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے، اس میں چمک ہے، یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان ہو جائے اسے بھڑکانے کیلئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کیلئے مال جمع کرنا چاہتی ہے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آپ کا جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آ کر کہا میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابو جہل نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں، اس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ کی نہ وہ شعر ہے نہ وہ قصیدہ ہے اور نہ رجز ہے، نہ جنات کا قول ہے اور نہ ان کے اشعار ہیں۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی گرامی شاعر ہوں، کلام کے حسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجیب حلاوت، مٹھاس، لذت، شیفتگی اور دلیری ہے وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام جچتا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی اور جذب ہے۔ اب تم ہی کہو کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابو جہل نے کہا سنو! جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم خیالات

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۴۲۰)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

وغیرہ عنایت فرمائی' اور باعتبار بعض اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے' نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا' غرض دھن دولت' لونڈی' غلام' بال بچے' آرام وآسائش ہر طرح کی مہیا تھی' پھر بھی خواہش نفس پوری نہ ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ اور بڑھا دے' حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا' یہ ہمارے احکام کے علم کے بعد بھی کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے صعود پر چڑھایا جائے گا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی تہہ تک نہ پہنچے گا' اور "صعود" جہنم کی ایک ناری پہاڑی کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا[1] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں' ساتھ ہی یہ حدیث منکر ہے'

ابن ابی حاتم میں ہے کہ "صعود" جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی راکھ ہو جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ویسا ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب دیں گے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت نہ ہو' امام جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر خود ساختہ دنیا میں رہتا تھا کہ وہ قران کی مانند کہے اور بات بنائے افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بد کلام' بری سوچ' کتنی بے حیائی سے جھوٹ بات گھڑ لی' اور بار بار غور وفکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال کر' منہ بگاڑ کر' حق سے ہٹ کر' بھلائی سے منہ توڑ کر' اطاعت اللہ سے سر پھیر کر' دل کڑا کر کے کہہ دیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنا رہے ہیں یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو نقل کیا جاتا ہے' اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا' قریش کا سردار تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھ سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الانبیاء (۳۱۶۴) مستدرك حاکم (۲/۵۰۷) صحیح ابن حبان (۶۴۶۷) مسند احمد (۳/۷۵) مسند ابویعلی (۱۳۸۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۴/۲۲۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ [1] پس صور کے پھونکے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر جب صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہوگا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا' جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ ﴿يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ [2] یہ آج کا دن تو بے حد گراں اور سخت مشکل کا دن ہے' حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت تھی جب اس آیت کو پہنچے تو بے ساختہ زوردار ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا کہ روح پرواز ہو چکی ہے' اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے ○ اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے ○ اور حاضر باش فرزند بھی ○ اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے ○ پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ○ نہیں نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے ○ میں تو اسے مشقت والی تکلیف پہنچاؤں گا ○ اس نے غور کر کے تجویز کی ○ اسے ہلاکت ہو کیسی سوچی ○ وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا ○ اس نے پھر دیکھا ○ اور ترش رو ہو کر منہ بنا لیا ○ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا ○ اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے ○ یہ سوائے انسانی قول کے کچھ نہیں ○ میں اسے عنقریب دوزخ میں ڈالوں گا ○ اور تمہیں کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے ○ کھال کو جھلسا دیتی ہے ○ اور اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں ○

قرآن کو انسانی قول کہنے والا ولید بن مغیرہ: جس خبیث شخص نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے' پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد دیا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا پھر اللہ نے اسے مالدار بنا دیا' ہزاروں لاکھوں دینار' زر' زمین

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳۲۶/۱) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الزمر (۳۲۴۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۱۰۷۸۔۱۰۷۹)]

[2] [سورۃ القمر: آیت ۸]

اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے، جہنم سے اور ان کی بداعمال کی سزا سے ڈراؤ۔ ان کو آگاہ کر دو ان سے غفلت کو دور کر دو، پہلی وحی سے نبوت کے ساتھ حضور ﷺ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپ رسول بنائے گئے۔ اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو۔ اور کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت، بدعہدی، وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو، جیسے شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد اللہ میں فسق و فجور کے لباس سے اور غدر کے رومال سے عاری ہوں، عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک صاف رکھو یعنی گناہ چھوڑ دو، اعمال صالح کرلو، یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپ پرواہ بھی نہ کریں، عربی محاورے میں جو معصیت آلود، بدعہد ہو اسے میلے اور گندے کپڑے والا اور جو عصمت مآب، پابند وعدہ ہو اسے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُدَنَّسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُهٗ   فَكُلُّ رِدَآءٍ يَّرْتَدِيْهِ جَمِيْلٌ

یعنی انسان جبکہ سیاہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کرو۔ کپڑے پاک صاف رکھو، میلوں کو دھوڈالا کرو، مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو۔ دراصل یہ سب مطلب ٹھیک ہیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو۔ ساتھ ہی دل بھی پاک ہو دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے جیسے امرؤ القیس کے شعر میں ہے، اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو، محمد بن کعب قرظی اور حسن رحمہما اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھو۔ گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ [1] اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا اے ہارون! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ اختیار نہ کرو۔ [2] پھر فرماتا ہے عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو، ابن مسعود کی قراءت میں ﴿اَنْ تَسْتَكْثِرَ﴾ ہے، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا احسان اللہ پر رکھتے ہوئے حد سے زیادہ تنگ نہ کرو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلب خیر میں غفلت نہ برتو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلب نہ کرو، یہ چار قول ہوئے، لیکن اول اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے ان کی ایذا پر جو راہ اللہ میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و ضبط کر، اللہ تعالیٰ نے جو تجھے منصب دیا ہے اس پر لگا رہ اور جما رہ۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ مسند احمد، ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم اللہ کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

---

[1] [سورۃ الاحزاب : آیت ۱]
[2] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۴۲]

جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرا میں اللہ کی یاد سے جب فارغ ہوا اور اترا تو میں نے سنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو آواز دینے والا نظر آیا۔ میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو انہوں نے ایسا ہی کیا اور ﴿یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کی آیتیں اتریں (بخاری) [1] صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے آواز سنائی دی۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں مارے ڈر اور گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھانک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اوڑھا دیئے اور سورۂ مدثر کی ﴿فَاهْجُرْ﴾ تک کی آیتیں اتریں' ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "رجز" سے مراد بت ہیں۔ پھر وحی برابر تابڑ توڑ گرما گرمی سے آنے لگی [2] یہ لفظ بخاری کے ہیں' اور یہی سیاق محفوظ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپ کا فرمان موجود ہے یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام جبکہ غار میں سورۂ ﴿اِقْرَاْ﴾ کی آیتیں ﴿مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ تک پڑھا گئے تھے' پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی اس میں سب سے پہلے وحی سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اس طرح ان دونوں احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے دراصل سب سے پہلے وحی تو اقراً کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رک جانے کے بعد کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں' اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس کی ابتدائی آیتیں ہیں [3] طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب سب کھا پی چکے تو کہنے لگا تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعض نے کہا جادوگر ہے بعض نے کہا نہیں ہے' بعض نے کہا کاہن ہے کسی نے کہا کاہن نہیں ہے' بعض نے کہا شاعر ہے' بعض نے کہا شاعر نہیں ہے' بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ اسے منقول جادو کہا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ لیا جس پر یہ آیتیں فَاصْبِرْ تک اتریں۔ [4] پھر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ' یعنی عزم

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة المدثر (٤٩٢٢) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بدء الوحی (١٦١)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب والرجز فاهجر (٤٩٢٦)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء (٣٢٣٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بدء الوحی الی رسول اللہ (١٦١)]

[4] [ضعیف :طبرانی (١١٢٥٠) مجمع الزوائد (١١٤٤٨)] اس کی سند میں ابراہیم بن یزید راوی ضعیف ہے۔ امام ہیثمیؒ نے اسے متروک کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

میں بہت ہی زیادہ ہے، ابویعلی موصلی کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں آپ نے فرمایا اور سوچ لو انہوں نے کہا حضور ﷺ یہی بات ہے فرمایا سنو! تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ اللہ دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے، یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی مروی ہے۔ (1) پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اللہ مغفرت کرنے والا ہے اور مہربانیوں والا ہے۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ مزمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المدثر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَی الۡكٰفِرِیۡنَ غَیۡرُ یَسِیۡرٍ ﴿۱۰﴾

اللہ تعالیٰ رحم و کرم کرنے والے رحمت کرنے والے کے نام سے شروع

اے کپڑا اوڑھنے والے ○ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے ○ اور اپنے رب کی ہی بڑائیاں بیان کر ○ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر ○ ناپاکی کو چھوڑ دے ○ اور احسان کر کے زیادتی کی خواہش نہ کر ○ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر ○ پس جبکہ صور پھونکا جائے گا ○ اس دن کا یہ وقت سخت دن ہوگا ○ جو کافروں پر آسان نہ ہوگا ○

پہلی وحی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی یہی آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ﴾ نازل ہوئی (2) لیکن جمہور کا یہ قول ہے کہ سب سے پہلے وحی ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ﴾ (3) کی آیتیں ہیں جیسے اسی سورت کی تفسیر کے موقعہ پر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن ابو کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا لوگ تو ﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ﴾ بتاتے ہیں فرمایا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت

---

(1) [**صحیح:** صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب ما قدم من ماله فهو له (٦٤٤٢) نسائی: کتاب الوصایا: باب باب الكراهية فی تاخیر الوصیة (٣٦٤٢) مسند احمد (١/٣٨٢)]

(2) [**صحیح:** صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورة المدثر (٤٩٢٢) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بدء الوحی الی رسول الله (١٦١)]

(3) [سورة العلق: آیت ١]

مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفلی قیام نہ کرے، سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو ① دوسری روایت میں ہے جو وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ② حسن بصری رحمہ اللہ کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابوبکر بن عبدالعزیز حنبلی رحمہ اللہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں۔ رمضان کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آ چکا ہے ((وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعاً)) (یعنی اللہ نے اس کے قیام کو نفلی قرار دیا ہے' وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں بہت مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں' لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے ③ صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو' یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ میں بیان ہوا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ' مجاہد' حسن' قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ سلف کا بیان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں اس نے پوچھا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں۔ ④ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ للہ صدقہ خیرات کرتے رہو' جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا بدلہ دے گا' جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور اللہ اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے۔ ⑤ تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب

---

① [صحیح :ابو داؤد : کتاب الوتر : باب استحباب الوتر (۱٤۱٦) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء فی الوتر (۱۱٦۹) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء ان الوتر ليس بحتم (٤٥۳) نسائی : کتاب قيام الليل وتطوع النهار : باب الامر بالوتر (۱٦۷٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود (۱۲٥٦)]

② [ضعیف :مسند احمد (٤٤۳/۲) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فيمن لم يوتر (۱٤۱۹) مستدرك حاكم (۳۰٥/۱)] امام زیلعیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔[نصب الراية (۱۱۳/۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود (۳۰۹) ارواء الغليل (٤۱۷)]

③ [ضعیف :طبرانی کبیر (۱۰۹٤۰)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں عبدالرحمٰن بن طاؤس راوی مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۳/۷)]

④ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب الزكاة من الاسلام (٤٦) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان الصلوات التی هی احداد کان الاسلام (۱۱)]

⑤ [سورة البقرہ : آیت ۲٤٥]

کہ نماز نہیں ہے مگر یہ کہ تو سورۂ فاتحہ پڑھے [1] اور صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ بالکل ادھوری محض ناکارہ ناقص اور ناتمام ہے [2] صحیح ابن خزیمہ میں بھی ان ہی کی روایت سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے [3] (پس ٹھیک قول جمہور کا ہی ہے کہ ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور متعین ہے) پھر فرماتا ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں' مثلاً بیمار کہ جنہیں اس کی طاقت نہیں' مسافر جو روزی کی تلاش میں ادھر ادھر جا رہے ہیں' مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں' یہ آیت بلکہ پوری سورت مکی ہے' مکہ شریف میں نازل ہوئی اس وقت جہاد فرض نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمان جہاد میں پوری طرح مشغول ہوئے یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے۔ تو ان معذورات کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے باآسانی کیا جا سکے کر لیا کرو' حضرت ابو رجاء محمد رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اے ابو سعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف فرض نماز پڑھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو تکیہ بنا لیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا ہے' اور فرمایا تم وہ سکھائے گئے ہو جسے نہ تم جانتے ہو نہ تمہارے باپ دادا' میں نے کہا۔ ابو سعید! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو' فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو' پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک واجب تھا' ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح سویا رہتا ہے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے [4] اس کا ایک تو یہ

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها (٧٥٦) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعته (٣٩٥) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء انه لا صلاة الا بفاتحة الکتاب (٢٤٧) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب (٨٢٢) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة (٨٣٧)]

[2] [صحیح صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب وجوب القراة فی کل رکعته (٣٩٥-٤١) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب من ترك القراءة فی صلوة بفاتحة الکتاب (٨٢١) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب القراءة خلف الامام (٨٣٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الفاتحة (٢٩٥٣) نسائی : کتاب الافتتاح : باب ترك قراءة بسم الله الرحمن الرحیم (١٠-٩)]

[3] [صحیح صحیح ابن خزیمه (٤٩٠) مسند احمد (٤٥٧/٢) ابن حبان (١٧٨٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب اذا نام ولم یصل بال الشیطن فی اذنه (١١٤٤)، (٣٢٧٠) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب الحث علی صلاة اللیل وان قلت (٧٧٤)]

بیشک یہ نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کر لے ○ تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہٰذا جتنا قرآن پڑھنا تم پر آسان ہو اتنا ہی پڑھو وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے سو تم با آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو اور اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو، اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیج دو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

اہل عقل کے لیے عبرت و نصیحت: فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کیلئے سراسر نصیحت و عبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کر لے گا، جیسے دوسری سورت میں فرمایا ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ [1] تمہاری چاہت کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے۔ صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام میں مشغول رہنا، کبھی آدھی رات اسی میں گزرنا، کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام، کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں کبھی رات چھوٹی دن بڑا، کبھی دن چھوٹا رات بڑی، اللہ جانتا ہے کہ اس کو بنانے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی تم با آسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قراءت سے کی ہے جیسے سورۂ "سبحان" میں ہے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ [2] یعنی اپنی قراءت نہ تو بہت بلند کر نہ بالکل پست کر، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کر کے یہ مسئلہ لیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا متعین نہیں اسے پڑھے خواہ اور کہیں سے پڑھ لے گو ایک ہی آیت پڑھے کافی ہے، اور پھر اس مسئلہ کی مضبوطی اس حدیث سے کی ہے کہ بہت جلدی جلدی نماز ادا کرنیوالے کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے۔ (بخاری و مسلم) [3] یہ مذہب جمہور کیخلاف ہے اور جمہور نے انہیں یہ جواب دیا کہ بخاری و مسلم کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آ چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

[1] [سورہ الدھر : آیت ۳۰]

[2] [سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱۱۰]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوات کلها (۷۵۷) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب وجوب قراءة فاتحة فی کل رکعته (۳۹۷)]

میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی' پھر فرماتا ہے اے لوگو اور خصوصاً اے کافرو! ہم نے تجھ پر گواہی دینے والا اپنا سچا رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس بھی ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کیلئے اپنے ایک رسول کو بھیجا تھا' اس نے جب اس رسول کی نافرمانی کی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برباد کیا سخت سے پکڑ لیا' اسی طرح یاد رکھو اگر اس نبی کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری خیر نہیں اللہ کے عذاب تم پر بھی اتر آئیں گے اور نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے کیونکہ یہ رسول ﷺ رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذابوں سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت' خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور اللہ کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟ گو یہ دونوں معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن اول اولیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔ طبرانی میں ہے رسول مقبول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو الگ کرو وہ پوچھیں گے اے اللہ کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گھبرا گئے' حضور ﷺ بھی ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو! بنو آدم بہت سے ہیں یاجوج ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ہر ایک نسلی تسلسل میں خاص اپنی صلبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں اور ان حبشیوں میں مل کر دوزخیوں کی یہ تعداد ہو جائے گی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کیلئے ہو جاؤ گے [1] یہ حدیث غریب ہے اور سورۂ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے اس دن کی ہیبت اور دہشت کے مارے آسمان بھی پھٹ جائے گا' بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن یہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں' اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کے ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٢٠٣٤) مجمع الزوائد (١٦٤٤٦)] اس میں عثمان بن عطا راوی ضعیف ہے۔]

آیت میں ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (۱) اسکی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر' یہی مضمون ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (۲) میں بھی ہے' اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت' اطاعت' توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾

اور جو وہ کہیں سنتا رہ اور انہیں اچھی طرح چھوڑے رکھ ○ اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے ○ یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے ○ اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے ○ جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے ○ ہم نے تو تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا ○ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس بنا پر ہم نے اس کو سخت وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا۔ تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا ○ جس دن آسمان بھی پھٹ جائے گا' اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے ○

نبی ﷺ کو صبر کی ہدایت: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے' میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں۔ ہاں ان کے مالدار خوش حال لوگوں کو جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کیلئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھالیں مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کونسے؟ سخت قید و بند کے' بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے' اور جو ایسا کھانا جو حلق میں جا کر اٹک جائے نہ نگل سکیں نہ اگل سکیں اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے' پھر وہ وقت بھی ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں میں زلزلہ طاری ہوگا' سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے بھربھری ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر ادھر آڑا لے جائے گی اور نام ونشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف

---

(۱) [سورۃ ھود : آیت ۱۲۳] (۲) [سورۃ فاتحہ : آیت ٤]

کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ کے تسلسل سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ دراصل یہ سورت مکہ شریف میں اتری ہے' اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے' صحیح وہی ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل رمضان کے قیام کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخر کی آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن جریر میں اس طرح مروی ہے' حضرت ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ قدم اور پنڈلیوں پر ورم آ گیا پھر ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [1] الخ' نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی' حسن بصری رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سولہ مہینے کا فاصلہ مروی ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک سال یا دو سال تک قیام کرتے رہے اور پنڈلیاں اور قدم سوج گئے پھر آخری سورت کی آیتیں اتریں اور تخفیف ہوگئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ دس سال کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ (ابن جریر) [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام اللیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ﴾ سے ﴿مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک آیتیں نازل فرما کر وسعت کر دی اور تنگی نہ رکھی فَلَهُ الْحَمْدُ۔ پھر فرمان ہے اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کیلئے فارغ ہو جا یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ [3] الخ'

یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجالاؤ' اخلاص' فارغ البالی' کوشش' محنت' دل لگی اور یکسوئی سے اللہ کی طرف جھک جاؤ' ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا [4] یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔ وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اس کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں' تو جس طرح صرف اسی اللہ کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ' جیسے اور

---

[1] [سورة المزمل : آیت ۲۰]

[2] [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱۷۴)] [3] [سورة الانشراح : آیت ۷]

[4] [صحیح لغیرہ :مسند احمد (۱۵۸/۳) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب النهی عن التبتل (۱۸۴۹) نسائی : کتاب النکاح : باب النهی عن التبتل (۳۲۱۴) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی النهی عن التبتل (۱۰۸۲)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۲۶۱/۴)] امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [ابن حبان (۴۰۲۸)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

پڑھی' میں نے کہاہاں پڑھی ہے' فرمایا سنو اس سورت کے اول حصے میں قیام اللیل فرض ہوا اور سال بھر تک حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آ گیا بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی فرضیت اٹھ گئی اور عملی صورت باقی رہ گئی' میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کرلوں تو میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آ گاہ فرمایئے' آپ نے فرمایاہاں سنو! ہم آپ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب بھی اللہ چاہتا اور آپ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے اور آٹھ رکعت پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ التحیات میں بیٹھتے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے بیٹھے ہی دو رکعت اور ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹا یہ سب مل کر گیارہ رکعت ہوئیں' اب جبکہ آپ عمر رسیدہ ہوئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا کیں بس بیٹا یہ نو رکعت ہوئیں اور حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو پھر اس پر مداومت کرتے ہاں اگر کسی شغل یا نیند یا دکھ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمالیا کرتے میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے روزے رکھے' اب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رخصت ہو کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال و جواب دوہرائے آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد و رفت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتی تو خود اپنے کانوں سے سن آتا' یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے [1] ابن جریر میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نبی ﷺ کیلئے بوریا رکھ دیا کرتے تھے جس پر آپ تہجد کی نماز پڑھتے لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضور ﷺ کی اقتدا کرنے کیلئے وہ بھی آ گئے حضور ﷺ غضبناک ہو کر باہر نکلے چونکہ شفقت و رحمت آپ کو امت پر تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو یہ نماز فرض ہو جائے آپ ان سے فرمانے لگے لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہ تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیام اللیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آ جائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جو اللہ کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر اللہ نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشاء کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا' یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ زبزی ضعیف ہے اصل حدیث بغیر سورۂ مزمل کے نازل ہونے

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها : باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض (٧٤٦) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب فی صلاۃ اللیل (١٣٤٢) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النهار : باب قیام اللیل (١٦٠٢) مسند احمد (٦/٥٣)]

آپ نے فرمایا ((اَصْوَبُ اَقْوَمُ اَهْيَآٰءُ)) اوران جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے' نیند کر سکتے ہو' سو بیٹھ سکتے ہو' راحت حاصل کر سکتے ہو' نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو' اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو۔ پھر رات کو آخرت کے کام کیلئے خاص کر لو' اس بناء پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کر دی اور فرمایا تھوڑی سی رات کا قیام کیا کرو' اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ سے ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک پڑھا اور آیت ﴿وَمِنَ الَّيْلِ﴾ الخ' کی بھی تلاوت کی' آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک' مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشام رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف چلے تا کہ وہاں کے اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت ملے مدینہ شریف میں اپنی قوم والوں سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ ہی کی قوم میں سے چھ شخصوں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ للہ کھڑے ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اس طرح کرنے میں تمہارے لیے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار! ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ یہ حدیث سن کر حضرت سعید نے بھی اپنا ارادہ ترک کیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اب حضرت سعید رحمہ اللہ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا اس مسئلے کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا ہی سے دریافت کرو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا۔ میں حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا تم مجھے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے چلو۔ انہوں نے فرمایا میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلین کے بارے میں آپ دخل نہ دیجئے لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا۔ میں نے انہیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلئے خیر بمشکل وہ راضی ہوئے اور میں ان کے ساتھ گیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا صاحبہ نے حضرت حکیم کی آواز پہچان لی اور کہا کیا حکیم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں میں حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ ہوں تمہارے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا ہشام پوچھا ہشام کون؟ عامر کے لڑکے؟ کہا عامر رضی اللہ عنہ کے لڑکے' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عامر رضی اللہ عنہا کیلئے دعا رحمت کی اور فرمایا عامر رضی اللہ عنہ بہت اچھا آدمی تھا اللہ اس پر رحم کرے میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے بتائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال دریافت کر لوں' اس سوال کے جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِيْ لَهُمْ ۖ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے ○ نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت وخواری چھا رہی ہوگی' یہ سجدے کیلئے اس وقت بلائے جاتے تھے جب صحیح سالم تھے ○ مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو ○ اور میں انہیں مہلت دوں گا میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ○ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ جس تاوان سے یہ دبے جاتے ہیں ○ یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جو وہ لکھ رہے ہیں ○

روزِ قیامت منافق سجدہ نہ کر پائے گا: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ پرہیزگار لوگوں کیلئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ جنتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی' یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا' زلزلوں والا' امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ صحیح بخاری شریف میں اس جگہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھاوے' سناوے کیلئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی' یعنی ان سے سجدے کیلئے جھکا نہ جائے گا' یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کئی کئی سندوں سے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول ہے اور مشہور ہے [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دن تکلیف' دکھ' درد اور شدت کا دن ہے (ابن جریر) اور ابن جریر اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے ((شَالَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ)) یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے' مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن کی یہ گھڑی بہت سخت ہوگی' آپ فرماتے ہیں یہ امر بہت سخت' بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے' آپ فرماتے ہیں جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا

[1] [صحيح: صحيح بخاری: کتاب التفسير: باب يكشف عن ساق (٤٩١٩) صحيح مسلم: کتاب الايمان: باب معرفة طريق الروية (١٨٣) مسند احمد (١٦/٣)]

آ جانا ہے اور اس سے کام کا کھل جانا ہے' یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں' اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے [1] یہ حدیث ابو یعلی میں بھی ہے اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے۔ واللہ اعلم ۔ (یاد رہے کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے اوپر مرفوع حدیث میں گزری کہ اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولے گا' دوسری حدیث بھی مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ اللہ خود نور ہے۔ اور اقوال بھی اس طرح ٹھیک ہیں کہ جہانوں کے پروردگار کی پنڈلی بھی ظاہر ہو گی اور ساتھ ہی وہ ہولناکیاں اور شدتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔ مترجم) پھر فرمایا آج کے دن' ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کو نہ اٹھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے۔ کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے' صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدے کیلئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے۔ جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے پہلے کر سکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کفار و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کمر تختہ ہو جائے گی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گی' یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف رہے گی۔ پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کو جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے' اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر جا میں آپ ان سے نپٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں۔ یہ اپنی سرکشی اور غرور میں پڑتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور اچانک انہیں پکڑ لوں گا۔ میں انہیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدمست چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ وہ اہانت ہوگی' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بناء پر ہے' نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں اور جگہ فرمایا ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ [3] الخ' جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے میں انہیں ڈھیل دوں گا' بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی [4] ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن جرير الطبری (۴۲/۲۹) مسند ابو یعلی (۷۲۸۳)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول اور روح بن جناح ضعیف ہے۔]

[2] [سورة المومنون: آیت ۵۵۔۵۶]
[3] [سورة الانعام: آیت ٤٤]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب تفسیر و کذلك اخذ ربك اخذ القریٰ وهی ظالمة ان اخذه الیم شدید (٤٦٨٦) صحیح مسلم: کتاب الادب: باب تحریم الظلم (٦٥٢٤) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ ﴿۱﴾ یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ کسی بستی والوں کو پکڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو اور جس تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جملوں کی تفسیر سورۂ "وَالطُّوۡرِ" میں گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور کفر اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰی وَہُوَ مَکۡظُوۡمٌ ﴿ؕ۴۸﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَہٗ نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَہُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿ۘ۵۱﴾ وَمَا ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۲﴾

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جبکہ اس نے غمگینی کی حالت میں دعا کی ○ اگر اسے اس کے رب کا احسان نہ پالیتا تو یقیناً وہ برے حالوں بنجر زمین میں ڈال دیا جاتا ○ اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا ○ یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے پھسلا دیں یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صرف دیوانہ ہے ○ درحقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کیلئے سراسر نصیحت ہی ہے ○

مشکلات سے نجات کی ایک دعا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) اپنی قوم کی ایذا پر اور ان کے جھٹلانے پر صبر و ضبط کرو عنقریب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے انجام کار آپ کا اور آپ کے ماتحتوں کا ہی غلبہ ہو گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا اس سے مراد حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں جبکہ وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا مچھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا اور اس تہ بہ تہ اندھیروں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ﴿۲﴾ پڑھنا پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اس غم سے نجات پانا وغیرہ جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس کے بیان کے بعد سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے ﴿۳﴾ یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا فرشتوں نے کہا یا رب

﴿۱﴾ [سورۃ ھود : آیت ۱۰۲] ﴿۲﴾ [سورۃ الانبیاء: آیت ۸۷-۸۸]

﴿۳﴾ [سورۃ الصافات : آیت ۱۴۳-۱۴۴]

!اس کمزور غیر معروف شخص کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے کی سنی کی ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں' جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے' فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین !ان کی آسانیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما' چنانچہ فرمان باری ہوا کہ اے مچھلی !انہیں اگل دے اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا' یہاں بھی یہی فرمان ہو رہا ہے کہ اللہ نے اسے برگزیدہ بنا لیا اور نیک کاروں میں کر دیا' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے افضل بتائے۔ بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث ہے [1] اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض وحسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا تو یقیناً ایسا کر گزرتے' اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا اللہ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے مروی ہے' ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دم جھاڑ اصرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے [2] بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] اور صحیح مسلم شریف میں بھی ایک قصہ کے ساتھ موقوفاً مروی ہے [4] اور بخاری شریف اور ترمذی میں بھی ہے' ایک غریب حدیث ابویعلی میں ہے کہ نظر میں کچھ بھی حق نہیں [5] سب سے سچا شگون فال ہے' یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں [6] اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر'

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی وهل اتاك حدیث موسی (٣٣٩٥) ، (٣٤١٣) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر یونس وقول النبی لا یتعین لعبد ان یقول انا خیر من یونس ابن متی (٢٣٧٦) ابو داؤد (٤٦٦٩) مسند احمد (٣٩٠/١)]

[2] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الطب : باب ما جآء فی الرقیٰ (٣٨٨٩) مستدرك حاكم (٤١٣/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (٨٣٨)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطب : باب ما رخص فیه من الرقی (٣٥١٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب (٢٠٠)]

[5] [صحیح : مسند احمد (١٤٦/٥) البزار کما فی مجمع الزوائد (١٠٩/٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (٨٨٩)]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب الطب : باب ما جآء ان العین حق (٢٠٦١) مسند احمد (٧٠/٥) مسند ابویعلی (١٥٨٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، (٢٠٦١) السلسلة الضعیفه (٤٨٠٤)]

خوف' الو اور نظر نہیں اور نیک فالی سب سے سچا فال ہے' اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے' نظر حق ہے' وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے (مسند احمد)(۱) صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو(۲)

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے ﴿أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ﴾ یعنی میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے اللہ کی پناہ دیا کرتے تھے' یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے(۳) ابن ماجہ میں ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے تو ایسا بدن کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا بس ذرا سی دیر میں بیہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی خبر لیجئے یہ تو بیہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ پر' آپ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کیلئے برکت کی دعا کرے پھر پانی منگوا کر عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم وضو کرو اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہبند کے اندر کا حصہ جسم دھوڈالو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو' نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے(۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے' جب سورۂ معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا (ابن ماجہ' ترمذی' نسائی)(۵) مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صاحب

---

(۱) [حسن: مسند احمد (۱/۲۹۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحیحه (۱۲۵۰) صحیح الجامع الصغیر (۴۱۴۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۶۸۱)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرضی والرقی (۲۱۸۸)]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۷۱) ترمذی: کتاب الطب: باب کیف یعوذ الصبیان (۲۰۶۰) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القرآن (۴۷۳۷) ابن ماجه: کتاب الطب: باب ما عوذ به النبی وما عوذ به (۳۵۲۵) مسند احمد (۱/۲۳۶)]

(۴) [صحیح: نسائی فی السنن الکبری: کتاب الطب: باب وضوء العائن (۷۶۱۷) ابن ماجه: کتاب الطب: باب العین (۳۵۰۹) مسند احمد (۴/۳۸۶) مصنف عبدالرزاق (۱۹۷۶۶) مشکل الآثار للطحاوی (۶/۳۸۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(۵) [صحیح: ابن ماجه: کتاب الطب: باب من استرقی من العین (۳۵۱۱) ترمذی: کتاب الطب: باب ما جآء فی الرقیة بالمعوذتین (۲۰۵۸) نسائی: کتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من عین الجان (۵۴۹۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ حَاسِدٍ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ﴾ ① بعض روایات میں کچھ الفاظ کا ہیر پھیر بھی ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے ② مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے ③ مسند کی اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا ہے کیا تم نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو میں رسول اللہ ﷺ پر وہ کہوں گا جو آپ نے نہیں فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ سے یہ تو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فالی ہے اور نظر کا لگنا حق ہے ④ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر تھی ⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور ﷺ کا نظر بد کا دم کرنے کا حکم مروی ہے۔(ابن ماجہ) ⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جس کو نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا (احمد) ⑦ اور حدیث میں ہے، نہیں ہے الو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہل اور حضرت عامر رضی اللہ عنہما والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے تفصیل کے ساتھ مروی ہے ⑧ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب السلام: باب الطب واعرض والرقی (۲۱۸٦) ترمذی: کتاب الجنائز: باب ما جآء فی التعوذ للمریض (۹۷۲) مسند احمد (۳/۲۸)]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطب: باب العین حق (۵۷٤۰) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب الطب واعرض والرقی (۲۱۸۷) مسند احمد (۲/۳۱۹)]

③ [ضعیف: مسند احمد (۲/٤۳۹)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۵/۱۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۲۳٦٤)]

④ [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲/۲۸۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح الادب المفرد (۷۰٦) السلسلة الصحیحة (۲۰۷٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ حسین سلیم اسد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۳۲۱) التعليق على مسند ابى يعلى (٦٦۳۲)]

⑤ [صحیح: ترمذی: کتاب الطب: باب ما جآء فی الرقیة من العین (۲۰۵۹) ابن ماجه: کتاب الطب: باب من استرقی من العین (۳۵۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

⑥ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطب: باب رقیة العین (۵۷۳۸) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة (۲۱۹۰) ابن ماجه: کتاب الطب: باب من استرقی من العین (۳۵۱۲) مسند احمد (٦/٦۳)]

⑦ [صحیح: ابو داؤد: کتاب الطب: باب ما جآء فی العین (۳۸۸۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود]

⑧ [صحیح: مسند احمد (۳/٤۸٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۹۸۰)]

غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ پانی میں غسل کیلئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخراہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور واقعہ بتایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کچھ کچھ کرتے ہوئے تہبند اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی ﴿اَللّٰهُمَّ اصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا﴾ اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے الخ۔ ① مسند بزار میں ہے کہ میری امت کے قضاوقدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی ② فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہنڈیا تک میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے ③ ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے ④ فرمان رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الو کی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے' ہاں نظر سچ ہے ⑤ ابن عساکر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت غمزدہ تھے سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے' فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے' آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ ذَا الْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ﴾ یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے' اے بزرگ تر چہرے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو' اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ ⑥

پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپ

---

① [اسناد ضعیف : مسند احمد (۳/۴۴۷) مسند ابو یعلی (۷۱۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ "العین حق" صحیح ہیں اور یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۷۰۰)]

② [ضعیف : مسند بزار (۳۰۵۲) العقیلی فی الضعفاء (۲/۲۳۱) ابن عدی فی الکامل (۴/۱۱۹)] اس کی سند میں طالب بن حبیب راوی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف : اس میں یعقوب بن محمد اور اس کا استاد دونوں ضعیف ہیں۔]

④ [ابو نعیم فی الحلیة (۷/۹۰)]

⑤ [صحیح دون الجمله وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۲/۲۲۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت "ولا حسد" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے، البتہ یہ سند رشدین بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۷۰۷۰)]

⑥ [ضعیف : ابن عساکر فی تاریخه (۸/۵۰۳)] اس میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔]

پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے قرآن تو اللہ کی طرف سے تمام عالم کیلئے نصیحت نامہ ہے۔ الحمدللہ سورۂ نون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ
بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ
صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا
صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَآءَ
فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ
اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً
وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

سچ مچ آنے والی ○ کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی؟ ○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟ ○ اس کھڑکا دینے والی کو ثمودیوں اور عادیوں نے جھٹلایا تھا ○ جس کے نتیجہ میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کردیئے گئے ○ اور عادی بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کردیئے گئے ○ جو ان پر برابر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک بحکم الٰہی چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح پچھڑ گئے' جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ○ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آرہا ہے؟ ○ فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں اور جن کی بستیاں الٹ دی گئیں انہوں نے بھی خطائیں کیں ○ اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی بالآخر اللہ نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا ○ جب پانی حد سے گزر گیا اس وقت ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر چڑھا لیا ○ تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار کردیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں ○

﴿حَاقَّه﴾ قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے وعید کی عملی تعبیر اور حقیقت کا دن وہی ہے' اسی لئے اس دن کی ہولناکیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو' پھر ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خمیازہ اٹھایا تھا تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف سے تو فرشتے کے دھاڑنے اور کلیجوں کو پاش پاش کردینے والی آواز آتی ہے تو دوسری جانب زمین میں غضبناک بھونچال آتا ہے اور سب تہہ و بالا ہو جاتے ہیں' پس بقول حضرت قتادہ رحمۃ اللہ "طَاغِيَه" کے معنی چنگھاڑ کے ہیں' اور مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کردیئے گئے' ربیع بن انس رضی اللہ عنہما اور ابن زید رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا﴾ [1] یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا، یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور قوم عاد کے ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے ان کے دل چھید دیئے اور وہ نیست و نابود کر دیئے گئے، یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلتی تھیں برابر پے در پے لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں، ان دنوں میں ان کیلئے سوائے نحوست و بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی اور جیسے اور جگہ ہے ﴿فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ [2] حضرت ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں بدھ سے، ان ہواؤں کو عرب "اعجاز" اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے قوم عاد کی حالت "اعجاز" یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہوگئی، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عجز کہتے ہیں آخر کو، اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قوم عاد کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جوان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہوگئی اور بڑھیا کو عربی میں "عجوز" کہتے ہیں، واللہ اعلم۔ خاویہ کے معنی ہیں خراب، گلا، سڑا، کھوکھلا، مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر الٹا پٹخا، ان کے سر پھٹ گئے، سروں کا چورا ہو گیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا پتوں والا سرا کاٹ کر صرف تنا رہنے دیا ہو، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی یعنی مشرقی ہواؤں کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دبور کے ساتھ یعنی مغربی ہوا سے [3] ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عادیوں کو ہلاک کرنے کیلئے ہواؤں کے خزانوں میں سے صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کی کشادگی کی گئی تھی جس سے ہوائیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو، چھوٹے بڑوں کو، ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لے کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دیا، شہریوں کو بوجہ بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم ہونے لگا کہ یہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتاؤ کہ ان میں سے یا ان کی نسل میں سے کسی ایک کا نشان بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ، برباد کر دیئے گئے کوئی نام لینے والا، پانی پلانے والا بھی باقی نہ رہا۔ پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار، اور رسولوں کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوا، ﴿قَبْلَهُ﴾ کی دوسری قراءت ﴿قِبَلَهُ﴾ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعونی، قبطی، کفار۔ ﴿مُؤْتَفِكَاتُ﴾ سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں، ﴿خَاطِئَه﴾ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں، پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے

---

[1] [سورۃ الشمس: آیت ۱۱]

[2] [سورۃ فصلت : آیت ۱۶]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستسقاء : باب قول النبی نصرت بالصبا (۱۰۳۵) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ الاستسقاء : باب فی ریح الصباء والدبور (۹۰۰)]

زمانے کے رسول کی تکذیب کی، جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ [1] یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب نازل ہوئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ن الْمُرْسَلِينَ﴾ [2] اور فرمایا ﴿كَذَّبَتْ عَادُ ن الْمُرْسَلِينَ﴾ [3] اور فرمایا ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ ن الْمُرْسَلِينَ﴾ [4] یعنی قوم نوح نے، عادیوں نے، ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا، حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ہر امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا، یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامبر کی نافرمانی کی، پس اللہ نے انہیں سخت تر مہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا۔ زاں بعد احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا چاروں طرف ریل پیل ہوگئی، نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب قوم نوح علیہ السلام نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ان کی ہلاکت کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانی کا ایک ایک قطرہ بہ اجازت اللہ پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے۔ اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپ تولے نہیں چلتا لیکن عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد، بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ کی اجازت سے پانی اور ہوا نے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی اسی لئے قرآن میں ﴿طَغَى الْمَآءُ﴾ اور ﴿بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ کے الفاظ ہیں، اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے کہ ایسے پرخطر موقعہ پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کرا دیا، تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ﴾ [5] الخ، یعنی تمہاری سواری کیلئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور جگہ فرمایا ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا﴾ [6] الخ، یعنی ان کیلئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھا لیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا، لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے، پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کرے اور محفوظ کر لے اور اس نعمت کو نہ بھولے، یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پرواہی اور لاابالی نہیں برتتے ان

---

[1] [سورۃ ص : آیت ١٤]
[2] [سورۃ الشعراء: آیت ١٠٥]
[3] [سورۃ شعراء: آیت ١٢٣]
[4] [سورۃ الشعراء: آیت ١٤١]
[5] [سورۃ الزخرف: آیت ١٢]
[6] [سورۃ یٰسین : آیت ٤١]

کی پند و نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا' ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی بنا دے' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی' یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔ ① ابن ابی حاتم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہئے اس پر یہ آیت اتری ② یہ روایت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَىِٕذٍ وَّاهِیَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤی اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ ﴿۱۷﴾ یَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ﴿۱۸﴾

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی○ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے○ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی○ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل کمزور ہو جائے گا○ اسکے کناروں پر فرشتے ہوں گے' اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے○ اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا○

جب صور میں پھونکا جائے گا: قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے جس میں سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہو گا جس سے سب کے دل دہل جائیں گے پھر "نفخہ" پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بیہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے "نفخہ" کا بیان ہے۔ یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا "نفخہ" ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ کا حکم ہو گیا پھر تو نہ اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے' نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے' اور نہ تاکید کی' امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آخری "نفخہ" ہے لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا' اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھا لئے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا' جیسے سورۂ نبا میں ہے ﴿وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ

① [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۷۷۱)]

② [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۷۷۲) ابو نعیم فی الحلیۃ (۶۷/۱)] اس کی سند میں عبداللہ بن زبیر راوی ضعیف ہے۔]

﴿فَكَانَتْ أَبْوَابًا﴾ [1] یعنی آسمان کھول دیا جائے گا' اور دروازے دروازے ہو جائے گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غاریں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گا عرش اس کے سامنے ہوگا' فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے' پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کیلئے ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے' ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے کی نوک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے' اس کی سند بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں' اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا [2] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو وہ جانتا ہے' اسی لئے فرمایا تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تا کہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا بحث کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے' کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں' یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [3] حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں مروی ہے' اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

---

[1] [سورۃ النبا : آیت ۱۹]

[2] [حسن : ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی الجهمية (٤٧٢٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحيحه (١٥١)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ما جاء فی العرض (٢٤٢٥) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر البعث (٤٢٧٧) مسند احمد (٤/٤١٤)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾

سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو کہنے لگے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو○ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب سے ملنا ہے○ پس وہ ایک من مانی زندگی میں ہوگا○ بلند و بالا جنت میں○ جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے○ (ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانہ میں کئے○

دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والوں کی خوشی: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جو خوش نصیب لوگ قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو' اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بتقضائے بشریت ان سے ہو گئے وہ بھی ان کی توبہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں' پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھریں گے' عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'ھا' کے بعد لفظ 'ؤم' زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ 'ھَاؤُمْ' معنی میں 'ھَاکُمْ' کے ہے' حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ اسے پڑھتا ہے اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑ اڑ جاتے ہیں چہرے کی رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے اتنے میں اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑتی ہے جب انہیں پڑھنے لگتا ہے تب ذرا چین پڑتا ہے ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور چہرہ کھل جاتا ہے پھر نظریں جما کر پڑھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے' اب تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوتا ہے اور جو ملتا ہے اس سے کہتا ہے ذرا میرا اعمال نامہ تو پڑھنا' حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا ان کے لڑکے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بیشک اللہ یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا نہ فضیحت کیا اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں' جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر خوشی سے ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی صحیح حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا ہے فلاں گناہ کیا؟ یہ اقرار کرے گا

یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب ہلاک ہوا اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا اے میرے بندے! میں نے دنیا میں بھی تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں؟ جا میں نے تجھے بخشا پھر اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکار اٹھتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ کہا لوگو سنو! ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ (۱) پھر فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے، جیسے اور جگہ فرمایا ﴿اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ (۲) یعنی انہیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے، جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جن میں حوریں خوبصورت اور نیک سیرت ہوں گی جو گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ٹلنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ملاقاتیں بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبہ لوگ کم مرتبہ لوگوں کے پاس ملاقات کیلئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص سے سلام مصافحے اور آؤ بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے (۳) ایک اور صحیح حدیث میں ہے جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ (۴) پھر فرماتا ہے اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس قدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپر کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میووں کو توڑ لیا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِیَةً قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ﴾ (۵) یعنی اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کیلئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھندے ہوئے خوشوں والی خوشگوار جنت میں جانے

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول اللہ تعالی الالعنة اللہ علی الظالمین (۲٤٤۱)، صحیح مسلم : کتاب التوبه : باب فی سعة رحمة اللہ تعالی علی المومنین (۲۷٦۸) ابن ماجه (٤٦۸٥) : کتاب السنة : باب فیما انکرت الجهمیة (۱۸۳) مسند احمد (۲/۷٤)]

(۲) [سورة البقره: آیت ٤٦]

(۳) [ضعیف : اس کی سند میں سعید بن یوسف راوی ضعیف ہے۔ [ملاحظہ فرمائیے : المیزان (۳۲۹۸)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب درجات المجاهدین فی سبیل اللہ (۲۷۹۰) مسند احمد (٤/۲۳٥)]

(۵) [ضعیف : طبرانی کبیر (٦۱۹۱) ابن عدی (۱/۳٤٤) العلل المتناهیه لابن جوزی (۱٥٤۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/٤۰۱)]

دو۔ (طبرانی) بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔ اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف کے ہے [1] ورنہ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ، سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کیلئے کافی نہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا نہ میرے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔ [2]

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۗ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۗ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ تو کہے گا کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی ○ اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں ○ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی ○ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا ○ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا ○ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو ○ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ○ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو ○ بیشک یہ اللہ بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا ○ اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا ○ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی اور غذا ہے ○ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا ○

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لینے والے اور ان کی پریشانی: یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت ہی پریشان اور پشیمان ہوں گے، اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہ اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی سرے سے ہمیں ملتی ہی نہ، جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے، یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی عذاب ہم سے نہ ہٹائے، تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آ پڑے نہ کوئی

---

[1] [**ضعیف** : العلل المتناهیه لابن جوزی (۱۵۴۸)] اس کی سند میں سعدان راوی مجہول ہے۔]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصد والمداومة علی العمل (٦٤٦٧) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب لن یدخل بعمله (۲۸۱۸)]

مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو' حضرت منہال بن عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو' ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے' ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس فرمان کے سرزد ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں' پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا' پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی' پاخانے کے راستے سے ڈال دی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی' یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھنوں سے نکالی جائیں گی۔ جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آ جائے گا لیکن اگر اسی کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے' یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتاتے ہیں۔ [1] پھر فرمایا کہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی رغبت دیتا تھا' یعنی نہ تو اللہ کی اطاعت وعبادت کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا' اللہ کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان وسلوک کریں بھلے کاموں میں آپس میں امداد پہنچاتے رہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ فرمایا جیسے نماز پڑھو اور زکوۃ دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ [2]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب باب فی بعد قعرجهتم (۲۵۸۸) مسند احمد (۱۹۷/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲۳۲/٤)]

[2] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الادب : باب فی حق المملوك (۵۱۵٦) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب هل اوصی رسول الله (٦۹۸) نسائی فی السنن الکبری : کتاب الوفاة : باب ذکر ما کان یقوله النبی فی مرضه (۷۰۹٤) مستدرك حاکم (۵۷/۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۲۳۷/۷)]

ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے' اور نہ اس کیلئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بسی بیکار چیز جس کا نام "غسلین" ہے' یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام "زقوم" ہو' اور "غسلین" کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو ○ اور انکی جنہیں تم نہیں دیکھتے ○ کہ بیشک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے ○ یہ کسی شاعر کا قول نہیں' (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے ○ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے' افسوس بہت کم نصیحت لے رہے ہو ○ (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ○

ظاہر و باطن اللہ کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں' اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول ﷺ پر اتاری ہے' جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کیلئے پسند فرما لیا ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں' اس کی اضافت حضور ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ﷺ ہی ہیں۔ اسی لئے لفظ رسول لائے ہیں۔ کیونکہ رسول تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے گو زبان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اس رسول کی طرف کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں فرمان ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ [1] الخ یعنی یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہنے والا ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار' اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں' اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ مجنون نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں' نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے' اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے' پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف' اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے لانے والے ہیں اور اس پر امین ہیں' ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرما دیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا دیکھا کہ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے سورۂ الحاقۃ شروع کی

---

[1] [سورۃ التکویر : آیت ۱۹]

جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے' ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے' اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔ فرماتے ہیں یہ پہلا واقعہ تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روئی روئی میں اسلام کی سچائی گھس گئی [1] پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے' ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں لکھ دی ہے۔ واللہ الحمد والمنہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۲

اور اگر یہ ہم پر کوئی بات بنا لیتا ہے ○ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ○ پھر اس کی رگ دل کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ تھا ○ یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے ○ ہمیں پوری طرح علم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں ○ بیشک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت ہے ○ اور بیشک وشبہ یقینی حق ہے ○ پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کیا کر ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت ترین آیت: یہاں فرمان باری ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اس وقت انہیں بدترین سزا دیتے یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے' اور کوئی ہمارے اور اس کے درمیان بھی نہ آسکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لیے اللہ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کیلئے تذکرہ ہے جیسے اور جگہ ہے کہ کہہ دو یہ قرآن ایمانداروں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہی ہیں' پھر

---

[1] [ضعیف ومنقطع : مسند احمد (۱/۱۷) مجمع الزوائد (۱۴۴۰۷)] امام ہیثمیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۷)] مزید دیکھئے : السلسلة الضعيفة (۶۵۳۱)]

فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں' یہ تکذیب ان لوگوں کیلئے قیامت کے دن باعث حسرت وافسوس ہوگی' یا یہ مطلب کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا' جیسے اور جگہ ہے اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں پھر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جگہ ہے ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ﴾ (۱) ان میں اور ان کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے' پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک وشبہ ہے' پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگی اور پاکیزگی بیان کرتے رہو۔ اللہ کے فضل سے سورۃ الحاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷

اللہ تعالیٰ بخشش ورحم کرنے والا کے نام سے شروع

ایک طلب کرنیوالے نے اس عذاب کی خواہش کی جو ہونے والا ہے ○ کافروں پر جسے کوئی ہٹانے والا نہیں ○ اس اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں والا ہے ○ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے ○ پس تو بھلی طرح صبر کر ○ بیشک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں ○

﴿بِعَذَابٍ﴾ میں جو ''ب'' ہے وہ بتلا رہی ہے کہ یہاں فعل تضمین ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ (۲) یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا' یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آ کر ہی رہے گا' نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہے کہ کافروں نے اللہ کا عذاب مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے' یعنی آخرت میں' ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَالْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (۳) یعنی الٰہی اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو پھر ہم پر آسمان

---

(۱) [سورۃ سبا: آیت ۵۴] (۲) [سورۃ الحج : آیت ۴۷]

(۳) [سورۃ الانفال: آیت ۳۲]

سے پتھر برسایا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لا' ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہہ نکلے گی' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور مطلب سے بہت دور ہے صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت ہے پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آن پڑنے والا ہے جب آ جائے گا تو اسے دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اسے ہٹا سکے۔ "ذِی الْمَعَارِج" کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق درجوں والا ہے' یعنی بلندیوں اور بزرگیوں والا' اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد "معارج" سے آسمان کی سیڑھیاں ہیں' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فضل وکرم اور نعمت ورحم والا' یعنی یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے' اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں' روح کی تفسیر میں حضرت ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے' میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا' اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں' اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمانوں کی طرف چڑھتی ہیں' جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے پر چڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں، گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے جیسے کہ پہلے بروایت امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ گزر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط پر ہیں' پہلی حدیث بھی مسند احمد' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں ہے' ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا بسیط بیان آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ کی تفسیر میں کر دیا ہے۔ پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد دوری ہے جو 'اسفل السافلین' سے عرش معلیٰ تک ہے اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے' اور عرش معلیٰ سرخ یاقوت کا ہے۔ جیسے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صفة العرش" میں ذکر کیا ہے' ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک کی پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے' اس لئے کہ آسمان وزمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے نہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار سال یہ ہو گئے' اسی طرح آسمان' تو چودہ ہزار سال یہ مدت ہوئی اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر

---

[1] [سورہ ابراھیم : آیت ۲۷]

ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت کی اس کے بقا کی آخر تک مدت پچاس ہزار سال کی ہے' چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار سال کی ہے' اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی ہے اور کتنی باقی ہے سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دن ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلے کا ہے' حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بہ سند صحیح مروی ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بھی یہی قول فرماتے ہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ پچاس ہزار سال کا کر دے گا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مومن پر اس قدر ہلکا ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہوگا' یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دو راوی ضعیف ہیں [1] واللہ اعلم۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا لوگوں نے کہا حضرت یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا کیا واقع میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ سینکڑوں اونٹ' قسم قسم کے غلام' اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گھوڑے وغیرہ ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے ان کی سختی میں اور ان کی آسانی میں اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور ان تمام جانوروں کو خوب موٹا تازہ کر کے حکم دے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ آئے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا' اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ یہی سینگ دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا' عامری نے پوچھا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایئے اونٹوں میں اللہ کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کیلئے تحفۃً دینا غرباء کے ساتھ سلوک کرنا دودھ پینے کیلئے جانور دینا ان کے نروں کی ضرورت جنہیں مادہ کیلئے ہوا نہیں مانگا ہوا بے قیمت دینا' یہ حدیث ابوداؤد اور

---

[1] [**ضعیف** :مسند احمد (۳/۷۵) مسند ابو یعلی (۱۳۹۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند اس کے راوی کے ضعف کے باوجود حسن ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۶۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۱۷۱۷)]

نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے[1] مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے فیصلے کر لے اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا' پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا۔

اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کیلئے ہیں' ایک تو اجر دلانے والے' دوسری قسم کے پردہ پوشی کرنے والے' تیسری قسم کے بوجھ ڈھانے والے۔ یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔[2] ان روایتوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں کی اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب الزکوۃ ہے' یہاں ان کے وارد کرنے سے ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا' اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص پوچھتا ہے کہ وہ دن کیا ہے' جس کی مقدار ایک ہزار سال کی ہے؟ آپ فرماتے ہیں اور وہ دن کیا ہے جو پچاس ہزار سال کا ہے؟ اس نے کہا حضرت میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی ﷺ تم اپنی قوم کو جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں صبر وتحمل کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾[3] الخ'

یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اس سے ڈر رہے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اسے دور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقع نہ ہونے والا مانتے ہیں لیکن ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں' یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتی ہے' نہ جانے کب قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آ پڑیں' کیونکہ اسکے صحیح وقت کو تو سوائے اللہ کے اور کوئی جانتا ہی نہیں پس ہر وہ چیز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہ ہو اسکا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اسکے ہو پڑنے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے۔

---

① [حسن لغیرہ : مسند احمد (۲/۴۸۹) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب التغلیظ فی حبس الزکاۃ (۲۴۴۲) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی حقوق المال (۱۶۶۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، صحیح ابن ماجہ]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اثم مانع الزکاۃ (۹۸۷) مسند احمد (۲/۲۶۲)]

③ [سورۃ الشوری : آیت ۱۸]

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝

جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا ۝ اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے ۝ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ۝ حالانکہ ایک دوسرے کو دکھا دیے جائیں گے' گنہگار آج کے دن کے عذاب کے بدلے فدیے میں اپنے بیٹوں ۝ اور اپنی بیویوں کو اور اپنے بھائی کو ۝ اور اپنے قبیلے کو جو اسے جگہ دیتا تھا ۝ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا کہ اسے نجات مل جائے ۝ مگر ہرگز یہ نہ ہوگا' یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے ۝ جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے ۝ ہر اس شخص کو پکار رہی ہے جو پیچھے ہٹے' اور منہ موڑے ۝ اور جمع کر کے سنبھال رکھے ۝

قیامت کا ایک ہولناک منظر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مھل کے ہو جائے' یعنی زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے' اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے دھنی ہوئی اون' یہی فرمان اور جگہ ہے ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ [1] پھر فرماتا ہے کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے پوچھ گچھ بھی نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں سب آپا دھاپی میں پڑے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھے گا پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ [2] یعنی ہر ایک مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ دے گا۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا۔ [3] اور جگہ ارشاد ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا' گو قرابت دار ہوں [4] اور جگہ فرمان ہے ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾ [5] یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی اور جگہ فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ﴾ [6] الخ' یعنی اس دن انسان اپنے بھائی' ماں' باپ' بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنی پریشانیوں کی وجہ سے دوسرے سے غافل ہوگا' یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار دل سے چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے آج کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی' بھائی' اپنے رشتے کنبے' اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے گا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔ آہ! کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ انسان اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو' اپنی شاخوں' اپنی

---

[1] [القارعہ : ٥] [2] [عبس : ٣٧] [3] [لقمان : ٣٣]
[4] [فاطر : ١٨] [5] [المومنون : ١٠١] [6] [عبس : ٣٤]

جڑوں سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تا کہ خود بچ جائے۔ ''فَصِیْلَۃ'' کے معنی ماں کے بھی کئے گئے ہیں' غرض تمام ترمحبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھینٹ میں دینے پر دل سے رضامند ہوگا' لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھپے گا' کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے' بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے' ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے' رگ پٹھے کھنچنے لگتے ہیں' ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں' پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں' چہرہ بگڑ جاتا ہے' ہر ایک عضو بدل جاتا ہے' چیخ و پکار کرتا رہتا ہے' ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے' کھالیں جلائی جاتی ہے۔ یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدان حشر میں سے ایسے بدلوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے' اب ان کی بداعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے' یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے' اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے بھاگتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے' حدیث شریف میں ہے سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھ ورنہ اللہ بھی تجھ سے روک لے گا [1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ نہ باندھتے تھے' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اللہ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سمیٹتا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان اللہ ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب الصدقۃ فیما استطاع (۱۴۳۴) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الحث علی الانفاق و کراهة الاحصاء (۱۰۲۹ ـ ۸۸)]

بیشک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے ○ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے ہڑبڑا اٹھتا ہے ○ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ○ مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز میں ہمیشگی کرنے والے ہیں ○ اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے ○ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی ○ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں ○ بیشک ان کے رب کے عذاب سے کوئی بے خوف نہیں کیا گیا ○ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں ○ اب جو کوئی اس کے علاوہ ڈھونڈے وہ لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں ○ اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے قول و قرار کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم ہیں ○ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ یہی لوگ جنتوں میں عزت و اکرام کئے جائیں گے ○

انسان بے صبرا اور بخیل: یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑا بے صبرا ہے' مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤلا سا ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہ رہی' اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بدترین چیز انسان میں بے حد بخیلی اور اعلیٰ درجہ کی نامردی ہے (ابوداؤد) [1] پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الٰہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے' جن کی صفتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں وقتوں کی نگہبانی کرنے' واجبات نماز کو اچھی طرح بجا لانے' سکون و اطمینان اور خشوع خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے۔ جیسے فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [2] الخ' ان ایمان والوں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوف اللہ سے ادا کرتے ہیں' ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب "مَآءٌ دَآئِمٌ" کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے' جو شخص اپنے رکوع سجدے پوری طرح ٹھہر کر با اطمینان نہیں ادا کرتا وہ اپنی نماز پر دائم نہیں کیونکہ نہ ہی وہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوے کی طرح ٹھونگیں مار لیتا ہے اس کی نماز اسے نجات نہیں دلائے گی' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور ہمیشگی کرنا ہے جیسے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو [3] خود حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر ہمیشگی کرتے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام نے امت محمدیہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح علیہ السلام ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں اور

---

[1] [صحیح: ابو داؤد : کتاب الجھاد : باب فی الجراۃ والجبن (۲۵۱۱) مسند احمد (۲/ ۳۲۰) ابو نعیم فی الحلیۃ (۹/ ۵۰) صحیح ابن حبان (۳۲۵۰) ابن ابی شیبہ (۹/ ۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[2] [سورۃ المومنون : آیت ۱۔۲]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصد والمداومۃ علی العمل (۶۴۶۴)، (۴۳) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل (۷۸۳)]

اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا' پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی کے ساتھ پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے' پھر فرماتا ہے ان کے مالوں میں حاجت مندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے سائل اور محروم کی پوری تفسیر سورۂ ذاریات میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں' پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانیوالے ہیں' جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے اللہ امن دے۔ اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں جہاں اللہ کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں' ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور عیب نہیں' لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح اپنی شہوت رانی کرلے وہ یقیناً حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے' ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ میں گزر چکی ہے یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور وعیدوں قول اور قرار کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں' نہ خیانت کریں نہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کریں۔ یہ کل صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کا خلاف کرنے والا منافق ہے۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں جب کبھی بات کرے جھوٹ بولے' جب کبھی وعدہ کرے خلاف کرے' جب امانت دیا جائے خیانت کرے [1] اور ایک اور روایت میں ہے جب کبھی عہد کرے توڑ دے اور جب بھی جھگڑے گالیاں بولے۔ [2] یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی نہ اس میں کمی کریں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگیں نہ اس کو چھپائیں' جو چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے۔ [3] پھر فرمایا وہ اپنی نماز کی پوری چوکسی کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات مستحب کو پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں' یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف میں بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا پس معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے۔ سورۂ "قد افلح المومنون" میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے' اور وہاں ان اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا یہی لوگ جنتی ہیں اور قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ مسرور و محفوظ ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب باب علامات المنافق (۳۳) ، (۲۶۸۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳٤) ، (۲٤۵۹) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان خصال المنافق (۵۸) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی علامة المنافق (۲٦۳۲) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۲۳) ابوداؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیارة الایمان ونقصانه (٤٦۸۸) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

[3] [سورة البقرة : آیت ۲۸۳]

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۲/۸

پس کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تیری طرف دوڑتے آتے ہیں ○ دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ ○ کیا ان میں سے ہر ایک کی توقع یہ ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ○ ایسا نہ ہو گا، ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں ○ پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم یقیناً قادر ہیں ○ کہ ان کے عوض ان سے اچھے لوگ لائیں ہم عاجز نہیں ○ پس تو انہیں جھگڑتا کھیلتا چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ کسی تھان کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں ○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہو گی، یہ ہے وہ دن جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے تھے ○

نشانیاں دیکھ کر بھی ہدایت سے فرار: اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور آپ ﷺ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ رہے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے، جیسے اور جگہ ہے ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ (۱) الخ، یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں کیوں بھاگ رہے ہیں؟ یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیونکہ دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بے پرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں، حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت

(۱) [سورۃ المدثر : آیت ۴۹-۵۱]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دائیں بائیں ٹولیاں ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی چاہت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ہے' ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس آئے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورتوں میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد)[1] ابن جریر میں اور سند سے بھی مروی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا نہ ہوگا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہوسکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے' اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہورہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کرسکتا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾ [2] کیا ہم نے تمہیں ناقدرے پانی سے پیدا نہیں کیا؟ فرمان ہے ﴿فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ﴾ [3] الخ'

انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے' یقیناً وہ اللہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار' پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق و مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کردیں' مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہو نہ حشر ونشر ہو بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے' مثلاً آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات' جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ [4] یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾ [5] یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں نہ تھکا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک وہ قادر ہے اور ایک اس پر کیا ہر ایک چیز پر اسے قدرت حاصل ہے' اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ﴾ [6] الخ' یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا' ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنھی عن الاشارۃ بالید (٤٣٠) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی التحلق (٤٨٢٣) مسند احمد (٥/٩٣)]

[2] [سورۃ المرسلات : آیت ٢٠]

[3] [سورۃ الطارق : آیت ٥۔١٠]

[4] [غافر : ٥٧]

[5] [الاحقاف : ٣٣]

[6] [یس : ٨١۔٨٢]

والا ہے، وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے، یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور درماندہ نہیں کر سکتا، جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ لَّنۡ نَّجۡمَعَ﴾ [1] الخ، کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنا دیں گے، اور فرمایا ﴿نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ﴾ [2] الخ، ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جانتے بھی نہیں، پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے، دوسرا مطلب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم قادر ہیں اس امر پر کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع و فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں، جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا﴾ [3] الخ، یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہوگی، لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پھر فرماتا ہے اے نبی ﷺ انہیں ان کے جھٹلانے، کفر کرنے، سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان کو وعدہ ہو چکا ہے، جس دن انہیں اللہ تعالیٰ بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کیلئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم کو یا تھان اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں، مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھٹکار برس رہی ہوگی، یہ ہے دنیا میں اللہ کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ! اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی ﷺ کی اور شریعت کی اور کلام الٰہی کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ الحمد للہ سورۂ معارج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ نوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۳﴾ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَیُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾

وقف لازم

[1] [القیامۃ : ۳]
[2] [الواقعہ : ۶۰-۶۱]
[3] [محمد : ۳۸]

یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دے اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آئے ○ نوح نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں ○ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ○ تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا ○ یقیناً اللہ کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو موقوف نہیں رکھا جاتا کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی ○

نوح علیہ السلام کی قوم کو نصیحت: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور اللہ کی طرف جھکنے لگیں گے تو اللہ کا عذاب ان سے اٹھ جائے گا' حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں' میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت' اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں' جو کام رب نے تم پر حرام کئے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ تھلک رہو جو میں کہوں بجا لاؤ۔ جس سے روکوں رک جاؤ میری رسالت کی تصدیق کرو تو اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا' ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ﴾ میں لفظ "من" یہاں زائد ہے' اثبات کے موقعہ پر بھی کبھی لفظ "من" زائد آ جاتا ہے جیسے عرب کے مقولے ﴿قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ﴾ میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ معنی میں عن کے ہو بلکہ ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ بھی قول ہے کہ "مــن" تبعیض کیلئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دے گا یعنی وہ گناہ جن گناہ پر سزا کا وعدہ ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ ہیں' اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جس کے ذریعے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا' اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت اللہ اور نیکی' سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے' حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ [1] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ اللہ کا عذاب آ جائے اس لئے کہ جب وہ آتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے' اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت وعظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ

[1] [طبرانی کبیر (۳۱۲/۸)] امام منذری نے اسے حسن کہا ہے۔ [الترغیب والترہیب (۲۷۹/۱)] امام ہیثمی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۸/۳)] مزید دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۱۹۰۸)]

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿١٢﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ ع

نوح نے کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا○ مگر میرے بلانے سے یہ بھاگنے میں ہی بڑھتے گئے○ میں نے جب کبھی انہیں تیری طرف بخشش کیلئے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی○ پھر میں نے انہیں بآواز بلند بلایا○ اور بیشک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی○ اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ' وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے○ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا○ اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا○ تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ کی بزرگی کا عقیدہ نہیں رکھتے؟○ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف طور سے پیدا کیا ہے○ کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے○ اور ان میں چاند کو خوب جگمگا تا بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنایا○ اور تم کو زمین سے ایک خاص طریقے سے پیدا کیا○ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور ایک خاص طریقے سے پھر نکالے گا○ اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا○ تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو○

نو سو سال دعوت دینے والا پیغمبر: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوح علیہ السلام نبی نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا قوم نے کس کس طرح اعراض کیا' کیسی کیسی تکلیفیں اللہ کے پیارے پیغمبر کو پہنچائیں' اور کس طرح اپنی ضد پر اڑ گئے' تو حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی تیرے فرمان عالیشان کے مطابق نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات' بلکہ مسلسل ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے' حق سے روگردانی کرتے رہے' یہاں یہ ہوا کہ میں نے ان سے کہا آؤ رب کی سنو تا کہ رب تمہیں بخشے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کو سننا بھی گوارا نہ کیا' کان بند کر لئے' یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے جیسے ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [1] یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور و غل کرو تا کہ تم غالب رہو' قوم نوح علیہ السلام نے جہاں اپنے کانوں

[1] [سورۃ فصلت: آیت ۲۶]

میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑے سے چھپا لئے کہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں' اور نہ کچھ سنیں' اپنے شرک و کفر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس سے بھی بے پرواہی کی اور اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیر لی' حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے انہیں کہا سنا با آواز بلند ان کے کان کھول دیئے اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا غرض تمام جتن کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہ راست پر آ جائیں' میں نے ان سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ اللہ غفار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بد سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے' یہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور درد دکھ سے بچالے گا وہ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقعہ پر جب نماز استسقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں' اس کی ایک دلیل تو یہی آیت ہے دوسرے خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل بھی یہی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ بارش مانگنے کیلئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے خوب استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی' جن میں ایک آیت یہ بھی تھی۔ پھر فرمانے لگے بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں' جن سے اللہ بارش نازل فرمایا کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اے میری قوم کے لوگو! تم اگر استغفار کرو گے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی' زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالا مال ہو جاؤ گے' کھیتیاں خوب ہوں گی' جانوروں کے تھن دودھ سے پر رہیں گے' مال و اولاد میں ترقی ہو گی' قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھندے باغات تمہیں نصیب ہوں گے جن کے درمیان چاروں طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہو گی' ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں تم اللہ کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذاب سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس طرح بدل بدل کر پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کی بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور حالت وغیرہ' اسی طرح تم دیکھو تو سہی کہ اسی نے ایک پر ایک آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہوں یا ان وجوہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جا سکتی ہیں جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں۔ ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے' سب سے قریب آسمان دنیا میں چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطارد ہے' تیسرے میں زہرہ ہے' چوتھے میں سورج ہے' پانچویں میں مریخ ہے' چھٹے میں مشتری' ساتویں میں زحل اور باقی کواکب جو ثوابت رکھتے ہیں وہ آٹھویں میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شروع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اثیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کو مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب

آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہیں کے ساتھ کواکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں' لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا پھیرا اپنے مقدور کے مطابق کرتا ہے' چاند تو ہر ماہ میں ایک بار' سورج ہر سال میں ایک بار' زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ' مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی لمبائی چوڑائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے' یہ خلاصہ ہے ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں وارد کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے' مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں' پھر ان میں سورج چاند کو پیدا کیا ہے' دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ ہے. جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے' پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے. جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں' جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً﴾ [1] الخ' اللہ وہ ہے جس نے سورج' چاند خوب روشن چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق کے ساتھ ہے۔ عالموں کے سامنے اللہ کی قدرت کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں' پھر فرمایا اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا اس مصدر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اس میں لوٹائے گا' پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا' جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارا فرش بنا دیا اور وہ ہلے جلے نہیں اس لئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے' اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو ادھر سے ادھر جاتے آتے ہو' غرض حضرت نوح علیہ السلام کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ عظمت رب اور قدرت اللہ کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے' عالیشان قدرت کے رکھنے والے' رزاق خالق اللہ کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسے پوجو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی کی راہ اختیار کرو' تمہیں ضرور چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو نہ پوجو' اس جیسا اس کا شریک' اس کا ساجھی' اس کا مثیل کسی کو نہ جانو' اسے بیوی اور ماں سے' بیٹوں پوتوں' وزیر مشیر سے' عدیل' نظیر سے پاک مانو' اسی کو بلند و بالا اسی کو عظیم و اعلیٰ جانو۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۵]

نوح نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جنہیں ان کے مال و اولاد نے نقصان ہی میں بڑھایا ہے○ اور ان لوگوں نے اپنا سخت فریب کیا○ اور کہہ دیا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود وسواع و یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا○ اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ تو ان ظالموں کی گمراہی ہی بڑھا○

بارگاہ الٰہی میں غم کی روداد: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری تعالیٰ میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کیلئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور بےفکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے' گو فی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کیلئے سراسر وبال جان تھی' ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے تھے ﴿وَلَدُهٗ﴾ کی دوسری قرأت ﴿وَلَدَهٗ﴾ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ ﴿كُبَّارًا﴾ اور ﴿كِبَارًا﴾ دونوں معنی میں کَبِیْر کے ہیں یعنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہی لوگ کہیں گے کہ تم دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرتے رہے۔ اور انہی بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہرگز نہ چھوڑنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا' دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب ود کو پوجتے تھے' ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا' اور یغوث قبیلہ مراد کا۔ پھر قبیلہ بنو غطیف جو صرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبا بستی کے پاس ہے یغوث کی پوجا کرتا تھا' ھمدان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا' آل ذی کلاع کا قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا' یہ سب بت دراصل قوم نوح کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں' چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنا دیئے اور ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کو مر جانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے جہالت کی وجہ سے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ [1] حضرت عکرمہ' حضرت ضحاک' حضرت قتادہ' حضرت ابن اسحاق رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد' اللہ والے' اولیاء اللہ' حضرت آدم اور حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے جب یہ مر گئے تو ان کے مقتدیوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنا لیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور ان بزرگوں کو دیکھ کر شوق عبادت بڑھتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ لوگ بھی مر کھپ گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور انہیں سے بارش وغیرہ مانگتے تھے چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی' حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق (۴۹۲۰)]

شیث علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے جس میں لڑکے لڑکیاں۔ ان میں جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہابیل' قابیل' صالح اور عبدالرحمٰن تھے جن کا پہلا نام عبدالحارث تھا اور ود تھا جنہیں شیث اور ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام بھائیوں نے سرداری انہیں کو دے رکھی تھی۔ ان کی اولاد یہ چاروں تھے یعنی سواع' یغوث' یعوق' اور نسر۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد ود' یغوث' یعوق' سواع' اور نسر تھی۔ ود ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک کرنے والا تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو! وہ وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مر گیا' یہ لوگ مجاور بن کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے۔ ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آ کر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے ؟ ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ ابلیس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے' اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے' جب وہ اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کیا سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انہیں اپنے اپنے گھروں میں ہی رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوئے اور یہ بھی ہو گیا' اب تک صرف یہ تصویریں اور یہ بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے' ان کا نام ود تھا اور یہی وہ پہلا بت ہے جس کی پوجا اللہ کے سوا کی گئی۔ انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اس وقت سے لے کر اب تک عرب عجم میں اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور اللہ کی مخلوق بہک گئی' چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ (۱) یا الٰہی انہوں نے اکثر مخلوق کو بے راہ کر دیا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کیلئے بددعا کرتے ہیں کیونکہ ان کی سرکشی ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ الٰہی انہیں گمراہی میں بڑھا دے' جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کے لئے بددعا کی تھی کہ پروردگار ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دل سخت کر دے' انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں (۲) چنانچہ دعائے نوح قبول ہوئی اور قوم نوح بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کر دی جاتی ہے۔

---

(۱) [سورۃ ابراهيم : آيت ۳۵-۳٦]

(۲) [سورۃ يونس : آيت ۸۸]

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۵ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے' اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا ○ اور حضرت نوح نے کہا اے میرے پالنے والے تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ ○ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً یہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی بدکار ناشکرے ہوں گے ○ اے میرے پروردگار تو مجھے میرے ماں باپ کو اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوا ہلاکت کے اور کچھ نہ بڑھا ○

گناہوں کی وجہ سے ہلاکت: خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ کی دوسری قراءت "خَطَايَاهُمْ" بھی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ان کی سرکشی' ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنی رسول حد سے گزر گئی تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا' اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا' جیسے فرمان ہے ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ یعنی آج کے دن اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات یافتہ ہوگا جس پر اللہ رحم کرے' حضرت نوح علیہ السلام ان بدنصیبوں کی اپنے قادر ذوالجلال اللہ کی چوکھٹ پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اس مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ اللہ اب تو ان ناشکروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ' اور یہی ہوا کہ سارے کے سارے غرق کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا' سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا' وہ تو غضب الٰہی تھا' وہ تو بددعا نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی نے اسے وہیں جا لیا اور اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی آ گیا تو بچے کو اٹھا کر مونڈھے پر بٹھا لیا جب پانی وہاں پہنچا تو اس نے بچے کو سر پر اٹھا لیا' جب پانی سر تک چڑھا تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند کر لیا لیکن آخر پانی وہاں تک جا پہنچا اور ماں بیٹا ڈوب گئے' [۲] اگر اس

---

[۱] [سورۂ ھود : آیت ۴۳]

[۲] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/ ۳۴۲) مجمع الزوائد (۸/ ۳۶۷)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۵۹۸۵)]

دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ عورت تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ ہی بیٹے کو بچا سکی۔ یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے ثقہ ہیں۔ الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے۔ صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں' اور حضرت نوح نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا' چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یاالٰہی میری چاہت ہے کہ تمام کفار کو برباد کر دیا جائے' ان میں سے جو باقی بچ رہا وہ ہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر ہوگی' ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرے رب' مجھے بخش دے میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آ جائے اور ہو بھی باایمان' گھر سے مراد مسجد بھی لی ہے لیکن عام مراد یہی ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' مومن ہی کے ساتھ اٹھو' بیٹھو' رہو' سہو اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں' یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف اسی سند سے یہ حدیث معروف ہے' پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تمام ایماندار مرد و عورت کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ' اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدا بھی ہو اور ان کی احادیث پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آ جائیں جو منقول ہیں' پھر دعا کے خاتمے پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی' بربادی' ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھا تا رہ' دنیا و آخرت میں برباد ہی رہیں۔ الحمدللہ سورۂ نوح علیہ السلام کی تفسیر بھی ختم ہوگئی۔

تفسیر سورۃ الجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

---

(1) [حسن: ابو داؤد: کتاب الادب: باب من یؤمر ان یجالس (۴۸۳۲) ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جآء فی صحبتہ المومن (۲۳۹۵) مسند احمد (۳/۳۸)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود (۴۰۴۵)]

تو کہہ مجھے وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ○ جو راہ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کے ساتھ شریک نہ بنائیں گے ○ بے شک ہمارے رب کی بڑی بلند شان ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ○ یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگا دیں ○ اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ پر جھوٹی باتیں لگائیں ○ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے ○ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا کہ اللہ کسی کو نہ بھیجے گا ○

قرآن سن کر جنات بھی ایمان لے آئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دو کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے تو فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم کہو میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر دی کہ آج ہم نے عجیب وغریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتاتی ہے ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں۔ یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ﴾ [1] الخ، یعنی جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا کہ وہ قرآن سنیں۔ اور اس کی تفسیر احادیث سے وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں لوٹانے کی ضرورت نہیں، پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کے کام قدرت والے، اس کے احکام بہت بلند و بالا، بڑا ذیشان ذی عزت ہے، اس کی نعمتیں، قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت باوقعت ہیں۔ اس کی جلالت وعظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال واکرام بڑھا چڑھا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ اللہ کی نسبت یہ الفاظ نہ کہتے، یہ قول تو سنداً قوی ہے لیکن کلام بنتا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو۔ واللہ اعلم، پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اللہ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو، پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان اللہ پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی اللہ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے، جھوٹ بکتا ہے، باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن وانس اللہ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل اللہ کی ذات اس عیب سے پاک ہے، پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ انسان جب کبھی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں، جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کسی

---

[1] [سورہ الاحقاف: آیت ۲۹]

شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تا کہ شہر کے دشمن لوگ انہیں ایذا نہ پہنچائیں' جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا' اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔ دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں ہماری اولاد و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرات بڑھ گئی اور اب طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا انہوں نے شروع کیا' وہ گناہ' خوف' طغیانی اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ کردم بن ابو سائب انصاری کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کیلئے باہر نکلا اس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا' چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں لگا تھا یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے [1] ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تا کہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث اور گمراہ ہوں اور اللہ کے دین سے خارج ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

ہم نے آسمان ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا○ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے' لیکن اب جو کان لگائے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے○ ہم نہیں جانتے کہ زمین

---

[1] [ضیف : طبرانی کبیر (۱۹/۱۹۱) العقیلی (۱/۳۵)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔]

والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے ○

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جنات: آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مرچ لگا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے' اب جب حضور ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑالانے کا موقعہ نہ رہا' تا کہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے جلا کر بھسم کر دیتے ہیں' اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی کا ہے' خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب دان تھے کہ برائی کے اسناد کے لئے کسی غافل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس نگرانی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے' اسے ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح حدیث میں بھی آیا ہے کہ الٰہی تیری طرف سے شر اور برائی نہیں (۱) ستارے اس سے پہلے کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کے باعث ہوا تھا' چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ ٹوٹا اور بڑی روشنی ہوگئی تو آپ نے ہم سے دریافت کیا اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضور ﷺ ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے آدمی کے تولد پر ٹوٹتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر' آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے' الخ۔ (۲) یہ حدیث پورے طور پر سبا کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا' جنات کا ان سے ہلاک ہونا' آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا' ان کا آسمانوں کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش کر دی کہ کیا وجہ ہوئی' ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے' پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے' باقی جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا' سورۂ احقاف کی آیت ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ﴾ (۳) میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے' ستاروں کا ٹوٹنا آسمان کا محفوظ ہو

---

(۱) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب صلاة النبى و دعائه بالليل (۷۷۱)]

(۲) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الكهانة واتيان الكهان (۲۲۲۹) ترمذى : كتاب التفسير (۳۲۲٤)]

(۳) [سورة الاحقاف : آيت ۲۹]

جانا جنات ہی کیلئے نہیں بلکہ انسانوں کیلئے بھی ایک خوفناک علامت تھی، وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا، حضرت سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیاطین اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہوگئے انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں، شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے، اپنے جانور راہ اللہ چھوڑنے شروع کر دیئے آخر عبد یالیل بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے طائف والو! تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان تباہ نہیں ہوئے یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کیلئے ہو رہے ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے) اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں تو بیشک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا، شیاطین میں بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا، میرے پاس ہر ہر علاقے کی مٹی لاؤ، چنانچہ لائی گئی، اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس انقلاب کا سبب مکہ میں ہے، سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہوگئے بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہوگئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی، الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝

اور یہ کہ بیشک بعض تو ہم میں نیک کار ہیں اور بعض اس کے سوا بھی ہیں۔ ہم مختلف فریق ہیں ۝ ہمیں کامل یقین ہوگیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں ۝ ہم تو ہدایت سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے، اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی نقصان کا خدشہ ہے نہ ظلم و ستم کا ۝ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں، پس جو مسلمان ہوگئے انہوں نے راہ راست کا قصد کیا ۝ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے ۝ اور (اے نبی یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت کچھ وافر پانی پلاتے ۝ تا کہ ہم اس میں

انہیں آزمالیں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا○

جنات میں نیک بھی اور بد بھی: جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں، ہم مختلف راہوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کونسا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لا کر دیئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانیوالا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے کہا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ کہا بدترین۔ حافظ ابوالحجاج مذنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے، ابن عساکر میں ہے حضرت عباس بن احمد دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں، اور اللہ کی محبت میں حیران و پریشان ادھر ادھر پھر رہے ہیں جوان کا رب ہے انہوں نے مخلوقات سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ سے وابستہ کر لئے ہیں۔

پھر کہتے ہیں، ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کی قدرت ہم پر حاکم ہے، ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں۔ اب فخریہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہی ایمان لا چکے ہیں، فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام۔ اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے، پھر کہتے ہیں مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں، جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ [1] یعنی نیک مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں، ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں مسلمان تو نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا﴾ الخ، کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت الٰہی پر جم جاتے تو ہم ان پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ﴾ [2] الخ یعنی اگر یہ توراۃ و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان و زمین سے روزیاں ملتیں اور فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ [3] الخ،

یعنی اگر بستی والے ایمان لاتے متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جما رہتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جبکہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے

---

[1] [سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۱۲] [2] [سورۃ المائدہ: آیت ٦٦]

[3] [الاعراف: ٩٦]

تا کہ یہ خوب مست ہو جائیں اور اللہ کو بالکل بھول جائیں اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں، جیسے فرمان باری ہے ﴿فَلَمَّا نَسُوْا﴾ (۱) الخ، یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ مست بن گئے کہ ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو گئے۔ اسی طرح کی آیت ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ (۲) الخ، بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صَعَد جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو○ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کیلئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں○ تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا○ تو کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں○ کہہ دے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اس سے بچا نہیں سکتا اور ہرگز بھی میں اس کے سوائے کوئی جائے پناہ پا نہیں سکتا○ میں تو صرف اللہ کی طرف سے پہنچا دیتا اور اس کا پیغام سنا دیتا ہوں اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا○ (ان کی آنکھ نہ کھلے گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے○

مساجد میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں، وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں، نہ کسی اور کو اللہ کی عبادت میں شریک کریں، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب توحید والے رہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھی، حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ

(۱) [الانعام : ٤٤] (۲) [المومنون : ٥٥-٥٦]

نماز ادا کریں، گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو[1] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے اس میں سبھی مساجد شامل ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضاء سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاء سے دوسرے کیلئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے' پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے۔[2]

آیت "لَمَّا قَامَ" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضور ﷺ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر عقیدت کا اظہار کرنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں' دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی اطاعت و چاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت و اقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ کی توحید کا اعلان لوگوں میں کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا چبا کر الجھ جاتے ہیں' جنات و انسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو مٹا دیں اور اس کی روشنی کو چھپا لیں مگر اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے' یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہے کہ میں تو اپنے رب کا نام ورد زبان رکھتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا' یعنی جب دعوتِ حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی حق کو مٹا دینا چاہا اور رسول کی عداوت پر سب متحد ہو گئے اس وقت ان سے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہ لاشریك له کی عبادت میں مشغول ہوں میں اس کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہی میرا سہارا ہے' مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں' میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں میں تو اللہ کا ایک غلام ہوں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں' تمہاری ہدایت ضلالت کا مختار و مالک میں نہیں سب چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں' اگر میں خود بھی اللہ کی معصیت کروں تو یقیناً اللہ مجھے عذاب دے گا اور کسی سے نہ ہو سکے گا کہ مجھے بچا لے' مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر نہیں آتی' میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے' بعض تو کہتے ہیں "اِلَّا" کا استثنا "لَا اَمْلِكُ" سے ہے یعنی میں نفع نقصان' ہدایت ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ "لَنْ یُّجِیْرَنِیْ" سے یہ استثناء ہے یعنی اللہ کے عذابوں سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے' جیسے اور

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱۲۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب السجود علی الانف (۸۱۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب (۴۹۰)]

جگہ ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [1] الخ، یعنی اے رسول! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالے گا۔ نافرمانوں کیلئے ہمیشہ والی جہنم کی آگ ہے، جس میں سے نہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ جب یہ مشرکین جن وانس قیامت والے دن ڈراؤنے عذابوں کو دیکھ لیں گے اس وقت ظاہر ہو جائے گا کہ کمزور مددگاروں اور بے وقعت گنتی والوں میں کون کون شامل تھا؟ یعنی مومن موحد یا یہ مشرک، حقیقت یہ ہے کہ اس دن مشرکوں کو برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا اور اللہ کے لشکروں کے مقابلہ پر ان کی گنتی بھی کچھ نہ ہوگی۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کیلئے دور کی مدت مقرر کر دے ○ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیبوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ○ سوا اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے تو بیشک اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے ○ اس لئے کہ ان کا اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے ○

وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کا علم مجھے نہیں، بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے، اس آیہ کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور ﷺ زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا، ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے حضور ﷺ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپ اس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے، اعرابی کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی آ کر جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمایا تھا اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے نہ اسے جس سے پوچھا جا رہا ہے [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ دیہات کے رہنے والے

---

[1] [سورہ المائدہ: آیت ٦٧]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی عن الایمان (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الایمان ما هو وبیان خصاله (٩ـ ١٠) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی وصف جبریل النبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٦٩٥) نسائی: کتاب الایمان : باب نعت الاسلام (٤٩٩٢) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فی الایمان (٦٣)]

نے با آواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور مگر یہ بتا کہ تو نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہوگا جس کی تجھے محبت ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے [1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ کو معلوم نہ تھا' ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں علم ہے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو۔ اللہ کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے [2]

یہاں بھی آپ کوئی مقررہ وقت نہیں بتاتے' ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے [3] اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال۔ [4]

پھر فرماتا ہے اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر مرسلین میں سے جسے چن لے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ [5] یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو اللہ چاہے۔ یعنی رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے اللہ جتنا چاہتا ہے بتا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کیلئے جو اللہ نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں۔ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور ﷺ کو یقین آ جائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے' اور بعض کہتے ہیں مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہ ﷺ کی حفاظت بھی کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالت اللہ ادا کر دی' یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں کچھ اختلاف ہے۔ امام یعقوب کی قراءت پیش کے ساتھ ہے

---

[1] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الادب : باب ما جآء فى قول الرجل ويلك (٦١٦٧) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب المرء مع من احب (٢٦٢٣٩)]

[2] [ضعیف : ابن ابى الدنيا فى قصر الامل (ص : ٢٨-٢٩) ابو نعيم فى الحلية (٩١/٦) بيهقى فى شعب الايمان (٣٥٥/٧)] اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ حافظ عراقیؒ نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[تخریج الاحياء (٣٩٠٥)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : كتاب الملاحم : باب قيام الساعة (٤٣٤٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، السلسلة الصحيحة (١٦٤٣)]

[4] [صحیح : ابو داؤد: كتاب الملاحم : باب قيامة الساعة (٤٣٥٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود (٣٦٥٦)]

[5] [سورة البقره : آيت ٢٥٥]

یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کر دی، اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تا کہ وہ رسالت ادا کر سکیں اور وحی الٰہی محفوظ رکھ سکیں اور اللہ جان لے کہ انہوں نے رسالت ادا کر دی۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا﴾ [1] الخ یعنی جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول کے سچے تابعدار اور مرتدوں کو جان لیں، اور جگہ ہے ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [2] الخ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو جان لے گا اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے، اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی اللہ کے علم کے احاطہ میں ہے۔ الحمد للہ سورۂ جن کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة المزمل

مزمل کا معنی و مفہوم: بزار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تا کہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں، تو بعض نے کہا ان کا نام کاہن رکھو اس پر اوروں نے کہا درحقیقت وہ کاہن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر بھی اوروں نے کہا وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعض نے کہا ساحر نام رکھو اس پر اور لوگوں نے کہا وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں، غرض وہ کوئی ایسا نام تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھنے والے کہہ کر آپ کو مخاطب کیا [3] اس روایت کے ایک راوی معلٰی بن عبدالرحمٰن سے گو اہل علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۭ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۭ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۭ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾

---

[1] [سورة البقرہ : آیت ۱۴۳]
[2] [سورة العنكبوت : آیت ۱۱]
[3] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۷۶) مجمع الزوائد (۱۱٤٤۳)] اس میں معلٰی بن عبدالرحمٰن کذاب ہے۔]

اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنیوالے کے نام سے شروع

اے جھرمٹ مار کر کپڑے اوڑھنے والے ○ رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات ○ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے ○ یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھا کر ○ یقیناً ہم تم پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے ○ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے ○ یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے ○ تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا ○ مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے ○

پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد اور تلاوتِ قرآن کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں، جیسے فرمان ہے ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ [1] الخ، ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں، حضور ﷺ پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ [2] الخ، راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے، یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرما دی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش۔ "مزمل" کے معنی سونے والے اور کپڑا لپیٹنے والے کے ہیں، اس وقت حضور ﷺ اپنی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے مفہوم کو اچھی طرح اخذ کرنے والے، تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر، یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر تا کہ خوب سمجھتا جائے، اس حکم کے بھی حضور ﷺ عامل تھے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی [3] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں حضور ﷺ خوب مد کر کے پڑھا کرتے تھے پھر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ "اللہ" لفظ "رحمن" پر لفظ "رحیم" پر مد کیا [4] ابن جریج کہتے ہے کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا پورا وقف کرتے تھے، جیسے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھ کر ٹھہرتے۔ یہ حدیث مسند احمد، ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ [5] مسند کی ایک حدیث

---

[1] [سورۃ السجدہ : آیت ۱۶] [2] [سورۃ الاسراء : آیت ۷۹]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب جواز النافلة قائما وقاعدا (۷۳۳)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب مد القرآءۃ (۵۰۴۶)]

[5] [صحیح: مسند احمد (۳۰۲/۶) ابو داؤد : کتاب الحروف والقراءات (۴۰۰۱) ترمذی : کتاب القرآءات : باب فی فاتحة الکتاب (۲۹۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود (۳۳۷۹)]

میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں [۱] ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث وارد کر دی ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں جیسے وہ حدیث جس میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو [۲] اور ہم میں سے وہ نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے [۳] اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے [۴] اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا [۵] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے ادبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس میں دوڑ نہ لگاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بغوی) ایک شخص آ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں آپ نے فرمایا پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا مجھے وہ برابر برابر سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر مفصل کی سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ [۶] پھر فرماتا ہے ہم تجھ پر عنقریب بھاری بوجھل بات اتاریں گے، یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی حضرت

---

[۱] [حسن صحیح: مسند احمد (۲/۱۹۶) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب کیف الترتیل فی القراءۃ (۱۴۶۴) ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب ان الذی لیس فی جوفہ من القرآن (۲۹۱۴) نسائی فی السنن الکبری: کتاب فضائل القرآن: باب الترتیل (۸۰۵۶) صحیح ابن حبان (۷۶۶) ابن ابی شیبہ (۱۰/۴۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[۲] [صحیح: مسند احمد (۴/۲۹۶) بخاری معلقا: کتاب التوحید (۷۵۴۴) ومسندا فی خلق افعال العباد (۲۵۰) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب یستحب الترتیل فی القرائۃ (۱۴۶۸) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا: باب فی حسن الصوت بالقرآن (۱۳۴۲) نسائی: کتاب الافتتاح: باب تزیین القرآن بالصوت (۱۰۱۶) عبدالرزاق (۴۱۷۶)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

[۳] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی واسرو قولکم اواجھروا بہ (۷۵۲۷) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب یستحب الترتیل فی القراءۃ (۱۴۶۹) مسنداحمد (۱/۱۷۵)]

[۴] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب حسن الصوت بالقراءۃ القرآن (۵۰۴۸) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (۷۹۳)]

[۵] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن: وما یتعلق بہ (۷۹۳) مسند احمد (۵/۳۴۹)]

[۶] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ (۷۷۵) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب ترتیل القراءۃ واجتناب الھذ (۸۲۲)]

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کا گھٹنہ میرے گھٹنے پر تھا وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے [1] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ایسی آواز کو سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو میں چپکا ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی [2] صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گنگناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس میں جو کچھ کہا گیا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ پر وحی اتر چکتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکتے [3] مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور اسی وقت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی [4] ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو لے اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا نہ اس کی گردن اونچی ہوتی۔ [5] مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی اہم اور بوجھل تھا۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے' حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بڑا بھاری ملے گا۔ پھر فرماتا ہے رات کا اٹھنا نفس کو زیر کرنے کیلئے اور زبان کو درست کرنے کیلئے اکسیر ہے" نشـــاء" کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں' رات بھر میں جب اٹھے اسے "ناشئتہ اللیل" کہتے ہیں' تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھیڑ بھاڑ کا' شوروغل کا' کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اَقْوَمُ قِيْلًا کو اَصْوَبُ قِيْلًا پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو اَقْوَمُ پڑھتے ہیں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا یستوی القعدون من المومنین (٤٥٩٢) و کتاب الجهاد (٢٨٣٢)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٢/٢٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٧٠٧١)] اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف بداء الوحی الی رسول الله (٢) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب عرق النبی فی البرد (٢٣٣٣)]

[4] [صحیح: مسند احمد (٦/١١٨)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٨/٢٦٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٨٦٨)]

[5] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٩/١٢٧)]

آپ نے فرمایا ((اَصْوَبُ اَقْوَمُ اَهْيَاءُ)) اوران جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے، نیند کر سکتے ہو سو بیٹھ سکتے ہو، راحت حاصل کر سکتے ہو، نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو، اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو۔ پھر رات کو آخرت کے کام کیلئے خاص کرلو اس بناء پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کردی اور فرمایا تھوری سی رات کا قیام کیا کرو، اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ سے ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک پڑھا اور آیت ﴿وَمِنَ الَّيْلِ﴾ الخ، کی بھی تلاوت کی، آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک، مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشام رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف چلے تاکہ وہاں کے اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت ملے مدینہ شریف میں اپنی قوم والوں سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا سنو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ ہی کی قوم میں سے چھ شخصوں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ للہ کھڑے ہو جائیں۔ حضور ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اس طرح کرنے میں تمہارے لیے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار! ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ یہ حدیث سن کر حضرت سعید نے بھی اپنا ارادہ ترک کیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا اب حضرت سعید رحمہ اللہ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا اس مسئلے کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا ہی سے دریافت کرو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا۔ میں حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا تم مجھے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے چلو۔ انہوں نے فرمایا میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلین کے بارے میں آپ دخل نہ دیجئے لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا۔ میں نے انہیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلئے خیر بمشکل وہ راضی ہوئے اور میں ان کے ساتھ گیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا صاحبہ نے حضرت حکیم کی آواز پہچان لی اور کہا کیا حکیم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں میں حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ ہوں تمہارے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا ہشام پوچھا ہشام کون؟ عامر کے لڑکے؟ کہا عامر رضی اللہ عنہ کے لڑکے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عامر رضی اللہ عنہا کیلئے دعا رحمت کی اور فرمایا عامر رضی اللہ عنہ بہت اچھا آدمی تھا اللہ اس پر رحم کرے میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے بتایئے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا بس حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کا حال دریافت کرلوں، اس سوال کے جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں

پڑھی‘ میں نے کہاہاں پڑھی ہے‘ فرمایا سنواس سورت کے اول حصے میں قیام اللیل فرض ہوااور سال بھرتک حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آ گیا بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی فرضیت اٹھ گئی اور عملی صورت باقی رہ گئی‘ میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کرلوں تو میں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آ گاہ فرمایئے‘ آپ نے فرمایاہاں سنو! ہم آپ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب کبھی اللہ چاہتااور آپ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے اور آٹھ رکعت پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ التحیات میں بیٹھتے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے بیٹھے ہی دو رکعت اور ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹا یہ سب مل کر گیارہ رکعت ہوئیں‘ اب جبکہ آپ عمر رسیدہ ہوئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا کیں بس بیٹا یہ نو رکعت ہوئیں اور حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو پھر اس پر مداومت کرتے ہاں اگر کسی شغل یا نیند یا دکھ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمالیا کرتے میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے روزے رکھے‘ اب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رخصت ہو کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال و جواب دوہرائے آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد و رفت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتی تو خود اپنے کانوں سے سن آتا‘ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے [1] ابن جریر میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نبی ﷺ کیلئے بوریا رکھ دیا کرتے تھے جس پر آپ تہجد کی نماز پڑھتے لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضور ﷺ کی اقتدا کرنے کیلئے وہ بھی آ گئے حضور ﷺ غضبناک ہو کر باہر نکلے چونکہ شفقت و رحمت آپ کو امت پر تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو یہ نماز فرض ہو جائے آپ ان سے فرمانے لگے لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہ تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیام اللیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آ جائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جو اللہ کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر اللہ نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشاء کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا‘ یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ زبزی ضعیف ہے اصل حدیث بغیر سورۂ مزمل کے نازل ہونے

---

[1] [صحیح صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض (٧٤٦) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب فی صلاۃ اللیل (١٣٤٢) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النهار : باب قیام اللیل (١٦٠٢) مسند احمد (٦/٥٣)]

کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ کے تسلسل سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ دراصل یہ سورت مکہ شریف میں اتری ہے' اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے' صحیح وہی ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل رمضان کے قیام کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخر کی آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابواسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن جریر میں اس طرح مروی ہے' حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ قدم اور پنڈلیوں پر ورم آ گیا پھر ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [1] الخ' نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی' حسن بصری رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سولہ مہینے کا فاصلہ مروی ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک سال یا دو سال تک قیام کرتے رہے اور پنڈلیاں اور قدم سوج گئے پھر آخری سورت کی آیتیں اتریں اور تخفیف ہوگئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ دس سال کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ (ابن جریر) [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام اللیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ﴾ سے ﴿مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ تک آیتیں نازل فرما کر وسعت کر دی اور تنگی نہ رکھی فَلَهُ الْحَمْدُ۔ پھر فرمان ہے اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کیلئے فارغ ہو جا یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ [3] الخ'

یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجالاؤ' اخلاص' فارغ البالی' کوشش' محنت' دل لگی اور یکسوئی سے اللہ کی طرف جھک جاؤ' ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا [4] یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔ وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اس کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں' تو جس طرح صرف اسی اللہ کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ' جیسے اور

---

[1] [سورۃ المزمل : آیت ۲۰]

[2] [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۱۷۴)]

[3] [سورۃ الانشراح : آیت ۷]

[4] [صحیح لغیرہ :مسند احمد (۱۵۸/۳) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب النھی عن التبتل (۱۸۴۹) نسائی : کتاب النکاح : باب النھی عن التبتل (۳۲۱۴) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی النھی عن التبتل (۱۰۸۲)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۲۶۱/۴)] امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [ابن حبان (۴۰۲۸)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

آیت میں ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (۱) اسکی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر' یہی مضمون ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (۲) میں بھی ہے' اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت' اطاعت' توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

اور جو وہ کہیں سنتا رہ اور انہیں اچھی طرح چھوڑے رکھ ○ اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے ○ یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے ○ اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردد ینے والا عذاب ہے ○ جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے ○ ہم نے تو تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا ○ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس بنا پر ہم نے اس کو سخت وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا۔ تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا ○ جس دن آسمان بھی پھٹ جائے گا' اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے ○

نبی ﷺ کو صبر کی ہدایت: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے' میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں۔ ہاں ان کے مالدار خوش حال لوگوں کو جو بےفکرے ہیں اور تجھے ستانے کیلئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بےتعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھا لیں مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کونسے؟ سخت قید و بند کے' بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے' اور جو ایسا کھانا جو حلق میں جا کر اٹک جائے نہ نگل سکیں نہ اگل سکیں اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے' پھر وہ وقت بھی ہو گا جب زمینوں میں اور پہاڑوں میں زلزلہ طاری ہو گا' سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے بھربھری ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر ادھر آلے جائے گی اور نام و نشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف

(۱) [سورة هود : آیت ۱۲۳] (۲) [سورة فاتحه : آیت ٤]

میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی' پھر فرماتا ہے اے لوگو اور خصوصاً اے کافرو! ہم نے تجھ پر گواہی دینے والا اپنا سچا رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس بھی ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کیلئے اپنے ایک رسول کو بھیجا تھا' اس نے جب اس رسول کی نافرمانی کی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برباد کیا سختی سے پکڑ لیا' اسی طرح یاد رکھو اگر اس نبی کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری خیر نہیں اللہ کے عذاب تم پر بھی اتر آئیں گے اور نیست و نابود کر دیئے جاؤ گے کیونکہ یہ رسول ﷺ رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذابوں سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت' خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور اللہ کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟ گو یہ دونوں معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن اول اولیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔ طبرانی میں ہے رسول مقبول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو الگ کرو وہ پوچھیں گے اے اللہ کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گھبرا گئے' حضور ﷺ بھی ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو! بنو آدم بہت سے ہیں یاجوج ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ہر ایک نسلی تسلسل میں خاص اپنی صلبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں اور ان حبشیوں میں مل کر دوزخیوں کی یہ تعداد ہو جائے گی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کیلئے ہو جاؤ گے [1] یہ حدیث غریب ہے اور سورۂ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے اس دن کی ہیبت اور دہشت کے مارے آسمان بھی پھٹ جائے گا' بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن یہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں' اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کے ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

إِنَّ هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَىِ ٱلَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَٱللَّهُ يُقَدِّرُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ وَءَاخَرُونَ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَقْرِضُوا۟ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَٱسْتَغْفِرُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌۢ ﴿٢٠﴾

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۲۰۳٤) مجمع الزوائد (۱٦٤٤٦)] اس میں عثمان بن عطا راوی ضعیف ہے۔]

بیشک یہ نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرلے ○ تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہٰذا جتنا قرآن پڑھنا تم پر آسان ہوا تنا ہی پڑھو وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے سو تم بآسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو اور اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو، اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیج دو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

اہل عقل کے لیے عبرت ونصیحت: فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کیلئے سراسر نصیحت وعبرت ہے، جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کرلے گا، جیسے دوسری سورت میں فرمایا ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [1] تمہاری چاہت کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہے۔ صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام میں مشغول رہنا، کبھی آدھی رات اسی میں گزرنا، کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام، کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے، کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں، کبھی رات چھوٹی دن بڑا، کبھی دن چھوٹا رات بڑی، اللہ جانتا ہے کہ اس کو بنانے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی تم بآسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قراءت سے کی ہے جیسے سورۂ "سبحان" میں ہے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ [2] یعنی اپنی قراءت نہ تو بہت بلند کر نہ بالکل پست کر، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کر کے یہ مسئلہ لیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا متعین نہیں اسے پڑھے خواہ اور کہیں سے پڑھ لے گو ایک ہی آیت پڑھے کافی ہے، اور پھر اس مسئلہ کی مضبوطی اس حدیث سے کی ہے کہ بہت جلدی جلدی نماز ادا کرنیوالے کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے۔ (بخاری ومسلم) [3] یہ مذہب جمہور کیخلاف ہے اور جمہور نے انہیں یہ جواب دیا کہ بخاری ومسلم کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آچکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

[1] [سورہ الدھر : آیت ۳۰]

[2] [سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱۱۰]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم فی الصلوات کلھا (۷۵۷) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب وجوب قراءۃ فاتحۃ فی کل رکعتہ (۳۹۷)]

کہ نماز نہیں ہے مگر یہ کہ تو سورۂ فاتحہ پڑھے [1] اور صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ بالکل ادھوری محض ناکارہ ناقص اور ناتمام ہے [2] صحیح ابن خزیمہ میں بھی ان ہی کی روایت سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے [3] (پس ٹھیک قول جمہور کا یہی ہے کہ ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور متعین ہے) پھر فرماتا ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں' مثلاً بیمار کہ جنہیں اس کی طاقت نہیں' مسافر جو روزی کی تلاش میں ادھر ادھر جا رہے ہیں' مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں' یہ آیت بلکہ پوری سورت مکی ہے' مکہ شریف میں نازل ہوئی اس وقت جہاد فرض نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمان جہاد میں پوری طرح مشغول ہوئے یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے۔ تو ان معذورات کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے با آسانی کیا جا سکے کر لیا کرو' حضرت ابو رجاء محمد رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اے ابو سعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف فرض نماز پڑھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو تکیہ بنا لیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا ہے' اور فرمایا تم وہ سکھائے گئے ہو جسے نہ تم جانتے ہو نہ تمہارے باپ دادا' میں نے کہا۔ ابو سعید! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو' فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو' پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک واجب تھا' ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح سویا رہتا ہے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے [4] اس کا ایک تو یہ

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها (۷۵٦) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعته (۳۹۵) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء انه لا صلاة الا بفاتحة الکتاب (۲٤۷) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب (۸۲۲) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة (۸۳۷)]

[2] [صحیح صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب وجوب القراة فی کل رکعته (۳۹۵۔٤۱) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب من ترك القراءة فی صلوة بفاتحة الکتاب (۸۲۱) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب القراءة خلف الامام (۸۳۸) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الفاتحة (۲۹۵۳) نسائی : کتاب الافتتاح : باب ترك قراءة بسم الله الرحمن الرحیم (۱۰۔۹)]

[3] [صحیح صحیح ابن خزیمه (٤۹۰) مسند احمد (٤۵۷/۲) ابن حبان (۱۷۸۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب اذا نام ولم یصل بال الشیطن فی اذنه (۱۱٤٤)، (۳۲۷۰) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب الحث علی صلاة اللیل وان قلت (۷۷٤)]

مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفلی قیام نہ کرے، سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو [1] دوسری روایت میں ہے جو وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں [2] حسن بصری رحمہ اللہ کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابوبکر بن عبدالعزیز حنبلی رحمہ اللہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں۔ رمضان کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آ چکا ہے ((وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعاً)) (یعنی اللہ نے اس کے قیام کو نفلی قرار دیا ہے، وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں بہت مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں، لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے [3] صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو، یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ میں بیان ہوا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ رحمہ اللہ علیہم وغیرہ سلف کا بیان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں اس نے پوچھا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں۔ [4] پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ للہ صدقہ خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا بدلہ دے گا، جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور اللہ اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے۔ [5] تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب

---

[1] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الوتر : باب استحباب الوتر (۱٤۱٦) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في الوتر (۱۱٦۹) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء ان الوتر لیس بحتم (٤٥۳) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النهار : باب الامر بالوتر (۱٦۷٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود (۱۲٥٦)]

[2] [ضعیف :مسند احمد (۲/٤٤۳) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فیمن لم یوتر (۱٤۱۹) مستدرك حاکم (۳۰٥/۱)] امام زیلعیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ [نصب الرایة (۱۱۳/۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود (۳۰۹) ارواء الغلیل (٤۱۷)]

[3] [ضعیف :طبرانی کبیر (۱۰۹٤۰)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں عبدالرحمٰن بن طاؤس راوی مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۳/۷)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب الزکاة من الاسلام (٤٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الصلوات التی هی احداد ارکان الاسلام (۱۱)]

[5] [سورة البقره : آیت ۲٤٥]

میں بہت ہی زیادہ ہے' ابو یعلی موصلی کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ﷺ ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں آپ نے فرمایا اور سوچ لو انہوں نے کہا حضور ﷺ یہی بات ہے فرمایا سنو! تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ للہ دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے' یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی مروی ہے۔ [1] پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اللہ مغفرت کرنے والا ہے اور مہربانیوں والا ہے۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ مزمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المدثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ
فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝٨ فَذٰلِكَ
يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝٩ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١٠

اللہ تعالیٰ رحم و کرم کرنے والے رحمت کرنے والے کے نام سے شروع

اے کپڑا اوڑھنے والے ○ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے ○ اور اپنے رب کی ہی بڑائیاں بیان کر ○ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر ○ ناپاکی کو چھوڑ دے ○ اور احسان کر کے زیادتی کی خواہش نہ کر ○ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر ○ پس جبکہ صور پھونکا جائے گا ○ اس دن کا یہ وقت سخت دن ہوگا ○ جو کافروں پر آسان نہ ہوگا ○

پہلی وحی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی یہی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ نازل ہوئی [2] لیکن جمہور کا یہ قول ہے کہ سب سے پہلے وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ﴾ [3] کی آیتیں ہیں جیسے اسی سورت کی تفسیر کے موقعہ پر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن ابو کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا لوگ تو ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ﴾ بتاتے ہیں فرمایا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب ما قدم من ماله فهو له (٦٤٤٢) نسائی: کتاب الوصایا: باب باب الکراهیة فی تاخیر الوصیة (٣٦٤٢) مسند احمد (١/٣٨٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورة المدثر (٤٩٢٢) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بدء الوحی الی رسول الله (١٦١)]

[3] [سورة العلق: آیت ١]

جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرا میں اللہ کی یاد سے جب فارغ ہوا اور اترا تو میں نے سنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو آواز دینے والا نظر آیا۔ میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو انہوں نے ایسا ہی کیا اور ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کی آیتیں اتریں (بخاری) [1] صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے آواز سنائی دی۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں مارے ڈر اور گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھانک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اوڑھا دیئے اور سورۂ مدثر کی ﴿فَاهْجُرْ﴾ تک کی آیتیں اتریں' ابو سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "رجز" سے مراد بت ہیں۔ پھر وحی برابر تابڑ توڑ گرما گرمی سے آنے لگی [2] یہ لفظ بخاری کے ہیں' اور یہی سیاق محفوظ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپ کا فرمان موجود ہے یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام جبکہ غار میں سورۂ ﴿اِقْرَاْ﴾ کی آیتیں ﴿مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ تک پڑھا گئے تھے' پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی اس میں سب سے پہلے وحی سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اس طرح ان دونوں احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے دراصل سب سے پہلے وحی تو اقرأ کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رک جانے کے بعد کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں' اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس کی ابتدائی آیتیں ہیں [3] طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب سب کھا پی چکے تو کہنے لگا تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعض نے کہا جادوگر ہے بعض نے کہا نہیں ہے' بعض نے کہا کاہن ہے کسی نے کہا کاہن نہیں ہے' بعض نے کہا شاعر ہے' بعض نے کہا شاعر نہیں ہے' بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ اسے منقول جادو کہا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ لیا جس پر یہ آیتیں فَاصْبِرْ تک اتریں۔ [4] پھر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ' یعنی عزم

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ المدثر (٤٩٢٢) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بدء الوحی (١٦١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب والرجز فاهجر (٤٩٢٦)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب اذا قال احدکم آمین والملائكة فی السماء (٣٢٣٨) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بدء الوحی الی رسول الله (١٦١)]

[4] [ضعیف: طبرانی (١١٢٥٠) مجمع الزوائد (١١٤٤٨)] اس کی سند میں ابراہیم بن یزید راوی ضعیف ہے۔ امام ہیثمیؒ نے اسے متروک کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے' جہنم سے' اور ان کی بداعمال کی سزا سے ڈراؤ۔ ان کو آگاہ کر دو ان سے غفلت کو دور کر دو' پہلی وحی سے نبوت کے ساتھ حضور ﷺ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپ رسول بنائے گئے۔ اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو۔ اور کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت' بدعہدی' وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو' جیسے شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد اللہ میں فسق و فجور کے لباس سے اور غدر کے رومال سے عاری ہوں' عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک صاف رکھو یعنی گناہ چھوڑ دو' اعمال صالح کر لو' یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپ پرواہ بھی نہ کریں' عربی محاورے میں جو معصیت آلود' بدعہد ہو اسے میلے اور گندے کپڑے والا اور جو عصمت مآب' پابند وعدہ ہو اسے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں' شاعر کہتا ہے۔

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُدَنَّسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُهٗ فَكُلُّ رِدَاءٍ يَّرْتَدِيْهِ جَمِيْلٌ

یعنی انسان جبکہ سیاہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کرو۔ کپڑے پاک صاف رکھو' میلوں کو دھو ڈالا کرو' مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو۔ دراصل یہ سب مطلب ٹھیک ہیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو۔ ساتھ ہی دل بھی پاک ہو دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے جیسے امرؤ القیس کے شعر میں ہے' اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو' محمد بن کعب قرظی اور حسن رحمہما اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھو۔ گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ [1] اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا اے ہارون! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ اختیار نہ کرو۔ [2] پھر فرماتا ہے عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو' ابن مسعود کی قراءت میں ﴿اَنْ تَسْتَكْثِرَ﴾ ہے' یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا احسان اللہ پر رکھتے ہوئے حد سے زیادہ تنگ نہ کرو' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلب خیر میں غفلت نہ برتو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلب نہ کرو' یہ چار قول ہوئے' لیکن اول اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے ان کی ایذا پر جو راہ اللہ میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و ضبط کر' اللہ تعالیٰ نے جو تجھے منصب دیا ہے اس پر لگا رہ اور جما رہ۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ مسند احمد' ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم اللہ کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے' اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

---

[1] [سورۃ الاحزاب : آیت ۱]

[2] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۴۲]

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾① پس صور کے پھونکے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر جب صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہوگا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا' جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ ﴿يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾② یہ آج کا دن تو بے حد گراں اور سخت مشکل کا دن ہے' حضرت زرارہ بن اوفی رحمۃ اللہ جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت تھی جب اس آیت کو پہنچے تو بے ساختہ زوردار ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا کہ روح پرواز ہو چکی ہے' اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے ○ اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے ○ اور حاضر باش فرزند بھی ○ اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے ○ پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ○ نہیں نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے ○ میں تو اسے مشقت والی تکلیف پہنچاؤں گا ○ اس نے غور کر کے تجویز کی ○ اسے ہلاکت ہو کیسی سوچی ○ وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا ○ اس نے پھر دیکھا ○ اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا ○ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا ○ اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے ○ یہ سوائے انسانی قول کے کچھ نہیں ○ میں اسے عنقریب دوزخ میں ڈالوں گا ○ اور تمہیں کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے ○ کھال کو جھلسا دیتی ہے ○ اور اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں ○

قرآن کو انسانی قول کہنے والا ولید بن مغیرہ: جس خبیث شخص نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے' پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد دیا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا پھر اللہ نے اسے مالدار بنا دیا' ہزاروں لاکھوں دینار' زر' زمین

① [صحیح : مسند احمد (۳۲۶/۱) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الزمر (۳۲۴۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (۱۰۷۸ - ۱۰۷۹)]

② [سورة القمر : آیت ۸]

وغیرہ عنایت فرمائی' اور باعتبار بعض اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے' نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا' غرض دھن دولت' لونڈی' غلام' بال بچے' آرام و آسائش ہر طرح کی مہیا تھی' پھر بھی خواہش نفس پوری نہ ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ اور بڑھا دے' حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا' یہ ہمارے احکام کے علم کے بعد بھی کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے صعود پر چڑھایا جائے گا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی تہہ تک نہ پہنچے گا' اور "صعود" جہنم کی ایک ناری پہاڑی کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا [1] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں' ساتھ ہی یہ حدیث منکر ہے'

ابن ابی حاتم میں ہے کہ "صعود" جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی راکھ ہو جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ویسا ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب دیں گے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت نہ ہو' امام جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر خود ساختہ دنیا میں رہتا تھا کہ وہ قرآن کی مانند کہے اور بات بنائے افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بد کلام' بری سوچ' کتنی بے حیائی سے جھوٹ بات گھڑ لی' اور بار بار غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال کر' منہ بگاڑ کر' حق سے ہٹ کر' بھلائی سے منہ توڑ کر' اطاعت اللہ سے سر پھیر کر' دل کڑا کر کے کہہ دیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنا رہے ہیں یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو نقل کیا جاتا ہے' اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا' قریش کا سردار تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھ سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الانبیاء (٣١٦٤) مستدرك حاكم (٢/٥٠٧) صحیح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٣/٧٥) مسند ابویعلی (١٣٨٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (٤/٢٢٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے بلکہ واللہ! وہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں' قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لئے اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بغیر اسلام لائے باقی نہ رہے گا' ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا یہ کہتے ہی ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کیلئے چندہ کر کے بہت سا مال جمع کر لیا اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں' اس نے کہا واہ! کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال واولاد والا کوئی نہیں ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو' ولید کہنے لگا اوہو! میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اب اللہ کی قسم نہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ﴿ذَرْنِي﴾ سے ﴿لَا تَذَرُ﴾ تک۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے کہا تھا قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے' اس میں چمک ہے' یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان ہو جائے اسے بھڑکانے کیلئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کیلئے مال جمع کرنا چاہتی ہے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آپ کا جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آ کر کہا میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابو جہل نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں' اس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ کی نہ وہ شعر ہے نہ وہ قصیدہ ہے اور نہ رجز ہے' نہ جنات کا قول ہے اور نہ ان کے اشعار ہیں۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی گرامی شاعر ہوں' کلام کے حسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجیب حلاوت' مٹھاس' لذت' شیفتگی اور دلیری ہے وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام جچتا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی اور جذب ہے۔ اب تم ہی کہو کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابو جہل نے کہا سنو! جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم خیالات

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۴۲۰)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے اس نے کہا اچھا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا چنانچہ سوچ سوچ کر قوی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر "ذَرْنِي" سے "تِسْعَةَ عَشَرَ" تک کی آیتیں اتریں۔ (۱) سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر چاروں طرف سے لوگ آئیں گے تو بتاؤ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی تجویز کرو سب یہ یک زبان وہی بات کہیں تا کہ عرب بھر میں اور پھر ہر جگہ بھی وہی مشورہ ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر منہ بنا کر کہنے لگا جادوگر کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے، قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ (۲) یعنی ذرا دیکھو تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں انہیں جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا۔ جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے۔ جو گوشت پوست کے رگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب تازہ پیدا کئے جاتے ہیں اور پھر زندہ کئے جاتے ہیں نہ موت آئے نہ راحت والی زندگی ملے، کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ ہے ایک ہی لپک میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے جسم و جلد کو بھون جھلس دیتی ہے، انیس انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا بتاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر کسی شخص نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ دریافت کیا اسی وقت آیت ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ نازل ہوئی آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنا دی اور کہا ذرا انہیں میرے پاس تو لاؤ میں بھی ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ سنو! وہ سفید میدہ کی طرح ہے، پھر یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس۔ پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلام سے کہا آپ ہی کہئے ابن سلام نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدے کی ہو (ابن ابی حاتم) (۳) مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لاجواب ہونے کی خبر دی اس نے آ کر کہا کہ آج تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہار گئے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا ان سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں آپ نے فرمایا بھلا وہ ہارے ہوئے کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ جن سے جو بات پوچھی جاتی ہے اگر وہ نہیں جانتے تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر جواب دیں گے۔ ان یہودیوں کو دشمنان الٰہی کو میرے پاس تو لاؤ ہاں انہوں نے اپنے نبی سے اللہ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ اب یہودی بلوائے

---

(۱) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۴۱۹)] (۲) [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۴۸]

(۳) [ضعیف: بیهقی فی البعث والنشور (۵۰۹)] اس میں حریث بن ابی مطر راوی ضعیف ہے۔]

گئے اور جواب دیا گیا اور حضور ﷺ کے سوال پر یہ بڑے چکرائے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ (۱)

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ۧ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝

ع ۱۵

ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتوں کو کیا ہے اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کیلئے مقرر کی ہے۔ تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایماندار ایمان میں اور بڑھ جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے' تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو کل بنی آدم کیلئے سراسر پند و نصیحت ہے ○ سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے ○ اور صبح کی جبکہ روشن ہو جائے ○ کہ یقیناً جہنم بری چیزوں میں سے ایک ہے ○ بنی آدم کو ڈرانے والی ○ یعنی اسے جو تم سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا ○

جہنم کے داروغوں کی تعداد اور ابوجہل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں جو سخت بے رحم اور سخت کلامی کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی گنتی بتلائی گئی تو ابوجہل نے کہا اے قریشیو! یہ اگر انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرا دیں گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں نہ تم ہرا سکو نہ تھکا سکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس گنتی کو سن کر کہا قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں' یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے تو کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے' یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا' چنانچہ حضور ﷺ نے اس سے کشتی کی اور کئی بار گرایا لیکن اسے ایمان نصیب نہ ہوا' امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب کا بتایا

---

(۱) [**ضعیف** : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة المدثر (۳۳۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفه (۳۳۴۸)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

ہے' میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ تفاوت نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو) واللہ اعلم۔ پھر فرمایا اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کیلئے' ایک طرف کافروں کا کفر کھل گیا' دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا' کہ اس رسول ﷺ کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے' تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں مزید توانا ہو گئے۔ حضور ﷺ کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھایا' اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک وشبہ نہ رہا' بیمار دل اور منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پُر ہیں' تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس ہی ہیں' جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں حالانکہ یہ مجرد ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر صرف انیس کے کیا معنی؟ بخاری ومسلم کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچرا رہے ہیں اور انہیں چرچرانے کا حق ہے۔ ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تب کم ہنستے' بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت نہ پا سکتے بلکہ فریاد وزاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا ہے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا' یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے [2] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی گئی ہے' طبرانی میں ہے ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھر یا ہتھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ تو پاک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم (۳۲۰۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول الله (۱٦٤) مسند احمد (۲۰۷/٤)]

[2] [حسن: مسند احمد (۱۷۳/٥) ترمذی: کتاب الزهد: باب فی قول النبی لو تعلمون ما اعلم (۲۳۱۲) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب الحزن والبکاء (٤۱۹۰)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے سوائے ان الفاظ ﴿لوددت﴾ کے۔ [صحیح ترمذی]

ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادا نہیں ہو سکی البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ① امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا' آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچر بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چرچراہٹ پر ملامت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں ہے ② دوسری روایت میں ہے آسمانِ دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے ﴿وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ○ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ ③ یعنی ہم میں سے ہر ایک کیلئے مقرر جگہ ہے' اور ہم صفیں باندھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں' اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے' دوسری روایت میں ہے یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا گیا ہے' ایک اور سند سے یہ روایت حضرت علاء بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' لیکن سنداً یہ بھی غریب ہے اور ایک بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت وقوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں گرا دے تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کون آئے گا آ جا میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں ملا دیا اور اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا' میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص رضی اللہ عنہ آج کیا بات ہے؟ میں نے کل واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا اللہ کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر اتار لیتا تو اچھا تھا' یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یونہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے۔ خاصی دور نکل چکے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ اللہ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے۔ آسمان دنیا میں خشوع وخضوع والے بے شمار فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اب بھی ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا'

---

① [ضعیف : طبرانی اوسط (٣٥٩٢) مجمع الزوائد (١٨٤٣٧)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں عروہ بن مروان راوی کمزور ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے : المیزان (٥٦١٠)]

② [صحیح : تعظیم قدر الصلاۃ (٢٥٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (١٠٦٠)]

③ [سورۃ الصافات : آیت ١٦٤-١٦٦]

اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور ﷺ ان کی تسبیح کیا ہے؟ فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ﴾ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ﴾ اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ﴿سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ﴾ عمر تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے جو پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا کہا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا ﴿اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ﴾ یعنی اللہ! تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرا چہرہ جلال والا ہے [1] اسحاق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں، لیکن امام ابوداؤد، امام نسائی، امام عقیلی اور امام دارقطنی رحمہ اللہ علیہم انہیں ضعیف کہتے ہیں، امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے تو یہ سچے مگر نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبدالملک بن قدامہ ابوقتادہ جمحی میں بھی کلام ہے، تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے حال کو معلوم کرایا، اس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کیا۔ ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسلاً روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دو سندیں لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے دوسری حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے، پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت خوف اللہ سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں، اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداءِ دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ اللہ تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ [2] اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کیلئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے، جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے۔ جو چاہے اس کے باوجود حق کو پیٹھ ہی دکھاتا رہے، اس سے دور بھاگتا رہے، یا اسے رد کرتا رہے۔

---

[1] [ضعیف: تعظیم قدر الصلاۃ (۲۵۶)]

[2] [ضعیف: تعظیم قدر الصلاۃ (۲۶۰)] اس میں عباد بن منصور ضعیف ہے۔ [المیزان (۴۱۴۱)]

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

ہر ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس اور مبتلا ہے○ مگر دائیں ہاتھ والے○ کہ وہ بہشتوں میں بیٹھے سوال کرتے ہوں گے○ گنہگاروں سے○ کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟○ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے○ نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے○ اور ہم بحث کرنے والے انکاریوں کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے○ اور جزا سزا کے دن کو بھی ہم سچا نہیں جانتے تھے○ یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی○ پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی○ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں○ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں○ جو شیر سے بھاگے ہوں○ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دکھائیں○ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ قیامت سے بے خوف ہیں○ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے○ اب جو چاہے اسے یاد کر لے○ اور وہ جبھی بات کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے، وہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈریں اور اس لائق بھی کہ وہ بخشے○

جنتیوں اور دوزخیوں کے مابین گفتگو: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہو گا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا وہ بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ موت آ گئی، یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [1] یعنی موت کے وقت تک اللہ کی عبادت میں لگا رہ، اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے [2] اب اللہ مالک الملک فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ

---

[1] [سورہ الحجر: آیت ۹۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ (۳۹۲۹)]

شفاعت وہاں نافع ہو جاتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جس کا دم ہی کفر پر نکلا ہو ان کیلئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کیلئے "ھاویہ" میں گئے۔ پھر فرمایا: کیا بات ہے کونسی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے 'فارسی زبان میں جسے 'شیر' کہتے ہیں اسے عربی میں 'اسد' کہتے ہیں' اور حبشی زبان میں 'قَسْوَرَۃٌ' کہتے ہیں نبطی زبان میں 'رویا'۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان میں کے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے ﴿حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ [1] الخ، یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ نہ دیئے جائیں جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھٹکارہ دے دیئے جائیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو پھر ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت وموعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کرلے اور نصیحت پکڑ لے' جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [2] یعنی تمہاری چاہتیں اللہ کی چاہت کے تابع ہیں۔ پھر فرمایا اس کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہوگیا' ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے [3] اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں' سہیل اس کا راوی قوی نہیں' اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورۂ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القیامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْــَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۴] [2] [سورۃ الدھر: آیت ۳۰]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۳/۲۴۳) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ المدثر (۳۳۲۸) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب ما یرجی من رحمۃ اللہ عزو جل یوم القیامۃ (۴۲۹۹) نسائی فی التفسیر (۶۵۰) دارمی (۲/۳۰۲) مستدرک حاکم (۲/۵۰۸) مسند ابو یعلی (۳۳۱۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ، ضعیف ترمذی]

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾
بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾

معبود برحق رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ○ اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہو ○ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں؟ ○ ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور تک کو درست کر دیں ○ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا رہے ○ پوچھتا رہتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ ○ پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے ○ اور چاند بے نور ہو جائے ○ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں ○ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ○ نہیں نہیں کوئی پناہ نہیں ○ آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرارگاہ ہے ○ آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا ○ بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ حجت ہے ○ گو اپنے تمام تر عذر اپنے سامنے ڈال دے ○

انسان تو خود اپنے اوپر حجت ہے: یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے 'لا' کا کلمہ نفی کی تائید کیلئے لانا جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہوگی قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی' حضرت حسن رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں قیامت کی قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں کی قسم ہے' حسن اور اعرج رحمۃ اللہ علیہما کی قراءت ﴿لَأُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ہے اس سے بھی حضرت حسن رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے "نفس لوامه" کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھا لیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی جو اپنے نفس کو روکے' یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گی' خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہونے پر' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو' فوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔ اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں

گے، یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کر دیں گے اس کی بالشت بالشت بنا دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنا دیں، امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے، آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قَادِرِيْنَ حال ہے نَجْمَعُ سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے درآنحالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے تک برابر کر کے پیدا کریں۔ ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے، یعنی قدم بقدم بڑھ رہا ہے، امیدیں باندھے ہوئے ہے، کہتا جاتا ہے گناہ کر تو لوں توبہ بھی ہو جائے گی، قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے، وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے، ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو اللہ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے، اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے، اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو یوم حساب کا منکر ہے، ابن زید رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی، اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾ [1] الخ، کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے، جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں، جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ﴾ [2] الخ، یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت، خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے، بَرِقَ کی دوسری قراءت بَرَقَ بھی ہے، معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیئے جائیں گے، یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ دیا جائے گا، جیسے فرمایا: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ [3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ﴾ ہے، انسان جب یہ پریشانی، شدت، ہول، گھبراہٹ، اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگتا جائے گا، اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے، اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ [4] یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ، آج ہر شخص کو اس کے اگلے

---

[1] [سورۃ سبا: آیت ۲۹۔ ۳۰] [2] [ابراهیم: ۴۳]
[3] [التکویر: ۱۔۲] [4] [الشوری: ۴۷]

پچھلے' نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا' جیسے فرمان ہے ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (۱) الخ' جو کیا تھا موجود پالیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گو انکار کرے' اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے' جیسے فرمان ہے ﴿اِقْرَاْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا﴾ (۲) اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے' اور اپنے آپ کی آپ ہی جانچ لے' اس کے کان' آنکھ' ہاتھ' پاؤں' اور دیگر اعضاء ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں' لیکن افسوس! کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کپڑے چننے سے غافل ہے' کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے دکھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن چاہے گو انسان فضول بہانے بنائے گا اور جھوٹی دلیلیں دے گا اور بے کار عذر پیش کرے گا' ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے۔ اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں' لیکن صحیح معنی اوپر والے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ اللہ کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں۔ اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے (۳) جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن اللہ پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ چاہے کتنا ہی اپنے تئیں کچھ بھی سمجھتے رہیں (۴) غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کار آمد نہ ہوگی' جیسے اور جگہ فرماتا ہے ﴿لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ (۵) ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کام نہ آئے گی' یہ تو اپنے شرک کے ساتھ اپنی تمام بداعمالیوں کا بھی انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اے نبی! تم قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو○ اس کا جمع کرنا' اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے○ ہم جب اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے درپے رہ○ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے○ نہیں نہیں تم تو دنیا کی محبت رکھتے ہو○ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو○ اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے○ اور اپنے رب کی طرف دیکھتے○ اور کتنے ایک چہرے اس دن بدرونق ہوں گے○ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا○

حفظ، تلاوت اور تفسیر القرآن کی تفہیم سب اللہ کے ذمہ: یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو تعلیم دیتا ہے کہ

(۱) [الکھف : ۴۹] (۲) [بنی اسرائیل : ۱۴] (۳) [الانعام : ۲۳]
(۴) [مجادلہ : ۱۸] (۵) [غافر : ۵۲]

فرشتے سے وحی کس طرح حاصل کریں' آنحضور ﷺ اس کو اخذ کرنے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قراءت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے' پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے آپ سنتے رہیں' پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اس کا پڑھا جانا ہمارے ذمہ ہے' اسی طرح اس کا واضح کرنا' اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں' پس پہلی حالت یاد کرانا' دوسری تلاوت کرانا' تیسری تفسیر' مضمون اور توضیح مطلب کرانا تینوں کی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [1] یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ' پھر فرماتا ہے اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارا ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں یعنی ہمارا نازل کردہ فرشتہ جب اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد ہو گا اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے' تلاوت کرانے کے بعد ہم اس کے معنی مطالب تبیین و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے' مسند میں ہے حضور ﷺ کو اس سے پہلے وحی کو دل میں اتارنے کیلئے بہت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے' اور آپ کے ہونٹ ہلتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح ان کے شاگرد سعید رحمہ اللہ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہلا کر اپنے شاگردوں کو دکھائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کی تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سنئے اور چپ رہئے جبرائیل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے' بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے [2] بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ پھر جب وحی اترتی آپ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی چلی جاتی آپ پڑھتے [3] ابن ابی حاتم میں بھی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ عوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حرام و حلال کا واضح کرنا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

---

[1] [سورة طه: آیت ١١٤]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب الاستماع للقراءة (٤٤٨) مسند احمد (١/٣٤٣)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة القیامة (٤٩٢٧ـ ٤٩٢٨) صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب الاستماع للقراءة (٤٤٨)]

پھر فرمان ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار، اللہ کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور اللہ کے عظیم الشان رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا اور غفلت آخرت ہے، حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے، اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش، تروتازہ، خوش وخرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے، جیسے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف، کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے [1] بہت سی صحیح احادیث سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں وارد کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان احادیث کو نہ تو کوئی ہٹا سکے نہ ان کا کوئی انکار کر سکے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا سورج اور چاند کو جبکہ آسمان صاف صاف بے ابر ہو دیکھنے میں تمہیں کوئی مزاحمت یا رکاوٹ ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے [2] بخاری و مسلم میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا چودھویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو، اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو [3] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے انہی دو متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں اور ان کے برتن ہر چیز چاندی کی ہے سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کوئی آڑ نہیں۔ یہ جنت عدن کا ذکر ہے [4] صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ ان سے دریافت فرمائے گا کچھ چاہتے ہو کہ بڑھا دوں؟ وہ کہیں گے الٰہی! تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے، ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی اس میں انہیں جو سرور و لذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں نہ حاصل ہوگی سب سے زیادہ محبوب انہیں دیدار باری ہوگا اسی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قولہ تعالی وجوہ یومئذ ناظرہ الی ربھا ناظرۃ (۷۴۳۴) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب فضل صلاتی الصبح والعصر (۶۳۳) ابن ماجہ: کتاب السنہ: باب فیما انکرت الجھمیۃ (۱۷۷) ابو داؤد: کتاب السنۃ: باب فی الرویۃ (۴۷۲۹) ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ: باب ما جاء فی رؤیۃ الرب (۲۵۵۱) مسند احمد (۴/۳۶۰)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی وجوہ یومئذ ناظر الی ربھا ناظرۃ (۷۴۳۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفۃ طریق الرویۃ (۱۸۲)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ: باب فضل صلوۃ الفجر (۵۷۳)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ومن دونھما جنتان (۴۸۷۸)، (۷۴۴۴) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اثبات رویۃ المومنین فی الاخرۃ (۱۸۰) ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ (۲۵۲۸) ابن ماجہ: کتاب السنہ (۱۸۶) مسند احمد (۴/۴۱۱)]

کو اس آیت میں لفظ زِيَادَةٌ سے تعبیر کیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ① یعنی احسان کرنیوالوں کو جنت بھی ملے گی اور دیدار رب بھی ② صحیح مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا ③ پس معلوم ہوا کہ ایماندار قیامت کے عرصات میں اور جنتوں میں دیدار الٰہی سے مشرف کیے جائیں گے، مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے ہلکے درجہ کا جنتی اپنے ملک اور اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی ہر طرف اور ہر جگہ اس کی بیویاں اور خادم نظر آئیں گے اور اعلیٰ درجہ کے جنتی ایک ایک دن میں دو دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ چہرے کو دیکھیں گے، ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ہے ④ یہ حدیث بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً مروی ہے، ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور ان کی سندیں اور ان کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی مسند اور سنن کی کتابوں میں مروی ہیں جن میں اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر آ بھی گئی ہیں، ہاں توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو قیامت کے دن ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے، ائمہ اسلام اور ہداۃ انام سب اس پر متفق ہیں، جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنا ہے جیسے مجاہد رحمہ اللہ اور ابو صالح رحمہ اللہ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے ان کا قول حق سے دور اور سراسر تکلف سے معمور ہے، ان کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے ﴿كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ ⑤ یعنی فاجر قیامت کی دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیک کار لوگ دیدار الٰہی سے مشرف کیے جائیں گے اور متواتر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روانگی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایماندار دیدار باری سے محظوظ ہوں گے، حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیونکہ دیدار رب پر ان کی نگاہیں پڑتی ہوں گی، پھر بھلا یہ منور و حسین کیوں نہ ہوں۔

---

① [سورۃ یونس: آیت ۲۶]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتا ب الایمان : باب اثبات رویة المومنین فی الاخرة (۱۸۱)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اھل الجنة نزلة فیھا (۱۹۱)]

④ [ضعیف : ترمذی : کتا ب التفسیر : باب ومن سورة القیامه (۳۳۳۰) مسند احمد (۶۴/۲) مجمع الزوائد (۴۰۱/۱۰) مسند ابو یعلی (۵۷۱۲) بیهقی فی البعث والنشور (۴۷۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : التقریب (۵۴)]

⑤ [سورۃ المطففین: آیت ۱۵]

اور بہت سے منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بدشکل ہو رہے ہوں گے بے رونق اور اداس ہوں گے انہیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور اللہ کی پکڑ آئی، ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [1] یعنی اس دن بعض چہرے گورے چٹے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منہ والے ہوں گے۔ اور جگہ ہے ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ [2] الخ، یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ دہشت اور ڈر والے بدرونق اور ذلیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے تکلیف اٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھسے پھر فرمایا ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ الخ، یعنی بعض چہرے اس دن نعمتوں والے، خوش وخرم چمکیلے اور شادان وفرحان بھی ہوں گے، جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند وبالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے، اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

نہیں نہیں جب روح ہنسلی تک پہنچے گی ○ اور کہا جائے گا کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ ○ اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت جدائی ہے ○ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی ○ آج تیرے پروردگار کی طرف ہی چلنا ہے ○ اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی ○ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی ○ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا ○ افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر ○ وائے اور خرابی ہے تیرے لئے ○ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا ○ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے ○ پھر وہ لہو کی پھٹکی ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا ○ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے ○ کیا یہ اللہ اس امر پر قادر نہیں؟ کہ مردے کو زندہ کر دے ○

موت کی کیفیت: یہاں پر موت کا اور سکرات کی کیفیت کا بیان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔ ﴿كَلَّا﴾ کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ ''اے ابن آدم! تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے یہ درست نہیں بلکہ ان کے مقدمات تو تو روز مرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے'' اور اگر اس لفظ کے ﴿حَقًّا﴾ کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے نرخرے تک پہنچ جائے ﴿تَرَاقِيَ﴾ جمع ہے ﴿تَرْقُوَةٌ﴾ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر

[1] [سورة آل عمران: آيت ١٠٦]

[2] [سورة الغاشية: آيت ٢-١٠]

اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی ہڈی کہتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ سے ﴿صَادِقِيْنَ﴾ [1] تک فرمایا ہے یعنی جبکہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے پس اگر تم حکم الٰہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام پر اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بسر بن حجاش کی روایت سے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے 'تراقی' جو جمع ہے 'ترقوہ' کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں اس وقت ہائی دہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟ اور پنڈلی سے پنڈلی کے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو' دوسرا مطلب حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے' تیسرا مطلب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری' شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے۔ پہلے تو جن پیروں پر چلتا پھرتا تھا اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا مل جانا مراد ہے' چوتھا مطلب حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں ادھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں ادھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت ہی برائی اور بدتر حالت کے ساتھ۔

اب لوٹنے' قرار پانے' رہنے سہنے' پہنچ جانے' کھچ کر اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ روح آسمان کی جانب چڑھائی جاتی ہے پھر وہاں حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا' جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں آیا ہے' یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [2] الخ' وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کیلئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی قصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔

پھر اس کافر کا حال بیان ہو رہا ہے وہ اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے بدن اور عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی' نہ وہ اللہ کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت اللہ بجا لاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا' ہاں جھٹلانے

---

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۸۳۔۸۷] [2] [الانعام: ۶۱۔۶۲]

اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بد عملی کے ساتھ اپنے والوں میں جاملتا تھا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾[1] یعنی جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے ﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾[2] الخ یعنی یہ اپنے گھرانے والوں میں شادمان تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اللہ کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں۔ اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں' پھر اسے اللہ تبارک وتعالیٰ دھمکاتا ہے اور ڈرسناتا ہے اور فرماتا ہے خرابی ہو تجھے اللہ کے ساتھ کفر کرکے پھر اتراتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾[3] یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ اور حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت والا بزرگی والا تھا' اور فرمان ہے ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾[4] کچھ کھا پی لو آخر تو بدکار گنہگار ہو۔ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾[5] جاؤ اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے جب یہ آیت ﴿اَوْلٰى لَكَ﴾ الخ' کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول ﷺ نے یہ ابوجہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے[6] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے قریب قریب نسائی میں موجود ہے[7] ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان پر اس دشمن رب نے کہا کہ کیا تو مجھے دھمکاتا ہے؟ اللہ کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں۔[8]

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم وممانعت اور آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے بموجب جزاء وسزا ضرور ملے گی' مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکر قیامت کا رد ہے' اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان وبے بنیاد تھا پانی کا ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پھٹکی بنی' پھر گوشت کا لوتھڑا' پھر اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا اللہ نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس

---

[1] [المطففین : ۳۱] [2] [الانشقاق : ۱۳-۱۵]

[3] [الدخان : ۴۹] [4] [المرسلات: ۴۶] [5] [الزمر : ۱۵]

[6] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۴)]

[7] [صحیح : نسائی فی التفسیر (۶۵۸) وفی السنن الکبری فی کتاب التفسیر (۱۱۶۳۸) طبرانی (۱۲۲۹۸) مستدرک حاکم (۲/۵۱۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[8] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵۷۳۱)]

بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے' یا کم از کم اتنا ہی پہلی مرتبہ تھا۔ جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [1] اس نے ابتداءً پیدا کیا وہی پھر لوٹائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے۔ اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں' لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورۂ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنی چھت پر با آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى﴾ یعنی اے اللہ! تو پاک ہے اور بیشک قادر ہے' لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے [2] ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے' لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں گو یہ نام نہ ہونا مضر نہیں' ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورۂ ﴿وَالتِّيْنِ﴾ کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ﴾ پڑھے وہ ﴿بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ﴾ کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورۂ قیامہ کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ پڑھے تو وہ کہے "بَلٰى" اور جو سورت والمرسلات کی آخری آیت ﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ﴾ پڑھے وہ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ" کہے یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے [3] ابن جریر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس آخری آیت کے بعد فرماتے ﴿سُبْحَانَكَ وَبَلٰى﴾ [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ سورۂ قیامہ کی تفسیر الحمدللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الدھر

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت ﷺ سورۂ

---

[1] [سورة الروم : آیت ۲۷]

[2] [صحيح : ابوداؤد : كتاب الصلاة : باب الدعآء فى الصلوة (۸۸٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعيف : مسند احمد (۷۷/۹) ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب مقدار الركوع والسجود (۸۸۷) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التين (۳۳٤۷) السنن الصغير للبيهقى (۳۲٤) وفى شعيب الايمان (۲۰۹۷) شرح السنة للبغوى (٤٥۲/۱) مسند ابو عوانة (۸۰/۱) مسند حميدى (۹۹۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔ [اتحاف الخيرة المهرة (۲۹٦/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابوداود (۱۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۷۳۹۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [تفسير ابن جرير الطبرى (۳۵۷۳۸)]

﴿الٓمٓ تَنْزِیْلُ﴾ (یعنی سورۂ السجدہ) اور سورۂ ﴿هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ﴾ الخ' پڑھا کرتے تھے [1] ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور ﷺ نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفتوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔ [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

بہت بڑی بخششوں اور بہت بڑے رحم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً انسان پر زمانہ کا وہ وقت بھی گزر چکا ہے جب یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا○ بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کیلئے پیدا کیا اور اسے سنتا دیکھتا بنایا○ ہم نے اسے راہ دکھا دی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا○

انسان کا اختیار ہے، شکر کرے یا کفر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے' اسے مرد و عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور عجب عجب تبدیلیوں کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہیئت پر آیا' اسے ہم آزما رہے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [3] تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والے کون ہیں؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تا کہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔

ہم نے اسے راہ دکھا دی خوب واضح' اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى﴾ [4] یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی اور جگہ ہے ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ [5] ہم نے انسانوں کو دونوں راہیں دکھا دیں' یعنی بھلائی برائی کی' اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابو صالح' ضحاک' اور سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی' لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے "شَاكِرًا" اور "كَفُوْرًا" کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال ہٗ کی ضمیر ہے جو "اِنَّا هَدَيْنٰهُ

---

① [صحیح صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب ما یقراء فی صلوة الفجر یوم الجمعة (٨٩١) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب ما یقراء فی یوم الجمعة (٨٨٠)]

② [ضعیف اللآلی المصنوعة للسیوطی (٤١٠/١)]

③ [الملک : ٢]

④ [فصلت : ١٧]

⑤ [البلد : ١٠]

السَّبِیۡلَ " میں ہے، یعنی وہ اس حالت میں یا تو شقی ہے یا سعید ہے، جیسے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے (1) مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا اللہ تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر عمل نہ کریں گے نہ میرے طریقوں پر چلیں گے پس جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں۔ یاد رکھو وہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آ سکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کی مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اے کعب رضی اللہ عنہ! روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور نماز قرب اللہ کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے۔ اے کعب! وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جا سکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے، اے کعب! لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے (2) سورۂ روم کی آیت ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا﴾ کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا (3) مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اس کام کیلئے نکلا جو اللہ کی مرضی کا ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے کے تلے ہی رہتا ہے اور اگر اللہ کی ناراضگی کے کام کیلئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔ (4)

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغۡلٰلًا وَّسَعِیۡرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ﴿۵﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِیۡرًا ﴿۶﴾ یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَیَخَافُوۡنَ یَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِیۡرًا ﴿۷﴾ وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ

---

(1) [صحیح صحیح مسلم : کتاب الطھارۃ : باب فضل الوضوء (۲۲۳) ترمذی : کتاب الدعوات : باب فی فضل الوضوء (۳۵۱۷) مسند احمد (۵/۳۴۲)]

(2) [اسنادہ قوی مسند احمد (۳/۳۲۱) مسند عبد بن حمید (۱۱۳۸) مصنف عبد الرزاق (۲۰۷۱۹) مجمع الزوائد (۵/۲۴۶) المسند الجامع (۲۸۶/۹) مستدرك حاکم (۸۳۰۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر قوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۲۸۴)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (۲۲۴۲)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(3) [سورۂ روم : آیت ۳۰]

(4) [ضعیف بسند احمد (۲/۳۲۳) ابن حبان (۱۶۵۸) بیھقی (۱۳۰/۹) طبرانی اوسط (۴۷۸۳)] اس کی سند میں عثمان بن محمد راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝

یقیناً ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے۔ جو ایک چشمہ ہے۔ جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں) ○ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چوطرف پھیل جانے والی ہے ○ اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، مسکین، یتیم اور قیدیوں کو ○ ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری ○ بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو تنگی ترشی اور سختی والا ہوگا ○ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا، اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی ○ اور انہیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے ○

کفار کے لیے طوق اور مومنوں کے لیے جام: یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کیلئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ○ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ [1] جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے، ان بدنصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کا مشروب کافور نامی نہر کے پانی کا ہوگا، ذائقہ بھی اعلیٰ، خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر، کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سی خوشبو، کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے ''ب'' سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر ''عَيْنًا'' پر نصب دیا، یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا ٹھیک کافور ہی ہے اور ''عَيْنًا'' کا زبر ''يَشْرَبُ'' کی وجہ سے ہے، پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں، مکانات، مجلسوں اور بیٹھکوں میں جہاں بھی جائیں گے اسے لے جائیں گے اور وہیں پہنچ جائے گی ''تَفْجِيْر'' کے معنی روانگی اور اجرا کے ہیں، جیسے آیت ﴿حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا﴾ [2] میں اور ﴿فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ [3] میں۔ پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادت اللہ کی طرف سے ان کے ذمہ تھی وہ بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے اسے بھی بجالاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے۔ حدیث

---

[1] [سورة الغافر: آیت ۷۱۔۷۲]

[2] [سورة بنی اسرائیل : آیت ۹۰]

[3] [سورة الکہف : آیت ۳۳]

میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے [1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے امام مالک کی روایت سے بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں' کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک الجھن میں پڑ جائے گا مگر جس پر اللہ کا رحم وکرم ہو' زمین وآسمان تک ہول رہے ہوں گے' استطار کے معنی پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کے ہیں' یہ نیکوکار اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور ہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے' یعنی طعام کی محبت اور خواہش وضرورت کے باوجود راہ للہ غرباء اور حاجت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ﴾ [2] یعنی مال کی چاہت کے باوجود اسے راہ للہ دیتے رہتے ہیں' اور فرمان ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [3] یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی چاہت کی چیزیں راہ للہ خرچ نہ کرو' حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور بکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں' آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کے انگور منگائے' آدمی لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آ گیا اور اس نے آواز دی میں سائل ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو' چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب انگور دے دیئے گئے' لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو کہلوا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگوائے گئے (بیہقی) اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں مال کی محبت' امیری کی چاہت اور افلاس کے خوف کے باوجود راہ للہ دے [4] یعنی مال کی حرص' حب بھی اور چاہت وضرورت بھی ہو پھر بھی راہ للہ اسے قربان کر دے۔

یتیم اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے' قیدی کی نسبت حضرت سعید رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں مسلمان اہل قبلہ قیدی مراد ہے' لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا فرمان ہے اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا' اور اسی کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی الطاعة (٦٦٩٦) ابو داؤد: کتاب الایمان والنذور: باب ما جآء فی النذر فی المعصیة (٣٢٨٩) ترمذی: کتاب النذرور والایمان: باب من نذر ان یطیع الله فلیطعه (١٥٢٦) نسائی: کتاب الایمان والنذور: باب النذر فی طاعة (٣٨٣٧) ابن ماجه: کتاب الکفارات: باب النذر فی معصیة (٢١٢٦) مسند احمد (٣٦/٦)]

[2] [سورة البقرہ: آیت ١٧٧]

[3] [سورة آل عمران: آیت ٩٢]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب فضل صدقة الشحیح الصحیح (١٤١٩) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح (١٠٣٢) ابو داؤد: کتاب الوصایا: باب ما جآء فی کراھیة الاضرار فی الوصیة (٢٨٦٥) نسائی: کتاب الزکاة (٢٥٤٣)]

بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھانے پینے میں صحابہ رضی اللہ عنہم خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ بسبب آیت کے عام ہونے کے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں' غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی تائید بہت سی احادیث میں آئی ہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو۔ (۱)

یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ' بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہ للہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے' ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں' حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم اللہ کو ہے تو اللہ نے اسے ظاہر فرما دیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے' یہ پاک باز جماعت خیرات وصدقات کر کے اس دن کے عذاب اور ہولنا کیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو' تنگ وتاریک اور طویل طویل ہے' ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر اللہ ان پر رحم کرے گا اور اسی محتاجی اور بے کسی والے دن ہماری نیکیاں ہمارے کام آئیں گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "عَبُوْس" کے معنی تنگی والا اور "قَمْطَرِيْر" کے معنی طویل طویل مروی ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیوری چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا' حضرت سعید رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ اور ہولنا کیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں برائی اور سختی والا دن ہوگا' لیکن سب سے واضح بہتر نہایت ٹھیک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے' قمطریر کے لغوی معنی امام ابن جریر رحمہ اللہ نے شدید کے کیے ہیں یعنی بہت سختی والا۔

ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے اللہ نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچا لیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولنا کی کے اطمینان وسرور قلب عطا فرمایا' خیال کیجئے کہ یہاں عبادت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے' اور جگہ ہے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ (۲) اس دن بہت سے چہرے چمکدار ہوں گے' جو ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے' یہ ظاہر ہے کہ جب دل مسرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۳/۱۱۷) ابن ماجه: كتاب الجنائز: باب ما جاء في ذكر مرض رسول الله (۱٦۲۵) نسائی فی السنن الکبری (۷۱۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

(۲) [سورۃ عبس: آیت ۳۸-۳۹]

نبی ﷺ کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس آئے چہرہ خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں الخ۔ ② پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کو وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اوڑھنے کو ریشمی لباس ملا' ابن عساکر میں ہے کہ ابوسلیمان درّانی کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا پھر یہ اشعار پڑھے:

كَـمْ قَتِيْـلٍ بِشَهْـوَةٍ وَاَسِيْـرٍ اُفٍّ مِّنْ مُّشْتَهٰى خِلَافَ الْجَمِيْلِ
شَهَـوَاتُ الْاِنْسَـانِ تُوْرِثُـهُ الذُّلَّ وَتُـلْـقِيْـهِ فِى الْبَلَآءِ الطَّوِيْلِ

افسوس! شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کی چاہت نے بہت سے گواہوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پابجولاں کر دیا' نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔

مُّتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

قرء حفص بغیر الالف فی الوصل فیهما ووقف علی الاول بالالف وعلی الثانی بغیر الالف ۱۲

یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے' نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں نہ جاڑے کی سختی ○ ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے دار گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے ○ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے ○ شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے انداز سے ناپ رکھا ہے ○ اور انہیں وہاں جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہوگی ○ جو جنت کی ایک نہر ہے' جس کا نام سلسبیل ہے ○ اور ان

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالك (٤٤١٨) صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب حدیث توبة کعب بن مالك (٢٧٦٩) ترمذی (٣١٠٢)]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب صفة النبی (٣٥٥٥) صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب العمل بالحاق القائف الولد (١٤٥٩)]

کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں' جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں○ تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈال سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا○ ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے' اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا' اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا○ یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدر دانی○

جنتیوں پر انعامات کا ذکر: اہل جنت کی نعمت' راحت' ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع' مزین' جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکئے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے' سورۂ "والصفات" کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے' وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ "اِتِّـكَا" سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں ٹکانا ہے یا چار زانوں بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے' اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اَرَائِك چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں' پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گذریں بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں' جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے اور تکلیف کی کوئی حاجت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہیں توڑا اور کھا لیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے ہیں تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے' نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ نہ دوری کی سر دردی ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لؤلؤ زبرجد اور یاقوت کی ہیں' ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں' جن کے توڑنے میں کوئی اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔

ایک طرف خوش خرام' خوش دل' خوبصورت' باادب' سلیقہ شعار' فرمانبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیان مہوش اشارے کے منتظر ہیں' یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے' دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے' جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی نظیر نہیں ملتی' ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ 'قَوَارِيْرَ' پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ كَانَ کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر یا تو بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر' پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اور ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور اپنے پینے والوں کے حسب خواہش طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔

ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی ہے بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر "سلسبیل" کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی' اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے

گی تو مطلب یہ ہے کبھی اسی ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے' یہ ابرار لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے" سلسبیل "بقول عکرمہ رحمہ اللہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہریا چال بہہ رہا ہے' اس کا پانی بڑا ہلکا ہے' نہایت شیریں' خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور ہضم اور جزو بدن ہوتا رہے۔

ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کیلئے کمربستہ ہوں گے' یہ غلمان جنتی جس سن وسال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے' یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑ بھاگ کر مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔ حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کیلئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال' خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی پوشاکیں پہنے زیور میں لدے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے سجے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔

پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت وسرور' نعمت ونور سے چپہ چپہ معمور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے' بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ دیا [1] اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت وملک دو ہزار سال تک کا ہوگا ہر قریب وبعید چیز پر اس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی [2] یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اولیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے اللہ اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی والحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہمارے مشتاق دل کے ارمان پورے کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس عنایت فرما۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں' آمین۔ مترجم)

طبرانی میں ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا' آپ نے اسے فرمایا

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (٦٥٧١) صحیح مسلم: باب آخر اهل النار خروجا (١٨٦)]

[2] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة القیامه (٣٣٣٠) مسند احمد (٦٤/٢) مجمع الزوائد (٤٠١/١٠) مسند ابو یعلی (٥٧١٢) بیهقی فی البعث والنشور (٤٧٧)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے: التقریب (٥٤)]

تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو، جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صورت شکل رنگ، روپ، نبوۃ و رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب یہ تو فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کیلئے اللہ کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص "سبحان الله وبحمده" کہے اس کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ ﷺ ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو اللہ کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت "(مُلْكًا كَبِيرًا)" تک اتری اسی حبشی نے کہا اے حضور ﷺ جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں، پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے دفن کیا۔ (۱)

پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا، سندس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا، اور ﴿إِسْتَبْرَقٌ﴾ عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا، ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے، یہ لباس ابرار کا ہے، اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (۲) انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم ریشمی لباس ہوگا، ان ظاہری جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف، بالذت، سرور والی، پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائے جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے، حسد، کینہ، بد خلقی، غصہ وغیرہ سب دور کر دے، جیسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تر و تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے، ظاہری اور باطنی خوبی دونوں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔

پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کو اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کو بار بار کہا جائے گا تمہارے نیک اعمال کا

---

(۱) [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۳۵۹۵) مجمع الزوائد (۳۵۶/۱۰)] اس کی سند میں ایوب بن عتبہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [الحج: ۲۳]

بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدر دانی ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (۱) دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزاء میں آج تم خوب لطیف ولذیذ وآرام واطمینان سے کھاتے پیتے رہو' اور فرمان ہے ﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۲) یعنی منادی کئے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا ہے' یہاں بھی فرمایا ہے تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کر دے۔ آمین۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿۲۶﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿۲۸﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۳۰﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۱﴾

تحقیق ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا ○ پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہا نہ مان ○ اور اپنے رب کے نام کا صبح شام ذکر کیا کر ○ اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر ○ بیشک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑے دیتے ہیں ○ ہم نے ہی انہیں پیدا کیا اور ہم نے ان کے بندھن مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اوروں کو بدل لائیں ○ یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے لے ○ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے' بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے ○ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے' اور دردناک عذاب کی تیاری تو صرف گنہگاروں کیلئے ہے ○

محمد ﷺ کو انعام کی یاددہانی اور صبر کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو خاص کرم کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر وضبط سے کام لو میری قضاء وقدر پر صابر شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنے حسن وتدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔ ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا روک و رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ' نصیحت' ارشاد وتلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذاء سے بچاؤں گا' تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں' فاجر کہتے ہیں' بداعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں

(۱) [الحاقه : ۲۴] (۲) [الاعراف : ۴۳]

دل کے منکر کو دن کے اول آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک اللہ کی تسبیح کرو جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ [1] الخ رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا' سورۂ مزمل کے شروع میں فرمایا اے لحاف اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑی رات' آدھی یا اس سے کچھ کم یا زیادہ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھ۔ پھر کفار کو روکتا ہے کہ حُبِ دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کرو وہ بڑا بھاری دن ہے' اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا عقلمندی کا نام نہیں' پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں۔ اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی اعضاء ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں' یہاں ابتداء آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنایا ہے' اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں' ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں انہیں مٹا دیں' اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں۔ جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ﴾ [2] الخ' اگر اللہ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لے آئے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے' اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے' اور نئی مخلوق لائے اللہ پر یہ گراں نہیں' پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے' جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ سے ملنے کی راہ پر گامزن ہو جائے' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ﴾ [3] الخ' ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ اللہ کو' قیامت کو مان لیتے۔

پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت نصیب نہیں ہو سکتی' اللہ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کے لئے وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے' اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے' اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنا لیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت تامہ ہے۔

جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے' اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے' اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے' اس کے عذاب ظالموں اور ناانصافوں سے ہی مخصوص ہیں۔

الحمدللہ سورۂ انسان کی تفسیر بھی ختم ہوئی' اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ المرسلات

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے ایک غار میں تھے جب یہ سورت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ہم پر ایک سانپ کودا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو' ہم کو جھپٹے لیکن وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری و مسلم) [4] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ صاحبہ ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] [بنی اسرائیل : ۷۹]   [2] [النسآء : ۱۳۳]   [3] [النسآء : ۳۹]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب ما یقتل المحرم من الدواب (۱۸۳۰) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب قتل الحیات وغیرها (۲۲۳۴) مسند احمد (۱/۴۲۸)]

مغرب کی نماز میں اس سورت کی قراءت کرتے ہوئے سنا ہے[1] دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیارے بچے! آج تو تم نے یاد دلا دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے۔ (بخاری ومسلم ومسند احمد)[2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝٣ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝٦ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝٧ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝٨ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝٩ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝١٠ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝١١ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝١٢ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝١٣ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝١٤ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٥

معافی دینے والے اللہ کے نام سے شروع

دل خوش کن ہلکی ہواؤں کی قسم ○ پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم ○ پھر ابر کو ابھار کر پراگندہ کرنیوالیوں کی قسم ○ پھر حق وباطل کو جدا جدا کر دینے والے ○ اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم ○ جو الزام اتر نے یا آگاہ کر دینے کو ہوتی ہے ○ کہ تم جس چیز کا وعدہ دیئے جاتے ہو وہ یقیناً ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ○ اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا ○ اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں ○ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا ○ اس دن کیلئے (انہیں) ٹھہرایا گیا ہے؟ ○ فیصلے کے دن کیلئے ○ اور تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ ○ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ○

فرشتوں اور ہواؤں کی قسمیں: بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں، بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/٣٣٨) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءة فی المغرب بالمرسلات (٩٨٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٦٨٦٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی] شیخ حسین سلیم اسد بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[التعلیق علی سنن الدارمی (١٢٩٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب القراءة فی المغرب (٧٦٣) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب القراءة فی الصبح (٤٦٢) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی القراءة فی المغرب (٣٠٨) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها : باب القراءة فی صلاة المغرب (٨٣١) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءة فی المغرب بالمرسلات (٩٨٦) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب قدر القراءة فی المغرب (٨١٠)]

فرشتوں کی ہے، بعض نے توقف کیا ہے کہ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں، ہاں ﴿وَالعَاصِفَاتِ﴾ میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہی ہیں، بعض ﴿عَاصِفَاتِ﴾ میں یہ فرماتے ہیں اور ﴿نَاشِرَاتِ﴾ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے، یہ بھی مروی ہے کہ ﴿نَاشِرَاتِ﴾ سے مراد بارش ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ سے مراد ہوائیں ہے، جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ﴾ [1] الخ، یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والی ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا﴾ [2] الخ، اپنی رحمت سے بیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے، ﴿وَالعَاصِفَاتِ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں، وہ نرم ہلکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذرا تیز جھونکوں والی اور آواز دینے والی ہوائیں ہیں : ﴿نَاشِرَاتِ﴾ سے مراد بھی مراد ہوائیں ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر اللہ کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں، ﴿فَارِقَاتِ﴾ اور ﴿مُلْقِيٰتِ﴾ سے مراد البتہ فرشتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل، حلال و حرام میں، ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے، ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخر والے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کرتوت کا پھل پاؤ گے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا پاؤ گے، صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے، اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی، جیسے فرمایا ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ [3] اور جگہ فرمایا ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ [4] ستارے بے نور ہو کر گر جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ [5] الخ، اور فرمایا ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ﴾ [6] الخ، یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے، اور اس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی، اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا، جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ [7] الخ، اس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے شہادتیں لے گا اور جگہ ہے ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ﴾ [8] الخ، زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی نامہ اعمال دے دیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا، پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے، جیسے فرمایا ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ [9] الخ، یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی

---

[1] [الحجر : ۲۲] [2] [الاعراف : ۵۷] [3] [التکویر : ۲]
[4] [الانفطار : ۲] [5] [طه : ۱۰۵-۱۰۷] [6] [الکهف : ۴۷]
[7] [المائده : ۱۰۹] [8] [الزمر : ۶۹] [9] [ابراهیم : ۴۷-۴۸]

کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے' جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد وقہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے' اسی کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا' پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی ﷺ تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے' اس دن ان جھٹلانے والوں کی سخت خرابی ہے' ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ [1]

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿٢١﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ ○ پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے ○ ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ویل ہے ○ کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ○ پھر ہم نے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا ○ ایک مقررہ وقت تک ○ پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کتنا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے ○ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنائی؟ ○ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی ○ اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا ○ اس روز جھوٹ جاننے والوں پر وائے اور افسوس ہے ○

پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوئے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا میں نے انہیں نیست و نابود کر دیا پھر ان کے بعد اور بزرگ آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے بھی انہیں اسی طرح غارت کر دیا ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آئے ہیں' اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہوگی' پھر اپنی مخلوق کو' اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کی قدرت کے سامنے ناچیز محض تھا' جیسے سورۂ یٰسین کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے

[1] [ضعیف ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانبياء (٣١٦٤) مستدرك حاكم (٢/٥٠٧) صحيح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٣/٧٥) مسند ابویعلی (١٣٨٣)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ترمذی ، التعلیق الرغیب (٤/٢٢٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

پیدا کیا ہے [1] پھر اس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔

پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے پھر زمین کے نہ ہلنے جلنے کیلئے ہم نے مضبوط وزنی بلند پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا زود ہضم خوش گوار پانی ہم نے تمہیں پلایا ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے اور کچھ کام نہ آئے۔

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝۲۹ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيۡلٍ وَّلَا يُغۡنِىۡ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرۡمِىۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ۝۳۳ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝۳۴ هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ۝۳۵ وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ۝۳۶ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝۳۷ هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ۝۳۸ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ۝۳۹ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝۴۰

اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے ○ چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ○ جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے ○ یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل قلعہ کے ہیں ○ گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں ○ آج ان جھوٹ جاننے والوں کی درگت ہے ○ آج کا دن وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے ○ نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت دی جائے گی ○ آج جھوٹا جاننے والوں کی خرابی ہے ○ یہ ہے فیصلے کا دن ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کر لیا ہے ○ پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو ○ وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ○

جہنم کے شعلوں کی کیفیت: جو کفار قیامت کے دن جزا سزا اور جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ جانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین پھانکیں کھل جاتی ہیں تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت

[1] [حسن: مسند احمد (۴/ ۲۱۰) ابن ماجه : كتاب الوصايا : باب النهى عن الامساك فى الحياة وتبذير عند الموت (۲۷۰۷) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۲/ ۳۸۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں، دیکھنے والے کو یہ لگتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رسے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے، کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں، اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے، ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے، آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں، یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا، مکرنا، چھپانا، عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر معذرت ختم ہو جائے گی، غرض میدان محشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی وقت یہ کسی وقت وہ، اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دی جاتی ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ فیصلے کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی، مکاری، ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو۔ یہ خیال فرمایئے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے، پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ عیاری، چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو، جیسے اور جگہ ہے ﴿یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [1] الخ، یعنی اے جن وانس کے گروہ! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے اور وہ تم میں نہیں اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا﴾ [2] یعنی تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! نہ تو تمہیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا، نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو [3] حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا، میں نے سنا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل میدان مین جمع کرے گا آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے، اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دغا فریب مکر حیلہ کر سکتے ہو تو کر لو سنو! متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذابوں سے نجات پا سکتا ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو! ایک حدیث میں بھی سنا دوں، اس دن جہنم اپنی گردن دراز

---

[1] [سورۃ الرحمٰن: آیت ۳۳]
[2] [سورۃ ھود : آیت ۵۷]
[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر و الصلۃ : باب تحریم الظلم (۲۵۷۷)]

QLRF

کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر یہ آواز بلند کہے گی اے لوگو! تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے، میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں، آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو، پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان محشر میں چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝۴۲ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۴۴ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۵ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝۴۶ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۷ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ۝۴۸ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۹ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰ ع

بے شک پرہیز گار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں ○ اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں ○ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے کیئے ہوئے اعمال کے بدلے ○ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ اس دن سچا نہ جاننے والوں کیلئے ویل ہے ○ (اے جھٹلانے والو تم دنیا میں) تھوڑا سا کھالو برت لو بے شک تم گنہگار ہو ○ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کیلئے سخت ہلاکت ہے ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے ○ اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ○

پرہیز گاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: اوپر چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیز گار تھے اللہ کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے، حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے، جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں۔ گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور کیف سایوں میں بآرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے۔ سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہیں۔ قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہیں، جسے جب جی چاہے کھائیں، نہ روک ٹوک ہے نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہے، نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خدشہ ہے، پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی دوبالا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمایا جاتا ہے کہ اے میرے پیارے بندو! تم بخوشی بافراغت لذیذ پرکیف طعام کھاؤ پیو، ہم ہر نیک کار، پرہیز گار، مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں۔ ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھا پی لو، برت برتا لو، فائدہ اٹھا لو، عنقریب یہ فنا ہو جائیں گی اور تم

بھی موت کے گھاٹ اترو گے۔ پھر تمہارا انتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ تمہاری بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں' قیامت کو' ہمارے نبی ﷺ کو' ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا۔ اس کی سخت خرابی ہے۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ (۱) دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے ﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں یونہی سا فائدہ اٹھا لیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہے' ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے۔

پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آ ؤ اللہ کے سامنے جھک تو لو' جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا' اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں۔

ان کیلئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہو گی۔

پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ (۳) یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں ﴿آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِمَا أَنْزَلَ﴾ (۴) کہنا چاہئے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا۔ یہ حدیث سورۂ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے' سورۂ والمرسلات کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انتیسویں پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔ یہ محض اسی کا فضل و کرم اور لطف و رحم ہے۔ فالحمدللہ۔

---

(۱) [لقمان : ۲٤] (۲) [یونس : ۷۰] (۳) [الحاثیه : ٦]

(۴) [ضعیف : مسند احمد (۷۷/۹) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب مقدار الركوع والسجود (۸۸۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة التين (۳۳٤۷) السنن الصغير للبيهقی (۳۲٤) وفی شعب الایمان (۲۰۹۷) شرح السنة للبغوی (٤٥۲/۱) مسند ابو عوانة (۸۰/۱) مسند حمیدی (۹۹۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تابعی مجہول ہے۔[اتحاف الخيرة المهرة (۲۹٦/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود (۱۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔[الموسوعة الحديثية (۷۳۹۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تفسیر سورۃ نباء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِہٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۪ۙ﴿۷﴾ وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ﴿۸﴾ وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ وَّ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلۡنَا النَّہَارَ مَعَاشًا ﴿۪۱۱﴾ وَّ بَنَیۡنَا فَوۡقَکُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّہَّاجًا ﴿۪ۙ۱۳﴾ وَّ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿ۙ۱۴﴾ لِّنُخۡرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿ۙ۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلۡفَافًا ﴿ؕ۱۶﴾

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں ○ اس بڑی خبر کی ○ جس میں یہ مختلف ہیں ○ یقیناً یہ ابھی جان لیں گے ○ اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا ○ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا ○ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ ○ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا ○ اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا ○ اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ○ اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا ○ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے ○ اور ایک روشن چراغ پیدا کیا ○ اور برسنے والے بادلوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا ○ تا کہ اس سے ہم اناج اور سبزہ اگائیں ○ اور گھنے باغ بھی ○

قیامت اور انعاماتِ الٰہی کا ذکر: جو مشرک اور کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تعجب کرتے تھے ان کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے۔ مگر حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے[1] لیکن بظاہر ٹھیک بات یہی ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے' پھر اس آیت ﴿اَلَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ﴾ (جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں) میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف محاذوں پر ہیں ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے ہیں کہ قیامت ہو گی لیکن کفار اس کے منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور تم ابھی معلوم کر لو گے' اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے' پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں بیان فرما رہا ہے جن سے قیامت کے قائم کرنے پر اس کی قدرت کا ہونا صاف طور پر ظاہر ہو

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۳۹۵)]

رہا ہے کہ اول مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے تو فنا کے بعد دوبارہ ان کا پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہوگا؟

زمین کا تذکرہ: تو فرماتا ہے دیکھو کیا ہم نے زمین کو لوگوں کیلئے فرش نہیں بنایا کہ وہ بچھی ہوئی ہے، ٹھہری ہوئی ہے حرکت نہیں کرتی تمہاری فرمانبردار ہے اور مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے اور پہاڑوں کو میخیں بنا کر زمین میں ہم نے گاڑ دیئے ہیں، تا کہ نہ وہ ہل سکے، نہ اپنے اوپر کی چیزوں کو ہلا سکے۔

انسان کی جوڑا جوڑا تخلیق: زمین اور پہاڑوں کی پیدائش پر ایک نظر ڈال کر پھر تم اپنے آپ کو دیکھو کہ ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا یعنی مرد وعورت کہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع اٹھاتے ہو اور توالد وتناسل ہوتا ہے بال بچے پیدا ہورہے ہیں جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ [1] الخ، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمہی میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت ورحم ڈال دیا، پھر فرماتا ہے ہم نے تمہاری نیند کو حرکت کے ساکن ہونے کا سبب بنایا تا کہ آرام اور اطمینان حاصل کرلو اور دن بھر کی تکان کسل اور ماندگی دور ہو جائے۔

اسی معنی کی اور آیت سورۂ فرقان میں بھی گزر چکی ہے، رات کو ہم نے لباس بنایا کہ اس کا اندھیرا اور سیاہی سب لوگوں پر چھا جاتی ہے، جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا﴾ [2] قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے، عرب شاعر بھی اپنے شعروں میں رات کو لباس کہتے ہیں، حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رات سکون کا باعث بن جاتی ہے اور برخلاف رات کے دن کو ہم نے روشن، اجالے والا اور بغیر اندھیرے کے بنایا ہے، تا کہ تم اپنا کام دھندا اس میں کر سکو جا آ سکو۔ بیوپار، تجارت لین دین کر سکو اور اپنی روزیاں حاصل کر سکو، ہم نے جہاں تمہیں رہنے سہنے کو زمین بنا دی وہاں ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو بڑے لمبے چوڑے پختہ عمدہ اور زینت والے ہیں، تم دیکھتے ہو کہ اس میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے ہیں بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ایک جگہ قائم ہیں۔

انسانی زندگی کے لیے سورج اور ہوا کی تخلیق: پھر فرمایا ہم نے سورج کو چمکتا چراغ بنایا جو تمام جہان کو روشن کر دیتا ہے ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے اور دنیا کو منور کر دیتا ہے، اور دیکھو کہ ہم نے پانی کی بھری بدلیوں سے بکثرت پانی برسایا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں تو اِدھر سے اُدھر بادلوں کو لے جاتی ہیں پھر ان بادلوں سے خوب بارش برستی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے ﴿مُعْصِرٰتِ﴾ سے کچھ نے تو ہوا مراد لی ہے [3] اور بعض نے بادل جو ایک ایک قطرہ پانی برساتے رہتے ہیں۔ ((مَرْاَةٌ مُّعْصِرَةٌ)) عرب میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا زمانہ بالکل قریب آ گیا ہو، لیکن اب تک حیض جاری نہ ہوا ہو، حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ نے فرمایا ((مُعْصِرٰتُ)) سے مراد آسمان ہے، لیکن یہ قول غریب ہے سب سے زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ مراد اس

---

[1] [سورة الروم: آيت ٢١] [2] [سورة الشمس: آيت ٤]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٩٨/١٢)]

سے بادل ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ﴾ ① الخ' اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہیں اور انہیں پروردگار کی منشاء کے مطابق آسمان میں پھیلا دیتی ہیں اور انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے۔ ﴿ثَجَّاجًا﴾ کے معنی خوب لگا تار بہنے کے ہیں جو بکثرت بہہ رہا ہو اور خوب برس رہا ہو۔ ②

ثَجَّاجًا کی تشریح: ایک حدیث میں ہے افضل حج وہ ہے جس میں "لَبَّیْكَ" خوب پکاری جائے اور خون بکثرت بہایا جائے یعنی قربانیاں زیادہ کی جائیں ③ اس حدیث میں بھی لفظ "ثَجّ" ہے' ایک اور حدیث میں ہے کہ استحاضہ کا مسئلہ پوچھنے والی ایک صحابیہ عورت رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم روئی کا پھایا رکھ لو' اس نے کہا حضور ﷺ وہ تو بہت زیادہ ہے میں تو ہر وقت خون بکثرت بہاتی رہتی ہوں ④ اس روایت میں بھی لفظ "اَثُجُّ ثَجًّا" ہے یعنی بے روک برابر خون آتا رہتا ہے' تو یہاں اس آیت میں بھی مراد یہی ہے' کہ پانی ابر سے بکثرت برستا رہتا ہے' واللہ اعلم۔

پھر ہم اس پانی سے جو پاک' صاف' بابرکت' نفع بخش ہے' اناج اور دانے پیدا کرتے ہیں جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتے ہیں' اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تر و تازہ کھائی جاتی ہیں' اور اناج کھلیان میں رکھا جاتا ہے پھر کھایا جاتا ہے' اور باغات اس پانی سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں' رنگوں اور خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں گو کہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلے ہیں۔ ﴿اَلْفَافًا﴾ کے معنی جمع کے ہیں' اور جگہ ہے ﴿وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ ⑤ الخ' زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلے ہیں' اور انگور کے درخت ہیں' کھیتیاں ہیں' کھجور کے درخت ہیں' بعض شاخ دار' بعض بغیر زیادہ شاخوں کے' اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ہم ایک سے ایک کو بڑھ کر میوہ میں زیادہ کرتے ہیں یقیناً عقل مندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

---

① [سورۃ الروم : آیت ٤٨] ② [تفسیر ابن جریر الطبری (١٢/٤٠٠)]

③ [صحیح : ترمذی : کتاب الحج : باب ما جآء فی فضل التلبیة (٨٢٧) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب رفع الصوت بالتلبیة (٢٩٢٤) دارمی : کتاب المناسك : باب ای الحج افضل (٣١/٢) مستدرك حاکم (٤٥٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منقطع ہے۔]

④ [حسن : ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب باب اذا اقبلت الحیضة تدع الصلوٰة (٢٨٧) ابن ماجه : کتاب الطهارة وسننها : باب ما جآء فی الکبر اذا ابتدئت مستحاضة (٦٢٧) ترمذی : کتاب الطهارة : باب ما جاء فی المستحاضة انها تجمع بین الصلاتین بغسل واحد (١٢٨) مسند احمد (٣٨٢/٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود]

⑤ [سورۃ الرعد : آیت ٤]

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

ع

بیشک فیصلہ کا دن ہے وقت مقرر کردہ ○ جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم سب جماعت جماعت بن کر آ ؤ گے ○ اور آسمان کھول دیا جائے گا' اور دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سفید بادل (روئی کے گالے) ہو جائیں گے ○ بیشک دوزخ تاک میں ہے ○ شریروں کا ٹھکانا وہی ہے ○ اس میں وہ قرنوں تک پڑے رہیں گے ○ نہ کبھی اس میں خنکی کا ذائقہ پائیں نہ پانی کا ○ سوائے گرم پانی اور بہتی پیپ کے ○ بدلہ دیئے جائیں گے پورا پورا ○ انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی ○ اور بےباکی سے ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ○ ہم نے ہر ایک چیز کا لکھ کر گھیرا کر رکھا ہے ○ اب تم مزہ اٹھاؤ ہم تمہارے عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے ○

قیامت کا منظر: یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں مقرر دن ہے نہ وہ آگے ہو نہ پیچھے ٹھیک وقت پر آ جائے گا۔ کب آئے گا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ [1] نہیں ڈھیل دیتے ہم انہیں لیکن وقت مقرر کے لیے۔ اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے' ہر اک امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہو گی جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ﴾ [2] جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلائیں گے' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دونوں صور کے درمیان چالیس ہوں گے' لوگوں نے پوچھا چالیس دن؟ کہا میں نہیں کہہ سکتا' پوچھا چالیس مہینے؟ کہا مجھے خبر نہیں' پوچھا چالیس سال؟ کہا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اگتے ہیں لوگ زمین سے اگیں گے' انسان کا تمام بدن گل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی وہ ہڈی کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائے گی [3] آسمان کھول دیئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾ [4] الخ' یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ

---

[1] [سورة هود: آيت ١٠٤]
[2] [سورة بني اسرائيل : آيت ٧١]
[3] [صحيح: صحيح بخاری: کتاب التفسیر: باب ومن عم يتسآء لون (٤٩٣٥) صحيح مسلم: كتاب الفتن: باب ما بين النفختين (٢٩٥٥)]
[4] [سورة النمل: آيت ٨٨]

رہے ہو' جان رہے ہو وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرح چلنے پھرنے لگیں گے' اور جگہ ہے ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ [۱] پہاڑ مثل دھنی ہوئی اون کے ہو جائیں گے' یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا کہتا ہے کہ وہ کچھ ہے حالانکہ دراصل کچھ نہیں۔ آخر میں بالکل برباد ہو جائیں گے' نام و نشان تک نہ رہے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ [۲] الخ' لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب پراگندہ کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان رہ جائے گی جس میں نہ کوئی موڑ ہو گا نہ ٹیلا' اور جگہ ہے ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾ [۳] جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو دیکھے گا کہ زمین بالکل کھل جائے گی۔ پھر فرماتا ہے' سرکش' نافرمان' مخالفین رسول کی تاک میں جہنم لگی ہوئی ہے ان کے لوٹنے اور رہنے کی جگہ ہے۔

اس کے معنی حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ نے یہ بھی کیے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں بھی نہیں جا سکتا' جب تک جہنم پر سے نہ گزرے' اگر اعمال ٹھیک ہیں تو نجات پالی اور اگر اعمال بد ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا' حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر تین تین پل ہیں' پھر فرمایا وہ اس میں مدتوں اور قرنوں پڑے رہیں گے ﴿اَحْقَابٌ﴾ جمع ہے "حَقَبٌ" کی ایک لمبے زمانے کو 'حقب' کہتے ہیں بعض کہتے ہیں 'حقب' اسی (۸۰) سال کا ہوتا ہے' سال بارہ ماہ کا۔ مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا' بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ مروی ہے' بعض کہتے ہیں ستر سال کا 'حقب' ہوتا ہے' کوئی کہتا ہے چالیس سال کا ہے' جس میں ہر دن ایک ہزار سال کا' بشیر بن کعب رحمہ اللہ تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو ساٹھ سال کا ایک 'حقب' ایک مرفوع حدیث میں ہے حقب مہینہ' مہینہ تیس دن کا' سال بارہ مہینوں کا' سال کے دن تین سو ساٹھ ہر دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا (ابن ابی حاتم) [۴]

لیکن یہ حدیث سخت منکر ہے اس کے راوی قاسم اور جعفر بن زبیر جو کہ ان سے روایت کریں ہیں' یہ دونوں متروک ہیں' ایک اور روایت میں ہے کہ ابو علاء سلیمان بن مسلم نے سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلے گا بھی؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم جہنم میں سے کوئی بھی بغیر مدت دراز رہے نہ نکلے گا۔ پھر کہا حقبہ اسی سے اوپر کچھ سال کا ہوتا ہے اور ہر سال تین سو ساٹھ سال کا ہو گا جو تم گنتے ہو۔ [۵]

---

[۱] [سورة القارعه : آیت ٥] [۲] [سورة طه : آیت ۱۰۵-۱۰۷]

[۳] [سورة الكهف : آیت ٤٧]

[۴] [ضعیف طبرانی کبیر (۷۹۵۷)] اس کی سند میں جعفر بن زبیر ضعیف و متروک راوی ہے۔]

[۵] [موضوع وباطل مسند بزار : كتاب صفة جهنم : باب متى يخرج من النار من دخلها (۵۳۰۳)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس میں سلیمان بن مسلم راوی سخت ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۹۸/۱۰)، (۱۸٦۳۳)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سات سو 'حقب' رہیں گے ہر 'حقب' ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ﴿فَذُوقُوا﴾ کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے' خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ آیت ﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ (1) یعنی جہنمی جب تک اللہ چاہے جہنم میں رہیں گے' یہ دونوں آیتیں توحید والوں کے بارے میں ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ احقاب تک رہنا متعلق ہو آیت ﴿حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا﴾ کے ساتھ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بہتی پیپ کا مدتوں رہے گا' پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہو گا لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا خاتمہ ہی نہیں۔

حضرت حسن سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ 'احقاب' سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لیکن 'حقب' کہتے ہیں ستر سال کو جس کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ 'احقاب' کبھی ختم نہیں ہوتے ایک 'حقب' ختم ہوا دوسرا شروع ہو گیا ان 'احقاب' کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' ہاں یہ ہم نے سنا ہے کہ ایک 'حقب' اسی سال کا' ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا' ان دوزخیوں کو نہ تو کلیجوں کی ٹھنڈک ہو گی نہ کوئی اچھا پانی ملے گا' ہاں ٹھنڈک کے بدلے گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا' اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی' 'حمیم' اس سخت گرم درخت کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو' اور 'غساق' کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لہو پیپ' پسینہ آنسو اور زخموں سے بہے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو۔ اس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہو گی جو بجائے خود عذاب ہے اور بے حد بدبودار ہے۔ سورۂ ص میں 'غساق' کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے' اب یہاں دوبارہ اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے ہر عذاب سے بچائے۔

بعض نے کہا ہے "بَرْدًا" سے مراد نیند ہے' عرب شاعروں کے شعروں میں بھی برد نیند کے معنی میں پایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا یہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے' ان کی بداعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں' ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھیں یہ ان سب کو جھٹلاتے تھے۔ ﴿كِذَّابًا﴾ مصدر ہے اس وزن پر اور مصدر بھی آتے ہیں' پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے۔ ان اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ اب ان عذابوں کا مزہ چکھو' ایسے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں بکثرت ہوتے رہیں گے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دوزخیوں کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مایوس کن اور کوئی آیت نہیں۔ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے' حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ دوزخیوں کیلئے سب سے زیادہ سخت آیت کونسی ہے؟ تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا ان لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں نے تباہ

---

(1) [سورۃ ھود: آیت ۱۰۷]

کردیا' لیکن اس حدیث کے راوی جسر بن فرقد بالکل ضعیف ہیں۔ [1]

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾

یقیناً پرہیز گار لوگوں کیلئے کامیابی ہے○ باغات اور انگور○ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں○ اور جام شراب میں چھلکتے ہوئے○ وہاں نہ تو بیہودہ باتیں سنیں گے' اور نہ جھٹلانا○ بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے انعام بھرپور○

پرہیزگاروں کے لیے کامیابی اور جنتی حوریں: نیک لوگوں کیلئے اللہ کے ہاں جو نعمتیں ورحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد کو پانے والے ور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے "حَدَآئِقَ" کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو' انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی' جیسے کہ سورۂ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا پورا بیان گزر چکا' ایک حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی اللہ کی رضامندی کے ہوں گے' بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتلاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر جو فرمائیں گے' بادل ان پر برسائیں گے یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی۔(ابن ابی حاتم) [2]

انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے' پاک صاف' بھرپور جام پر جام ملیں گے جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بیہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ [3] اس میں نہ لغو ہوگا نہ فضول گوئی اور نہ گناہ کی باتیں' کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی۔

وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں' یہ ان پارسا بزرگوں کو جو کچھ بدلے ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ کے فضل وکرم' احسان وانعام کی بناء پر ملے ہیں' جو بے حد کافی' بکثرت اور بھرپور ہیں۔ عرب کہتے ہیں ((اَعْطَانِیْ فَاَحْسَبَنِیْ)) انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں ((حَسْبِیَ اللّٰهُ)) یعنی اللہ مجھے ہر طرف سے کافی وافی ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾ ع ۲

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۰) مجمع الزوائد (۱۱٤٦۳)]

[2] [ضعیف: بیہقی فی البعث والنشور (ص: ۳۱۸)، (۵۷۹)] اس کی سند میں ابو عبدالرحمٰن قاسم راوی ضعیف اور عطیہ راوی مجہول ہے۔ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں شعیب بن بیان راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳٦/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [الطور: ۲۳]

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے بڑی بخشش کرنے والا کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ○ جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے، کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے ○ یہ دن حق ہے اب جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنالے ○ ہم نے تمہیں پاس کے عذاب سے ڈرایا ہے، جس دن انسان ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کاش کہ میں بھی مٹی بن جاتا ○

قیامت کے دن پروردگار کی شان وشوکت اور کمزور انسان: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کو پالنے پوسنے والا ہے، وہ رحمٰن ہے، جس کے رحم نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے، جب تک اس کی اجازت نہ ہو اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا، جیسے اور جگہ ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [1] یعنی کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کے سامنے سفارش لے جا سکے، اور جگہ ہے ﴿یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [2] جس دن وہ وقت آ جائے گا کوئی بھی بلا اجازت اس سے بات نہ کر سکے گا، روح سے مراد یا تو کل انسانوں کی روحیں ہیں، یا کل انسان ہیں، یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی سی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان، یا مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے، ارشاد ہے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ﴾ [3] الخ، اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تا کہ تو ڈرانے والا بن جائے، یہاں مراد روح سے یقیناً حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں سے بزرگ، اللہ کے مقرب اور وحی لے کر آنے والے بھی ہیں، یا مراد روح سے قرآن ہے، اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [4] یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بڑا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے، تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے، ہر دن بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے ہر ایک تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، قیامت کے دن وہ اکیلا ایک صف بن کر آئے گا۔ لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ [5]

طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنالے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے اس کی تسبیح یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ حَیْثُ

---

[1] [البقرہ: ۲۵۵]

[2] [ھود: ۱۰۵]

[3] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۹۳۔ ۱۹۴]

[4] [سورۃ الشوری: آیت ۵۲]

[5] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲/۳۰)] اس کی سند میں ابوحمزہ میمون راوی متروک ہے۔[دیکھئے: میزان الاعتدال (۳۳۴/۴)، (۸۹۶۹)]

كُنْتَ ﴾اللہ تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے ①یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اس کے فرمان رسول ہونے میں بھی کلام ہے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہو اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا' واللہ اعلم۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ سب اقوال وارد کئے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میرے نزدیک تو ان تمام اقوال میں سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا صرف وہی اس سے بات کر سکے گا جسے وہ رحمٰن اجازت دے جیسے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾② یعنی جب وہ وقت آئے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہیں کر سکے گا صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی بات نہ کر سکے گا ③پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو' سب سے زیادہ حق بات ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے' پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے' جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنے لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بنا لے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے' ہم نے تمہیں بالکل قریب آئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے' آنے والی چیز تو آ گئی ہوئی سمجھنی چاہئے' اس دن نئے پرانے' چھوٹے بڑے' اچھے برے' کل اعمال انسان کے سامنے ہوں گے جیسے فرمایا ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾④ جو کیا اسے سامنے پالیں گے۔

اور جگہ ہے ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾⑤ ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا' اس دن کافر آرزو کرے گا کاش کہ وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا وجود میں ہی نہ آتا' اللہ کے عذاب کو آنکھ سے دیکھ لے گا اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں' پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا' دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہو گا اور ان کو قصاص دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ بے سنگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہو گا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا مٹی ہو جاؤ وہ مٹی ہو جائیں گے' اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا ہائے کاش! میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ الحمد للہ سورۂ نبا کی تفسیر ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيْقُ وَالْعِصْمَةُ۔

---

① [ضعیف طبرانی کبیر (١١٤٧٦) وفی الاوسط (٦٤٣٨) مجمع الزوائد (٨٥/١)] اس کی سند میں وہب اللہ بن رزق راوی مجہول ہے۔]

② [سورة هود: آیت ١٠٥]

③ [صحیح صحیح بخاری: كتاب الاذان: باب فضل السجود (٨٠٦) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب معرفة طريق الروية (١٨٢)]

④ [سورة الكهف: آیت ٤٩]

⑤ [سورة القيامه: آیت ١٣]

تفسیر سورۃ النازعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾ اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ؕ﴿۱۴﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سختی سے کھینچنے والوں کی قسم ○ کھول کر بند چھڑا دینے والوں کی قسم ○ تیرتے پھرنے والوں کی قسم ○ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم ○ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم ○ جس دن کانپنے والی کانپے گی ○ اس کے پیچھے ہوگی آنے والی ○ بہت سے دل اس دن دھڑک رہے ہوں گے ○ جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی ○ کہتے ہیں کیا ہم اگلی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ ○ کیا جس وقت ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ○ کہتے ہیں پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے ○ وہ تو صرف ایک خوفناک آواز ہے ○ کہ ایک دم وہ میدان میں جمع ہو جائیں گے ○

فرشتوں کی قسمیں کھا کر قیامت کی یقین دہانی: اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی روحوں کو سختی سے گھسیٹتے ہیں اور بعض روحوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں، کفار کی روحیں کھینچی جاتی ہیں پھر بند کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں، یہ ذکر موت کے وقت کا ہے، بعض کہتے ہیں ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا﴾ سے مراد موت ہے، بعض کہتے ہیں، دونوں آیتوں سے مطلب ستارے ہیں، بعض کہتے ہیں سخت لڑائی کرنے والے ہیں، لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے، یعنی روح نکالنے والے فرشتے، اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے، موت اور ستارے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں، اسی طرح سابقات کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں، معنی یہ ہیں کہ آسمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے، عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔

پھر حکم اللہ کی تعمیل تدبیر سے کرنے والے اس سے مراد بھی فرشتے ہیں، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے، آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں، امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان اقوال میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، کانپنے والی کے کانپنے اور اس کے پیچھے آنے والی کے پیچھے آنے سے مراد دونوں نفخے ہیں، پہلے

نفخہ کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ① جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے' دوسرے نفخہ کا بیان اس آیت میں ہے ﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ ② اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے' پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کر دیئے جائیں گے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کانپنے والی آئے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے آنے والی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ اپنی آفتیں لئے ہوئے آئے گی' ایک شخص نے کہا حضور ﷺ اگر میں اپنے وظیفہ کا تمام وقت آپ پر درود پڑھنے میں گزاروں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم و رنج سے بچا لے گا۔ ③ ترمذی میں ہے دو تہائی رات گزارنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرو کپکپانے والی آ رہی ہے پھر اس کے پیچھے ہی اور آ رہی ہے' موت اپنے ساتھ کی تمام آفات کو لئے ہوئے چلی آ رہی ہے ④ اس دن بہت سے دل ڈر رہے ہوں گے' ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت و حقارت کے ساتھ پست ہوں گی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور اللہ کے عذاب کا معائنہ کر چکے ہیں' مشرکین جو روز قیامت کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

﴿حَافِرَةٌ﴾ کہتے ہیں قبروں کو بھی' یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم کے ریزے ریزے ہو جانے کے بعد' جسم اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے اور کھوکھلی ہو جانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اور گھاٹے والی ہوگی' کفار قریش کا یہ مقولہ تھا' ﴿حَافِرَةٌ﴾ کے معنی موت کے بعد کی زندگی کے بھی مروی ہیں' اور جہنم کا نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جحیم' سقر' جھنم' ھاویه' حافرہ' لظٰی' حطمه وغیرہ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری' اور انہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے ماتحت ایک ادنیٰ سی بات ہے' ادھر ایک آواز دی ادھر سب زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے' یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے بس ان کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی اٹھیں گے اور اللہ کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ﴾ ⑤ الخ' جس دن وہ تمہیں پکارے گا اور تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور جان لو

---

① [سورة المزمل: آیت ١٤] ② [سورة الحاقه: آیت ١٤]

③ [حسن بالشواهد : مسند احمد (١٣٦/٥)] مولانا مبشر احمد ربانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے۔]

④ [حسن : ترمذی : کتاب صفة القيامة : باب في الترغيب في ذكر الله وذكر الموت (٢٤٥٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ترمذی ، صحيح الترغيب (١٦٧٠) السلسلة الصحيحه (٩٥٤) فضل الصلاة على النبی (١٤) المشكاة (٥٣٥١)]

گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے اور جگہ فرمایا ﴿وَمَآ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍۢ بِالۡبَصَرِ﴾ ① ہمارا حکم بس یکبارگی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

اور جگہ ہے ﴿وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ﴾ ② امر قیامت مثل آنکھ جھپکنے کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب' یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے اس دن پروردگار سخت غضبناک ہوگا' یہ آواز بھی غصہ کے ساتھ ہوگی' یہ آخری نفخہ ہے جس کے پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ زمین کے اوپر آ جائیں گے' حالانکہ اس سے پہلے نیچے تھے' ﴿سَاهِرَةٌ﴾ روئے زمین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں' ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد شام کی زمین ہے' عثمان بن ابو عاتکہ کا قول ہے اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں جہنم کو بھی "سَاهِرَةٌ" کہتے ہیں۔ لیکن یہ اقوال سب غریب ہیں' ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی روئے زمین کے سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے' جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے ﴿يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ﴾ ③ الخ' یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے روبرو ہو جائے گی' اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان بن جائے گی جس میں کوئی موڑ توڑ نہ ہوگا' نہ اونچی نیچی جگہ۔ ④ اور جگہ ہے ہم پہاڑوں کو چلنے والا کر دیں گے' اور زمین صاف ظاہر ہو جائے گی ⑤ غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی نہ قتل و گناہ۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ۞ اِذۡ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ۞ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۞ فَقُلۡ هَلۡ لَّكَ اِلٰۤى اَنۡ تَزَكّٰى ۞ وَاَهۡدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخۡشٰى ۞ فَاَرٰىهُ الۡاٰيَةَ الۡكُبۡرٰى ۞ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۞ ثُمَّ اَدۡبَرَ يَسۡعٰى ۞ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۞ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى ۞ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَالۡاُوۡلٰى ۞ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۞

کیا حضرت موسیٰ کا قصہ بھی تجھے پہنچا ہے؟ ○ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طویٰ میں پکارا ○ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے ○ اس سے کہو کہ کیا تو درستگی چاہتا ہے ○ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تو ڈرنے لگے ○ پس اسے بڑی نشانی دکھائی ○ پھر بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا ○ اور الگ ہٹ کر کوششیں کرنے لگا ○ پھر سب کو

① [القمر : ۵۰] ② [النحل : ۷۷] ③ [ابراهيم : ٤٨]
④ [طه : ۱۰۵-۱۰۸] ⑤ [الكهف : ٤٧]

جمع کر کے با آواز بلند کہنے لگا○ تم سب کا رب میں ہی ہوں سب سے بلند و بالا○ اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا○ بیشک اس میں اس شخص کیلئے عبرت ہے جو ڈرے○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مختصر ذکر: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید کی' لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی اور اپنے کفر سے باز نہ آیا بالآخر اللہ کا عذاب اترا اور برباد ہو گیا' اسی طرح اے پیغمبر آخر الزماں ﷺ آپ کے مخالفین کا بھی حشر ہوگا۔ اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈر والوں کے لئے اس میں عبرت ہے' پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے آواز دی جبکہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جس کا نام طویٰ ہے۔ اس کا تفصیل سے بیان سورۂ طٰہٰ میں گزر چکا ہے' آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر' تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے' میری سن میری مان' سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لے گا' میں تجھے اللہ کی عبادت کے وہ طریقے بتاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو اور دل کی سختی اور بدبختی دور ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس جا پہنچے اللہ کا فرمان پہنچایا' حجت ختم کی دلائل بیان کئے یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی نافرمانی پر جما رہا چونکہ دل میں کفر جاگزین ہو چکا تھا اس سے طبیعت نہ ہٹی اور حق واضح ہو جانے کے باوجود ایمان و تسلیم نصیب نہ ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ حق برحق نبی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے۔

لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور اللہ رسول کی باتوں پر عمل کرنے کیلئے جھک جائے۔ پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادوگروں کو جمع کر کے ان کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام کو نیچا دکھانا چاہا۔ اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب میں بلند و بالا میں ہی ہوں' اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ﴾ (1) یعنی میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا معبود کوئی اور بھی ہو' اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں' بلندیوں والا سب پر غالب میں ہی ہوں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ سبب عبرت بن جائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں' جیسے فرمایا ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ (2) یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنائے قیامت کے دن یہ مدد نہ کئے جائیں گے' پس صحیح ترمعنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور اولیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے' بعض نے کہا اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے یہ کہنا کہ

(1) [سورۃ القصص: آیت ۳۸] (2) [القصص : ٤١]

میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں' پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں' بعض کہتے ہیں مراد کفرو نافرمانی ہے' لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آ جائیں۔

ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا ﴿۲۹﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰٮهَا ﴿۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰٮهَا ﴿۳۱﴾ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰٮهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿۳۳﴾

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ اللہ نے اسے بنایا○ اس کی بلندی اونچی کی اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا○ اس کی رات کو تاریکی' اس کے دن کو روشن بنایا○ اور اس کے بعد زمین کو ہموار بچھا دیا○ اور اس میں سے پانی' چارہ پیدا کیا○ اور پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا○ تمہارا اور تمہارے جانوروں کے فائدے کیلئے○

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دلائل: جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر تھے' انہیں پروردگار دلیلیں دیتا ہے کہ تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسمانوں کی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ﴾ [1] یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ بھاری ہے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؔ بَلٰى وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ﴾ [2] کیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور وہ قادر ہے اور وہی بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے' آسمانوں کو اس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں جڑ دیئے' رات کو سیاہ اور اندھیرے والی بنایا اور دن کو روشن اور نور والا بنایا اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پانی اور چارہ نکالا۔ سورۂ حم سجدہ میں یہ بیان گزر چکا ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے ہے ہاں اس کی برکات کا اظہار آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوا جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں' اس کا تفصیلی بیان اوپر گزر چکا ہے اور پہاڑوں کو اس نے خوب مضبوط گاڑ دیا ہے وہ حکمتوں والا صحیح علم والا ہے اور ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے لگے اللہ تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا آگ' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہاں پانی' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا' پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق

---

[1] [غافر : ۵۷]
[2] [یسین : ۸۱]

میں اس سے بھاری کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی[1] ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اور کہنے لگی مجھ پر تو آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر تیری نافرمانیاں کریں گے' اللہ تعالیٰ نے پہاڑ گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا بہت سے پہاڑ تم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں' زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھر کتا رہتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھہر جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ کیلئے ہے' یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کا جاری کرنا' زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا' کھیتیاں اور درخت اگانا' پہاڑوں کا گاڑنا تا کہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو' یہ باتیں انسانوں کے فائدہ کیلئے ہیں اور ان کے جانوروں کے فائدہ کیلئے پھر وہ جانور بھی انہی کے فائدے کیلئے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی عمر اس دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿٤٣﴾ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴿٤٦﴾

پس جبکہ وہ بہت بڑے ہنگامے کا دن آ جائے گا○ جس دن انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا○ اور ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی○ جس شخص نے سرکشی کی ہوگی○ اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی○ اور اس کا ہی ٹھکانا جہنم ہے○ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا ہوگا○ اس ہی کا ٹھکانا جنت ہے○ لوگ تجھ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت دریافت کر رہے ہیں○ تجھے اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق○ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے○ تو تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والا ہے○ جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے○

دنیا کو ترجیح دینے والا جہنم میں: ﴿طَـآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے اس لئے کہ وہ ہولناک اور

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۲٤/۳) مسند ابو یعلی (٤۳۱۰) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة المعوذتین (۳۳٦۹) الضیاء فی المختارة (۱۲٥/۱)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاة (۱۹۲۳) الموسوعة الحدیثیة (۱۲۲٥٤)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

بڑے ہنگامے والا دن ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ [1] یعنی قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے' اس دن ابن آدم اپنے بھلے برے اعمال کو یاد کرے گا اور کافی نصیحت حاصل کر لے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ [2] یعنی اس دن آدمی نصیحت حاصل کر لے گا لیکن آج کی نصیحت اسے کچھ فائدہ نہ دے گی' لوگوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے اس دن سرکشی کرنے والوں اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا' ان کی خوراک زقوم ہوگا' ان کا پانی حمیم ہوگا' ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہنے والوں اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے والوں' خوف اللہ دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ اور وہاں کی تمام نعمتوں کے حصہ دار یہی ہیں' پھر فرمایا کہ قیامت کے بارے میں تم سے سوال ہو رہے ہیں تم کہہ دو کہ نہ مجھے اس کا علم ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں وہ زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے' وہ اچانک آئے گی' لوگ تجھ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تو اسے جانتا ہے۔ حالانکہ دراصل اس کا علم سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اور کسی کو نہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے دیئے پھر یہی قیامت کے دن کے تعین کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو نہ وہ اسے جانتا ہے نہ خود پوچھنے والے کو اس کا علم ہے [3] پھر فرمایا کہ اے نبی ﷺ تم صرف لوگوں کو ڈرانے والے ہو' اور اس سے نفع انہیں کو پہنچے گا جو اس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں وہ تیاری کر لیں گے اور اس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے' باقی جو لوگ ہیں وہ آپ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کریں گے بلکہ مخالفت کریں گے اور اس دن بدترین نقصان اور مہلک عذابوں میں گرفتار ہوں گے' لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہوں گے' اس وقت اپنی دنیا کی زندگی بہت ہی تھوڑی نظر آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا حصہ دنیا میں گزارا ہے' ظہر سے لے کر غروب آفتاب ہونے کے وقت کو "عَشِیَّة" کہتے ہیں اور سورج نکلنے سے لے کر آدھے دن تک کے وقت کو 'ضُحٰی' کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگی۔ سورۂ نازعات کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمدللہ رب العالمین۔

---

[1] [سورة القمر : آیت ٤٦]

[2] [سورة الفجر : آیت ٢٣]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب بیان سؤال جبریل النبی عن الایمان (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام والاحسان (٩٣۔ ٩٤) ابن ماجه : مقدمه : باب فی الایمان (٦٥٣) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی وصف جبریل النبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) نسائی : کتاب الایمان : باب لعت الاسلام (٥٠٠٥) مسند احمد (٤٢٦/٢)]

تفسیر سورۃ عبس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۙ﴿۸﴾ وَہُوَ یَخۡشٰی ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿ۚ۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿ۚ۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿ۘ۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ ﴿ۙ۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا رحمان ورحیم ہے

ترش رو ہو کر منہ موڑ لیا○ اس سے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا○ تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا○ یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی○ جو بے پرواہی کرتا ہے○ اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے○ حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تیرا کوئی نقصان نہیں○ اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے○ اور ڈر بھی رہا ہو○ تو تو اس سے بے رخی برتتا ہے○ یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت کی چیز ہے○ جو چاہے اسے یاد کر لے○ یہ تو پرعظمت صحیفوں میں ہے○ جو بلند و بالا پاک صاف ہیں○ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے○ جو بزرگ اور پاک باز ہیں○

دعوت دین میں امیر و غریب سب برابر: بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے۔ دل میں خیال تھا کہ کیا عجب کہ اللہ انہیں اسلام نصیب کر دے ناگہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' پرانے مسلمان تھے عموماً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے' آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ کر حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ چونکہ اس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گزرا اور پیشانی پر بل پڑ گئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ آپ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ ﷺ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کیلئے آئے اور آپ ﷺ اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ ہوں جو سرکش ہیں' مغرور و متکبر ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور اللہ کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام کی تعمیل میں تیار ہو جائے۔ یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ ان بے پرواہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرمالیں؟ آپ پر کوئی ان کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑے ہی ہے؟ وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر ان کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں' مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف و ضعیف' فقیر و غنی' آزاد و غلام' مرد و عورت' چھوٹے بڑے سب برابر ہیں' آپ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت وہی

جانتا ہے جسے اپنی راہ لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے' حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب ابی بن خلف تھا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی بڑی تکریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے (مسند ابو یعلی) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو قادسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے' زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لئے ہوئے تھے [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھلائی کی باتیں سکھایئے اس وقت رؤساء قریش آپ کی مجلس میں تھے آپ نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہو میری بات ٹھیک ہے وہ کہتے جاتے تھے ہاں حضرت درست ہے [2] ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام' عباس بن عبدالمطلب تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کر لیں ادھر یہ آ گئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنایئے اور اللہ کی باتیں سکھایئے' آپ کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے' جب ان سے باتیں پوری کر کے آپ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہو گیا اور یہ آیتیں اتریں' پھر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے' کچھ حاجت ہے' کچھ کہتے ہو' کچھ مانگتے ہو؟ (ابن جریر وغیرہ) [3] یہ روایت غریب اور منکر ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ رات رہتے ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سنو یہ وہ نابینا ہیں جن کے بارے میں ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ اتری تھی' یہ بھی مؤذن تھے بینائی میں نقصان تھا جب لوگ صبح صادق دیکھ لیتے اور اطلاع کرتے کہ صبح ہوئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے (ابن ابی حاتم) [4] ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا مشہور نام تو عبداللہ ہے بعض نے کہا ہے ان کا نام عمرو ہے' واللہ اعلم ﴿اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے قرآن ہے' جو شخص چاہے اسے یاد کر لے یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اس کے فرمان کو مقدم

---

[1] [صحیح : مسند ابو یعلی (۳۱۲۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قتادہ نے سماع کی صراحت نہیں کی۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ عبس (۳۳۳۱) مسند ابو یعلی (٤٨٤٨) مستدرك حاكم (٢/٥١٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦۳۱۸)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦۳۱۹)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[4] [اسنادہ ضعیف ولہ شواھد : اس کی سند میں عبداللہ بن صالح راوی ضعیف ہے۔ البتہ اس کے کچھ صحیح شواہد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے : صحیح بخاری کتاب الاذان (٦١٧) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ (۳۸۱)]

رکھے' یا یہ مطلب ہے کہ وحی الٰہی کو یاد کر لے' یہ سورت اور وعظ و نصیحت بلکہ سارے کے سارا قرآن موقر معزز اور معتبر صحیفوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں جو میل کچیل اور کمی زیادتی سے محفوظ و پاک صاف ہیں' جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قاری ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے معنی ہیں قاری' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان سفیر ہیں' سفیر اسے کہتے ہیں جو صلح اور بھلائی کیلئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے' عرب شاعر کے شعر میں یہی معنی پائے جاتے ہیں' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں جو فرشتے اللہ کی جانب سے وحی وغیرہ لے کر آتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوتے ہیں [1] وہ ظاہر باطن میں پاک ہیں' وجیہ' خوش' رو شریف اور بزرگ ظاہر میں' اخلاق و افعال کے پاکیزہ باطن میں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اعمال و اخلاق اچھے رکھنے چاہئیں' مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو قرآن کو پڑھے اور اس کی مہارت حاصل کرے وہ بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اسے دوہرا اجر ملے گا۔ [2]

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اللہ کی مار انسان بھی کیا ناشکرا ہے ○ اسے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا؟ ○ اسے نطفہ سے پیدا کیا' پھر اس کی تقدیر مقرر کی ○ پھر اسے راستہ آسان کر دیا ○ پھر اسے مار ڈالا اور قبر کی جگہ دی' پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا ○ ہرگز نہیں اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی ○ انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھ لے ○ کہ ہم نے بارش برسائی ○ پھر زمین کو شق کیا ○ پھر اس میں اناج لگائے ○ اور انگور اور ترکاری ○ اور زیتون اور کھجور ○ اور گنجان باغات ○ اور میوہ اور چارہ ○ فائدہ ہے تمہارے لئے اور تمہارے چوپاؤں کیلئے ○

---

[1] [صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تفسیر سورہ عبس تحت السورۃ]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تفسیر سورۃ عبس (۴۹۳۷) صحیح مسلم : کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا : باب فضل الماهر بالقرآن والذی یتعتع فیه (۷۹۸) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ثواب القرآن (۳۷۷۹) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ثواب قراءۃ القرآن (۱۴۵۴) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل قاری القرآن (۲۹۰۴) مسند احمد (۶/۴۸)]

مرنے کے بعد دوبارہ پیدائش پر دلائل: جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکاری تھے ان کی یہاں مذمت بیان ہو رہی ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گزار ہے اور یہ بھی معنی بیان کیے گئے ہیں کہ عموماً تمام انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ہر ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت جتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے اللہ نے اسے بنایا ہے کیا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اس نے انسان کو منی کے قطرے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقدر کی یعنی عمر' روزی' عمل اور نیک و بد ہونا لکھا۔ پھر اس کیلئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا' اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّا هَدَيْنَٰهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ① یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا' حسن اور ابن زید رحمہ اللہ اسی کو راجح بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لے گیا' عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں ((قَبَرْتُ الرَّجُلَ)) اور کہتے ہیں ((أَقْبَرَهُ اللهُ)) اسی طرح کے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب اللہ نے اسے قبر والا بنا دیا' پھر جب اللہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا' اسی کی زندگی کو بعث بھی کہتے ہیں اور نشور بھی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ﴾ ② اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ نُنشِزُهَا﴾ ③ ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے بٹھاتے ہیں' پھر کس طرح انہیں گوشت چڑھاتے ہیں' ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے تمام اعضاء وغیرہ مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کو نہیں کھاتی' لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رائی کے دانے کے برابر ہے۔ اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہوگی ④ یہ حدیث بغیر سوال و جواب کی زیادتی کے بخاری مسلم میں بھی ہے کہ ابن آدم گل سڑ جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کہ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترکیب دیا جائے گا۔ ⑤ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکرا اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال میں اللہ کا جو حق تھا وہ ادا کر دیا لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ ابھی تو اس نے فرائض اللہ سے سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں

---

① [دھر : ۳] ② [روم : ۲۰] ③ [البقرہ : ۲۵۹]

④ [اسنادہ ضعیف ولہ اصل صحیح :اس کی سند دراج راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے مگر اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ آئندہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔]

⑤ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب یوم ینفخ فی الصور (۴۹۳۵) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ما بین النفختین (۲۹۵۵) ابو داؤد : کتاب السنۃ : باب فی ذکر البعث والصور (۴۷۴۳) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر القبر والبلی (۴۲۶۶) مسند احمد (۳۲۲/۲)]

ہو سکتی۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں متقدمین سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا' ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کرے گا' اب تک اس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا' یعنی ابھی ابھی وہ ایسا نہیں کرے گا یہاں تک کہ مدت ختم ہو جائے اور بنی آدم کی تقدیر پوری ہو' ان کی قسمت میں دنیا میں آنا اور یہاں برا بھلا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب اللہ کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے اس وقت وہ خلاق کل دوبارہ زندہ کر دے گا اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری دفعہ پیدا کر دے گا' ابن ابی حاتم میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے مجھ سے کہا قبریں زمین کے پیٹ میں ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جب کہ کل مخلوق پیدا ہو چکے گی پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور جو بھی زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے اور زمین میں جو کچھ ہے اسے زمین اگل دے گی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دیئے جائیں گے' یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا' اس میں بھی دلیلیں ہیں موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تروتازہ درخت اگائے اور ان سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے لئے کھانا مہیا کیا اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی اور چورا چورا ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دیں گے اور انہیں گوشت پوست پہنا کر دوبارہ تمہیں زندہ کر دیں گے' تم دیکھ لو کہ آسمان سے برابر پانی برسایا پھر ہم نے انہیں زمین میں پہنچا کر ٹھہرا دیا وہ بیج میں پہنچا اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اگے درخت پھوٹا اونچا ہوا اور کھیتیاں لہلہانے لگیں' کہیں اناج پیدا ہوا کہیں انگور اور کہیں ترکاریاں۔ 'حب' تو کہتے ہیں ہر دانے کو' عنب' کہتے ہیں انگور کو' قضب' کہتے ہیں اس سبز چارے کو جسے جانور کھاتے ہیں' اور زیتون پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے' جلایا جاتا ہے تیل نکالا جاتا ہے' اور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو گدرائی ہوئی بھی کھائی جاتی ہیں' تر بھی کھائی جاتی ہے خشک بھی کھائی جاتی ہے اور پکی بھی اور اس کا شیرہ اور سرکہ بھی بنایا جاتا ہے اور باغات پیدا کئے۔ ﴿غُلْبًا﴾ کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے میوہ دار درخت ہیں۔ 'حدائق' کہتے ہیں ہر اس باغ کو جو گھنا اور خوب ہرا بھرا اور گہرے سائے والا اور بڑے بڑے درختوں والا ہو' موٹی گردن والے کو بھی عرب 'اغلب' کہتے ہیں' اور میوے پیدا کئے اور "اب" کہتے ہیں زمین کی اس سبزی کو جسے جانور کھاتے ہیں اور انسان اسے نہیں کھاتے' جیسے گھاس پات وغیرہ' "اب" جانوروں کیلئے ایسا ہی ہے جیسے انسان کیلئے ﴿فَاكِهَه﴾ یعنی پھل' میوہ۔ عطار رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زمین پر جو کچھ اگتا ہے اسے "ابّ" کہتے ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سوائے میووں کے باقی سب "آبّ" ہے' ابو السائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَبّ آدمی کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانوروں کے کھانے میں بھی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کونسا آسمان مجھے اپنے تلے سایہ دے گا اور کونسی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ میں کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو' لیکن یہ اثر

منقطع ہے۔ ابراہیم تیمی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے منبر پر سورۂ عبس پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر کہا کہ ﴿ فَاكِهَه ﴾ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ ﴿ اَبّ ﴾ کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمانے لگے اس تکلیف کو چھوڑ [1] اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شکل وصورت اس کی تعیین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین سے اگنے والی ایک چیز ہے' کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے ﴿ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا ﴾ الخ پھر اللہ فرماتا ہے تمہاری زندگی کے قائم رکھنے' تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہارے جانوروں کیلئے ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور تم اس سے فیض یاب ہوتے رہو گے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيۡهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امۡرِیءٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ عَلَيۡهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكَفَرَةُ الۡفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

رکوع ۵

پس جبکہ کان بہرے کر دینے والی قیامت آ جائے ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے ○ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے ○ اور اپنی بیوی سے اور اولاد سے بھاگے گا ○ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسا مشغلہ ہو گا جو اسے کافی ہو گا ○ اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں ○ جو ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے ○ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلودہ ہوں گے ○ جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی ○ یہی ہیں کافر بدکردار ○

جب انسان اپنے والدین اور بیوی بچوں سے بھاگے گا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ صاخة ﴾ قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نفخہ کی آواز اور ان کا شور وغل کانوں کے پردے پھاڑ دے گا' اس دن انسان اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن بھاگتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا' بیوی کو دیکھ کر کہے گا بتا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا وہ کہے گی کہ بیشک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا' بہت پیار محبت سے رکھا یہ کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دے دو تا کہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں' تو وہ جواب دے گی کہ سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی' بیٹا باپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا' صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں اللہ سے سوائے اپنی جان کے اور کسی کیلئے کچھ نہ کہوں گا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کیلئے

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۴۵۱)]

بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے بطن سے میں پیدا ہوا ہوں' الغرض دوست دوست سے' رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھرے گا۔ ہر ایک آپا دھاپی میں لگا ہوگا' کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے ختنہ اللہ کے ہاں جمع کئے جاؤ گے آپ کی بیوی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ پھر تو ایک دوسرے کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی فرمایا اس روز گھبراہٹ کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کئے ہوئے ہوگا' بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقعہ اس دن کہاں؟ (ابن ابی حاتم) [1] بعض روایات میں ہے کہ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ [2] الخ' دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں [3] اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا یارسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے آپ نے فرمایا اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتاؤں گا پوچھا حضور ﷺ لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ننگے پیروں اور ننگے بدن تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا ہاں یہ سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا افسوس کرنے لگیں آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج وغم نہ رہے گا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں؟ پوچھا حضور ﷺ وہ آیت کون سی ہے؟ فرمایا ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ الخ [4] ایک اور روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن' ننگے پاؤں بے ختنہ جمع کئے جائیں گے پسینے میں غرق ہوں گے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ جائے گا اور کسی کے کانوں تک تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی [5] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے' دل خوشی سے مطمئن ہوں گے' منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے یہ تو جنتی جماعت ہے' دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' گرد آلود ہوں گے' حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا پھر گرد وغبار پڑا ہوگا [6] یہ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال میں بدکاری تھی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ [7] یعنی ان

---

[1] [نسائی فی التفسیر (٦٦٧) مستدرك حاكم (٢/٢٥١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [حسن صحیح :ترمذی : كتاب التفسير : تفسير سورة عبس (٣٣٣٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے اسے صحیح کہا ہے۔حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [ضعیف :تفسير ابن جرير الطبرى (٣٦٣٩٢)] اس میں عائذ بن شریح ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح :نسائی : كتاب الجنائز : باب البعث (٢٠٨٣) مستدرك حاكم (٤/٥٦٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔حافظ زبیر علی زئی نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔]

[5] [اسنادہ ضعیف :بغوى فى التفسير (٤/٤١٨) مستدرك حاكم (٢/٥١٤)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اسماعیل بن ابی اویس راوی ہے جو علی الراجح ضعیف ہے۔]

[6] [اسنادہ ضعیف :اس میں ابو علی راوی مجہول ہے۔شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[7] [سورۃ نوح : آیت ٢٧]

کفار کی اولاد بھی بدکار کافر ہی ہو گی۔ سورۂ عبس کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد لله والمنة۔

تفسیر سورة التكوير

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ﴾ پڑھ لے۔ ①

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ② وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ⑤ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ⑧ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ⑨ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ⑪ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ⑫ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ⑬ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ⑭

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

جب سورج لپیٹ لیا جائے ○ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں ○ اور جب پہاڑ چلائے جائیں ○ اور جب گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں ○ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں ○ اور جب دریا بھڑکا دیئے جائیں ○ اور جب ہر قسم کے لوگ ملا دیئے جائیں ○ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے ○ کہ کس وجہ سے وہ قتل کی گئی ○ اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں ○ اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے ○ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے ○ اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ○

یعنی سورج بے نور ہو جائے گا' جاتا رہے گا' اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائے گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سورج' چاند اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے گا اور پھر مغربی ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائے گی' ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کو تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (ابن ابی حاتم) ② اور ایک حدیث میں سورج چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے ③ صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کی

---

① [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة اذا الشمس كورت (۳۳۳۳) مسند احمد (۲۷/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۱۰۸۱)]

② [مرسل وضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۵۲۵/۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

③ [ضعیف: مسند ابویعلی (۴۱۱۶) ابن عدی (۱۰۲/۳) ابو الشیخ فی العظمة (۶۴۳) مجمع الزوائد (۱۸۵۹۹) ابن جوزی فی الموضوعات (۱۴۰/۱)] امام ابن جوزیؒ نے اس روایت کو غیر صحیح کہا ہے۔ اس کی سند میں درست بن زیاد راوی ضعیف ہے، امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور علت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس میں یزید رقاشی راوی بھی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

تبدیلی سے مروی ہے اس میں ہے کہ سورج چاند قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے امام بخاری رحمہ اللہ اسے کتاب بدء الخلق میں لائے ہیں ① لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لاتے جیسے امام صاحب کی عادت ہے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا تو حضرت حسن کہنے لگے ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے حدیث کہی اور تم اس پر باتیں بناتے ہو سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی ستارے سارے متغیر ہو کر جھڑ جائیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ② یہ بھی گدلے اور بے نور ہو کر بجھ جائیں گے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور پھر نا گہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگے گی اور بے طرح ہلنے لگے گی بس پھر کیا انسان کیا جنات کیا اور جانور کیا جنگلی جانور سب آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے جانور بھی جو انسانوں سے بھاگے پھرتے تھے انسانوں کے پاس آ جائیں گے لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹنیاں جو بیاہنے والیاں ہوں گی ان کی بھی خیر خبر نہ لیں گے۔ جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں تحقیق کریں کیا ہو رہا ہے لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندروں میں بھی آگ لگ رہی ہے اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا ادھر سے ایک تند ہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سارے ستارے اور جن جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے سب جہنم میں گرا دیئے جائیں گے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا بچ رہیں گے اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں گرا دیئے جاتے (ابن ابی حاتم) پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل ہموار میدان رہ جائے گی اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی نہ ان کی کوئی نگرانی کرے گا نہ چرائے چگائے گا نہ دودھ نکالے گا نہ سواری لے گا ''عِشَارٌ'' جمع ہے عشر کی جو حاملہ اونٹنی دسویں مہینے میں لگ جائے اسے ''عشراء'' کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی بھی پرواہ نہ رہے گی قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا کلیجے منہ کو آئے ہوں گے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا ہاں ان کے دیکھنے میں یہ ہوگا اس قول کے قائل ''عشار'' کے کئی معنی بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی بربادی کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان پھرتے پھریں گے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ زمین ہے جس کا عشر دیا جاتا ہے بعض کہتے ہیں اس سے مراد گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب ویران ہیں امام قرطبی رحمہ اللہ ان اقوال کو بیان کر کے ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (۳۲۰۰)]

② [سورۃ الانفطار : آیت ۲]

مراد اس سے اونٹنیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو یہی کہتا ہوں کہ سلف سے اور ائمہ سے اس کے سوا کچھ وارد ہی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم ۔ اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے' جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ﴾ ① الخ' یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے' سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا یہاں تک کہ مکھیاں بھی' ان سب میں اللہ تعالیٰ انصاف کے فیصلے کرے گا' ان جانوروں کا حشر ان کی موت ہی ہے' البتہ جن وانس اللہ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب کتاب ہوگا۔ ربیع بن خثیم نے کہا مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر اللہ کا امر آنا ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے' یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے' خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ ② پرند جمع کئے ہوئے' پس ٹھیک مطلب اس آیت کا بھی یہی ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائیں گے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا سمندر میں' آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ ③ اور فرماتا ہے ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مغربی ہوائیں بھیجے گا وہ اسے بھڑکا دیں گی اور شعلے مارتی ہوئی آگ بن جائے گا' آیت ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ ④ کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے' حضرت معاویہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بحر روم میں برکت ہے یہ زمین کے درمیان میں ہے' سب نہریں اس میں گرتی ہیں اور بحر کبیر بھی اس میں پڑتا ہے' اس کے نیچے کنویں ہیں جن کے منہ تانبے سے بند کیے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سلگ اٹھیں گے' یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے' ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی اس لئے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے۔ ⑤ اس کا بیان بھی سورۂ فاطر کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ ﴿سُجِّرَتْ﴾ کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ خشک کر دیا جائے گا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا' یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہا دیا جائے گا اور ادھر ادھر بہہ نکلے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یکجا جمع کر دیئے جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ⑥ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔ حدیث میں ہے ہر شخص کا اس قوم کے ساتھ حشر کیا جائے گا جو اس جیسے اعمال کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ⑦ الخ تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤ گے' کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ہوں گے کچھ بائیں

---

① [سورۃ الانعام : آیت ۳۸]
② [سورۃ ص : آیت ۱۹]
③ [سورۃ طور : آیت ٦]
④ [ایضا]
⑤ [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الجھاد : باب فی رکوب البحر فی الغزو (۲٤۸۹) بیھقه (۳۳٤/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] اس میں بشیر بن مسلم راوی مجہول ہے۔]
⑥ [سورۃ الصافات : آیت ۲۲]
⑦ [سورۃ واقعہ : آیت ۷-۱۰]

ہاتھ والے کچھ سبقت کرنے والے۔ (۱)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہر جماعت اپنے جیسوں میں مل جائے گی' دوسری روایت میں ہے کہ وہ دو شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ جلیں گے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا نیک نیکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے' آپ نے فرمایا لو میں بتاؤں' آدمی کا جوڑا جنت میں اسی جیسا ہوگا' اسی طرح جہنم میں بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائیں گے یعنی اصحاب الیمین' اصحاب الشمال اور سابقین۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہوں گے' یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی پسند کرتے ہیں' اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہے گا اور بڑی نمایاں چوڑان میں ہوگا اس سے تمام مرے سڑے گلے اگنے لگیں گے اس طرح کے ہو جائیں گے کہ جو انہیں پہچانتا ہو وہ اگر انہیں اب دیکھ لے تو بیک نگاہ پہچان لے پھر روحیں چھوڑی جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آ جائے گی یہی معنی ہیں ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ یعنی روحیں جسموں میں ملا دی جائیں گی۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا حوروں سے لگایا جائے گا اور کافروں کا شیطان کے ساتھ (تذکرہ قرطبی) پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ﴾ الخ' جمہور کی قرأت یہی ہے اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے' ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کی گئیں؟ تا کہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے قصد کیا کہ لوگوں کو حالت حمل کی مجامعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ رومی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ یہ درپردہ زندہ گاڑ دینا ہے اور اسی کا بیان ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ﴾ (۲) الخ میں ہے۔ سلمہ بن یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ماں امیر زادی تھیں' وہ صلہ رحمی کرتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں ہی مر گئی ہیں تو

---

(۱) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦٤٥١)] اس میں ولید بن عبداللہ اور سماک بن حرب ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب جواز الغیلة وھی وطئی المرضع و کراھة العزل (۱٤٤۲) ابو داؤد : کتاب الطب : باب فی الغیل (۳۸۸۲) نسائی : کتاب النکاح : باب الغیلة (۳۳۲۸) ترمذی : کتاب الطب : باب ما جاء فی الغیلة (۲۰۷٦) مسند احمد (٦/٤۳٤)]

کیا اس کے یہ نیک کام اسے کچھ نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں، انہوں نے کہا کہ اس نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا ہے کیا وہ بھی اسے کچھ نفع دے گی؟ آپ نے فرمایا زندہ گاڑی ہوئی اور زندہ گاڑنے والی جہنم میں ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو قبول کر لے (مسند احمد) [1] ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا نبی، شہید، بچے، اور زندہ درگور کی ہوئی۔ [2] یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا مرتبہ دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ﴾ الخ، (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بچیوں کو زندہ دبا دیا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو، انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلام والا تو میں ہوں نہیں، البتہ میرے پاس اونٹ ہیں، فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ قربان کرو، (عبدالرزاق) [3] دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں اس طرح زندہ دبا دی ہیں آپ کا فرمان ہے کہ اگر چاہے تو یوں کر [4] اور روایت میں ہے کہ بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا دوسرے سال وہ ایک سو اونٹ لے کر آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا نام قیسیہ رکھ چھوڑا تھا۔ [5] پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں، اے ابن آدم! تو لکھوا رہا ہے جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے گا کیا لکھوا کر لایا ہے، آسمان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور سمیٹ لیا جائے گا اور برباد ہو جائے گا، جہنم بھڑکائی جائے گی، اللہ کے غضب اور بنی

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۴۷۸/۳) طبرانی کبیر (۶۳۱۹) نسائی فی التفسیر (۶۶۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۲۴/۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۴۰۹/۵) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی فضل الشهادة (۲۵۲۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [حسن : مسند بزار (۲۲۸۰) بیهقی (۱۱۶/۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۴۶۷) طبرانی کبیر (۳۳۷/۱۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حسین بن مہدی کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۷/۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [حسن : ابن منده کما فی الاصابه (۳۵۳/۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[5] [ضعیف : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ طبرانی (۱۳۸/۱۸) میں یہ روایت ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے مگر اس میں یحییٰ بن عبد الحمید راوی ہے، امام ہیثمیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۴۷۰)]

آدم کے گناہوں سے اس کی آگ تیز ہو جائے گی۔ جنت جنتیوں کے پاس آ جائے گی جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کئے تھے۔ وہ سب عمل اس کے سامنے موجود ہوں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ [1] الخ، جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال کو پالے گا نیک ہیں تو سامنے دیکھ لے گا اور بد ہیں تو اس دن آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔ اور جگہ ہے ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ [2] اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا اگلی تمام باتیں اسی لئے بیان ہوئی تھیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ○ چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی ○ اور رات کی جب جانے لگے ○ اور صبح کی جب چمکنے لگے ○ یقیناً یہ ایک بزرگ پیغامبر کا کلام ہے ○ جو قوت والا ہے، عرش والے اللہ کے نزدیک ذی عزت ہے ○ جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے امین ہے ○ تمہارا رفیق دیوانہ نہیں ○ اس نے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کناروں پر دیکھا بھی ہے ○ اور یہ پوشیدہ باتوں کے بتلانے پر بخیل بھی نہیں ○ اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ○ پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ ○ یہ تو تمام دنیا جہان کیلئے نصیحت نامہ ہے ○ بالخصوص اس کیلئے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے ○ اور تم بغیر اللہ پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ○

ستاروں کی قسمیں: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ (مسلم) [3] یہ ستاروں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں، اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں اور بھی صحابہ تابعین وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ بعض ائمہ نے فرمایا ہے طلوع کے وقت ستاروں کو خنس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے اور چھپ جانے کے وقت انہیں کنس کہا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے اس سے مراد جنگلی گائے ہے، یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۳۰] [2] [سورۃ القیامہ: آیت ۱۳]

[3] **صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب القراءۃ فی الصبح (۴۵۶)]

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے' جبکہ وہ اپنی جگہ چھپ جائے۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں' جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ کا اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بنایا' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس میں سے کسی کی تعیین نہیں کی اور فرمایا ہے ممکن ہے تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی ستارے' نیل گائے اور ہرن۔ ① 'عَسْعَسَ' کے معنی ہیں اندھیرے والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی' اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے بارے میں پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے' شاعروں نے عَسْعَسَ کو اَدْبَرَ کے معنی میں باندھا ہے میرے نزدیک ٹھیک معنی یہ ہیں کہ قسم ہے رات کی جب وہ آئے اور اندھیرا پھیلائے اور قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیلائے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ ② اور جگہ ہے ﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ ③ اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ ④ اور بھی اس قسم کی آیتیں بہت سی ہیں مطلب سب کا یکساں ہے' ہاں بیشک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے ہی ہیں۔ علماء اصول نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں معنی میں آتا ہے' اس بناء پر یہ دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور قسم ہے صبح کی جبکہ طلوع ہو اور روشنی کے ساتھ آئے' پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ' شریف' پاکیزہ رو' خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا' وہ قوت والے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ﴾ ⑤ یعنی سخت مضبوط اور سخت پکڑ اور فعل والا فرشتہ' وہ اللہ عزوجل کے پاس جو عرش والا ہے' بلند و پایہ اور ذی مرتبہ ہے۔ وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے۔ ان کی بات وہاں سنی جاتی ہے' برتر فرشتے ان کے فرمانبردار ہیں' آسمانوں میں ان کی سرداری ہے کہ اور فرشتے ان کے تابع فرمان ہیں' وہ اس پیغام رسانی پر مقرر ہیں کہ اللہ کا کلام اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائیں' یہ فرشتے اللہ کے امین ہیں' مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں سے جو اس رسالت پر مقرر ہیں وہ بھی پاک صاف ہیں اور انسانوں میں جو رسول مقرر ہیں وہ بھی پاک اور برتر ہیں' اس لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں' یہ پیغمبر اس فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں بھی دیکھ چکے ہیں جبکہ وہ اپنے چھ سو پروں سمیت ظاہر ہوئے تھے یہ واقعہ بطحا کا ہے اور یہ پہلی مرتبہ دیکھنا تھا آسمان کے کھلے کناروں پر یہ دیدار جبرائیل علیہ السلام حاصل ہوا تھا' اسی کا بیان اس آیت میں ہے ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝

---

① [تفسیر ابن جرير الطبری (۱۲/٤٦٧)]
② [سورہ اللیل : آیت ۱۔۲]
③ [سورۃ الضحی : آیت ۱۔۲]
④ [سورۃ انعام : آیت ۹٦]
⑤ [سورۃ النجم : آیت ٥۔٦]

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى﴾ [1] یعنی انہیں ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے' قوی ہے۔ جو اصلی صورت پر آسمان کے بلند و بالا کناروں پر ظاہر ہوا تھا پھر وہ نزدیک آیا اور بہت قریب آ گیا صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پھر جو وحی اللہ نے اپنے بندے پر نازل کرنی چاہی نازل فرمائی' اس آیت کی تفسیر سورۂ النجم میں گزر چکی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے اتری ہے اس لئے کہ اس میں صرف پہلی مرتبہ کا دیکھنا ذکر ہوا ہے اور دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں مذکور ہے ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ [2] الخ' یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنت الماویٰ ہے' جبکہ اس درخت سدرہ کو ایک عجیب و غریب چیز چھپائے ہوئے تھی۔ اس آیت میں دوسری مرتبہ کے دیکھنے کا ذکر ہے' یہ سورت واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی تھی۔

﴿بِضَنِيْنٍ﴾ کی دوسری قراءت ﴿بِظَنِيْنٍ﴾ بھی مروی ہے' یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں' اور ضاد سے جب پڑھو تو معنی ہوں گے یہ بخیل نہیں ہیں' بلکہ ہر شخص کو جو غیب کی باتیں آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم کرائی جاتی ہیں یہ سکھا دیا کرتے ہیں۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور صحیح ہیں' پس آپ نے نہ تو تبلیغ احکام میں کمی کی' نہ تہمت لگی۔ یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں' نہ شیطان اسے لے سکے' نہ اس کے مطلب کی یہ چیز' نہ اس کے قابل' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ [3] نہ اسے لیکر شیطان اترے نہ انہیں یہ لائق ہے نہ اس کی انہیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہیں' پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو' یعنی قرآن کی حقانیت اور اس کی صداقت ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بنو حنیفہ کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا مسیلمہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آج تک مانتے رہے اس نے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ۔ جب انہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکواس محض ہے تو آپ نے فرمایا تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا تو سوچو کہ ایک فضول بکواس کو تم کلام اللہ جانتے رہے ناممکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام اللہ کا کلام ہو' یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت اللہ سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا یہ قرآن تمام لوگوں کیلئے پند و نصیحت ہے۔ ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن کا عامل بن جائے یہی نجات اور ہدایت کا کفیل ہے' اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں' تمہاری چاہتیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اسی کی چاہت چلتی ہے' اس سے اگلی آیت کو سن کر ابوجہل نے کہا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ سورۂ تکویر کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمدللہ۔

---

[1] [سورۃ النجم: آیت ۵۔۱۰]

[2] [سورۃ النجم: آیت ۱۳۔۱۶]

[3] [سورۃ الشعراء: آیت ۲۱۰۔۲۱۲]

تفسیر سورۃ الانفطار

نسائی میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں لمبی قراءت پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ کیا یہ سورتیں نہ تھیں؟ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اور ﴿وَالضُّحٰی﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾[1] اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے[2] ہاں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھ لے۔[3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے میں شروع کرتا ہوں

جب آسمان پھٹ جائے ○ اور جب ستارے جھڑ جائیں ○ اور جب دریا بہہ چلیں ○ اور جب قبریں شق کر دی جائیں ○ اس وقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے کو معلوم کر لے گا ○ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا ○ جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا ○ جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی ○ نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو ○ یقیناً تم پر نگہبان بزرگ لکھنے والے مقرر ہیں ○ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں ○

---

[1] [صحیح: نسائی: كتاب الافتتاح: باب القراءة فى العشاء الآخرة سبح اسم ربك الاعلى (٩٩٨) وفى التفسير (٦٧٢)] شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[صحيح نسائی، صحيح ابو داود (٧٥٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اعمش مدلس کا عنعنہ ہے۔]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الاذان: باب من شكا امامه اذا طول (٧٠٥) صحيح مسلم: كتاب الصلاة: باب القراءة فى العشاء (٤٦٥)]

[3] [صحیح: ترمذی: كتاب التفسير: باب ومن اذا الشمس كورت (٣٣٣٣) مسند احمد (٢٧/٢) مستدرك حاكم (٥١٥/٢)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی، السلسلة الصحيحة (١٠٨١)] مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

جب آسمان پھٹ جائے گا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ہے ﴿اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ [1] اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے اور کھاری اور میٹھے سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائے گا قبریں پھٹ جائیں گی ان کے شق ہونے کے بعد مردے بھی جی اٹھیں گے، پھر ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکاتا ہے کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو، بعض نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم نے غافل کر رکھا ہے۔ یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں۔ صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم! اپنے باعظمت اللہ سے تو نے کیوں بے پرواہی برت رکھی ہے، کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسار رکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! تجھے میری جانب سے کسی چیز نے مغرور کر رکھا تھا؟ اے ابن آدم! بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا انسانی جہالت نے اسے غافل بنا رکھا ہے۔ ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے بہکانے والا شیطان ہے، حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لٹکائے ہوئے پردوں نے۔ حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو کہوں گا کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا، بعض سخن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھانا ہے، لیکن یہ قول کچھ فائدہ مند نہیں۔ بلکہ مطلب صحیح یہ ہے کہ کرم والوں کو اللہ کے کرم کے مقابلہ میں بد افعال اور برے اعمال نہ کرنے چاہئیں، کلبی اور مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اخنس بن شریق کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔ اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تھا اور اسی وقت اس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

پھر فرماتا ہے وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر درست بنایا، پھر درمیانہ قد و قامت بخشا، خوش شکل اور خوبصورت بنایا، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر صحیح قامت بنایا، پھر تجھے پہنا اوڑھا کر چلنا پھرنا سکھایا۔ آخر کار تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے تو نے خوب دولت جمع کی اور میری راہ میں دینے سے باز رہا یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ [3] جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی، ماں کی، ماموں

---

[1] [سورہ المزمل : آیت ۱۸]

[2] [ضعیف : بغوی (٤/٤٢٤)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی متروک اور متہم بالوضع ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس روایت کو باطل کہتے ہیں۔]

[3] [حسن : مسند احمد (٤/٢١٠) ابن ماجه : كتاب الوصايا : باب النهي عن الامساك في الحياة والتبذير عند الموت (٢٧٠٧)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

کی، چچا کی صورت پر پیدا کیا۔ ایک شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا؟ اس نے کہا یا لڑکا یا لڑکی۔ فرمایا کس کے مشابہ ہوگا؟ کہا یا میرے یا اس کی ماں کے۔ فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے پھر آپ نے آیت ﴿فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ﴾ پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اس نے چاہا تجھے چلایا۔ (۱) یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو آیت کے معنی ظاہر کرنے کیلئے کافی تھی لیکن اس کی سند ثابت نہیں ہے، مطہر بن ہیثم رضی اللہ عنہ جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں، ان پر اور جرح بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس آ کر کہا میری بیوی کو جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ سیاہ فام ہے، آپ نے فرمایا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا کس رنگ کے؟ کہا سرخ رنگ کے۔ فرمایا کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ کہاں ہاں۔ فرمایا اس رنگ کا بچہ سرخ نر و مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگا شاید اس کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو۔ آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ (۲) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر چاہے بندر کی صورت بنا دے اگر چاہے سور کی۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت میں بنا دے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سور کی، قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین، عمدہ، خوش شکل اور دل لبھانے والی پاکیزہ پاکیزہ شکلیں صورتیں عطا فرماتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس کریم اللہ کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لئے اس سے بے پرواہی برت رہے ہو، تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہئے کہ ان کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں، تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے۔ تم انکا احترام کرو، غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کرو، دیوار سے یا اوٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کر و تا کہ وہی پردہ ہو جائے (ابن ابی حاتم) (۳) بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے شرماؤ، اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہو جاتے ہیں۔ (۴) ایک حدیث میں ہے

---

(۱) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۵۶۷) مجمع الزوائد (۱۱۴۷۳)] اس میں مطہر بن ہیثم ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطلاق: باب اذا عرض بنفی الولد (۵۳۰۵) صحیح مسلم: کتاب اللعان (۱۵۰۰) نسائی: کتاب الطلاق (۳۵۰۸) ابن ماجہ: کتاب النکاح (۲۰۰۲) ابو داؤد: کتاب الطلاق (۲۲۶۰) ترمذی: کتاب الولاء والهبة (۲۱۲۸) مسند احمد (۲۳۹/۲)]

(۳) [مرسل: تفسیر قرطبی (۲۴۸/۱۹) یہ روایت مرسل ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔]

(۴) [ضعیف: مختصر زوائد البزار (۱۸۱/۱)] اس کی سند میں حفص بن سلیمان راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کہ جب یہ کراماً کاتبین بندے کے روزانہ نامہ اعمال اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے غلام کی بخش دیں (بزار) [1] ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال جو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاح حاصل کر گیا اور اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص ہلاک ہوا۔ [2]

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہیں ○ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہیں ○ بدلے والے دن اسی میں جائیں گے ○ یہ لوگ اس سے چھپ نہ سکیں گے ○ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ ○ میں پھر کہتا ہوں کہ تجھے کیا معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے ○ اس دن کوئی شخص کسی شخص کیلئے کسی چیز کا مختار نہیں ہوگا ○ اور تمام تر احکام و فرمان اس روز اللہ تعالیٰ کے ہی ہوں گے ○

نیک لوگ نعمتوں میں: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار فرمانبردار ہیں، گناہوں سے دور رہتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ حدیث میں ہے انہیں ابرار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے [3] بدکار لوگ دائمی عذاب میں پڑیں گے، قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا ایک ساعت بھی ان پر عذاب ہلکا نہ ہوگا، نہ موت آئے گی، نہ راحت ملے گی، نہ ایک ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے۔ پھر قیامت کی بڑائی اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کیلئے دو دو بار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتلایا کہ اس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے گا، نہ عذاب سے نجات دلوا سکے گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود ہی اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر یہ حدیث وارد کرنی بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم! اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کیلئے نیک اعمال کی تیاریاں کر لو میں تمہیں اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے کا

---

[1] [ضعیف: مسند بزار (۳۲۵۲) مجمع الزوائد (۱۷۵۸۰)] اس کی سند میں تمام بن نجیح راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ضعف کا احتمال ہے جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: مسند بزار (۳۲۱۴) مجمع الزوائد (۱۷۶۸۹)] اس میں سلام راوی متروک ہے۔]

[3] [ضعیف: الادب المفرد (۹۴) المقاصد الحسنة للسخاوی (ص: ۳۶۵) الفردوس بماثور الخطاب (۳۴۶/۱) کشف الخفاء (۴۲۷/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الادب المفرد (۲۱) السلسلة الضعيفة (۳۲۲۱)]

اختیار نہیں رکھتا۔ (۱) یہ حدیث سورہ شعراء کی تفسیر میں گزر چکی ہے، یہاں بھی فرمایا کہ اس دن امر محض اللہ کا ہی ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (۲) اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ (۳) اور فرمایا ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (۴) مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک وملکیت اس دن صرف اللہ واحد وقہار ورحمٰن کی ہی ہوگی، گو آج بھی اس کی ملکیت ہے وہ ہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہر داری حکومت، ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا۔ سورۂ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ المطففین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی ○ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو تب پورا پورا کر لیں ○ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں ○ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں ○ اس بڑے بھاری دن ○ جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت: نسائی اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے۔ جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کر لیا۔ (۵) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مکے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ الخ ہے۔ پس ''تطفیف'' سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا، اسی لئے انہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں اور

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين (۲۰۴)]

(۲) [غافر: ۱۶] (۳) [الفرقان: ۲۶] (۴) [فاتحہ: ۳]

(۵) [حسن: ابن ماجه: كتاب التجارات: باب التوقي في الكيل والوزن (۲۲۲۳) نسائی فی التفسير (۶۷۴) طبرانی (۲۰۴۱) مستدرك حاكم (۲/۳۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں۔ ٹھیک یہ ہے کہ ”کَالُوْا“ اور ”وَزَنُوْا“ کو متعدی مانیں اور ھُمْ کو محلاً منصوب کہیں، گو بعض نے اسے ضمیر موکد مانا ہے جو ﴿كَالُوْا﴾ اور ﴿وَزَنُوْا﴾ کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کیلئے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے' دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ ① الخ یعنی ناپو تو ناپ پورا کرو اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو۔ اور جگہ حکم ہے ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ② الخ' ناپ تول انصاف کے ساتھ برابر کر دیا کرو مگر ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ③ یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو اس کی بدعات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غارت و برباد کر دیا' یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ جس پر نہ تو کوئی پوشیدہ بات ہے نہ ظاہر۔ وہ دن بھی نہایت ہولناک و خطرناک ہوگا' بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا' اس دن یہ نقصان رساں لوگ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے' جس دن لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اس حالت میں کہ ننگے پیر ہوں گے اور ننگے بدن ہوں گے اور بے ختنہ ہوں گے' وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات و بلیات سے پر ہوگا اور وہ مصائب نازل ہو رہے ہوں گے کہ دل پریشان ہوں گے' حواس بگڑے ہوئے ہوں گے' ہوش جاتا رہے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آدھے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا۔ (موطا امام مالک) ④ مسند احمد کی حدیث میں ہے اس دن رحمٰن عزوجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہوں گے۔ ⑤ اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا' ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا' بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک' بعض کی کمر تک بعض کو تو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔ ⑥ اور حدیث میں

---

① [بنی اسرائیل : ۳۵] ② [الانعام : ۱۵۲] ③ [الرحمن : ۹]

④ [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب قوله تعالى الا يظن اولئك انهم مبعوثون (٦٥٣١) صحيح مسلم : كتاب صفة الجنة : باب فى صفة يوم القيامة اعاننا الله على اهوالها (٢٨٦٢) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر البعث (٤٢٧٨) ترمذى : كتاب صفة القيامة : باب ما جآء شان الحساب والقصاص (٢٤٢٢)]

⑤ [صحیح: مسند احمد (٢/٣١) تفسير ابن جرير الطبرى (٣٦٥٨٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٤٨٦٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شیخ احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔]

⑥ [صحیح: صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب فى صفة يوم القيامة اعاننا الله على اهواله (٢٨٦٤) ترمذى : كتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ما جآء فى شان الحساب والقصاص (٢٤٢١) مسند احمد (٣/٦)]

ہے دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بھنا اٹھے گی اور اس طرح اس میں جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں ابال آتا ہے۔ ① اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے منہ پر انگلیاں رکھ کر بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ② اور حدیث میں ہے ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی ③ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشیر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کیا کرے گا؟ جس دن لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ مددگار ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔ ④ سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کے کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ⑤ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ اونچا سر کئے کھڑے رہیں گے۔ کوئی بولے گا نہیں۔ نیک و بد کو پسینے کی لگامیں چڑھی ہوئی ہوں گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سو سال تک کھڑے رہیں گے (ابن جریر) ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز شروع کرتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے' دس مرتبہ الحمد للہ کہتے' دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے' دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے۔ پھر کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ﴾ اے اللہ! مجھے بخش' مجھے ہدایت دے' مجھے روزیاں دے اور عافیت عنایت فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے۔ ⑥

---

① [صحیح : مسند احمد (٥/٢٠٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الترغیب (٣٥٨٧) صحیح الجامع الصغیر (٢٩٣٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢١٨٦)]

② [صحیح : مسند احمد (٤/١٥٧) مستدرك حاكم (٤/٥٧١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح الترغيب (٣٥٨٨) الموسوعة الحديثية (١٧٤٣٩)]

③ [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اثم مانع الزكاة (٩٨٧)]

④ [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبرى (٣٤٦٩٠)] اس کی سند میں عبدالسلام راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [حسن صحیح : ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء (٧٦٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحی ابو داود]

⑥ [حسن صحیح : ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة : باب ما جآء فى الدعاء اذا قام الرجل من الليل (١٣٥٦) مسند احمد (٦/١٤٣)] شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ سجین کیا چیز ہے؟ ○ یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے ○ جو جزا سزا کے دن کو جھٹلا رہے ہیں ○ اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا اور گنہگار ہو ○ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہہ دے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں ○ یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے رنگ چڑھ گیا ہے ○ یہی نہیں یہ لوگ آج کے دن دیدار باری سے محروم ہیں ○ پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں پہنچنے والے ہیں ○ پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے ○

تکذیب کا بدلہ جہنم: مطلب یہ ہے کہ برے لوگوں کا ٹھکانا ﴿سجین﴾ ہے' یہ لفظ "فِعِّیْلٌ" کے وزن پر "سِجْنٌ" سے ماخوذ ہے۔ سجن کہتے ہیں لغتاً تنگی کو "فِسِّیْقٌ شِرِّیْبٌ خِمِّیْرٌ سِکِّیْرٌ" وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی ﴿سِجِّیْنٌ﴾ ہے۔ پھر اس کی مزید برائیاں بیان کرنے کیلئے فرمایا کہ تمہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے دکھ درد کی جگہ ہے۔ مروی ہے کہ یہ جگہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک مطول حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو [1] اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے' اور کہا گیا ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے۔ ابن جریر کی ایک غریب منکر اور غیر صحیح حدیث میں ہے کہ 'فلق' جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور سجین کھلے منہ والا گڑھا ہے [2] صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے' نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی۔ آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کی تہہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے' چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے۔ اور جگہ ہے ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ ○ سَافِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ [3] یعنی ہم نے اسے پھر نیچوں کا نیچ کر دیا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں' غرض سجین

---

[1] [صحیح: صحیح الجامع الصغیر للألبانی (١٦٧٦) المشکاة (١٦٣٠) صحیح الترغیب (٢١٩/٣)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٦١٤)] اس کی سند میں شعیب بن صفوان ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ التین : آیت ٥-٦]

ایک تنگ اور تہہ کی جگہ ہے جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے ﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ① جب وہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔ ﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾ یہ سجین کی تفسیر نہیں بلکہ یہ اس کی تفسیر ہے جو ان کیلئے لکھا جا چکا ہے کہ آخرش جہنم میں پہنچیں گے۔ ان کا یہ نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اب اس میں کچھ زیادتی ہو نہ کمی' تو فرمایا ان کا انجام سجین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے' ان جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہوں گے۔ ویل کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی و بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے "وَيْلٌ لِّفُلَانٍ" مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنسانا چاہے اور اسے ویل ہے' اسے ویل ہے۔ ② پھر ان جھٹلانے والوں بدکار کافروں کی مزید تشریح کی اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر اس کے واقع ہونے کو محال جانتے ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے بڑھ جائیں' حرام کام کرنے لگیں یا ناجائز کاموں میں حد سے بڑھ جائیں' اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں' جھوٹ بولیں' وعدہ خلافی کریں' گالیاں بکیں وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلاتے ہیں بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے کچھ اکٹھا کر لیا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ③ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں' اور جگہ ہے ﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ④ یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام لکھوائے جا رہے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے' ہاں ان کے دلوں پر ان کے بداعمال نے پردے ڈال دیئے ہیں' گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ کافروں کے دلوں پر رین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر غیم ہوتا ہے۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر اور گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلتی جاتی ہے اسی کا بیان ﴿كَلَّا

---

① [سورۃ الفرقان : آیت ۱۳]

② [حسن : ابو داؤد : کتاب الادب : باب التشدید فی الکذب (۴۹۹۰) ترمذی : کتاب الزھد : باب فیمن تکلم بکلمة یضحك بها الناس (۲۳۱۵) مسند احمد (۵/۲۔۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۴۱۷۵) غایة المرام (۳۷۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

③ [سورۃ النحل : آیت ۲۴]

④ [سورۃ الفرقان : آیت ۵]

﴿بَلْ رَانَ﴾ میں ہے۔[1] نسائی کے الفاظ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے۔[2] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری سے بھی محروم اور محجوب کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔

امام صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے۔ فرمان ہے ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾[3] یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے، صحیح اور متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایماندار قیامت والے دن اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافر۔ پھر کافر کو پردوں کے پیچھے کر دیا جائے گا البتہ مومن ہر صبح و شام پروردگار کا دیدار حاصل کریں گے' یا اسی جیسا اور کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ برے لوگ نہ صرف دیدار الٰہی سے ہی محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائے گا یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

یقیناً یقیناً نیک کاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ علیین کیا ہے؟ ○ کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں ○ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہیں ○ مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ○ تو ان کے چہروں سے ہی نعمت کی تروتازگی پہچان لے گا ○ یہ لوگ سراسر خالص شراب پلائے جائیں گے ○ جس پر مشک کی مہر ہوگی ○ رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہئے ○ اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی ○ یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے ○

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة ويل للمطففين (٣٣٣٤) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر الذنوب (٤٢٤٤) نسائی فی التفسير (٦٧٨) وفی السنن (٤١٨) تفسیر ابن جرير الطبرى (٣٦٦٢٣)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (٢/٢٦٨)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [اسناده قوی: مسند احمد (٢/٢٩٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔[الموسوعة الحديثية (٧٩٥٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [سورة القيامه: آیت ٢٢-٢٣]

نیکوں کے لیے نعمتوں والا مقام: بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا ﴿عِلِّيِّينَ﴾ ہے جو کہ ﴿سِجِّينٍ﴾ کے بالکل برعکس ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سجین کا سوال کیا تو فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے جنت ہے۔ عوفی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے نزدیک آسمان میں ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی اس قدر بڑی اور کشادہ ہوگی اس لئے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کیلئے فرمایا تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں، پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے۔ جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیکوکار دائمی رہنے والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے عام فضل و کرم ان پر بارش کی طرح برس رہے ہوں گے، یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اپنے ملک و مال، نعمتوں، راحتوں، عزت و جاہ، مال و متاع کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے یہ خیر و فضل یہ نعمت و رحمت نہ کبھی کم ہو، نہ گھٹے، نہ مٹے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار الٰہ سے مشرف ہوتے رہیں گے، تو گویا کہ فاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے۔ ان پر دیدار باری حرام تھا ان کیلئے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخری چیزیں اس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول چیز۔ اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن بھر دو دو مرتبہ دیدار باری کی نعمت سے اپنے دل کو مسرور اور اپنی آنکھوں کو پرنور کریں گے[1] اگر ان کے چہرے پر کوئی نظر ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی جاہ و حشمت، شوکت و سطوت، خوشی و سرور، بہشت و نور دیکھ کر ان کا مرتبہ تاڑ لے اور سمجھ لے کہ راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں، جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔ رحیق جنت کی ایک قسم کی شراب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اسے رحیق مختوم پلائے گا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا (مسند احمد)[2] ختام کے معنی

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ القیامۃ (۳۳۳۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلۃ الضعیفہ (۱۹۸۵)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب صفۃ القیامۃ الرقائق والورع: باب فی ثواب الاطعام والسقی وامکسو (۲۴۴۹) ابوداود (۱۶۸۲) مسند احمد (۱۳/۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود، ضعیف ترمذی، المشکاۃ (۱۹۱۳)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

ملونی اور آمیزش کے ہیں۔ اسے اللہ نے پاک صاف کر دیا ہے اور مشک کی مہر لگادی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بد بونہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو چاندی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس قدر مہر لگے گی یا ملاوٹ ہوگی اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس میں تر ہو جائے پھر چاہے اسی وقت اسے وہ نکال لے لیکن تمام دنیا اس کی خوشبو سے مہک جائے اور ختام کے معنی خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں' پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے' فخر و مباہات کرنے والے' کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی طرف تمام تر توجہ کریں جیسے اور جگہ ہے ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ [1] ایسی چیزوں کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے' تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ والے اپنی شراب رحیق میں ملا کر پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

گنہگار لوگ ایمانداروں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے○ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اشاروں کنایوں سے ان کی حقارت کرتے تھے○ اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے○ اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ بے راہ ہیں○ یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے○ پس آج ایماندار ان کافروں پر ہنسیں گے○ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے○ کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے بھر پایا○

روز قیامت نافرمانوں کی رسوائی: یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمان داروں کا مذاق اڑاتے رہے' چلتے پھرتے آوازے کستے رہے اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنے والوں میں جا کر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں اور کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے' اللہ فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی' کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اِخْسَئُوْا فِيْهَا﴾ [2] الخ' یعنی اس جہنم میں پڑے جھلتے رہو مجھ سے باتیں نہ کرو میرے بعض خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو سب سے بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑایا اور اس قدر غافل

---

[1] [سورہ الصافات : آیت ٦١]

[2] [سورۃ المؤمنون : آیت ۱۰۸۔۱۱۱]

ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ دیکھو آج میں نے انہیں ان کے صبر کا یہ بدلا دیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب ہیں۔ یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایماندار ان بدکاروں پر ہنس رہے ہیں اور تختوں پر بیٹھے اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں جو اس کا صاف ثبوت ہے کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں گم کردہ راہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقربین اللہ تھے اسی لئے آج اللہ کا دیدار ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ اللہ کے مہمان ہیں اور اس کے بزرگی والے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان کی ہنسی اڑائی۔ یہ ان کا مرتبہ گھٹاتے تھے اللہ نے ان کا مرتبہ بڑھایا۔ غرض پورا پورا اتمام وکمال بدلہ دے دیا گیا۔ الحمدللہ سورۂ مطففین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الانشقاق

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ الخ کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا' یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ [1]

بخاری میں ہے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اس میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا) پس میں تو جب تک آپ سے ملوں گا (اس موقعہ پر) سجدہ کرتا رہوں گا (یعنی مرتے دم تک) اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں' اور صحیح مسلم شریف اور سنن میں مروی ہے [2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں اور سورۂ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ﴾ میں سجدہ کیا۔ [3]

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) نسائی (۹۶۲)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الجھر فی العشاء (۷۶۶)، (۱۰۷۸) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) ابوداؤد (۱۴۰۸)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جاء فی السجدۃ فی اقرا باسم ربك الذی خلق (۵۷۳) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیھا: باب عدد سجود القرآن (۱۰۵۸) نسائی: کتاب الافتتاح: باب السجود فی اقرا باسم ربك الذی خلق (۹۶۶) ابو داؤد: کتاب الصلاۃ: باب السجود فی اذا اسماء انشقت واقرا (۱۴۰۷)]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ﴿۸﴾ وَّ یَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَہۡرِہٖ ﴿ۙ۱۰﴾ فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ﴿ۙ۱۱﴾ وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ﴿ؕ۱۲﴾ اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿ؕ۱۳﴾ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ﴿ۛۚ۱۴﴾ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیۡرًا ﴿ؕ۱۵﴾

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے کے نام سے شروع

جب آسمان پھٹ جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اسی کے لائق وہ ہے ○ اور جب زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے ○ اور زمین میں جو ہے اسے وہ اگل دے اور خالی ہو جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اس کے لائق یہی ہے ○ اے انسان تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے ○ جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے ○ اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا ○ اور وہ اپنے والوں کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا ○ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ○ تو وہ موت بلانے لگے گا ○ اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا ○ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش تھا ○ اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہ جائے گا ○ ہاں ہاں اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا ہے ○

روزِ قیامت آسمان وزمین کی تباہی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔ وہ اپنے رب کے حکم پر کار بند ہونے کیلئے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا' پھٹنے کا حکم پاتے ہی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اسے بھی چاہئے کہ امر اللہ بجا لائے اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا جس سے بڑا اور کوئی نہیں جو سب پر غالب ہے اس پر غالب کوئی نہیں' ہر چیز اس کے سامنے پست ولاچار ہے' بےبس ومجبور ہے اور زمین پھیلا دی جائے گی' بچھا دی جائے گی اور کشادہ کر دی جائے گی۔ حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم ٹکانے کی جگہ ملے گی سب سے پہلے مجھے لایا جائے گا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب ہوں گے اللہ کی قسم اس سے پہلے اس نے کبھی اسے نہیں دیکھا تو میں کہوں گا اللہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے بھیجے ہوئے میرے پاس آتے ہیں' اللہ فرمائے گا سچ کہا' تو میں کہوں گا اللہ پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہو چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا اور کہوں گا کہ اللہ تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے (ابن جریر)[1] پھر فرماتا ہے کہ زمین

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۷۲۵)]

اپنے اندر کے کل مردے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی' یہ بھی رب کے فرمان کی منتظر ہو گی اور اسے بھی یہی لائق ہے' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان تو کوشش کرتا رہے گا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہے گا اعمال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن اس سے مل جائے گا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی وکوشش کو اپنے سامنے دیکھ لے گا' ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جی لے جب تک چاہے بالآخر موت آنے والی ہے۔ جس سے چاہ دل بستگی پیدا کر لے ایک دن اس سے جدائی ہونی ہے' جو چاہے عمل کر لے ایک دن اس کی ملاقات ہونے والی ہے [1] ﴿مُلَاقِيهِ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتایا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ سے تیری ملاقات ہونے والی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دے گا اور تیری تمام کوشش وسعی کا پھل تجھے عطا فرمائے گا' دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو لازم وملزوم ہیں' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! تو کوشش کرنے والا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے۔ جس سے یہ ہو سکے کہ اپنی تمام تر سعی وکوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کر لے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز امداد الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پھر فرمایا جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ مل جائے گا اس کا حساب سختی کے بغیر نہایت آسانی سے ہو گا اس کے چھوٹے اعمال معاف بھی ہو جائیں گے اور جس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ ہلاکت سے نہ بچے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس سے حساب کا مناقشہ ہو گا وہ تباہ ہو گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہو گا ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا﴾ آپ نے فرمایا دراصل یہ وہ حساب نہیں یہ تو صرف پیشی ہے جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہو گی وہ برباد ہو گا (مسند احمد) [2] دوسری روایت میں یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوں اس طرح اسے ہلا جلا کر بتایا مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہو گی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا [3] خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب ہو گا وہ تو بے عذاب پائے نہیں رہ سکتا' اور حساب یسیر سے مراد صرف پیشی ہے۔ حالانکہ اللہ خوب دیکھتا رہتا ہے' حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِىْ حِسَابًا يَّسِيرًا﴾ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا صرف نامہ اعمال پر

---

[1] [حسن : مسند طیالسی (١٧٥٥) بیهقی فی شعب الایمان (١٠٥٤٠)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (٤٣٥٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب فسوف یحاسب حسابا یسیرا (٤٩٣٩) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب اثبات الحساب (٢٨٧٦) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة اذا السماء انشقت (٣٣٣٧) مسند احمد (١٢٧/٦)]

[3] [ضعیف : اس میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا کہ جاؤ ہم نے درگزر کیا لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جس سے اللہ حساب لینے پر آئے گا وہ ہلاک ہوگا (مسند احمد) (1) غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا وہ اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہی چھٹی پا جائے گا اور اپنے والوں کی طرف خوش خوش جنت میں واپس آئے گا' طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پہچان لو گے بعض وہ لوگ ہوں گے جو ہنسی خوشی اپنوں سے آملیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ رنجیدہ افسردہ اور ناخوش واپس آئیں گے' اور جسے پیٹھ پیچھے بائیں ہاتھ میں ہاتھ موڑ کر نامہ اعمال دیا جائے گا وہ نقصان اور گھاٹے کی پکار پکارے گا' ہلاکت اور موت کو بلائے گا اور جہنم میں جائے گا' دنیا میں خوب ہشاش بشاش تھا' بے فکری سے مزے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اس کو غم' رنج' یاس محرومی و رنجیدگی اور افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا' یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں۔ اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر اللہ کے پاس بھی جانا ہے' پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے اللہ ضرور دوبارہ زندہ کر دے گا جیسے کہ اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دے گا' بندوں کے اعمال و احوال کی اسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾

مجھے شفق کی قسم ہے ○ اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم ○ اور پورے چاند کی قسم ○ یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچو گے ○ انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے ○ اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ○ بلکہ یہ کفار جھوٹا سمجھتے ہیں ○ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں ○ انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دو ○ ہاں ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بیشمار اور نہ ختم ہونے والا نیک بدلہ ہے ○

شفق کی قسم: شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابو ہریرہ' حضرت شداد بن اوس' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم محمد بن علی بن حسین' مکحول' بکر بن عبداللہ مزنی' بکیر بن اشج' مالک' بن ابی ذئب' عبدالعزیز بن ابو سلمہ ماجشون رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے' پس شفق

---

(1) [صحيح دون الجملة: مسند احمد (٦/٤٨) مستدرك حاكم (١/٥٧) ابن حبان (٧٣٧٢) تفسير ابن جرير الطبرى (٣٦٧٣٣)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے سوائے اس جملے ﴿ سمعت النبی يقول فى صلاته : اللهم حاسبنى حسابا يسيرا ﴾ کے۔ یہ الفاظ بیان کرنے میں ابن اسحاق راوی منفرد ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٢١٥)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے، خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے، جوہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک رہتی ہے، عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ [1]

مجاہد رحمہ اللہ سے البتہ یہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے، غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی، امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے۔ اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام شفق ہے اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے، وسق کے معنی ہیں کہ جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم، اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا۔ اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے بھر پور ہو جائے، اور پوری روشنی والا بن جائے ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ الخ، کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو سال آئے گا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہو گا میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے [3] اس حدیث کے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے۔ (واللہ اعلم) اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور اس کی تائید حضرت عمر، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عام اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے، ان کی قراءت ﴿لَتَرْكَبَنَّ﴾ شعبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے، مراد اس سے معراج ہے، یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤ گے، سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں طے کرو گے، جیسے حدیث میں ہے کہ تم اپنے سے اگلوں کے طریقوں پر چلو گے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے، لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصرانی ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ [4] حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا، عبداللہ فرماتے ہیں آسمان پھٹے گا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا۔ حضرت سعید بن جبیر

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب اوقات الصلاة الخمس (٦١٢)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لترکبن طبقا عن طبق (٤٩٤٠)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه (٧٠٦٨) ترمذی : کتاب الفتن (٢٢٠٦) مسند احمد (١٧٩/٣)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم (٧٣٢٠) صحیح مسلم : کتاب العلم : باب اتباع سنن الیهود والنصاری (٢٦٦٩)]

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست وذلیل تھے آخرت میں بلند وذی عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ جو دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے' عکرمہ رحمہ اللہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھانے لگے۔ پہلے جوان تھے پھر بوڑھے ہوئے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی' سختی کے بعد نرمی' امیری کے بعد فقیری' فقیری کے بعد امیری' صحت کے بعد بیماری' بیماری کے بعد تندرستی' ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے اس کی روزی' اس کی اجل' اس کی زندگی' اس کا بد یا نیک ہونا لکھ لے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آ جائے پھر وہ فرشتہ اٹھ کر چلا جاتا ہے پھر دو فرشتے اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آ جاتے ہیں موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آ جاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے' ملک الموت چلے جاتے ہیں اور سوال وجواب کرنے والے فرشتے آ جاتے ہیں اپنے کام کے بعد وہ بھی چلے جاتے ہیں' قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آ جائیں گے اور اس کی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے' ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ [1] تو اس سے غافل تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ الخ' پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو! تمہارے آگے بڑے بڑے اہم امور آ رہے ہیں جن کی برداشت تمہارے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو' یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں' لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں سے گزرنے والے ہیں اور گو خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے' پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کونسی چیز روکتی ہے' بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں' اور حق کی مخالفت کرتے ہیں' اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے' تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھے ہیں' پھر فرمایا کہ ان عذابوں سے محفوظ ہونے والے بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں' انہیں پورا پورا بغیر کسی کمی کے حساب اور اجر ملے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ [2]

بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بلا احسان لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں ہر آن ہر لحظہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ عزوجل کے اہل جنت پر احسان وانعام ہوں گے بلکہ صرف اس کے احسان اور اس کے فضل وکرم کی بناء پر انہیں جنت نصیب

---

[1] [سورہ ق : آیت ۲۲] [2] [سورۃ هود : آیت ۱۰۸]

ہوئی نہ کہ ان کے اعمال کی وجہ سے۔ پس اس مالک کا تو ہمیشہ اور مدام والا احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی اس کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق ہمیشہ ہمیشہ ہے اس لئے اہل جنت پر اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کا الہام اسی طرح کیا جائے جس طرح سانس بلا تکلیف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے قرآن فرماتا ہے ﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [1] یعنی ان کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے اللہ کیلئے ہی ہے۔ الحمدللہ سورۂ انشقاق کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ ہمیں توفیق خیر دے اور برائی سے بچائے آمین۔

تفسیر سورۃ البروج

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں سورۂ بروج اور سورۂ طارق پڑھتے تھے۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے سماوات کی ان سورتوں کا عشاء کی نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ [3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ⑩

اللہ کے نام سے شروع ہے جو بہت بخشش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

برجوں والے آسمان کی قسم ○ وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم ○ حاضر ہونے والے اور حاضر کئے گئے کی قسم ○ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے ○ وہ ایک آگ تھی ایندھن والی ○ یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ○ مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ○ ان مسلمانوں کے کسی اور گناہ کا یہ بدلہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب سزاوار حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے ○ جس کیلئے آسمان وزمین کا ملک ہے اور جو اللہ ہر چیز پر حاضر اور خوب واقف ہے ○ بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد وعورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کیلئے جہنم کے عذاب ہیں اور جلنے کے عذاب ہیں ○

---

[1] [سورۃ یونس : آیت ۱۰]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۲۶/۲) مجمع الزوائد (۲۷۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۰۷۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابومہزم راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۳۲۷/۲) مجمع الزوائد (۱۲۱/۲)] یہ بھی سابقہ روایت کی طرح ضعیف ہے اور اس میں بھی ابومہزم راوی ضعیف ہے۔]

ایک موحد کا تذکرہ: بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسے کہ ﴿جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ [1] کی تفسیر میں گزر چکا' حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنے والے رہتے ہیں۔ یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آسمانی محل ہے' منہال بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں' ابن خیثمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن تک چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دو راتوں تک پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یوم موعود سے مراد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ سورج جن جن دنوں میں نکلتا اور ڈوبتا ہے ان میں سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا ہی دن ہے۔ اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے مل جاتی ہے اور جس برائی سے پناہ چاہے ٹل جاتی ہے اور مشہود سے مراد عرفے کا دن ہے' ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے موسیٰ بن عبیدہ ربذی اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں' یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود ان کے قول سے مروی ہے اور اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے [2] مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے [3] اور حضرات سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اور ان میں اختلاف نہیں۔ فالحمدللہ۔ اور روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ جمعے کے دن کو جسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص ہمارے لئے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا [4] اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے [5] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد خود ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ [6] یعنی اس دن کیلئے لوگ جمع کئے گئے ہیں اور یہ دن مشہود یعنی حاضر کیا گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ شاہد اور مشہود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے کسی اور سے بھی پوچھا؟ اس نے کہا ہاں ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے۔ فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہا قربانی کا دن اور جمعہ کا دن۔ کہا نہیں بلکہ مراد شاہد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ [7] یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان

---

[1] [سورۃ الفرقان : آیت ٦١]

[2] [**ضعیف** : اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**ضعیف** : مسند احمد (۲۹۸/۲) مستدرك حاكم (۵۱۹/۲) بيهقى (۱۷/۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف الجامع الصغير ، والسلسلة الضعيفة (۳۷۵٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**ضعیف** : تفسير ابن جرير الطبرى (۳٦۸٤۰)] اس کی سند میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

[5] [**مرسل** : تفسير ابن جرير الطبرى (۳٦۸۵۰)]

[6] [سورۃ هود : آیت ۱۰۳]

[7] [سورۃ النسآء : آیت ٤١]

پر گواہ بنائیں گے اور مشہود سے مراد قیامت ہے قرآن کہتا ہے ﴿وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد ابن آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن اور مشہود سے مراد جمعہ کا دن بھی مروی ہے' اور شاہد سے مراد خود اللہ بھی ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو وہ مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں [1] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاہد اللہ قرآن کہتا ہے ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ [2] اور مشہود ہم ہیں قیامت کے دن ہم سب اللہ کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے' اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفے کا دن ہے۔

ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے ایمانداروں کو مغلوب کر کے انہیں دین سے ہٹانا چاہا اور ان کے انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکائی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ لیکن ان باخدا لوگوں نے انکار کیا اور ان ناخدا ترس کفار نے ان مسلمانوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا' اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے یہ ایندھن بھری بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کناروں پر بیٹھے ان مومنوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور اس عداوت و عذاب کا سبب ان مومنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کی ایمانداری پر غضب و غصہ تھا دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی پناہ میں آ جانے والا کبھی بھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال' افعال شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں' آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابدیہ یعنی ماں' بہن' بیٹی وغیرہ سب حلال ہیں اس وقت کے علماء کرام نے اس کا انکار کیا اور روکا' اس پر اس نے خندقیں کھدوا کر اس میں آگ جلا کر ان حضرات کو ان میں ڈال دیا' چنانچہ یہ اہل فارس آج تک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے۔ مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی مسلمان غالب آ گئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آ گئے تو انہوں نے گڑھے کھدوا کر ایمان والوں کو جلا دیا' یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل حبش کا ہے' یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے انہوں نے دانیال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا' اور اقوال بھی ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا' جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦۸٦۷)] اس کی سند میں احمد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ النساء : آیت ۷۹]

مجھے کوئی بچہ سونپ دوتو میں اسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا' یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا' جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا' ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے پکڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا' یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھے ایک دن وہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اس نے لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے ادھر والے ادھر اور ادھر والے ادھر نہیں آسکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اللہ اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تا کہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا پھر جا کر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا' اب اس بچے کے پاس حاجت مندوں کا تانتا لگ گیا اس کی دعا سے مادرزاد اندھے' کوڑھی' جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے' بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے تو یہ سب تجھے دے دوں گا اس نے کہا شفا میرے ہاتھ میں نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں اس نے اقرار کیا بچے نے اس کیلئے دعا کی اللہ نے اسے شفا دی اور بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا' اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے' وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے' بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ وزیر نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے' اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں اس نے کہا ہرگز نہیں۔ کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اس نے کہا

کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا' اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آرے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا مگر اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑنے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی ﴿اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ﴾ اللہ جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا' بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا میرے سپاہی کہاں؟ فرمایا میرے اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے بھی یہی کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا لے جاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں اسے ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ یا اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا' موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچا لیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی اس نے کہا کیا کروں؟ فرمایا تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ﴾ یعنی اس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا اور شہید ہو گیا اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا چاروں طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے مصاحب گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب کے ہو گئے ہم نے تو اسی لئے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ جائے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھداؤ اور ان میں لکڑیاں بھرو اس میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو ان مسلمانوں نے صبر وضبط کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اسمیں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا ہچکچائی تو اس بچے کو اللہ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ [1] یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے' ترمذی شریف کی حدیث

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب قصة اصحاب الاخدود والساحر (۳۰۰۵) مسند احمد (۶/۱۷)]

میں ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ عصر کے بعد عموماً زیر لب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں فرمایا نبیوں میں ایک نبی تھے جو اپنی امت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دوں۔ انہوں نے انتقام کو پسند کیا چنانچہ ایک ہی دن میں ستر ہزار مر گئے' اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو اوپر گزری پھر اخیر میں آپ نے "قُتِلَ" سے "مَجِیْدٌ" تک کی آیتوں کی تلاوت فرمائی' یہ نوجوان شہید دفن کر دیئے گئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا ان کی انگلی اسی طرح ان کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں [1] لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نصرانیوں کی حکایتیں بہت ساری تھیں۔ واللہ اعلم۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نجرانی لوگ بت پرست مشرک تھے اور نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا' جس میں ایک جادوگر تھا' نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے' نجران اور اس گاؤں کے درمیان انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے ان میں تاجر کا لڑکا عبداللہ نامی بھی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت اور اس کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقعہ ملتا اس پر غور و خوض کرتا اور دل میں اس کے مذہب کی سچائی جگہ کر جاتی پھر تو اس نے یہاں آنا جانا شروع کر دیا اور مذہبی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا کچھ دنوں بعد اس مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا توحید کا پابند ہو گیا اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کر لیا وہ راہب اسم اعظم جانتا تھا اس نے ہر چند خواہش کی کہ اسے بتا دے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت میں تم میں نہیں پاتا۔ عبداللہ کا باپ ثامر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہو جانے کی مطلق خبر نہ تھی وہ اپنے نزدیک یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہاں جاتا آتا رہتا ہے عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے تیر لئے اور جتنے نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر آ گیا اور اس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے اپنے استاد

---

[1] [**صحیح** : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة البروج (۳۳۴۰)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہو گیا ہے استاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے؟ اس نے بتایا۔ راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ فرمایا کہ بھئی تم نے خوب معلوم کر لیا واقعی یہی اسم اعظم ہے۔ اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے تو ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ نجران میں آئے یہاں جس بیمار پر، جس دکھی پر، جس ستم رسیدہ پر نظر پڑی اس سے کہا کہ اگر تم موحد بن جاؤ اور دین اسلام قبول کر لو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دے دے گا اور دکھ بلا کو ٹال دے گا۔ وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ اسے بھلا چنگا کر دیتے اب تو نجرانیوں کے ٹھٹھ لگنے لگے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف بہ اسلام اور فائز المرام ہونے لگی آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اس نے اسے بلا کر دھمکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے اور میرے باپ دادا کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزا میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چورا ہے پر رکھوا دوں گا۔ عبداللہ بن ثامر نے جواب دیا تو ایسا نہیں کر سکتا اب بادشاہ نے اسے پہاڑ پر سے گرا دیا لیکن وہ نیچے آ کر صحیح سلامت رہا جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی نجران کے ان طوفان خیز دریاؤں میں گرداب کی جگہ انہیں لا ڈالا جہاں سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن یہ وہاں سے بھی صحت وسلامتی کے ساتھ واپس آ گئے، غرض ہر طرح عاجز آ گیا تو پھر عبداللہ بن ثامر نے فرمایا سن اے بادشاہ! تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہو گا یہاں تک کہ تو اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ کر لے گا تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے، بادشاہ نے ایسا ہی کیا اس نے حضرت عبداللہ کا بتلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو مارا جس سے یونہی سی خراش آئی اور اسی سے شہید ہو گئے اللہ ان سے خوش ہوا اور اپنی خاص رحمتیں انہیں عنایت فرمائے ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مر گیا اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیوست کر دی کہ دین ان کا ہی سچا ہے چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق بھی تھا۔ ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بن کر دنیا میں آئے نہ تھے لیکن پھر ایک زمانہ کے بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دین حق کا نور چھن گیا غرض نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا۔ اب ایک زمانہ کے بعد ذونواس یہودی نے اپنے لشکر سمیت ان نصرانیوں پر چڑھائی کی اور غالب آ گیا پھر ان سے کہا یہودیت قبول کر لو یا موت، انہوں نے قتل ہونا منظور کیا اس نے خندقیں کھدوا کر آگ سے پر کر کے ان کو جلا دیا بعض کو قتل بھی کیا بعض کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان کاٹ دیئے وغیرہ۔ تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا اسی کا ذکر آیت ﴿قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ﴾ میں ہے، ذونواس کا نام زرعہ تھا اس کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا اس کے باپ کا نام اسعد ابوکرب تھا جو تبع مشہور ہے جس نے مدینہ میں غزوہ کیا اور کعبہ کو پردہ چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے، یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر یہودی مذہب میں داخل ہوئے، ذونواس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف ایک ہی شخص زندہ بچ نکلا جس کا نام دوس ذی ثعلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا گو اس کے پیچھے بھی

گھوڑ سوار دوڑائے گئے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا' یہ سیدھا شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرانیوں کا لشکر لے کر یمن آیا اس کے سردار اریاط اور ابرہہ تھے یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ذونواس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہو گیا' پھر ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرانیوں کا قبضہ رہا بالآخر سیف بن ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ سے امدادی فوجیں اپنے ساتھ لیں اور سات سو قیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی اور پھر سلطنت حمیری قائم کی' اس کا کچھ بیان سورۂ فیل میں آئے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نجران کی ایک بنجر غیر آباد زمین اپنے کسی کام کیلئے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن ثامر رضی اللہ عنہ کا جسم اس میں ہے آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں ہاتھ ہے اگر ہاتھ ہٹاتے ہیں تو خون بہنے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون تھم جاتا ہے' ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہے' جس پر "رَبِّـیَ اللّٰـہُ" لکھا ہوا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان گیا کہ اسے یونہی رہنے دو اور اوپر مٹی وغیرہ جو ہٹائی ہے وہ ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح بے نشان کر دو چنانچہ یہی کیا گیا۔ ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اصبہان فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے ان کے حکم پر وہ بنا دی گئی لیکن پھر گر پڑی پھر بنوائی پھر گر پڑی آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک بخت شخص مدفون ہے جب زمین کھودی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے ساتھ ہی ایک تلوار ہے جس پر لکھا ہے میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں والوں کا انتقام لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس لاشے کو نکال لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرا دی جو برابر رہی۔ میں کہتا ہوں یہ حارث بن مضاض بن عمرو جرہمی ہے جو کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے تھے' نبت بن اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جرہم خاندان کا آخری بادشاہ تھا' جس وقت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلاوطن کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں ویران مکہ کو اپنا آباد کرنا اور زمانہ کا ہیر پھیر اور انقلاب سے پھر وہاں سے نکالا جانا اس نے بیان کیا۔ اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کچھ زمانہ کے بعد کا اور بہت پرانا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد معلوم ہوتا ہے' لیکن ابن اسحاق کی اس مطول روایت سے جو پہلے گزری ہے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو' جیسے کہ ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر فرماتے ہیں کہ تبع کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ میں قسطنطنیہ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا' جبکہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں توحید کو چھوڑ بیٹھے اس وقت جو سچے دیندار تھے انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اصلی دین پر قائم رہے تو ان ظالموں نے خندقیں آگ سے بھروا کر

انہیں جلا دیا اور یہی واقعہ بابل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنا لیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا حضرت دانیال اور ان کے دونوں ساتھی عزریا اور میشائیل نے اس سے انکار کیا تو اس نے انہیں آگ کی خندق میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا انہیں سلامتی عطا فرمائی صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو ان خندقوں میں ڈال دیا یہ نو قبیلے تھے سب جل کر خاک ہو گئے' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین جگہ یہ معاملہ ہوا عراق میں' شام میں اور یمن میں' مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں' دوسری شام میں' تیسری فارس میں' شام میں اس کا بانی انطنایوس رومی تھا اور فارس میں بخت نصر اور زمین عرب پر یوسف ذونواس' فارس اور شام کی خندقوں کا ذکر قرآن میں نہیں یہ ذکر نجران کا ہے' حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فترۃ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے زمانہ میں ایک قوم تھی انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ فتنے اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ ایک جگہ بنا کر وہیں رہنا سہنا شروع کیا اور اللہ کی مخلصانہ عبادت میں یکسوائی کے ساتھ مشغول ہو گئے' نمازوں کی پابندی' زکوتوں کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھلگ رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس اللہ والی جماعت کا پتہ لگ گیا اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ اور بت پرستی شروع کر دو ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں بادشاہ نے کہلوایا کہ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو میں تمہیں قتل کرا دوں گا جواب ملا کہ جو چاہو کر و لیکن ہم سے دین چھوڑا نہیں جائے گا' اس ظالم نے خندقیں کھدوائیں آگ جلوائی ان سب مردوں' عورتوں' بچوں کو جمع کیا اور ان خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا بولو! یہ آخری سوال جواب ہے آیا بت پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں جل مرنا قبول منظور ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ و پکار شروع کر دی بڑوں نے انہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں۔ نہ گھبراؤ اللہ کا نام لے کر کود پڑو چنانچہ سب کے سب کود پڑے انہیں آنچ بھی نہیں لگنے پائی تھی کہ اللہ نے ان کے روحیں قبض کر لیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلا دیئے گئے ان کی خبر ان آیتوں ﴿قُتِلَ﴾ الخ' میں ہے۔ تو اس بنا پر ﴿فَتَنُوا﴾ کے معنی ہوئے کہ جلایا تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلا دیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے نہ اپنے اس کئے پر نادم ہوئے تو ان کیلئے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تاکہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا انہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ! ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھرپور حصہ عطا فرما۔ آمین۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾

بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور مطابق سنت کام کرنے والوں کیلئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی بڑی کامیابی ہے○ یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے○ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا○ وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے○ عرش کا مالک عظمت والا ہے○ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے○ تجھے لشکروں کی خبر بھی پہنچی؟○ یعنی فرعون اور ثمود کی○ کچھ نہیں بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں○ اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے○ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا○ لوح محفوظ میں لکھا ہوا○

اہل ایمان کے لیے جنتیں: اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کیلئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسے ملے گی؟ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کی نافرمانی میں لگے رہے سخت تر قوت کے ساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کیلئے باقی نہ رہے وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روکے نہ آگے آئے نہ سامنے پڑے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دم میں سب معاف ہو جاتی ہیں اپنے بندوں سے وہ پیار محبت رکھتا ہے وہ عرش والا ہے جو عرش تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ مجید کی دو قراءتیں ہیں دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی پیش کے ساتھ وہ اللہ کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے معنی دونوں کے بالکل صحیح اور ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس کی عظمت عدالت حکمت کی بنا پر نہ کوئی اسے روک سکے نہ اسے پوچھ سکے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا فرمایا کہ جواب دیا ﴿إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعونیوں اور ثمودیوں پر کیا کیا عذاب آئے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکتا نہ کوئی اور اس عذاب کو ہٹا سکا مطلب یہ ہے کہ اس کی پکڑ سخت ہے جب وہ کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو دردناک اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا

رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صاحبہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ﴾ آپ کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سنتے رہے اور فرمایا ((نَعَمْ قَدْ جَآءَنِيْ)) یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آ گئیں ① یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے فرعونیوں اور ثمودیوں کی خبر پہنچی ہے؟ فرمایا کہ بلکہ کافر شک وشبہ میں' کفر وسرکشی میں ہیں اور اللہ ان پر قادر اور غالب ہے۔ نہ یہ اس سے گم ہوسکیں نہ اسے عاجز کر سکیں بلکہ یہ قرآن عزت اور کرامت والا ہے' وہ لوح محفوظ کا نوشتہ ہے' بلند مرتبہ فرشتوں میں ہے' زیادتی کمی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے۔ نہ اس میں تبدیلی ہو نہ تحریف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے' عبدالرحمٰن بن سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا' ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب تک انہیں اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے' کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے' وہ اکیلا ہے اس کا دین اسلام ہے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے وعدے کو سچا جانے اس کے رسولوں کی تابعداری کرے اللہ عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ فرماتے ہیں یہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے اس کا طول آسمان وزمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے برابر ہے' اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور ہے اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے اس کی اصل فرشتے کی گود میں ہے ② مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اللہ کے عرش کے دائیں طرف ہے' طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اس کی کتاب نور کی ہے' اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے' وہ پیدا کرتا ہے' روزی دیتا ہے' مارتا ہے' زندگی دیتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ ③ الحمدللہ سورۂ بروج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الطارق

مسند احمد میں ہے کہ خالد بن ابو جبل عدوانی رضی اللہ عنہ نے ثقیف قبیلے کی مشرق کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جبکہ آپ ان لوگوں سے مدد طلب کرنے کیلئے یہاں آئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے یاد کر لیا جب یہ ثقیف کے پاس واپس آئے تو ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے

---

① [ضعیف جدا : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ابوبکر بن عیاش راوی صدوق کثیر الخطاہے، اسی لیے متعدد اہل علم نے اسے ضعیف کہا ہے۔ نیز اس میں ابواسحاق کا عنعنہ بھی ہے اور اس کا متن بھی منکر ہے۔]

② [لا اصل لہ : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی کوئی اصل نہیں، نیز اس میں اسحاق بن بشیر راوی متہم بالکذب ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

③ [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۲۵۱۱)] اس میں محمد بن عثمان، زیاد اور لیث تین راوی ضعیف ہیں۔]

ہیں؟ یہ بھی اس وقت مشرک تھے انہوں نے بیان کیا تو جتنے قریش وہاں تھے جلدی سے بول پڑے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم نہ مان لیتے ① نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا یہ تجھے کافی نہ تھا کہ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ایسی ہی اور سورتیں پڑھ لیتا۔ ②

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩

بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی ○ تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے ○ وہ روشن ستارہ ہے ○ کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو ○ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ○ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ○ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے ○ بیشک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے ○ جس دن پوشیدہ بھید کھل پڑیں گے ○ تو نہ کوئی زور چلے نہ کوئی مددگار ہو ○

انسان کی تخلیق: اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے طارق کی تفسیر چمکتے ستارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھر رات کے وقت بے خبر آ جائے ③ یہاں بھی لفظ طروق ہے آپ کی ایک دعا

---

① [ضعیف : مسند احمد (۳۳۵/٤) طبرانی کبیر (٤١٢٦ـ ٤١٢٧) صحیح ابن خزیمة (١٧٧٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٨١٩٠)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن خالد عدوانی راوی مجہول ہے اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی بھی کمزور ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [صحیح : نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراء ة فی العشاء الاخره سبح اسم ربك الاعلی (٩٩٨) وفی التفسیر (٦٧٢)] شیخ البانیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی ، صحیح ابوداود (٧٥٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اعمش مدلس کا عنعنہ ہے۔]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمرة : باب لایطرق اهله اذا بلغ المدینة (١٨٠١) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب کراهة الطروق وهو الدخول لیلا لمن ورده من سفر (١٩٢٨) ابوداود : کتاب الجهاد : باب فی الطروق (٢٧٧٦) مسند احمد (٢٩٩/٣)]

میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے (۱) ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشن ستارے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (۲) یعنی آگے پیچھے سے باری باری آنے والے فرشتے جو اللہ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں' انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟ جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (۳) یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہ ہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے' انسان اچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تریبہ' کہتے ہیں ہار کی جگہ کو' کندھوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور نرخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصہ کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے' دل کے نچوڑ کو بھی کہا گیا ہے' سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی۔ پچھلا قول ہی اچھا ہے' اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی' راز ظاہر ہو جائیں گے بھید آشکارا ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر غدار کی رانوں کے درمیان اس کے غدر کا جھنڈا اگاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے (۳) اس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا یعنی نہ تو خود اپنے آپ کو عذابوں سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

ع ۱ ۱۱/۲۷

بارش والے آسمان کی قسم○ اور پھٹنے والی زمین کی قسم○ بیشک یہ قرآن البتہ دو ٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے○ یہ ہنسی کی اور بے فائدہ بات نہیں○ البتہ کافر داؤ گھات میں ہے○ اور میں بھی داؤ کر رہا ہوں○ تو کافروں کو مہلت دے انہیں

---

(۱) [حسن : مسند احمد (۴۱۹/۳) مسند ابو یعلی (۶۸۴۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۱۶۰۲) السلسلة الصحيحة (۲۹۹۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [سورۃ الرعد: آیت ۱۱] (۳) [سورۃ الروم : آیت ۲۷]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یدعی الناس بابائھم (۶۱۷۸) صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب تحریم الغدر (۱۷۳۵) ابو داؤد (۲۷۵۶) مسند احمد: (۵۶/۲)]

تھوڑے دنوں چھوڑ دے o

قرآن کریم کی صداقت: ﴿رَجْعٌ﴾ کے معنی بارش بارش والے بادل برسنے ہر سال بندوں کی روزی لوٹانے والے جس کے بغیر انسان اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں سورج چاند اور ستاروں کے ادھر ادھر لوٹنے کے مروی ہیں زمین پھٹتی ہے تو دانے گھاس اور چارہ نکلتا ہے۔ یہ قرآن حق ہے عدل کا مظہر ہے یہ کوئی عذر قصہ باتیں نہیں کافر اسے جھٹلاتے ہیں اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں طرح طرح کے مکروفریب سے لوگوں کو قرآن کے خلاف اکساتے ہیں اے نبی ﷺ تو انہیں ذرا سی ڈھیل دے پھر عنقریب دیکھ لے گا کیسے کیسے بدترین عذابوں میں پکڑے جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَى عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ [1] یعنی ہم انہیں کچھ یونہی سا فائدہ دیں گے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دیں گے۔ الحمدللہ سورۂ طارق کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ اعلیٰ

نماز وتر کی سورتیں: اس سورت کے مکی ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رحمہ اللہ آئے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمار حضرت بلال حضرت سعد رضی اللہ عنہم آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بیس صحابیوں کو لے کر آئے۔ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اس قدر خوش نہیں ہوتے دیکھا جتنے اس پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے بچے اور نابالغ لڑکے بھی پکار اٹھے کہ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لائے آپ کے اس آنے سے پہلے ہی میں نے یہ سورت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ اسی جیسی اور سورتوں کے ساتھ یاد کر لی تھی [2] مسند احمد میں ہے کہ یہ سورت حضور ﷺ کو بہت محبوب تھی [3] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو نے سورۂ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ [4] مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ دونوں عیدوں کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ۲٤]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورہ سبح اسم ربك الاعلی (٤٩٤١)]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۱/۹٦)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۹/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۷٤۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ثویر راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب ما شکا امامه اذا طول (۷۰۵) صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ: باب القراءۃ فی العشاء (٤٦٥)]

منسوخ کر دیں اس کی اور بات ہے' اللہ پر بندوں کے چھپے' کھلے اعمال' احوال' عقائد سب ظاہر ہیں۔ ہم تجھے بھلائی کے کام' اچھی باتیں' شرعی امر آسان کر دیں گے نہ ان میں کجی ہوگی نہ سختی نہ جرم ہوگا تو نصیحت کر اگر نصیحت فائدے دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہئے جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کرو گے جو ان کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری بھلی باتیں ان کے لیے بری بن جائیں گی اور باعث فتنہ ہو جائیں گی۔ بلکہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو تا کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو نہ جھٹلائیں۔ پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے جو اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو بد بخت ہو جو جہنم میں جانے والا ہو جہاں نہ تو راحت کی زندگی نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ لازوال عذاب اور دائمی برائی ہے اس میں طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں' مسند احمد میں ہے کہ جو اصلی جہنمی ہیں انہیں نہ تو موت آئے گی نہ کارآمد زندگی ملے گی۔ ہاں جن کے ساتھ اللہ کا ارادہ رحمت کا ہے وہ آگ میں گرتے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان میں سے اکثر کو چھڑا لائیں گے پھر نہر حیات میں ڈال دیئے جائیں گے جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح جی اٹھیں گے جس طرح دانہ نالی کے کنارے کوڑے پر اگ آتا ہے کہ پہلے سبز ہوتا ہے پھر زرد پھر ہرا۔ لوگ کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگل سے واقف ہوں [1] یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتب میں مروی ہے' قرآن کریم میں اور جگہ وارد ہے ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ [2] الخ' یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک داروغہ جہنم اللہ سے کہہ کہ وہ ہمیں موت دے دے جواب ملے گا تم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو۔ اور جگہ ہے ﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا﴾ [3] الخ' یعنی نہ تو ان کو موت آئے گی نہ عذاب کم ہوں گے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

بیشک ان لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہو گئے ○ اور جنہوں نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتے رہے ○ لیکن تم تو دنیا کا جینا سامنے رکھتے ہو ○ اور آخرت بہت بہتر اور بہت فائدے والی ہے ○ یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں ○ ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں بھی ○

[1] [صحیح : مسند احمد (۳/۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النار (۱۸۵) ابن ماجه (۴۳۰۹)]

[2] [سورة الزخرف : آیت ۷۷]

[3] [سورة فاطر : آیت ۳۶]

تزکیہ کرنے والا فلاح پا گیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کرلیا' احکام اسلام کی تابعداری کی' نماز کو ٹھیک وقت پر قائم رکھا' صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کے طلب کرنے کیلئے اس نے نجات اور فلاح پالی' رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی دے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرے وہ نجات پا گیا (بزار)① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے' حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ کل جب عیدگاہ جاؤ تو مجھ سے ملتے جانا' جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھا لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا زکوٰۃ فطر ادا کر چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے' حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آ جائے تو اسے خیرات دے دے پھر یہی آیت پڑھی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے اپنے مال کو پاک کرلیا اور اپنے رب کو راضی کرلیا' پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو اور دراصل تمہاری مصلحت تمہارا نفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔ دنیا ذلیل ہے' فانی ہے' آخرت شریف ہے' باقی ہے۔ کوئی عاقل ایسا نہیں کرسکتا کہ فانی کو باقی کی جگہ اختیار کرلے اور اس فانی کے انتظار میں پڑ کر اس باقی اہتمام کو چھوڑ دے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو' دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو۔ اسے جمع کرنے کے پیچھے لگتے ہیں جو بیوقوف ہیں۔②

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عرفجہ ثقفی اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے جب یہ آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ اس لئے کہ ہم دنیا کے گرویدہ ہو گئے کہ یہاں کی زینت کو' یہاں کی عورتوں کو' یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے اس لئے ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اس نظر نہ آنے والی سے آنکھیں پھیر لیں۔ یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں۔ واللہ علم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا تم اے لوگو! باقی رہنے والی کو فنا

---

① [ضعیف : مسند بزار (۲۲۸۴) مجمع الزوائد (۱۱٤۸۸)] اس میں عباد عرزمی راوی متروک ہے۔]

② [ضعیف : مسند احمد (۷۱/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲٤٤۱۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الترغیب (۱۸۸٤)]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ① وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ④ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ⑤ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ⑥ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ⑦

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

کیا تجھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟○ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے○ جو عمل کرنے والے محنتیں

---

① [حسن لغیرہ: مسند احمد (٤/٤١٢) مستدرك حاكم (٣٠٨/٤) بغوى فى شرح السنة (٢٣٨/١٤) ابن حبان (٤٨٦/٢) بيهقى فى شعب الايمان (٢٨٨/٧) وفى السنن الكبرى (٣٧٠/٣) القضاعى فى مسند الشهاب (٢٥٨/١)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٦٩٨)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحيح الترغيب (٣٢٤٧)] تاہم شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اسے انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

② [ضعیف: مسند بزار (٢٢٨٥) مجمع الزوائد (١١٤٨٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں عطاء بن سائب راوی مختلط ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے۔]

③ [سورة النجم : آيت ٣٦]

④ [سورة النجم : آيت ٣٦]

⑤ [صحیح: صحيح مسلم : كتاب الجمعة : باب ما يقراء فى صلاة الجمعة (٨٧٨) ترمذى (٥٣٣) ابن ماجه (١٢٨١) نسائى (١٥٦٩)]

اور سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی اور مار کی تکلیفیں برداشت کریں گے' یہ سخت بھڑکنے والی جلتی تپتی آگ میں جائیں گے' جہاں سوائے ضریع کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا' جو آگ کا درخت ہے یا جہنم کا پتھر ہے یہ تھوہر کی بیل ہے اس میں زہریلے کانٹے دار پھل لگتے ہیں یہ بدترین کھانا ہے اور نہایت ہی برا' نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹائے یعنی نہ نفع پہنچے نہ نقصان دور ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾

وقف لازم

بہت چہرے اس دن تروتازہ اور آسودہ حال ہوں گے ○ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے ○ بلند و بالا جنتوں میں ہوں گے ○ جہاں کوئی بیہودہ بات کان میں نہ پڑے گی ○ جہاں چشمے جاری ہوں گے ○ جہاں اونچے اونچے تخت ہوں گے ○ اور آب خورے رکھے ہوئے ہوں گے ○ اور تکیئے ہوں گے ایک قطار میں لگے ہوئے ○ اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی ○

نیکوں کا بدلہ جنت: اور چونکہ بدکاروں کا بیان اور ان کے عذابوں کا ذکر ہوا تھا' تو یہاں نیک کاروں اور اور ان کے ثوابوں کا بیان ہو رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جس پر خوشی اور آسودگی کے آثار ظاہر ہوں گے یہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے' جنتوں کے بلند بالا خانوں میں ہوں گے جس میں کوئی لغو

بات کان میں نہ پڑے گی۔ جیسے فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلَامًا﴾ [1] اس میں سوائے سلامتی اور اسلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے اور فرمایا ﴿لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ [2] نہ اس میں بیہودگی ہے نہ گناہ کی باتیں۔ اور فرمایا ہے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ [3] نہ اس میں فضول گوئی سنیں گے نہ بری باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا' اس میں بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ یہاں نکرہ اثبات کے سیاق میں ہے' ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جنس نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں ان میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں [4] اور ان کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں گو یہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ کے دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ جھک جائیں گے' شراب کے بھرپور جام ادھر ادھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے' جس مقدار میں چاہے لے لے اور پی لے' اور تکئے ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر ادھر بہترین بستر اور فرش باقاعدہ بچھے ہوئے ہیں' ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی ہے جو تہبند چڑھائے جنت کی تیاری کرے اس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے' رب کعبہ کی قسم وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے' وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے' وہ بلند و بالا محلات ہیں' وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں' وہ بکثرت ریشمی حلہ ہیں' وہ پکے پکائے عمدہ پھل ہیں' وہ ہمیشگی والی جگہ ہے' وہ سراسر میوہ جات سبزہ راحت اور نعمت ہے' وہ تروتازہ بلند و بالا جگہ ہے سب لوگ بول اٹھے کہ ہم سب اس کے خواہش مند ہیں اور اس کیلئے تیاری کریں گے فرمایا ان شآء اللہ کہو صحابہ کرام نے ان شآء اللہ کہا۔ [5]

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں ○ اور آسمان کو کس طرح اونچا کیا گیا ہے ○ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ○ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے ○ پس تو تو نصیحت کر دیا کر تو صرف نصیحت کرنے والا ہے ○ تو کچھ ان پر داروغہ نہیں ہے ○ ہاں جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے ○ اسے اللہ تعالیٰ بہت

---

[1] [مریم : ٦٢] [2] [الطور : ٢٣] [3] [الواقعہ : ٢٦_٢٥]

[4] [ضعیف : ابن حبان (٧٤٠٨) ابو نعیم فی صفة الجنة (٣١٣)] اس میں عبدالرحمٰن بن ثوبان ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب صفة الجنة (٤٣٣٢) ابن حبان (٧٣٨١) التاریخ للبخاری (٣٣٦/٤) ابو الشیخ فی العظمة (٦٠١) طبرانی (٣٨٨) بغوی (٤٣٨٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (٣٢٥/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ]

بڑا عذاب کرے گا○ بیشک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے○ پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا○

اللہ کی عظیم مخلوقات میں غور و فکر کی دعوت: اللہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ایک چیز سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر ہر چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے' اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب و غریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور اس کے باوجود کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لاد لیتا ہے اور ایک بچے کے ساتھ کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے۔ اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آئے اس کے بال بھی تمہارے کام آئیں اس کا دودھ تم پیو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ' اونٹ کا حال سب سے پہلے اس لئے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا' حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے وغیرہ۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿أَفَلَمْ يَنظُرُوٓا۟ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَوْقَهُمْ﴾ [1] الخ' کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا کیسے مزین کیا اور ایک سوراخ نہیں چھوڑا' پھر پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے گاڑ دیئے گئے تاکہ زمین ہل نہ سکے اور پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ سکیں پھر اس میں جو بھلائی اور نفع کی چیزیں پیدا کی ہیں ان پر نظر ڈالو' زمین کو دیکھو کہ کس طرح پھیلا کر بچھا دی گئی ہے' غرض یہاں ان چیزوں کا بیان ہے جو قرآن کے مخاطب عربوں کے ہر وقت پیش نظر رہا کرتی ہیں ایک بدوی جو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلتا ہے زمین اس کے نیچے ہوتی ہے آسمان اس کے اوپر ہوتا ہے پہاڑ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اونٹ پر خود سوار ہے' ان باتوں سے خالق کی قدرت کاملہ اور صنعت ظاہرہ بالکل ہویدا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خالق' صانع' رب' عظمت و عزت والا مالک اور متصرف معبود برحق اور اللہ حقیقی صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے سامنے ہم اپنی عاجزی اور پستی کا اظہار کریں جسے ہم حاجتوں کے وقت پکاریں جس کا نام جپیں اور جس کے سامنے سرخم ہوں' حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے جو سوالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے وہ اس طرح کی قسمیں دے کر کہے تھے' بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بار بار سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا تو ہماری خواہش رہتی تھی کہ باہر کا کوئی عقل مند شخص آئے ہم بھی موجود ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جواب سنیں چنانچہ ایک دن بادیہ نشین آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے' آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا وہ کہنے لگا بتایئے آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے' کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اللہ نے' کہا ان پہاڑوں کو کس نے گاڑ دیا؟ اور ان سے یہ فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے' کہا پس آپ کو قسم اس اللہ کی جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' کہنے لگے آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ

---

[1] [سورة ق : آيت ٦]

ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فرمایا اس نے سچ کہا۔ کہا اس اللہ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگے آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے فرمایا سچ ہے۔ پھر کہا آپ کو بھیجنے والے اللہ کی قسم کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں' مزید کہا کہ آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم بھی دیا ہے' آپ نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس اللہ واحد کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ زیادتی کروں گا نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (۱) بعض روایات میں ہے کہ اسی نے کہا میں ضمام بن ثعلبہ ہوں بنو سعد بن بکر کا بھائی (۲) ابو یعلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر رہتی تھی' اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے لڑکے نے اس سے پوچھا کہ اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا میرے ابا جی کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے' پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے' پوچھا زمین کو؟ کہا اللہ نے' پوچھا پہاڑوں کو؟ بتایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' بچے کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے اس کا دل عظمت اللہ سے بھر گیا وہ اپنے نفس کو قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا' ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ ابن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن جعفر مدینی ضعیف ہیں۔ امام علی بن مدینی جوان کے صاحبزادے اور جرح و تعدیل کے امام ہیں وہ انہیں یعنی اپنے والد کو ضعیف بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم اللہ کی رسالت کی تبلیغ کیا کرو تمہارے ذمہ صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے آپ ان پر مسلط نہیں ہیں' جبر کرنے والے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کر سکتے' آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال و جان مجھ سے بچا لئے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی (مسلم' ترمذی وغیرہ) (۳) پھر فرماتا ہے مگر وہ جو منہ موڑے اور کفر کرے یعنی نہ عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے' جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب السؤال عن ارکان الاسلام (۱۲) ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ما جآء اذا ادیت الزکاۃ فقد قضیت ما علیك (۶۱۹) مسند احمد (۱۴۳/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب ما جآء فی العلم (۶۳) نسائی : کتاب الصیام : باب وجود الصیام (۲۰۹۴) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما جاء فی المشرك یدخل المسجد (۴۸۶)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ (۲۱) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ الغاشیۃ (۳۳۴۱) مسند احمد (۳۰۰/۳)]

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١﴾ نہ تو سچائی کی تصدیق کی نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا' اسی لئے اسے بہت بڑا عذاب ہوگا' ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو کہا کہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آسانی والی حدیث سنی ہو اسے مجھے سناؤ تو آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا مگر وہ جو اس طرح سرکشی کرے جیسے شریر اونٹ اپنے مالک سے کرتا ہے (مسند احمد) ﴿٢﴾ ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے' اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دیں گے' نیکی کا نیک بدی کا بد۔ سورۂ غاشیہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد و المنة۔

تفسیر سورۃ الفجر

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قراءت لمبی کی' اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی' پھر فارغ ہو کر چلا گیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اس جوان کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے لمبی قراءت شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى' وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا' وَالْفَجْرِ' وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۔ ﴿٣﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

﴿١﴾ [سورۃ القیامہ : آیت ۳۱۔۳۲]

﴿٢﴾ [حسن : مسند احمد (۵/۲۵۸)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے علی بن خالد کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۴۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۲۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

﴿٣﴾ [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱۶۷۳)، (۶/۵۱۵)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے

قسم ہے فجر کی ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ چلنے لگے ○ کیا ان میں عقل مند کے واسطے کافی قسم ہے؟ ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا؟ ○ ارم والے عادی جو بلند قامت تھے ○ جن جیسے لوگ دوسرے شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے ○ اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے بت تراشے تھے ○ اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا ○ ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا ○ اور بہت فساد مچا رکھا تھا ○ آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا برسایا ○ یقیناً تیرا رب گھات میں ہے ○

شفع اور وتر کا مفہوم اور قوم عاد کا ذکر: فجر تو ہر شخص جانتا ہے یعنی صبح اور یہ مطلب بھی ہے کہ بقر عید کے دن کی صبح، اور یہ بھی مراد ہے کہ صبح کے وقت کی نماز، اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں، لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو مال و جان لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔ [1] بعض نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رمضان شریف کے پہلے دس دن، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے، یعنی ذوالحجہ کی شروع کی دس راتیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں اور وتر سے مراد عرفے کا دن ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔ [2] اس کی اسناد میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے، واللہ اعلم۔

وتر سے مراد عرفے کا دن ہے، یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقر عید کا دن ہے، وہ طاق ہے یہ جفت ہے، حضرت واصل بن سائب رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ کی رات ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور ﴿مَنْ تَاَخَّرَ﴾ [3] میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے۔ یعنی گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ کی شفع اور تیرھویں وتر ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریق کا درمیانی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العیدین: باب فضل العمل فی ایام التشریق (۹۶۹) ابو داؤد: کتاب الصوم: باب فی صوم العشر (۲۴۳۸) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب صیام العشر (۱۷۲۷) ترمذی: کتاب الصوم: باب ما جآء فی العمل فی ایام العشر (۷۵۷) مسند احمد (۲۲۴/۱)]

[2] [مرفوعا ضعیف: مسند احمد (۳۲۷/۳) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: سورة الفجر (۱۱۶۷۱) مستدرک حاکم (۲۲۰/۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۰۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس میں ابو زبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۴۵۱۱)] شیخ البانیؒ اس روایت کو منکر کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع الصغیر (۳۹۳۸)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے موقوفا صحیح کہا ہے۔]

[3] [سورة البقرة: آیت ۲۰۳]

دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے [1] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں یاد کر لے جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے [2] زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے' یہ بھی کہا گیا ہے شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عزوجل۔ جیسے آسمان' زمین' تری' خشکی' جن' انس' سورج' چاند وغیرہ قرآن میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [3] ہم نے ہر چیز کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کر لو یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی اور طاق بھی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو' ظہر عصر اور عشاء کی چار چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکعتیں جو دن کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر' ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے' بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرض نماز مروی ہے' لیکن یہ مرفوع حدیث نہیں۔ زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے [4] واللہ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان آٹھ نو اقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا۔ پھر فرماتا ہے رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب اور ''والفجر'' سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا۔ جیسے ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ [5] میں عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے حجر سے مراد عقل ہے' حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لئے اسے عقل کہتے ہیں' حطیم کو بھی حجر البیت اسی لئے عرب کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنیوالے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے' اسی سے ماخوذ ہے حجر یمامہ' اور اسی لئے عرب کہتے ہیں۔ ''حَجَرَ الْحَاكِمُ عَلٰی فُلَانٍ'' جبکہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے اور کہتے ہیں کہ ''حِجْرًا مَّحْجُوْرًا'' [6]

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۱۰۲)] اس میں ابوزبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب لله مائة اسم غير واحدة (٦٤١٠) صحيح مسلم : كتاب الذكر والدعا : باب فى السمآء الله تعالى وفضل من احصاها (٢٦٧٧) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة (١١٦٩) ترمذی : كتاب الوتر (٤٥٣) نسائی : كتاب قيام الليل (١٦٧٦)]

[3] [سورہ الذاریات : آیت ٤٩]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٤/٤٣٧) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الفجر (٣٣٤٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[5] [سورۃ التکویر : آیت ١٧-١٨]

[6] [سورۃ فرقان : آیت ٢٢]

تو فرماتا ہے ان میں عقل مندوں کیلئے قابل عبرت قسم ہے' کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی' کہیں عبادتوں کے وقتوں کی' جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں' جب ان پرہیزگار' نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی و تواضع' خشوع وخضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں' ان کا ذکر ہو رہا ہے تو فرماتا ہے کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے' اللہ کی نافرمانی کرتے' رسول کی تکذیب کرتے اور بدیوں پر جھک پڑتے تھے' ان میں اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عاد اولیٰ ہیں جو عاد بن ارم بن عوض بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات دے دی اور باقی بے ایمانوں کو تیز وتند اور ہلاک آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضب ناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہو گئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے ان میں سے ایک بھی نہ رہا جس کا مفصل بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔ سورۃ الحاقہ میں بھی یہ بیان ہے

﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ یہ عاد کی تفسیر بطور عطف بیان کے ہے تاکہ بخوبی وضاحت ہو جائے' یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن وتوش والے قوت وطاقت والے تھے' اسی لئے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ﴾ [1] الخ' یعنی یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی قوت پوری طرح دی' تمہیں چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ رہو' اور جگہ ہے عادیوں نے زمین میں ناحق سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے بہت ہی زبردست اور طاقت وقوت والا ہے' یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑے طویل القامت قوی الجثہ تھے' ارم ان کا دارالسلطنت تھا۔ انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لئے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی ہے۔ مِثْلُهَا کی ضمیر کا مرجع عِمَاد بتایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے۔ یہ احقاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے ستون تھے اور بعض نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اسی لئے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو لَمْ يُجْعَلْ کہا جاتا نہ کہ لَمْ يُخْلَقْ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان میں زور قد زور آور طاقت تھی کہ ان میں سے کوئی اٹھتا اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو بیچارے سب کے سب دب کر مر جاتے [2] حضرت ثور بن زید دیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق پر لکھا ہوا پڑھا ہے کہ

---

[1] [سورة الاعراف : آیت ۷۴]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۵۸۳/٦)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

میں شداد بن عاد ہوں' میں نے ستون بلند کئے ہیں' میں نے ہاتھ مضبوط کئے ہیں' میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کئے ہیں جوامت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم نکالے گی' غرض خواہ یوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہ یوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ ثمودیوں کے ساتھ آچکا ہے' یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور ثمودیوں کا دونوں کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندریہ لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ عبادت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان۔ دوسرے اس لئے بھی کہ یہاں یہ بیان مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش قبیلے کو اللہ نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا' نہ کہ کسی شہر کو میں نے اس بات کو یہاں اس لئے بیان کر دیا ہے تا کہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے ان سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اس کے مکانات باغات وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر لؤلؤ اور جواہر ہیں مٹی مشک ہے' نہریں بہہ رہی ہیں' پھل تیار ہیں' کوئی رہنے سہنے والا نہیں ہے' در و دیوار خالی ہیں' کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں' یہ شہر جگہ بدلتا رہتا ہے' کبھی شام میں' کبھی یمن میں' کبھی عراق میں' کبھی کہیں کبھی کہیں' وغیرہ یہ سب خرافات بنو اسرائیل کی ہیں ان کے بددینوں نے یہ خود ساختہ روایت تیار کی ہے تا کہ جاہلوں میں باتیں بنائیں' ثعلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اور اس میں گیا' گھوما پھرا' پھر لوگوں سے آ کر ذکر کیا لوگ بھی گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا' ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے بہت سے لمبے چوڑے نقل کئے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سنداً مان لیں تو ممکن ہے کہ اسے ہوس اور خیال ہو اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جما لیا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اسے یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو' ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیالات کے کچے ہوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں' اور قسم قسم کے جواہر یاقوت لؤلؤ اور موتی ہیں اکسیر کبیر ہے لیکن ایسے چند مواقع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے خزانے کے منہ پر کوئی اژدھا بیٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بے وقوفوں اور ان کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے کیلئے مکاروں نے مشہور کر رکھے ہیں' پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے کبھی بخور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں' ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے' نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیو بھوت' جن پری' جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی خود ساختہ بات ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک سمجھ دے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں' یہاں تو صرف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا' اسی لئے اس کے بعد ہی ثمودیوں کا ذکر کیا کہ وہ ثمودی جو پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ﴾ [1] یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو' اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی تراش لینے کے ہیں' عربی شعر بھی ہیں' ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثمودی عرب تھے وادی القریٰ میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورۂ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں' اب اعادہ کی ضرورت نہیں' پھر فرمایا میخوں والا فرعون' اوتاد کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لشکروں کے کئے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے' یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا' چورنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا تھا جس سے اس کا کچومر نکل جاتا تھا' بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میخوں وغیرہ سے اس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں گاڑیں پھر بڑا سا چکی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی' اللہ ان پر رحم کرے' پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فسادی لوگ تھے۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے عذاب کا کوڑا برس پڑا۔ وہ وبال آیا جو نہ ٹالے ٹلا' ہلاک و برباد اور نیست و نابود ہو گئے' تیرا رب گھات میں ہے' دیکھ رہا ہے' سن رہا ہے سمجھ رہا ہے' وقت مقررہ پر ہر برے بھلے کو نیکی' بدی کی جزا سزا دے گا۔ یہ سب لوگ اس کے پاس جانے والے تن تنہا اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ ان میں فیصلے کرے گا اور ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق تھا وہ ظلم و جور سے پاک ہے۔ یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث وارد کی ہے جو بہت غریب ہے' جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ! مومن حق کا قیدی ہے۔ اے معاذ! مومن تو امید و وہم کی حالت میں ہی رہتا ہے جب تک کہ پل صراط سے پار نہ ہو جائے۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ! مومن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تا کہ وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ قرآن اس کی دلیل ہے' خوف اس کی حجت ہے' شوق اس کی سواری ہے' نماز اس کی پناہ ہے' روزہ اس کی ڈھال ہے' صدقہ اس کا چھٹکارا ہے' سچائی اس کی امیر ہے' شرم اس کا وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس پر واقف و آگاہ ہے۔ وہ تیز تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے' اس کے راوی یونس حذاء اور ابو حمزہ مجہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو [2] اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبد الکلاعی نے ایک وعظ میں کہا لوگو! جہنم کے سات پل ہیں ان سب پر پل صراط ہے پہلے ہی پل پر لوگ روکے جائیں گے یہاں نماز کا

---

[1] [سورہ الشعراء: آیت ۱۴۹]

[2] [ضعیف و منقطع: اس کی سند میں ابو حمزہ اور یونس دو راوی مجہول ہیں۔]

حساب کتاب ہوگا' یہاں سے نجات مل گئی تو دوسرے پل پر روک ہوگی یہاں امانتداری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا۔ تیسرے پل پر صلہ رحمی کی پرسش ہوگی اس کے کاٹنے والے یہاں سے نجات نہ پاسکیں گے اور ہلاک ہوں گے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ اللہ جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ یہی معنی ہیں ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ یہ اثر اتنا ہی ہے پورا نہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسے اس کا رب آزمائے اور عزت و نعمت دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا○ اور جب اس کا امتحان لیتے ہوئے اس کی روزی تنگ کر دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی○ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم یتیموں کی عزت نہیں کرتے○ اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسروں کو رغبت نہیں دیتے○ اور مردوں کی میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو○ اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو○

رزق میں فراخی بھی ایک آزمائش: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وسعت اور کشادگی پا کر یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ نے ان کا اکرام کیا یہ غلط ہے بلکہ دراصل یہ امتحان ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ [1] الخ، یعنی مال و اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکیوں کی زیادتی سمجھتے ہیں' دراصل یہ ان کی بے سمجھی ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی تنگی ترشی کو انسان اپنی اہانت سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ دراصل یہ بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اسی لئے یہاں ''كَلَّا'' کہہ کر ان دونوں خیالات کی تردید کی کہ یہ واقعہ نہیں جسے اللہ مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس میں تنگی کرے اس سے ناخوش ہے بلکہ خوشی اور ناخوشی کا مدار ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے غنی ہو کر شکر گزاری کرے تو اللہ کا محبوب اور فقیر ہو کر صبر کرے تو اللہ کا محبوب اللہ تعالیٰ اس طرح اور اس طرح آزماتا ہے' پھر یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا' حدیث میں ہے کہ سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کی پرورش ہو رہی ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جاتی ہو پھر آپ نے انگلی اٹھا کر فرمایا میں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں ایسے ہوں گے یعنی قریب قریب۔[2] ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ کلمہ کی اور بیچ کی

---

[1] [سورۃ المومنون : آیت ۵۵_۵۶]

[2] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الادب : باب حق الیتیم (۳۶۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ]

انگلی ملا کر انہیں دکھایا آپ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے [1] پھر فرمایا یہ لوگ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنے، انہیں کھانا پینا دینے کی ایک دوسرے کو رغبت ولالچ نہیں دلاتے اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے حد ہے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

یقیناً ایک وقت زمین بالکل برابر پست کر کے بچھادی جائے گی○ اور تیرا رب خود آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ باندھ کر آجائیں گے○ اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان عبرت حاصل کرلے گا لیکن آج عبرت کا فائدہ کہاں؟○ وہ کہے گا کاش کہ میں اپنی اس زندگی کیلئے کچھ نیک اعمال بھیج دیتا○ پس آج اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا○ نہ اس کی قید وبند جیسی کسی کی قید وبند ہوگی○ اے اطمینان والی روح لوٹ چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش○ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا○ اور میری جنت میں چلی جا○

سجدوں کی برکتیں: قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ بالیقین اس دن زمین پست کر دی جائے گی اونچی نیچی زمین برابر کر دی جائے گی اور بالکل صاف ہموار ہو جائے گی پہاڑ زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے، تمام مخلوق قبر سے نکل آئے گی، خود اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آجائے گا، یہ اس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہوگی اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جبکہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے بڑے پیغمبر علیہ السلام کے پاس ہو آئے گی اور ہر نبی کہہ دے گا کہ میں اس قابل نہیں پھر سب کے سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور آپ فرمائیں گے کہ ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں پھر آپ جائیں گے اور اللہ کے سامنے سفارش کریں گے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے یہی پہلی شفاعت ہے اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا مفصل بیان سورۂ سبحان میں گزر چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین فیصلے کے لئے تشریف لائے گا اس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے، فرشتے بھی اس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے جہنم بھی لائی جائے گی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کی اس روز ستر ہزار لگامیں ہوں

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب فضل من یعول یتیما (۶۰۰۵) ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی رحمة الیتیم و کفالته (۱۹۱۸) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی ضم یتیما (۵۱۵۰) مسند احمد (۳۳۳/۵)]

گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے گھسیٹ رہے ہوں گے (1) یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگے گا' برائیوں پر پچھتائے گا' نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کرے گا' گناہوں پر نادم ہوگا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر مرتے دم تک سجدے میں پڑا رہے اور اللہ کا پورا اطاعت گزار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھے گا اور چاہے گا کہ اگر میں دنیا کی طرف لوٹایا جاؤں تو اجر و ثواب کے کام اور زیادہ کروں (2) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن اللہ کے عذاب جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو وہ اپنے نافرمان اور نافرجام بندوں کو کرے گا' نہ اس جیسی زبردست پکڑ اور قید و بند کسی کی ہو سکتی ہے۔ زبانیہ فرشتے بدترین بیڑیاں اور ہتھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہوں گے' یہ تو ہوا بد بختوں کا انجام' اب نیک بختوں کا حال سنئے جو روحیں سکون اور اطمینان والی ہیں پاک اور ثابت ہیں حق کی ساتھی ہیں ان سے موت کے وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف' اس کے پڑوس کی طرف' اس کے ثواب اور اجر کی طرف' اس کی جنت اور رضا مندی کی طرف لوٹ چل یہ اللہ سے خوش ہے اور اللہ اس سے راضی ہے اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا' تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' بریدہ فرماتے ہیں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن اطمینان والی روحوں سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے ساتھی یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی و رضا مند ہو' یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو ﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عَبْدِيْ﴾ پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اس کے جسم میں چلی جا' لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہلا ہی ہے۔ جیسے اور جگہ ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ (3) یعنی پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جائیں گے' اور جگہ ہے ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ (4) یعنی ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف یعنی اس کے حکم کی طرف اور اس کے سامنے ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہیں بھی یہی کہا جائے گا (5) دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تمہیں فرشتہ

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب جهنم اعاذنا الله منها (۲۸۴۲) ترمذی (۲۵۷۳)]

(2) [صحیح : مسند احمد (۱۸۵/۴) ابن المبارك فی الزهد (۳٤) التاریخ للبخاری (۵۱/۱) ابو نعیم فی الحلیة (۱۵/۲) الاصابة (۳۸۱/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷٦۵۰)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الترغیب (۳۰۹۷)] البتہ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرفوعاً ضعیف اور موقوفاً صحیح ہے۔]

(3) [سورة الانعام : آیت ٦٢] (4) [سورة غافر : آیت ٤٣]

(5) [ضعیف : ابو نعیم فی الحلیة (۲۸۳/٤)] اس میں جعفر بن ابو مغیرہ راوی ضعیف ہے۔]

موت کے وقت یہی کہے گا[1] ابن ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کا طائف میں انتقال ہوا تو ایک پرند آیا جس طرح کا پرند کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا وہ نعش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون پڑھ رہا ہے' یہ روایت طبرانی میں بھی ہے' ابو ہاشم قباث بن رزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہو گئے' شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کر لو۔ ایک ایک کو وہ یہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کرو ورنہ جلاد کو حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تین شخص تو مرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئے اور سر کو نہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آ گیا اور ان تینوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں ان کے نام لے کر انہیں آواز دی جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا اس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ اتنا کہہ کر وہ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا۔ اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو جاتے بادشاہ نے اسی وقت دربار برخاست کرا دیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہو گئے اور ہم سب یونہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے ہمارا فدیہ آ گیا اور ہم نے نجات پائی' ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا یہ دعا پڑھا کر ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ﴾ الخ' خدایا! میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان اور بھروسہ رکھتا ہو' تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو' تیری قضا پر راضی ہو' تیرے دیئے ہوئے پر قناعت کرنے والا ہو۔[2] سورۂ والفجر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ البلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾

وقف لازم

---

[1] [ضعیف ومرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۲۱۳)]

[2] [ضعیف : ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۴۱۹/۱۹) طبرانی کبیر (۸۸/۸) مجمع الزوائد (۱۸۰/۱۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

میں اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ○ مجھے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ○ اور قسم ہے انسانی باپ اور اولاد کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ○ کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟ ○ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے تو بہت مال خرچ کر ڈالا ○ کیا یوں سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں؟ ○ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ ○ اور زبان اور ہونٹ ○ اور دونوں راہیں دکھا دیں ○

مکہ مکرمہ کی قسم: اللہ تعالیٰ یہاں مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے درآں حالیکہ وہ آباد ہے اس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن چین میں ہیں لَا سے ان پر ردّ کیا پھر قسم کھائی اور فرمایا اے نبی ﷺ! تیرے لئے یہاں ایک مرتبہ لڑائی حلال ہونے والی ہے' جس میں کوئی گناہ وحرج نہیں ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا' صرف اسی وقت کیلئے یہ حکم ہے' صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگار عالم نے اوّل دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک اس کی یہ حرمت وعزت باقی رہنے والی ہے' اس کا درخت نہ کاٹا جائے' اس کے کانٹے نہ اکھیڑے جائیں۔ میرے لئے بھی ایک دن ہی کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ آج پھر اس کی حرمت اسی کی طرف لوٹ آئی جیسے کل تھی ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے' ایک روایت میں ہے کہ جنگ وجدال کی دلیل میں کوئی میری لڑائی پیش کرے تو کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی[1] پھر قسم کھاتا ہے باپ کی اور اولاد کی' بعض نے تو کہا ہے ((مَا وَلَدَ)) میں ((مَا نافیہ)) یعنی قسم ہے اس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اس کی جو بے اولاد ہے یعنی عیالدار اور بانجھ' ''مَـا'' کو موصولہ مانا جائے تو یہ معنی ہوئے کہ باپ کی اولاد کی قسم' باپ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد سے مراد کل انسان' زیادہ قوی اور بہتر بات یہی معلوم ہوتی ہے' کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے مکہ کی جو تمام زمین کل بستیوں کی ماں ہے' تو اس کے بعد اس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کے اصل اور اس کی جڑ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پھر ان کی اولاد کی قسم کھائی' ابو عمران جونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام ہے ہر باپ اور اولاد' پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت بجے تلے اعضاء والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کے ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ ترتیب اور عمدہ ترکیب دے دی جاتی ہے' جیسے فرمایا ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ﴾[2] الخ' یعنی اس اللہ نے تجھے پیدا کیا درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دیا' اور جگہ ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾[3] ہم نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت' طاقت والا پیدا کیا ہے خود اسے دیکھو اس کی پیدائش کی طرف غور کرو اس کے دانتوں کا نکلنا دیکھو وغیرہ' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے نطفہ' پھر خون بستہ' پھر گوشت کا لوتھڑا غرض اپنی پیدائش میں خوب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب جزاء الصید: باب لا یعضد شجر الحرام (۱۸۳۲) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب تحر مکة وتحریم صیدها (۱۳۵۳)]

[2] [الانفطار: ۸-۷] [3] [التین: ٤]

مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ [1] یعنی اس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی' بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سختی اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشقت میں' یہ بھی مروی ہے اعتدال اور قیام میں' دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنا پڑتی ہیں' حضرت آدم علیہ السلام چونکہ آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال کے لینے پر کوئی قادر نہیں' اس پر کسی کا بس نہیں' کیا وہ نہ پوچھا جائے گا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا؟ یقیناً اس پر اللہ کا بس ہے اور وہ پوری طرح اس پر قادر ہے' پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے وارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا؟ یعنی اللہ کی نظروں سے کیا وہ اپنے آپ کو غائب سمجھتا ہے' کیا ہم نے اس انسان کو دیکھنے والی دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی؟ اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ جن سے کلام کرنے میں مدد ملے' کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہو اور منہ کی بھی' ابن عساکر میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! میں نے بڑی بڑی بے حد نعمتیں تجھ پر انعام کیں جنہیں تو گن نہیں سکتا نہ اس کے شکر کی تجھ میں طاقت ہے میری یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں پھر میں نے ان پر پلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر لے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر لے میں نے تجھے شرمگاہ دی۔ ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے۔ حلال جگہ تو بیشک استعمال کر لیکن حرام جگہ پر پردہ ڈال لے' اے ابن آدم! تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذاب کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا [2] پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے بھلائی کا اور برائی کا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے؟ [3] یہ حدیث بہت ضعیف ہے' یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی مروی ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے دونوں دودھ ہیں' اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ﴾ [4] الخ' یعنی ہم نے انسان کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے سنتا دیکھتا کیا' ہم نے اس کی رہبری کی اور راستہ دکھا دیا پس یا تو شکر گزار ہے یا ناشکرا۔

---

[1] [الاحقاف : ۱۵]

[2] [ضعیف و مرسل : ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۴۶/۱۹)]

[3] [ضعیف : ابن عدی فی الکامل (۱۱۹۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۰/۳۰)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور سنان دو راوی ضعیف ہیں۔]

[4] [سورة دھر : آیت ۲۔۳]

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع

سواس سے نہ ہوسکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا○ اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟○ کسی گردن کو آزاد کرنا○ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا○ کسی رشتہ دار یتیم کو○ خاکسار مسکین کو○ پھر ان لوگوں میں سے ہوجاتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں○ یہی لوگ ہیں جو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں○ انہی پر آگ ہے چاروں طرف سے گھیری ہوئی○

صدقہ وخیرات اور نیک اعمال کے ذریعے جہنم سے نجات: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے والے پہاڑ کا نام ہے' حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ داخلے کی سخت گھائی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہوجاؤ پھر اس کا داخلہ بتایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزاد گردن یا صدقہ طعام' ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے ﴿فَكَّ رَقَبَةً﴾ بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل' دونوں قرأتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ' پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ' حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ حدیث سنی تو سعد بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلالو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کے نام پر آزاد ہو۔[1]

بخاری' مسلم' ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے' صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ مسلمان جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے' اس کی بھی ایک

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العتق: باب فی العتق وفضله (۲۵۱۷) صحیح مسلم: کتاب العتق: باب فضل العتق (۱۵۰۹) ترمذی: کتاب النذور والایمان (۱۵۴۱) مسند احمد (۲/۴۲۰)]

ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) [1] مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا سے قیامت کے دن نور ملے گا۔ [2] اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا [3] اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مر جائیں اسے اللہ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے [4] ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں' ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنایئے جس میں کوئی کمی نہ ہو زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ' آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو' اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا [5] یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے' اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے [6] ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں' مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ آپ نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت سی باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ نسمہ آزاد کر' رقبہ چھڑا۔ اس نے کہا حضرت کیا یہ ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ کے

---

[1] [صحیح : ابو داؤد: کتاب العتق باب ای الرقاب افضل (۳۹۶۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۳۱۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳۸۶/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۹٤۵٦)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۳۸٦/٤) ابوداؤد : کتاب العتق : اب ای الرقاب افضل (۳۹٦٦) نسائی (٤۸۸۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[4] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۳۸٦/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۹٤۳۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[5] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب العتق : باب فی ثواب العتق (۳۹٦٤) نسائی : کتاب الجهاد (۳۱٤٤)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے غیر قوی کہا ہے۔]

[6] [صحیح لغیرہ وهذا اسناد ضعیف لانقطاعه : مسند احمد (۱۵۰/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱٦۷۱۷)]

معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کیلئے کسی مسکین کو دینا' ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا یہ جنت کے کام ہیں۔ اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا' پیاسے کو پلا' نیکیوں کا حکم کر' برائیوں سے روک' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کلمہ زبان سے نہ نکال۔ (۱) ﴿ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾ کے معنی ہیں بھوک والا' جبکہ کھانے کی اشتہا ہو' غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور اس کا رشتہ دار بھی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے اور رشتے دار کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے' (مسند احمد) (۲) یا ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو' راستے میں پڑا ہوا ہو گھر ور نہ ہو' بر بستر نہ ہو' بھوک کی وجہ سے پیٹ زمین دوز ہو رہی ہو' اپنے گھر سے دور ہو' مسافرت میں ہو' فقیر' مسکین محتاج' مقروض' مفلس ہو' کوئی پرسان حال نہ ہو' اہل وعیال والا ہو' یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں' پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر اللہ سے اجر کا طالب ہو' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ﴾ (۳) الخ' جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو بھی وہ باایمان تو ان کی کوشش اللہ کے ہاں مشکور ہے اور جگہ ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ﴾ (۴) الخ' ایمان والوں میں سے جو مرد و عورت مطابق سنت عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے' پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدمات سہنے اور ان پر رحم وکرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسروں کو وصیت کرتے ہیں' جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا (۵) اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا (۶) ابوداؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے' اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں (۷) پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (٤/٢٩٩)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٨٦٤٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں۔]

(۲) [مسند احمد (٤/٢١٤) ابن ماجه : كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة (١٨٤٤) ترمذی : کتاب الزكاة : باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة (٦٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(۳) [سورة بنی اسرائیل: آیت ١٩] (۴) [سورة النحل: آیت ٩٧]

(۵) [صحیح : ابو داؤد : كتاب الادب : باب فی الرحمة (٤٩٤١) ترمذی : كتاب البر والصله (١٩٢٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى قل ادعو الله او ادعو الرحمن اياما (٧٣٧٦) صحيح مسلم : كتاب الفضائل : باب رحمت الصبيان والعيال (٢٣١٩) ترمذی : كتاب الزهد : باب ما جآء فی الرياء والسمعة (٢٣٨١) مسند احمد (٤/٥٦٢)]

(۷) [صحیح : بخاری فی الادب المفرد (٣٣٥) ابوداؤد : كتاب الادب : باب فی الرحمة (٤٩٤٣) ترمذی : كتاب البر و الصلة : باب ما جآء فی رحمة الصبيان (١٩٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، التعليق الرغيب (١/٤١٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس حدیث کو قوی کہتے ہیں۔]

کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا' اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا' اور سر تہہ بہ تہہ آگ میں جائیں گے' جس سے نہ کبھی چھٹکارہ ملے گا نہ راحت نہ آرام' اس آگ کے دروازے ان پر بند رہیں گے۔ مزید بیان اس کا سورۂ ﴿وَيۡلٌ لِّكُلِّ﴾ الخ' میں آئے گا' انشاء اللہ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی' نہ سوراخ ہوگا' نہ کبھی وہاں سے نکلنا ملے گا' حضرت ابو عمران جونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اللہ حکم دے گا اور ہر سرکش کو' ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے۔ لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا' پھر جہنم بند کر دی جائے گی' اللہ کی قسم کبھی ان کے قدم ٹکیں گے ہی نہیں' اللہ کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی' اللہ کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں' اللہ کی قسم انہیں کوئی مزے کی چیز کھانے کو ملے گی ہی نہیں (ابن ابی حاتم) سورۂ بلد کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ وَالۡمِنَّةُ۔

تفسیر سورۃ الشمس

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلٰى﴾ اور ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى﴾ کے ساتھ امامت کیوں نہ کرائی ؟[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۙ﴿۱﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۙ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۙ﴿۳﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا ۙ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۙ﴿۵﴾ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۙ﴿۶﴾ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۙ﴿۷﴾ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا ۙ﴿۸﴾ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا ۙ﴿۹﴾ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا ؕ﴿۱۰﴾

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بڑا رحیم ہے

قسم ہے سورج کی اور اسکی دھوپ کی ○ قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے ○ قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے ○ قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے ○ قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی ○ قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی ○ قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی ○ پھر قسم ہے اسکے دل میں بدی اور نیکی ڈالنے کی ○ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا ○ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا ○

کامیابی کے لیے تزکیہ کی ضرورت: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ضحیٰ سے مراد روشنی ہے'' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے

[1] [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱۶۷۳)، (۵۱۵/۶)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ہیں ''پورا دن مراد ہے'' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جبکہ اس کے پیچھے آئے' یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہینہ کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دنوں میں یہ آگے ہوتا ہے' زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے لیلۃ القدر ہے' پھر دن کی قسم کھائی جبکہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر لے' بعض عربی والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکا دے تو اور اچھا ہوتا ہے تا کہ یَغْشَاهَا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے' اسی لئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کی قسم جبکہ وہ اسے روشن کر دے' امام ابن جریر رحمہ اللہ اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر ھا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اسی کا ذکر چل رہا ہے' رات جبکہ اسے ڈھانپ لے یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور چاروں طرف اندھیرا پھیل جائے' یزید بن ذی حمامہ کہتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بڑی مخلوق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے حالانکہ اس کے پیدا کرنے والے سے اور زیادہ ہیبت کرنی چاہئے (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو ''ما'' ہے یہ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے یعنی آسمان کی قسم اور اس کی بناوٹ کی قسم' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور یہ ما معنی میں مَن کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود اللہ کی' مجاہد رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں' یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں' بنا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ﴾ [1] الخ' یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں ہم نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانیوالے ہیں' اس طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اسے پھیلانے کی' اس کی تقسیم کی' اس کی مخلوق کی قسم' زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے۔ جوہری فرماتے ہیں ''طَحَوْتُهُ'' مثل ''دَحَوْتُهُ'' کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں' اکثر مفسرین کا یہی قول ہے' پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم' یعنی اسے پیدا کیا درآنحالیکہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ﴾ [2] الخ' اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کیلئے۔ فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدیلی نہیں' حدیث میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ' یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں تم کن کٹا ہوا نہ پاؤ گے (بخاری و مسلم) [3] صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے یکسوئی والے پیدا کئے' ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے ورغلا لیا۔ [4]

---

[1] [سورۃ الزاریات : آیت ۴۷۔۴۸] [2] [سورۃ الروم : آیت ۳۰]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیه (۱۳۵۸) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۵۸۔ ۲۲) مسند احمد (۲/۲۳۳)]

[4] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸۶۵۔ ۱۳)]

پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے اس کے لئے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا' ابن جریر میں ہے حضرت ابو الاسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا ذرا بتاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں یہ کیا ان کیلئے اللہ کی جانب سے مقرر ہو چکی ہیں اور ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہیں یا یہ خود آئندہ کے لیے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء ان کے پاس آ چکے اور اللہ کی حجت ان پر پوری ہوئی' میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے' حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا پھر یہ ظلم تو نہ ہوگا میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی اللہ ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے' میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور کہا اللہ تجھے درستگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اس لئے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے' سنو ایک شخص مزینہ یا جہینہ قبیلے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے تم سے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کیلئے پیدا کیا ہے اس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے سنو قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی ہے [1] کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بامراد ہوا' یعنی اطاعت رب میں لگا رہا نکمے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے' جیسے اور جگہ ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ [2] جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پا لی اور جس نے اپنے ضمیر کو ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا' نافرمانیوں میں پڑ گیا' اطاعت الٰہ کو چھوڑ بیٹھا' یہ ناکام اور نامراد ہوا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ بامراد ہوا اور جس کے نفس کو اللہ نے نیچے گرا دیا وہ برباد' خائب اور خاسر رہا۔ عوفی اور علی بن ابو طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ پڑھ کر فرمایا کہ جس نفس کو اللہ نے پاک کیا اس نے چھٹکارا پالیا' لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جویبر بن سعید متروک الحدیث ہے دوسری علت یہ ہے کہ ضحاک جو حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں' طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ پڑھ کر آپ نے یہ دعا پڑھی ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِىْ تَقْوٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا وَخَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا﴾ [3] ابن ابی حاتم کی حدیث میں یہ دعا یوں وارد ہے ﴿اَللّٰهُمَّ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ (۲۶۵۰)]

[2] [سورۃ الاعلی: آیت ۱۴-۱۵]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱۱۹۱)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

﴿اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ [1] مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہیں ہیں اندھیرے کی وجہ سے میں اپنے گھر میں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ آپ پر پڑے آپ اس وقت سجدے میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے ﴿رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہی ہے [2] مسلم شریف اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا﴾ یا اللہ! میں عاجزی، بے چارگی، سستی، تھکاوٹ، بڑھاپے، نامردی سے اور بخیلی سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے، اے اللہ! مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جائے، راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی اور ہم تمہیں سکھاتے ہیں۔ [3]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا○ جب ان میں بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا○ انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری کی حفاظت کرو○ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، پس ہلاکت ڈالی ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث پھر عام کر دیا ہلاکت کو○ وہ اس سزا کے انجام سے بے خوف ہیں○

ثمودیوں کی تکذیب و تکبر نے انہیں ہلاک کر دیا: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی، تکبر و تجبر کی بنا پر اپنے رسولوں کی تصدیق نہ کی۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿بِطَغْوٰىهَا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے تکذیب کی لیکن پہلی بات ہی زیادہ اولیٰ ہے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے بھی یہی بیان کیا ہے

---

[1] [ضعیف: ابن ابی عاصم فی السنة (۳۱۸)] اس میں عبداللہ اموی ضعیف ہے۔]

[2] [مسند احمد (۲۰۹/۶)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۳۱/۲)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فی الادعیه (۲۷۲۲) مسند احمد (۳۷۱/۴)]

اس سرکشی کی وجہ سے اور تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بدبخت ہو گئے کہ ان میں سے جو زیادہ بدشخص تھا وہ تیار ہو گیا اس کا نام قدار بن سالف تھا اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ﴾ (۱) ثمودیوں کی آواز پر یہ آ گیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا' یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا' شریف تھا' ذی نسب تھا' قوم کا رئیس اور سردار تھا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹنی کا اور اس کے مار ڈالنے والے کا ذکر کیا اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جیسے ابوزمعہ تھا اسی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف' عزیز اور بڑا آدمی تھا' امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسے تفسیر میں اور امام مسلم رحمہ اللہ جہنم کی صفت میں لائے ہیں' اور سنن ترمذی' سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے (۲) ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا بھر کے بدبخت ترین دو شخص بتاتا ہوں ایک تو احیمر ثمود جس نے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگائے گا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تربتر ہو جائے گی (۳) اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرما دیا تھا کہ اے قوم! اللہ کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈرو' اس کے پانی پینے کے مقررہ دن میں ظلم کر کے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باری مقرر ہے۔ لیکن ان بدبختوں نے پیغمبر علیہ السلام کی نہ مانی جس کے گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہو گئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں' جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پتھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ اور اللہ کی قدرت کی کامل نشانی تھی اللہ بھی ان پر غضبناک ہو گیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ احیمر ثمود کے ہاتھ پر اس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد عورت نے بیعت کر لی تھی اور سب کے مشورے سے اس نے اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب پکڑے گئے ﴿وَلَا يَخَافُ﴾ کو ﴿فَلَا يُخَافُ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کو سزا کرے تو اسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس بدکار احیمر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے نہ ڈرا' مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم الحمد للہ سورۂ **الشمس وضحاها** کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ

---

(۱) [سورة القمر : آیت ۲۹]

(۲) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سوره الشمس وضحها (۴۹۴۲) صحیح مسلم : کتاب صفة الجنة : باب النار یدخلها الجبارون (۲۸۵۵) ترمذی (۳۳۴۳) مسند احمد (۱۷/۴)]

(۳) [**حسن لغیره** : مسند احمد (۲۶۳/۴) طحاوی فی مشکل الآثار (۳۵۱/۱) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۱/۳) مسند بزار (۲۵۶۷) مستدرك حاكم (۱۴۰/۳)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿یا ابا تراب﴾ کے علاوہ حسن لغیرہ ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۳۲۱)]

تفسیر سورۃ اللیل

آنحضرت ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تو نے ﴿سبح اسم﴾ اور ﴿والشمس﴾ اور ﴿واللیل﴾ سے امامت کیوں نہ کرائی ؟[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ
لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَ
اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ
مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

قسم ہے رات کی جب چھا جائے ○ اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو ○ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر مادہ کو پیدا کیا ○ یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے ○ ہاں جو شخص دیتا رہے اور ڈرتا رہے ○ اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے ○ تو ہم بھی سہج سہج اسے آسانی میں پہنچا دیں گے ○ لیکن جو بخیلی کرے اور بے پرواہی برتے ○ اور نیک بات کی تکذیب کرے تو ○ ہم بھی اسے سہج سہج سختی میں پہنچا دیں گے ○ اس کا مال اسے اوندھا کرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا ○

نیکی کیلئے قصد ضروری ہے: مسند احمد میں ہے حضرت علقمہ رحمہ اللہ شام میں آئے اور دمشق کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ سے دعا کی الٰہی مجھے نیک ساتھی عطا فرما پھر چلے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو تو حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کہا میں کوفے والا ہوں پوچھا ابن ام عبد رضی اللہ عنہ اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے؟ میں نے کہا ﴿وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى﴾ پڑھتے تھے' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یونہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک وشبہ میں ڈال رہے ہیں پھر فرمایا کیا تم میں تکئے والے یعنی جن کے پاس سفر میں حضور ﷺ کا بستر رہتا تھا اور راز دان ایسے بھیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں' وہ جو شیطان سے بہ زبان رسول اللہ ﷺ بچا لئے گئے تھے وہ نہیں؟[2] یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور ساتھی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ بھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت پر قرآن پڑھنے

---

[1] [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱۶۷۳)، (۵۱۵/۶)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۴۴۹/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۵۳۸)]

والا کون ہے؟ تو کہا کہ ہم سب ہیں' پھر پوچھا کہ تم سب میں سے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت کو زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہ کی طرف اشارہ کیا تو ان سے سوال کیا کہ ﴿وَاللَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی﴾ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تم نے کس طرح سنا؟ تو کہا وہ ﴿وَالذَّکَرِ وَالۡاُنۡثٰی﴾ پڑھتے تھے کہا میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی﴾ پڑھوں اللہ کی قسم میں تو ان کی مانوں گا نہیں' ① الغرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی قراءت یہی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے تو اسے مرفوع بھی کہا ہے' باقی جمہور کی قراءت وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے' پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جبکہ اس کا اندھیرا تمام مخلوق پر چھا جائے' اور دن کی قسم کھاتا ہے جبکہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کر دے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو نر و مادہ کا پیدا کرنے والا ہے' جیسے فرمایا ﴿وَخَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا﴾ ② ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ﴾ ③ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں' ان متضاد کی اور ایک دوسری کے خلاف قسمیں کھا کر اب فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں' بھلائی کرنے والے بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ جس نے دیا یعنی اپنے مال کو اللہ کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھا' ہر ایک امر میں خوف اللہ کرتا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اس کے ثواب پر یقین رکھا' حسنیٰ کے معنی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بھی کئے گئے ہیں' اللہ کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں' نماز' روزہ' صدقہ فطر' جنت کے بھی مروی ہیں ④ پھر فرماتا ہے کہ ہم اسے آسانی کی راہ آسان کر دیں گے یعنی بھلائی' جنت اور نیک بدلے کی' اور جس نے اپنے مال کو راہ اللہ میں نہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی اور حسنیٰ کی یعنی قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اس پر ہم برائی کا راستہ آسان کر دیں گے جیسے فرمایا ﴿وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ﴾ ⑤ الخ' یعنی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے' اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکنے دیں گے۔ اس مطلب کی آیتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنے والے کو توفیق خیر ملتی ہے اور شر کا قصد رکھنے والوں کو اسی کی توفیق ہوتی ہے' اس معنی کی تائید میں یہ حدیثیں بھی ہیں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال فارغ شدہ تقدیر کے ماتحت ہیں یا

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب وما خلق الذکر والانثیٰ (۴۹۴۴) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب ما یتعلق بالقراءت (۸۲۴۔ ۲۸۲)]

② [سورۃ النباء : آیت ۸] ③ [سورۃ الذاریات : آیت ۴۹]

④ [ضعیف : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کی دو علتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں زہیر بن محمد راوی اھل شام سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

⑤ [سورۃ الانعام : آیت ۱۱۰]

نو پید ہماری طرف سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق' کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت؟ فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہوں گے جس چیز کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے (مسند احمد) [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بقیع غرقد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپ نے فرمایا سنو! تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت دوزخ میں مقرر کردہ ہے اور لکھی ہوئی ہے لوگوں نے کہا پھر اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ رہیں؟ آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص سے وہی عمل صادر ہوں گے جن کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں (صحیح بخاری شریف) [2] اسی روایت کے اور طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا اور سر نیچے کئے ہوئے زمین پر اسے پھیر رہے تھے' الفاظ میں کچھ کمی بیشی بھی ہے [3] مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی ایک ایسا ہی سوال جیسا اوپر کی حدیث میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا گزرا مروی ہے۔ اور آپ کا جواب بھی تقریباً ایسا ہی مروی ہے [4] ابن جریر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے [5] ابن جریر کی ایک حدیث میں دونو جوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی جواب مروی ہے' اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یا رسول اللہ! ہم بہ کوشش نیک اعمال کرتے رہیں گے۔ [6] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے [7] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں اور وہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنتی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ اے اللہ! سخی کو نیک بدلہ دے اور بخیل کا مال تلف کر' یہی معنی ہیں قرآن کی ان چاروں آیتوں کے۔ [8] ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله فاما من اعطى واتقى (۴۹۴۵)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب موعظة المحدث عند القبر (۱۳۶۲)، (۴۹۴۵) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیة الخلق الادمی (۲۶۴۷) ابن ماجه: کتاب السنة: باب فی القدر (۷۸) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (۴۶۹۴) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة والليل اذا يغشىٰ (۳۳۴۴)]

[4] [صحیح: مسند احمد (۲/۵۲) ترمذی: کتاب القدر: باب ما جآء فی الشقاء والسعادة (۲۱۳۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، ظلال الجنة (۱۶۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیه خلق آدمی فی بطن امه (۲۶۴۸۔ ۸)]

[6] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۷۹)]

[7] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۶/۴۴۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۴۸۷)]

[8] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۵۶)] اس کی سند میں خلید عصری راوی ضعیف ہے۔]

ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں، وہ بیچارہ، غریب، نیک بخت اور بال بچوں والا تھا، باغ والا جب اس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آ کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکلوا لیتا، اس مسکین نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ نے اس سے فرمادیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں، مجھے دے دے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت! اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کر دوں تو کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، یہ شخص، اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت مجھے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت کو کہہ رہے تھے میں نے یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے، پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے، لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس پھر اور باتوں میں لگ گئے، پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے میں ہی خریدتا ہوں اس نے کہا اچھا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے، پھر اسے کچھ سوجھی تو کہنے لگے کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا اس نے بھی ایسا کہا بہت اچھا میں ایسا احمق ہوں کہ تیرے درخت کے بدلے جو خم کھایا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے عمدہ لوں گا اس نے کہا اچھا منظور چنانچہ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بچوں کا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی [1] ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، آپ مکہ شریف میں ابتداء اسلام کے بارے میں بڑھیا عورتوں اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کر دیا کرتے تھے اس پر ایک مرتبہ آپ کے والد ابو قحافہ نے جواب تک مسلمان نہ ہوئے تھے کہا کہ بیٹا تم جوان کمزور ہستیوں کو آزاد کراتے پھرتے ہو اس سے تو یہ اچھا کہ نو جوان

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٦٢)] اس کی سند میں حفص عدنی ضعیف ہے۔]

طاقتور کو آزاد کراؤ تا کہ وقت پر تمہارے کام آئیں، تمہاری مدد کریں، اور دشمنوں سے لڑیں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابا جی! میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب اور مرضی مولا چاہتا ہوں، اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔(۱) تَرَدّٰی' کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں، اور آگ میں گرنے کے بھی۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿١٢﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿١٣﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

راہ دکھا دینا ہمارا ذمہ ہے○ اور ہمارے ہی ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا○ میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا○ جس میں صرف وہ بدبخت تر لوگ داخل ہوں گے○ جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا○ اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو پرہیزگار ہو○ جو پاکی حاصل کرنے کیلئے اپنا مال دیتا ہے○ کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاتا ہو○ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کا دیدار مطلوب ہے○ یقیناً وہ بھی عنقریب رضامند ہو جائے گا○

پروردگار کی رضا ہی مقصودِ حقیقی: یعنی حلال و حرام کو ظاہر کرنا ہمارے ذمہ ہے، یہ بھی معنی ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک پہنچ جائے گا جیسے فرمایا ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ (۲) آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے، میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہاں تک کہ میری اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا۔ لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں، بار بار یہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی (۳) صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں قدموں تلے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے جس سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا (۴) مسلم شریف کی حدیث میں ہے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا جوش کھا رہی ہو۔ باوجودیکہ سب

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۵۷) مستدرك حاكم (۲/۵۲۵)]

(۲) [سورۃ النحل : آیت ۹]

(۳) [حسن : مسند احمد (۴/۲۷۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۹۰/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۳۹۸)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفته الجنة والنار (۶۵۶۱) مسند احمد (۴/۲۷۱)]

سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا [1] اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھار کر بدترین عذاب کئے جائیں گے جو بدبخت تر ہوں جن کے دل میں کذب، بغض ہو اور جسم سے اسلام پر عمل نہ ہو مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے، لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جو اطاعت گزار نہ ہوں اور نہ اللہ کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتے ہوں۔ [2] مسند کی اور حدیث میں ہے میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جو جنت سے انکار کریں لوگوں نے پوچھا جنت میں جانے سے انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا [3] اور فرمایا جہنم سے دوری اسے ہوگی جو تقویٰ شعار، پرہیزگار اور اللہ کے ڈر والا ہوگا۔ جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کر لے اور دین و دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے، اس لئے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا تاکہ اس کا بھی کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت ملے اور وہاں اللہ کا دیدار نصیب ہو، پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائے گا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، بیشک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں اور اس کی عمومیت میں ساری امت سے پہلے ہیں۔ گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب سے اول اس کے مصداق ہیں، ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے ہوئے آپ ہی تھے۔ آپ صدیق تھے، پرہیزگار تھے، بزرگ تھے، سخی تھے، آپ نے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان و سلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ کی مرضی کیلئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کیلئے، جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات کے بار تھے، یہاں تک کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا [4] پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اھون اھل النار عذابا (۲۱۳)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۴۹/۲) ابن ماجه : کتاب الزھد : باب ما یرجی من رحمة الله عزو جل یو م القیامة (٤٢٩٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۰) مسند احمد (۳٦۱/۲)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد (۲۷۳۱)]

کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی پر احسان کا بدلہ دینا نہیں بلکہ صرف دیدار اللہ کی خواہش ہے' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جو شخص جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! ادھر سے آ ؤ یہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمایئے کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ [1]

الحمدللہ سورۂ الّیل کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا احسان ہے اور اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الضحی

اسماعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد رحمۃ اللہ علیہما کے سامنے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تلاوت قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک ہر سورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو۔ ہم نے ابن کثیر کے سامنے پڑھا تو انہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے مجاہد رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی تعلیم تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا تھا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا [2] امام القراءت حضرت ابوالحسن رحمہ اللہ بھی اس سنت کے راوی ہیں' حضرت ابو حاتم رازی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے کہ ابوالحسن ضعیف ہیں ابو حاتم تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے' اسی طرح ابو جعفر عقیلی رحمہ اللہ بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں لیکن شیخ شہاب الدین ابو شامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ گیا' یہ واقعہ تو اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے' بعض تو کہتے ہیں کہ ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾ کے خاتمہ پر۔ اور بعض کہتے ہیں "والضحیٰ" کے آخر پر۔ پھر بعض تو کہتے ہیں صرف اللہ اکبر کہے' بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے۔ بعض قاریوں نے سورۂ "والضحیٰ" سے ان تکبیروں کے کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب آنے میں دیر لگی اور کچھ مدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہی سورت لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپ نے تکبیر کہی لیکن یہ کسی ایسی سند کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت و ضعف کا پتہ چل سکے۔ [3] واللہ اعلم۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب الریان لصائمین (۱۸۹۷) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فضل من ضم الی الصدقۃ غیرھا من انواع البر (۱۰۲۷)]

[2] [ضعیف : مستدرك حاكم (۳/ ۳۰٤)] اس کی سند میں احمد بزی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [لا اصل له : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور مجھے اس کی کوئی سند بھی نہیں ملی۔]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا

فَہَدٰی ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ؕ﴿۱۰﴾

وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ ع

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

قسم ہے چاشت کے وقت کی ○ اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے ○ نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ بیزار ہو گیا۔ یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہے ○ تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی خوشی ہو جائے گا ○ کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی ؟ ○ اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی ○ اور تجھے تنگ دست پا کر تونگر نہیں بنا دیا ؟ ○ پس یتیم کو تو بھی نہ دبا ○ اور سوال کرنے والے کو نہ ڈانٹ ڈپٹ ○ اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ ○

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی تجھے تیرے رحمان نے چھوڑ دیا اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں (بخاری و مسلم وغیرہ) [1] حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے یہ تو چھوڑ دیئے گئے تو اللہ نے ''والضحیٰ سے ماقلیٰ'' تک کی آیتیں اتاریں [2] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی انگلی پر پتھر مارا گیا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا:

هَلۡ اَنۡتِ اِلَّا اِصۡبَعٌ دَمِیۡتِ   وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ مَا لَقِیۡتِ

''یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہ اللہ میں تجھے یہ زخم لگا ہے۔''

طبیعت کچھ ناساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین راتیں آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں، کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی اس پر اللہ کی مار آپ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبان مبارک سے ادا ہونا تو بخاری و مسلم میں بھی ثابت ہے [3] لیکن ترک

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التہجد : باب ترک القیام للمریض (۱۱۲۴)، (۴۹۵۰) صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب ما لقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین (۱۷۹۷) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ الضحیٰ (۳۳۴۵) مسند احمد (۳۱۲/۴)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب ما لقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین (۱۷۹۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منه (۶۱۴۶) صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب ما یقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین (۱۷۹۶)]

قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ غریب ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے کہیں ناراض نہ ہو گیا ہو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں' یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا' ہاں یہ ممکن ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو' واللہ اعلم۔ ابن اسحاق اور بعض سلف رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کی تردید میں یہ آیتیں اتریں' یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی' دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت اور خلق خالق کی صاف دلیل ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ [2] اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ [3] الخ' مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے' پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی' تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے' آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوریئے پر سوئے' جسم مبارک پر بوریئے کے نشان پڑ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ اس بوریئے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال راہرو سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے [4] پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے ان کی بڑی تکریم ہو گی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا جس کے کنارے کھوکھلے موتیوں کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک کی ہو گی۔ یہ حدیثیں عنقریب آ رہی ہیں' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک روایت میں ہے کہ جو خزانے آپ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ کو بتا دیئے گئے۔ آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت اتری۔ جب ایک ہزار محل آپ کو دیئے گئے' ہر ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں۔ [5] ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۱۲)] [2] [سورہ اللیل: آیت ۱-۲]

[3] [سورہ الانعام: آیت ۹۶]

[4] [صحیح: مسند احمد (۱/۴۴۱) ترمذی: کتاب الزھد: باب ما الدنیا الا کراکب استظل (۲۳۷۷) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب مثل الدنیا (۴۱۰۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۱۳) مستدرک حاکم (۲/۵۲۶)]

کی سند صحیح ہے اور ایسی بات بغیر حضور ﷺ سے سنے روایت نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے' حسن فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے' پھر آپ نے آیت ﴿وَلَسَوْفَ﴾ کی تلاوت فرمائی (۱) پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتاتا ہے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ آپ کی یتیمی کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور مقام ومرتبہ فرمایا۔ آپ کے والد کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔ بعض کہتے ہیں ولادت کے بعد ہوا' چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا' اب آپ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آٹھ سال کی عمر ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا اب آپ اپنے چچا ابو طالب کی پرورش میں آئے' ابو طالب دل وجان سے آپ کی نگرانی اور امداد میں رہے۔ آپ کی بڑی عزت وتوقیر کرتے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور اپنی جان کو بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے' کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالف بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے' ابو طالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپ کا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا بھڑتا تھا' یہ تھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپ کی یتیمی کے ایام اسی طرح گزرے' اور مخالفین سے آپ کی خدمت اس طرح لی' یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابو طالب بھی فوت ہو گئے' اب سفہاء وجہلا قریش اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس وخزرج جیسی قوموں کو آپ کا انصار بنا دیا' ان بزرگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جگہ دی' مدد کی' حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش رہے۔ یہ سب کا سب اللہ کی حفاظت اور اس کی عنایت' احسان اور اکرام سے تھا۔ پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھایا جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ (۲) الخ' یعنی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح کی وحی کی۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟ تمہیں نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی۔ بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اس وقت اللہ لوٹا لایا۔ بعض کہتے ہیں شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ لگا دیا۔ بغوی نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں' پھر فرماتا ہے بال بچوں والے ہوتے ہوئے تنگ دست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا' پس فقیر صابر اور غنی شاکر ہونے کے درجات آپ کو مل گئے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ

---

(۱) [**ضعیف** : ابن ابی شیبہ (۳۷۷/۷)] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [سورة الشوریٰ : آیت ۵۲]

نے فرمایا تونگری مال واسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگر وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔ (۱) صحیح مسلم شریف میں ہے اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور جو کافی ہوا' اتنا رزق بھی ملا اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق بھی ملی (۲) پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر جان کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان وسلوک کر اور اپنی یتیمی کو نہ بھول' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یتیم کیلئے ایسا ہو جانا چاہئے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے' سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے اللہ نے ہدایت دی تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو' غریب' مسکین' ضعیف بندوں پر تکبر و تجبر نہ کرو' انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں' برا بھلا نہ کہو' سخت سست نہ بولو' اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے۔ نرمی اور رحم کا سلوک کر۔ پھر فرمایا کہ اپنے رب کے نعمتیں یاد کرتے رہو۔ یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تونگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو' اسی لئے حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ بھی تھا ﴿وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا﴾ یعنی اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثناء بیان کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہم پر پورا کر دے۔ (۳) ابونضرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر گزاری میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو' مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا' جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور ان کا بیان نہ کرنا ناشکری ہے' جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے (۴) اس کی سند ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! انصار سارا کا سارا اجر لے گئے فرمایا نہیں جب تک تم ان کیلئے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو (۵) ابوداؤد میں ہے اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا جس نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا۔ (۶) ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی نعمت

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الغنی غنی النفس (٦٤٤٦) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب فضل القناعة والحث علیها (١٠٥١) ترمذی (٢٣٧٣) مسند احمد (٣٨٩/٢)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب فی الکفاف والقناعة (١٠٥٤) ترمذی: کتاب الزهد (٢٣٤٩) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤١٣٨) مسند احمد (١٦٨/٢)]

(۳) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوة: باب التشهد (٩٦٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(۴) [حسن: مسند احمد (٣٧٥/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (٤٨١٢) ترمذی (٢٤٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(۶) [صحیح: ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (٤٨١١) ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی الشکر لمن احسن الیك (١٩٥٤) مسند احمد (٥٨/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحه (٤١٧)]

ملی اور اس نے اسے بیان کیا تو وہ شکر گزار ہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔

اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطیہ دیا جائے اسے چاہئے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اتار دے اگر نہ ہو سکے تو اس کی ثنا بیان کرے۔ جس نے ثنا کی وہ شکر گزار ہوا اور جس نے نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی۔ (۲) (ابوداؤد)

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے ایک روایت میں ہے قرآن مراد ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں جو نعمت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کرو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا در پردہ سب سے پہلے پہل دعوت دینی شروع کی اور آپ پر نماز فرض ہوئی جو آپ نے ادا کی۔ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کے احسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورہ الم نشرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا
لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغْتَ
فَانْصَبْ ۝٧ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨

ع ۱۹ ۸

بنام بخشنے والے مہربان اللہ کے

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ ○ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا ○ جس نے تیری پیٹھ بوجھل کر دی تھی ○ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا ○ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے ○ پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر ○ اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا ○

یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ اور رحمت و کرم والا کر دیا اور جگہ ہے ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ﴾ (۳) الخ یعنی جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے جس طرح آپ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپ کی شریعت بھی کشادگی والی نرمی والی اور آسانی والی بنا دی۔ جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ ترشی نہ تکلیف اور نہ سختی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جانا ہے جیسے

---

(۱) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (۴۸۱۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۶۱۸)]

(۲) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (۴۸۱۴) ترمذی (۲۰۳۴)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے حسن کہا ہے۔

(۳) [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۵]

کہ مالک بن صعصعہ کی روایت سے پہلے گزر چکا' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہیں وارد کیا ہے [1] لیکن یہ یاد رہے کہ دونوں واقعات مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز اللہ کا گنجینہ بنا دینا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑی دلیری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے' ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر نبوت میں آپ نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا انہیں لٹا دو چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ برا محسوس ہوا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل وغش' حسد و بغض سب نکال دو۔ چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا اس میں رأفت و رحمت' رحم و کرم بھر دو' ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ڈال دی پھر میرے پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی کی زندگی گزاریئے اب میں چلا تو ہر چھوٹے پر میرے دل میں شفقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے۔ (مسند احمد) [2] پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔ یہ اسی معنی میں ہے کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے' جس بوجھ نے تیری کمر سے آواز نکلوا دی تھی یعنی جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا' ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب' کوئی واعظ' کوئی کلمہ گو' کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی واحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو' ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا [3] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

---

(۱) [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة الم نشرح (۳۳۴۶)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

(۲) [ضعیف: مسند احمد (۱۳۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۲۶۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۳) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۳۳)] اس میں دراج عن ابی الہیثم ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا' میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کیلئے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا راہ گم کردہ پا کر تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بیشک کیا ہے۔ (۱) ابونعیم دلائل النبوہ میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی' ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا' موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا' داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو مسخر کیا' سلیمان علیہ السلام کیلئے ہواؤں اور شیاطین کو بھی تابعدار بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردہ زندہ کرائے۔ پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو قرأت سے پڑھتے ہیں۔ یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ ہے (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے ؎

اَغَرَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُّوْرٍ يَّلُوْحُ وَيَشْهَدُ

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اسْمِهٖ ۔۔۔ اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر ثبت فرمایا جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے' اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا لیا جبکہ پانچوں وقت موذن اشهد الخ کہتا ہے آپ کی عزت وجلال کے اظہار کیلئے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد (ﷺ) ہیں۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں۔ پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے' صرصری رحمہ اللہ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے۔

---

(۱) [حسن : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

(۲) [اسنادہ ضعیف : اس میں عثمان بن عطاء راوی ضعیف ہے۔]

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی' دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں نے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئے تو اسی میں جائے گی اور اسے نکال لائے گی اس پر یہ آیت اتری۔ مسند بزار میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آ کر نکال لے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [1] یہ حدیث صرف عائذ بن شریح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف مروی ہے' حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے ابن جریر میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن شادان وفرحان آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی پھر اس آیت کی آپ نے تلاوت کی' یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آ سکتی۔ [2] مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے الفاظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونة یعنی امداد الٰہی بقدر مؤونة یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کی مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ [3] حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَبْرًا جَمِيْلاً مَا اَقْرَبَ الْفَرَجَا ۔۔۔ مَنْ رَاقَبَ اللّٰهَ فِي الْاُمُوْرِ نَجَا

مَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ لَمْ يَنَلْهُ اَذًى ۔۔۔ وَمَنْ رَجَاهُ يَكُوْنَ حَيْثُ رَجَا

یعنی اچھا صبر آسانیوں سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے' اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی' اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے۔

حضرت ابو حاتم سجستانی رحمہ اللہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جما لیتی ہیں کوئی چارہ سجھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اس وقت اچانک اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین اللہ اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے تنگیاں جب کہ بھرپور آ پڑتی ہیں پروردگار وسعتیں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے' کسی اور شاعر نے کہا ہے:

---

[1] [ضعیف :مسند بزار (۲۲۸۸) مستدرك حاكم (۲/۲۵۵)] اس میں حمید اور عائذ دو راوی ضعیف ہیں۔]

[2] [مرسل وضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۳۳) مستدرك حاكم (۲/۵۲۸)]

[3] [صحیح :مسند بزار (۱۵۰۶) مجمع الزوائد (۷۷۰۳) بخاری فی التاریخ (۲/۲) العقیلی (۲/۲۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۰۰۱)]

وَلَرُبَّ نَازِلَةٍ يَضِيقُ بِهَا الْفَتٰى ذَرْعًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كَمُلَتْ فَلَمَّا اسْتَحْكَمَتْ حَلَقَاتُهَا فَرَجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تَفْرُجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے۔ جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور اس زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا یہ کیا ہٹیں گی کہ اچانک اس رحیم وکریم اللہ کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کے ساتھ ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا۔ اپنی نیت خالص کر لے' اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا۔ اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو۔ [۱] اور حدیث میں ہے جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔ [۲] حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی دعا کر۔ زید بن اسلم اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا' ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ ہی کی طرف رکھ۔

سورۂ الم نشرح کی تفسیر اللہ کے فضل وکرم سے ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ التین

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں دو رکعت میں سے کسی ایک میں یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قراءت کسی کی نہیں سنی۔ [۳]

---

[۱] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام الذی یدیر (۵۶۰) ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب ایصلی الرجل وهو حاقن (۸۹) مسند احمد (۶/۴۳)]

[۲] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائه (۵۴۶۳)]

[۳] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الجهر فی العشاء (۷۶۷) ، (۷۶۹) ، (۴۹۵۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب القراءة فی العشاء (۴۶۴) ترمذی : کتاب الصلاة (۳۱۰) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها (۸۳۴) ابو داؤد : کتاب الصلاة (۱۲۲۱) نسائی : کتاب الافتتاح (۹۹۹)]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ﴿۱﴾ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ ﴿۷﴾ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۸﴾

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنیوالے کے نام سے شروع

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ○ اور طور سینین کی ○ اور اس امن والے شہر کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ○ پھر اسے نیچوں سے نیچ کر دیا ○ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور مطابق سنت عمل کیے تو ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی نہ ختم ہو ○ پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ ○ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں؟ ○

﴿تین﴾ سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے، کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے، کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں اصحاب کہف کی مسجد مراد ہے۔ کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر مسجد نوح ہے وہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں انجیر مراد ہے۔ زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس ہے۔ کسی نے کہا ہے وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو، طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا "بَلَدُ الۡاَمِيۡن" سے مراد مکہ شریف ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر بھیجے گئے ہیں۔ تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا بلد امین سے مراد مکہ شریف ہے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے، تورات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے اپنا نور چمکایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زمانی اور وجودی ترتیب بیان کر دی۔ اسی طرح یہاں بھی پہلے جس کا نام لیا اس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا پھر ان دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا، پھر ان قسموں کے بعد فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل وصورت میں صحیح قد وقامت والا، درست اور سڈول اعضاء والا، خوبصورت اور سہانے چہرے والا پیدا کیا پھر اسے نیچوں کا نیچ کر دیا یعنی جہنمی ہو گیا، اگر اللہ کی اطاعت اور رسول کی اتباع نہ کی تو، اسی لئے ایمان والوں کو اس سے الگ کر لیا، بعض کہتے ہیں کہ مراد انتہائی بڑھاپے کی طرف لوٹا دینا ہے، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچے گا، امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اگر یہی بڑھاپا مراد ہوتا تو مومنوں کا استثناء کیوں ہوتا؟ بڑھاپا تو بعض

مومنوں پر بھی آتا ہے' پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی اور جگہ سورۂ والعصر میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے کہ انہیں ایسی نیک جزا وہ ملے گی جس کی انتہا نہ ہو جیسے پہلے بیان ہو چکا' پھر فرماتا ہے اے انسان! جبکہ تو پہلی اور اول مرتبہ کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا و سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ حضرت مجاہد رحمہ اللہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا معاذ اللہ! اس سے مراد مطلق انسان ہے' عکرمہ رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اس لئے وہ قیامت قائم کرے گا اور ہر ایک ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ جو شخص ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھے اور اس کے آخر کی آیت ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ﴾ الخ پڑھے تو کہہ دے ﴿بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ یعنی ہاں اور میں اس پر گواہ ہوں۔ [1] اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ والتین کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ العلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑی بخشش کرنے والا بہت زیادہ مہربان ہے

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی' ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے توشہ لے کر غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گزرا کرتے پھر آتے اور توشہ لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں شروع شروع میں وحی آئی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ التین (۳۳۴۷) ابو داؤد (۸۸۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔]

اِقْرَاْ یعنی پڑھیے آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتے نے مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتے نے مجھے دوبارہ دبوچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی۔ پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھو۔ میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور تکلیف پہنچائی' پھر چھوڑ دیا اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ سے ﴿مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ تک پڑھا۔ آپ ان آیتوں کو لئے ہوئے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو چنانچہ کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ ڈر خوف جاتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوش ہو جائیے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچی باتیں کرتے ہیں' دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس آئیں جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے' عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ بہت بڑی عمر کے انتہائی بوڑھے تھے' آنکھیں جا چکی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے۔ ورقہ نے پوچھا بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا یہی وہ راز داں فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی اللہ کا بھیجا ہوا آیا کرتا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا' کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں ایک آپ کیا جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوت سے سرفراز ہو کر آئے ان سب سے دشمنیاں کی گئیں۔ اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا میں آپ کی پوری مدد کروں گا لیکن اس واقعہ کے بعد بہت کم زندہ رہے ادھر وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا قلق تھا کئی مرتبہ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہا لیکن ہر وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آ جاتے اور فرما دیتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے آپ کا قلق اور رنج جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آ جاتے [۱] (مسند احمد) یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی بروایت زہری مروی ہے۔ [۲] اس کی سند میں' اس کے متن میں' اس کے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے اپنی شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے۔ اگر جی چاہے وہیں دیکھ لیا جائے۔ والحمدللہ۔ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں پہلی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اس ارحم الراحمین نے اپنے رحم و کرم سے

---

[۱] [صحیح : مسند احمد (۶/۱۵۳) صحیح بخاری (۴۹۵۶) صحیح مسلم (۱۶۰)]

[۲] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بدء الوحی الی رسول اللہ (۱۶۰)]

ہمیں دی اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک جمے ہوئے خون کی شکل میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان کیا اسے اچھی صورت میں پیدا کیا' پھر علم جیسی اپنی خاص نعمت اسے مرحمت فرمائی اور وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا علم ہی کی برکت تھی کہ کل انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں میں بھی ممتاز نظر آئے' علم کبھی تو ذہن میں ہی ہوتا ہے اور کبھی زبان پر ہوتا ہے اور کبھی کتابی صورت میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ پس علم کی تین قسمیں ہوئیں ذہنی لفظی اور رسمی۔ اور رسمی علم ذہنی اور لفظی کو مستلزم ہے لیکن وہ دونوں اسے مستلزم نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ پڑھ! تیرا رب تو بڑے اکرام والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور آدمی کو جو وہ نہیں جانتا تھا معلوم کرا دیا' ایک اثر میں وارد ہے کہ علم کو لکھ لیا کرو [1] اور اسی اثر میں ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اسے اللہ تعالیٰ اس علم کا بھی وارث کر دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ [2]

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے ○ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے ○ یقیناً تیرا لوٹنا اللہ کی طرف ہے ○ بھلا اسے بھی تو نے دیکھا ہے؟ جو روکتا ہے ○ بندے کو جب وہ نماز ادا کرے ○ بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہے ○ یا تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو ○ اچھا یہ بھی بتا کہ اگر یہ جھٹلاتا ہو ○ اور منہ پھیرتا ہو' کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے ○ یقیناً اگر یہ باز نہ رہا' تو ہم اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے ○ چوٹی جو جھوٹی خطا کار ہے ○ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے ○ ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے ○ خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدے میں اور قرب الٰہی کی طلب میں لگے رہنا ○

طالب علم اور طالب دنیا دونوں سیر نہیں ہوتے: فرماتا ہے کہ انسان کے پاس جہاں دو پیسے ہوئے' ذرا فارغ البال ہوا کہ اس کے دل میں کبر و غرور' عجب و خود پسندی آئی اسے ڈرتے رہنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہیے کہ اسے

---

[1] [ضعيف جدا : مستدرك حاكم (١/١٠٦) جامع العلم لابن عبد البر (١/٧٣) كشف الخفاء (١/١١٩) مجمع الزوائد (٦٨١) العلل المتناهية لابن الجوزي (٩٥)] امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ شیخ حوت فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[اسنى المطالب (ص : ٢٠٤)]

[2] [لا اصل له في المرفوع : ابو نعيم (١٠/١٤-١٥)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔ حافظ عراقیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اسے ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔[تخريج الاحياء (١/٧١)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

ایک دن اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں جہاں اور حساب ہوں گے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں دو لالچی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علم کا طالب تو اللہ کی رضامندی کے حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچی سرکشی اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیاداروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان کی یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾[1] یہ حدیث مرفوعاً یعنی نبی ﷺ کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ دو لالچی ہیں جو شکم پرور نہیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا[2] اس کے بعد کی آیتیں ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا' پس پہلے تو اسے بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا کہ جنہیں روکتا ہے یہی اگر سیدھی راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقوے کی طرف بلاتی ہوں' پھر تو انہیں پر تشدد کرے اور خانہ اللہ سے روکے تو تیری بدقسمتی کی انتہا ہے یا نہیں؟ کیا یہ روکنے والا جو نہ صرف خود حق کی راہنمائی سے محروم ہے بلکہ راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس کا کلام سن رہا ہے اور اس کے کلام اور کام پر اسے سزا دے گا' اس طرح سمجھا چکنے کے بعد اب اللہ ڈرا رہا ہے کہ اگر اس نے مخالفت' سرکشی اور ایذ دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں جھوٹا اور افعال میں بدکار ہے' یہ اپنے مددگاروں' ہم نشینوں' قرابت داروں اور کنبہ قبیلے کو بلا لے۔ دیکھیں تو کون اس کی مدافعت کر سکتا ہے۔ ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں پھر ہر ایک کو کھل جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا؟ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن سے دبوچوں گا حضور ﷺ کو بھی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرے گا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے[3] دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا۔ اگر اب میں نے تجھے کعبے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت سزا دوں گا وغیرہ۔ نبی ﷺ نے سختی سے جواب دیا' اس کی بات ٹھکرا دی اور اچھی طرح ڈانٹ دیا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائے گی اس پر یہ آیت اتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر وہ اپنے والوں کو پکارتا تو اسی

---

[1] [سورۃ فاطر : آیت ۲۸]

[2] [صحیح : طبرانی کبیر (۱۰۳۸۸) مجمع الزوائد (۵۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۶۶۲۴)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالى كلا لئن لم ينته (۴۹۵۸) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورہ اقراء باسم ربک (۳۳۴۸) مسند احمد (۱/۳۸۶)]

وقت عذاب کے فرشتے اسے لپک لیتے (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ)[1] مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اسی طرح جبکہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مر جاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر یہ مباہلہ کے لئے نکلتے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے بچوں کو پاتے۔[2] ابن جریر میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں آپ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتا ہوا دیکھ لوں گا تو جان سے مار ڈالوں گا اس پر یہ سورت اتری۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ابو جہل موجود تھا اور آپ نے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بدبخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کیا بتاؤں کون میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر ذرا بھی ہلتا جلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اسے ہلاک کر ڈالتے'[3] ابن جریر کی اور روایت میں ہے کہ ابو جہل نے پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرے سامنے اس نے یہ کیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس کے منہ کو مٹی میں ملا دوں گا' ادھر اس نے یہ کہا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی جب آپ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچاتا ہوا پچھلے پیروں نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا۔ لوگوں نے کہا کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے پس یہ آیتیں ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ﴾ الخ سے آخر سورت تک نازل ہوئیں۔ اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟ یہ حدیث مسند' مسلم' نسائی' ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔[4] پھر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اس مردود کی بات نہ ماننا' عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پرواہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے' وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا' تو سجدے میں اور قرب اللہ کی طلب میں مشغول رہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بہت

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲۵٦/۱) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ اقراء باسم ربك الذی خلق (۳۳٤۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲٤۸/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۲۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷٦۸۸)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب قوله تعالی ان الانسان لیطغی (۲۷۹۷) مسند احمد (۳۷۰/۲)]

ہی قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت سجدوں میں دعائیں کرتے رہو' [1] پہلے یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سورۂ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں اوراس سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے [2] اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ اقرأ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ کا شکرو احسان ہے۔

تفسیر سورۃ القدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا ○ تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ ○ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے ○ اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں ○ یہ رات سراسر سلامتی کی ہے فجر کے طلوع ہونے تک ○

شب قدر میں نزولِ قرآن: مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اسی کا نام لیلۃ المبارکہ بھی ہے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [3] اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے جیسے فرمایا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [4]' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول پر بیت العزت میں اس رات اترا' پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق بتدریج تئیس سال میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی شان وشوکت کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری' تو فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود ہی بتاتا ہے کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے' امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ ترمذی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں یوسف بن سعد سے کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کالے کر دیئے یا یوں کہا اے مومنوں کے منہ سیاہ کرنے والے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے مجھ پر خفا نہ ہو نبی ﷺ کو دکھلایا گیا کہ گویا آپ کے منبر پر بنوامیہ ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ برا معلوم ہوا تو

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤٨٢) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب الدعاء فی الرکوع والسجود (٨٧٥) مسند احمد (٤٢١/٢)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب سجود التلاوۃ (٥٧٨)]

[3] [سورۃ الدخان: آیت ٣] [4] [سورۃ البقرہ : آیت ١٨٥]

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ نازل ہوئی یعنی جنت کی نہر کوثر آپ کو عطا کئے جانے کی خوشخبری ملی اور ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ﴾ اتری پس ہزار مہینے سے وہ مراد ہیں جن میں آپ کے بعد بنوامیہ کی ملکیت رہے گی قاسم بن فضل حدانی کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار دن ہوئے۔ نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی سند سے یہ مروی ہے۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ یہ یوسف مجہول ہیں اس میں ذرا تذبذب ہے ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں اور اس کی سند میں کچھ اضطراب ہے جیسا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر صورت یہ بہت ہی منکر روایت ہے۔ ہمارے شیخ حافظ حجت ابوالحجاج مزی بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں (یہ یاد رہے کہ قاسم کا قول جو ترمذی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو بنوامیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار دن تک رہی یہ نسخے کی غلطی ہے۔ ایک ہزار مہینے لکھنا چاہئے تھا میں نے ترمذی شریف میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ہزار مہینے ہیں اور آگے بھی یہی آتا ہے۔ مترجم) قاسم بن فضل حدانی کا یہ قول کہ بنوامیہ کی سلطنت کی ٹھیک مدت ایک ہزار مہینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستقل سلطنت سنہ ۴۰ ہجری میں قائم ہوئی جب کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امر خلافت آپ کو سونپ دیا اور سب لوگ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام ہی عام الجماعہ مشہور ہوا۔ پھر شام وغیرہ میں برابر بنوامیہ کی سلطنت قائم رہی ہاں تقریباً نو سال تک حرمین شریفین اور اہواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی سلطنت ہو گئی تھی لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیۃً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی۔ البتہ بعض شہروں پر حکومت ہٹ گئی تھی ہاں سنہ ۱۳۲ھ میں بنوالعباس نے ان سے خلافت اپنے قبضہ میں کر لی پس ان کی سلطنت کی مدت بانوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار ماہ سے بہت زیادہ ہے ایک ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ ہاں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی مدت خلافت اس گنتی میں سے نکال دی جائے۔ واللہ اعلم۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بنوامیہ کی سلطنت کے زمانہ کی تو برائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانے کی مذمت کی دلیل نہیں لیلۃ القدر تو ہر طرح بزرگی والی ہے ہی اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح وستائش بیان کر رہی ہے۔ پس بنوامیہ کے زمانہ کے دنوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کونسی فضیلت ثابت ہو جائے گی؟۔ یہ تو بالکل وہی مثل اصل ہو جائے گی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے۔ کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجہ کے ذلیل

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة ليلة القدر (۳۳۵۰) مستدرك حاكم (۳/۱۷۰)] امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں یوسف بن سعد راوی مجہول ہے۔]

شخص پر فضیلت دینا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے۔ اور وجہ سنئے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مہینے وہ ہوئے جن میں بنوامیہ کی سلطنت رہے گی اور یہ سورت اتری ہے مکہ شریف میں تو اس میں ان مہینوں کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے جو بنوامیہ کے زمانہ کے ہیں اس پر نہ تو کوئی لفظ دلالت کرتا ہے نہ معنی کے طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے منبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کی ایک مدت بعد منبر بنایا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے۔ واللہ اعلم۔

رمضان اور شب قدر کی فضیلت: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں بندر ہا مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب معلوم ہوا تو اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری کہ لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا صبح تک اور دن میں دشمنان دین سے جہاد کرتا تھا۔ شام تک' ایک ہزار مہینے تک یہی کرتا رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کے ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر کیا جنہوں نے اسی (۸۰) سال تک اللہ کی عبادت کی تھی' ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ حضرت ایوب' حضرت زکریا' حضرت حزقیل بن عجوز' حضرت یوشع بن نون علیہم السلام' اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تعجب ہوا' آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جن پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز' ایک ہزار مہینوں کے روزے اور نماز سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو' یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک رات کی جہاد کی تیاری اس کے سوا ایک ہزار راتوں سے افضل ہے [3] (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی

---

[1] [**ضعیف ومرسل:** بیھقی فی السنن: کتاب الصیام: باب فضل لیلة القدر (۳۰۶/۴) الدر المنثور للسیوطی (۶۲۹/۶)] امام بیہقیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ مزید برآں اس میں مسلم بن خالد راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**باطل لا اصل له فی المرفوع:** شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس میں علی بن عروہ متہم بالکذب اور مسلمہ بن علی متروک الحدیث ہے۔]

[3] [**حسن:** مسند احمد (۷۵/۱) ترمذی: کتاب الجهاد: باب ما جآء فی فضل المربط (۱۶۶۷) نسائی (۳۱۷۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کیلئے جائے اس کیلئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے' سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا[1] اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو' اور جیسے جمعہ کی طرف جانے والے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! تم پر رمضان کا مہینہ آ گیا یہ بابرکت مہینہ آ گیا' اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے۔ اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بدقسمت ہے[2] نسائی شریف میں بھی یہ روایت ہے۔ چونکہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس لئے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمانداری اور نیک نیتی سے کرے اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[3]

پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے بکثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں' فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوت قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علم دین کے سیکھنے والوں کیلئے راضی خوشی اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں اور اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں' روح سے مراد یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یہ خاص کا عطف ہے عام پر' بعض کہتے ہیں روح کے نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں جیسے کہ سورۂ ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ﴾ کی تفسیر میں تفصیل سے گزر چکا ہے' واللہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ سراسر سلامتی والی رات ہے' جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں تمام کاموں میں فیصلہ کیا جاتا ہے عمر اور رزق مقدر کیا جاتا ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾[4] یعنی اسی رات

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب الصلوۃ: باب ما جآء فی فضل الغسل یوم الجمعۃ (٤٩٦) ابو داؤد: کتاب الطھارۃ: باب فی الغسل یوم الجمعۃ (٣٤٥) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا (١٠٨٧) نسائی (١٣٨٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [صحیح: مسند احمد (٢٣٠/٢) نسائی: کتاب الصیام: باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ (٢١٠٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٨٦٣١)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (٥٥) صحیح الترغیب (٩٩٩)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب فضل لیلۃ القدر (٢٠١٤) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا: باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح (٧٦٠) ابو داؤد: کتاب شھر رمضان: باب فی قیام شھر رمضان (١٣٧١) ترمذی: کتاب الصوم: باب الترغیب فی قیام رمضان (٨٠٨) مسند احمد (٥٢٩/٢)]

[4] [سورۃ الدخان: آیت ٤]

ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے' حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فضائل اوقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں اور نمازیوں پر ان کے گزرنے میں اور انہیں کے لئے برکت حاصل ہونے میں وارد کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب وغریب بہت طول اثر وارد کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں کرنا وارد ہے' ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر ستائیسویں ہے یا انتیسویں۔ اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ [1] عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی' حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ رات سراسر سلامتی والی ہے' کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی' مسند احمد میں ہے' رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلب ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہ رات اکائی کی ہے یعنی اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسوں یا آخری رات' آپ فرماتے ہیں یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے۔ نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی۔ صبح تک ستارے نہیں جھڑتے۔ ایک نشانی اس کی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاؤں کے ساتھ نہیں نکلتا بلکہ وہ چودھویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے۔ اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا [2] یہ سند تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے' ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر صاف پر سکون' سردی گرمی سے خالی رات ہے' اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگ نکلتا ہے [3] حضرت ابو عاصم نبیل اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا میں لیلۃ القدر دکھلایا گیا پھر بھلا دیا گیا' یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف شفاف سکون و وقار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی' اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے گویا چاند چڑھا ہوا ہے' سورج کے ساتھ شیطان نہیں

---

[1] [حسن: مسند طیالسی (۲۰۴۵)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۲۹/۳) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۰۷۳۴)] شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۴۷۳) السلسلۃ الصحیحۃ (۲۲۰۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [حسن: مسند احمد (۳۲۴/۵) مجمع الزوائد (۵۰۴۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا پہلا حصہ حسن ہے اور دوسرا بھی شواہد کی بنا پر تحسین کا احتمال رکھتا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۷۶۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر ان شاء اللہ حسن ہے۔]

[3] [صحیح: مسند طیالسی (۲۶۸۰)] حافظ بوصیریؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۲۸/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۴۷۵)]

نکلتا یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جائے۔ [1]

فصل: اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے، پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ سابقہ لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گزرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا [2] اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ صاحب عدۃ نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جمہور علماء کا یہی قول نقل کیا ہے، واللہ اعلم۔ اور خطابی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی، چنانچہ حضرت مرثد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! میں حضور ﷺ سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمایئے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپ نے فرمایا رمضان میں۔ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جب تک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء علیہم السلام قبض کئے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں وہ قیامت تک باقی رہے گی، میں نے کہا اچھا رمضان کے کس حصہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رمضان کے پہلے اور آخری عشرہ میں ڈھونڈ۔ پھر میں خاموش ہو گیا، آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر موقعہ پا کر سوال کیا کہ حضور ﷺ ان دونوں عشروں میں سے کس عشرے میں اس رات کو تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا آخری عشرے میں، بس اب کچھ نہ پوچھنا میں پھر چپکا ہو گیا لیکن پھر موقعہ پا کر میں نے سوال کیا کہ حضور ﷺ آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے فرما دیجئے کہ وہ کونسی رات ہے؟ آپ سخت غصے ہوئے میں نے تو کبھی آپ کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتے ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتہ میں تلاش کرو اب کچھ نہ پوچھنا [3] یہ روایت نسائی میں بھی مروی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی، اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی ﷺ کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہے

---

[1] [صحیح ابن خزیمہ (۲۱۹۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں ابوزبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے مگر اس کے شواہد موجود ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [مرسل: مؤطا (۳۲۱/۱) بیہقی فی شعب الایمان (۳۶۶۷)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۱۷۱/۵) مسند بزار (۱۰۳۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۴۹۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

گی، بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اٹھ گئی' یہ قول غلط ہے ان کی غلط فہمی اس حدیث سے ہوئی ہے جس میں ہے وہ اٹھالی گئی ہے اور ممکن ہے کہ تمہارے لئے اسی میں بہتری ہو یہ حدیث پوری بھی آئے گی۔ مطلب حضور ﷺ کے اس فرمان سے یہ ہے کہ اس رات کی تعیین اور اس کا تقرر بھی اٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلۃ القدر ہی اٹھ گئی' مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان شریف میں آتی ہے کسی اور مہینہ میں نہیں' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علماء کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ہر مہینہ میں اس کا ہو جانا ممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے' سنن ابوداؤد میں باب ہے کہ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے لیلۃ القدر سارے رمضان میں ہے۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ حضور ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے [1] اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں' یہ موقوف بھی مروی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینہ میں اس رات کا ہونا ممکن ہے غزالی نے اسی کو نقل کیا ہے لیکن رافعی اسے بالکل غریب بتلاتے ہیں۔

فصل: ابوزرین تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلۃ القدر ہے۔ امام شافعی محمد بن ادریس رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ سترہویں شب ہے۔ ابوداؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع مروی ہے [2] اور حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ارقم اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہم سے موقوف بھی مروی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترہویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور سترہویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس دن کو قرآن نے یوم الفرقان کہا ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انیسویں رات لیلۃ القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں رات ہے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کے پہلے دس دن کا اعتکاف کیا ہم بھی آپ کے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے' پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو آپ کے آگے ہے پھر آپ نے دس سے بیس تک کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی بھی آگے ہے یعنی لیلۃ القدر۔ پس رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح کو نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلۃ القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا۔ لیلۃ القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ راوی

---

[1] [ضعیف والصحیح موقوف: ابو داؤد: کتاب شهر رمضان: باب من قال هي في كل رمضان (۱۳۸۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے البتہ موقوفا صحیح ہے۔[صحیح ابو داود]

[2] [ضعیف: ابو داؤد: کتاب شهر رمضان: باب من روی انها ليلة سبع عشرة (۱۳۸۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ موقوفا صحیح ہے۔]

حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اس وقت ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ تھا پھر ابر اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی ﷺ کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ کی پیشانی پر تر مٹی لگی ہوئی تھی' اسی روایت کے ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے [1] یہ حدیث صحیح بخاری' صحیح مسلم دونوں میں ہے' امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کی تیسویں رات ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیس کی صحیح مسلم والی ایسی ہی ایک روایت ہے واللہ اعلم۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے' ابوداؤد طیالسی میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر چوبیسویں شب ہے [2] اس کی سند بھی صحیح ہے' مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے [3] لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں' بخاری میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو رسول اللہ ﷺ کے موذن ہیں' مروی ہے کہ یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے' یہ موقوف روایت ہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن مسعود' ابن عباس' جابر رضی اللہ عنہم حسن' قتادہ' عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے' سورۂ بقرہ کی تفسیر میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآن کریم رمضان شریف کی چوبیسویں رات کو اترا' بعض کہتے ہیں پچیسویں رات لیلۃ القدر ہے' ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو۔ نو باقی رہیں تب' سات' باقی رہیں تب' پانچ باقی رہیں تب۔ [4] اکثر محدثین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں' یہی زیادہ ظاہر ہے اور زیادہ مشہور ہے گو بعض اوروں نے اسے جفت راتوں پر بھی محمول کیا ہے جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اسے جفت پر محمول کیا ہے' واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے' اس کی دلیل صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے. جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ ستائیسویں رات ہے۔ [5] مسند احمد میں ہے حضرت زر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں جو شخص سال بھر راتوں کا قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر (۲۰۱۸) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها (۱۱۶۵) ابو داؤد: کتاب شهر رمضان (۱۳۸۲) مسند احمد (۷/۳)]

[2] [مسند طیالسی (۲۱۶۷)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے اور شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۱۲/۶)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۸۹۰)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃالقدر فی الوتر (۲۰۲۱)]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب الندب الاکید الی قیام لیلۃ القدر (۷۶۲)]

ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم بتائے گئے ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں بغیر نکلتا ہے۔ ① اور روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں فرمایا اور پختہ قسم کھالی پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کونسی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ یہ ستائیسویں رات ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی۔ ② حضرت معاویہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات ستائیسویں رات ہے' سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت اسی قول کی منقول ہے۔ بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ "ھــی" اس سورت میں ستائیسواں کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں "یہ" فاللہ اعلم' طبرانی میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا' تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کہو وہ کونسی رات ہے؟ فرمایا اس آخری عشرے میں سات گزرنے پر یا سات باقی رہنے پر' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا کیے' اور زمینیں بھی سات بنائیں۔ مہینہ بھی ہفتوں پر ہے' انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے' کھانا بھی سات ہے' سجدہ بھی سات پر ہے' طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات کی ہے' رمی جمار کی کنکریاں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی سات کی گنتی بہت سی چیزیں اور بھی بہت گنوادیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کی رسائی نہ ہوسکی' یہ جو فرمایا سات ہی کھانا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا﴾ ③ الخ مراد ہیں جن میں سات چیزوں کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں' اس کی سند بھی جید اور قوی ہے کہ انتیسویں رات ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو۔ طاق راتوں میں' اکیس میں' تئیس' پچیس' ستائیس اور انتیس یا آخری رات۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے' یا انتیسویں۔ اس رات فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبھا (۷۶۲۔ ۲۲۱)]

② [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبھا (۷۶۲۔ ۲۲۰) ابوداؤد: کتاب شھر رمضان: باب فی لیلۃ القدر (۱۳۷۸)]

③ [سورۃ عبس: آیت ۲۷]

④ [حسن دون الجملۃ: مسند احمد (۵/۳۱۸)] شیخ شعیب ارناؤوط ان الفاظ ﴿أو فی آخر لیلۃ﴾ کے علاوہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۷۴۱)]

ہوتے ہیں ① اس کی سند بھی اچھی ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گزری اس میں ہے۔ اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ جب نو باقی رہ جائیں یا پانچ یا تین یا آخری رات یعنی ان راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند میں ہے یہ آخری رات ہے۔ ②

فصل: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف احادیث میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ یہ سوالوں کا جواب ہے کسی نے کہا حضرت ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپ نے فرما دیا ہاں۔ حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر مقرر ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی' امام ترمذی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی معنی کا قول نقل کیا ہے' ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری عشرے کی راتوں میں یہ پھیر بدل ہوا کرتی ہے۔ امام مالک' امام ثوری' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ' ابو ثور مزنی' ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے' امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی قاضی نے یہی نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے' واللہ اعلم۔ اسی قول کی تھوڑی بہت تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہوتی ہے کہ چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں لیلۃ القدر رمضان کی سات پچھلی راتوں میں دکھائے گئے آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بارے میں موافق ہیں' ہر طلب کرنے والے کو چاہئے کہ لیلۃ القدر کو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرو۔ ④ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فرمان پر کہ لیلۃ القدر ہر رمضان ایک معین رات ہے اور اس کا ہیر پھیر نہیں ہوتا یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے (کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے) نکلے۔ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے آیا تھا لیکن فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے یہ اٹھا لی گئی اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو' اب اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو ⑤ وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر اس کا تعین ہمیشہ کیلئے ہوتا تو ہر سال کی

---

① [**حسن**: مسند احمد (۲/۵۱۹)] حافظ بوصیریؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۲۳۶۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند تحسین کا احتمال رکھتی ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۰۷۳٤)]

② [**حسن صحیح**: ترمذی: کتاب الصوم: باب ما جاء فی لیلۃ القدر (۷۹٤) مسند احمد (۵/۳٦) مستدرك حاکم (۱/٤۳۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

③ [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر (۲۰۱۵) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها (۱۱٦۵)]

④ [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃ القدر (۲۰۲۰) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها (۱۱٦۹)]

⑤ [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس (۲۰۲۳) مسند احمد (۵/۳۱۳)]

لیلۃ القدر کا علم حاصل نہ ہوتا اگر لیلۃ القدر کا تغیر و تبدل ہوتا رہتا تو صرف اس سال کیلئے تو معلوم ہو جاتا کہ فلاں رات ہے لیکن اور برسوں کیلئے تعین نہ ہوتی' ہاں یہ ایک جواب اس کا ہو سکتا ہے کہ آپ صرف اسی سال کی اس مبارک رات کی خبر دینے کیلئے تشریف لائے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑا خیر و برکت اور نفع دینے والے علم کو غارت کر دیتا ہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے گناہ کے باعث اللہ کی روزی سے محروم رکھ دیا جاتا ہے۔ [1] یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا کہ وہ اٹھالی گئی اس سے مراد اس کے تعین کے علم کا اٹھا لیا جانا ہے نہ یہ کہ بالکل لیلۃ القدر ہی دنیا سے اٹھالی گئی جیسے کہ جاہل شیعہ کا قول ہے۔ اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کے بعد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اسے نویں' ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو۔ آپ کا یہ فرمان کہ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو یعنی اس کی مقررہ تعیین کا علم نہ ہونے میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مبہم ہے تو اس کا ڈھونڈنے والا جن جن راتوں میں اس کا ہونا ممکن دیکھے گا ان تمام راتوں میں کوشش و خلوص کے ساتھ عبادت میں لگا رہے گا بخلاف اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ فلاں رات ہی ہے تو وہ صرف اسی رات کی عبادت کرے گا کیونکہ ہمتیں پست ہیں اس لئے حکمت حکیم کا تقاضا یہی ہوا کہ اس رات کے تعیّن کی خبر نہ دی جائے تاکہ اس رات کے پالینے کے شوق میں اس مبارک مہینہ میں جی لگا کر اور دل کھول کر بندے اپنے معبود برحق کی بندگی کریں اور آخری عشرے میں تو پوری کوشش اور خلوص کے ساتھ عبادتوں میں مشغول رہیں۔ اسی لئے خود حضرت محمد مصطفی ﷺ بھی اپنے انتقال تک رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے۔ [2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ [3] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آخری دس راتیں رمضان شریف کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ساری رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس لیتے (بخاری و مسلم) [4] مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ ان دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپ کی اور دنوں میں نہیں ہوتی تھی [5] یہی معنی ہیں اوپر والی حدیث

---

[1] [حسن دون الجملة :ابن ماجه : كتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠٢٢)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ﴿ وان الرجل ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجه] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف فی العشر الاواخر (٢٠٢٦) صحيح مسلم : كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف العشر الاواخر فی رمضان (١١٧٢) مسند احمد (٦/١٦٧)]

[3] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف فی العشر الاواخر (٢٠٢٥) صحيح مسلم : كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف العشر الاواخر فی رمضان (١١٧١)]

[4] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب فضل ليلة القدر : باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان (٢٠٢٤) صحيح مسلم : كتاب الاعتكاف : باب الحتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان (١١٧٤)]

[5] [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الاعتكاف : باب الحتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان (١١٧٥)]

کے اس جملہ کے کہ آپ تہبند مضبوط باندھ لیا کرتے یعنی کمر کس لیا کرتے یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے، گو اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کر دیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے تھے چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ باقی رہ جاتا تو آپ تہبند مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے [1] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے (شرح رافعی) یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں اس دعا کو بکثرت پڑھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ﴾ اللہ تو درگزر کرنے والا اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے مجھ سے بھی درگزر فرما۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ نے یہی دعا بتائی۔ یہ حدیث ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ [3] امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں' مستدرک حاکم میں بھی یہ مروی ہے اور امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتاتے ہیں۔ ایک عجیب و غریب اثر جس کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے۔ امام ابو محمد بن ابو حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے ساتھ وارد کیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلے پر ہے اس کی بلندی میں جنت ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کی ہر ایک شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے بیچوں بیچ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبرائیل! لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رأفت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کیلئے رحم کے جذبات موجزن ہیں' سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ ہاں گرجا گھر میں' مندر میں' آتش کدے میں' بت

---

[1] [صحيح دون الجملة : مسند احمد (٦/٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ ان الفاظ ﴿واعتزل اهله﴾ کے علاوہ یہ حدیث صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٤٣٧٧)]

[2] [صحيح : مسند احمد (٦/١٨٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٤٢١٥)]

[3] [صحيح : ابن ماجه : كتاب الدعاء : باب الدعاء بالعفو والعافية (٣٨٥٠) ترمذى (٣٥١٣) مستدرك حاكم (١/٥٣٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه]

خانے میں غرض اللہ کے سوا اوروں کی جہاں پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا مجسمہ ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں' عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روئیں جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائیں آنکھیں بہہ نکلیں' اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت میرا ہاتھ جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے' حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کی پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کا فر و منافق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے کہ گویا کہ اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں اور اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص ان دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں' پس فرشتوں کا نور اور جبرائیل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ سارے کے سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے رحمت کی دعائیں مانگنے میں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں' نیک نیتی کے ساتھ روزے رکھنے والوں کیلئے اور ان لوگوں کیلئے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر اللہ نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عمدگی کے ساتھ پورے کریں گے' یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں' شام کو دنیا کے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو اس سال تم نے کس حالت میں پایا؟ تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لئے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لئے شروع کر دیتے ہیں' اور یہ فرشتے انہیں سناتے ہیں کہ فلاں فلاں کو ہم نے ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں' غرض ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اس

وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو! میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو اللہ سے محبت رکھیں ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ' حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد وعورت کا مع ولدیت کے نام بتاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرہ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے اللہ کی رحمت ہو فلاں مرد پر فلاں عورت پر اللہ انہیں جلد ہی مجھ سے ملا' جبرائیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار! میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں فلاں فلاں مرد وعورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی' پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ! فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا لیکن اس سال تو بدعتوں میں گر گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرائیل! اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کر لے گا تو میں اسے بخش دوں گا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں اللہ تیرے ہی لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں' پردے اور تمام آسمان جنبش میں آ جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رمضان کے بعد بھی میں گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال و جواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا[1] سورۂ لیلۃ القدر کی تفسیر الحمد للہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ البینۃ

قرآن کریم اور سات قراءات: جب یہ سورت اتری تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ کا آپ کو حکم ہوا ہے کہ یہ سورت حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سناؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں' تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ رو پڑے مسند احمد۔[2] مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا یا رسول اللہ! کیا اللہ نے میرا

---

[1] [شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ کعب احبار کا کلام ہے اور اس نے یہ بنی اسرائیل سے اخذ کیا ہے، لہٰذا اس میں کوئی دلیل نہیں۔]

[2] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۳/۴۸۹)] شیخ شعیب ارناؤط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۵۴۲۷)]

نام لیا ہے؟ یہ حدیث بخاری و مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ①

مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جب یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تو تم اے ابومنذر بہت ہی خوش ہوئے ہو گے کہا ہاں خوش کیوں نہ ہوتا اللہ خود فرماتا ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ② یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں' یہ ان کے جمع کئے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے ③ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ سورت حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی اس میں یہ آیت بھی تھی ﴿لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ سَاَلَ وَادِيًا مِنْ مَّالٍ فَاَعْطِيَهُ لَسَاَلَ ثَانِيًا وَلَوْ سَاَلَ ثَانِيًا فَاَعْطِيَهُ لَسَاَلَ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ وَاِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ غَيْرَ الْمُشْرِكَةِ وَلَا الْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا النَّصْرَانِيَّةِ وَمَنْ يَّفْعَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَهٗ﴾ ④ یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اسے دے دوں تو پھر دوسرا مانگے گا اور دوسرے کو بھی دے دوں تو یقیناً تیسرے کی طلب کرے گا انسان کے پیٹ کو سوا مٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی' جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو یکطرفہ ہو کر صرف اس کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو' نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ (مسند احمد) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح کہا ہے' طبرانی میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت! میں اللہ پر ایمان لایا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا آپ ہی سے علم دین حاصل کیا' آپ نے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا؟ آپ نے فرمایا تیرے نام اور نسب کے ساتھ ﴿مَلَاُ الْاَعْلٰى﴾ میں تیرا ذکر ہوا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا پھر پڑھئے ⑤ یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔ یہ یاد رہے کہ حضور ﷺ کا اس سورت کو حضرت ابی کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کیلئے تھا۔ مسند احمد' نسائی' ابو

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب مناقب ابی بن کعب (۳۸۰۹)، (۴۹۵۹) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب استحباب قراءۃ القرآن علی اهل الفضل (۷۹۹)]

② [سورۃ یونس : آیت ۵۸]

③ [صحیح : مسند احمد (۱۲۳/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۱۱۳۷)]

④ [حسن : مسند احمد (۱۳۲/۵) ترمذی : کتاب المناقب : باب من فضائل ابی بن کعب (۳۸۹۸)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحه (۲۹۰۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑤ [ضعیف : طبرانی اوسط (۴۴۷)] اس کی سند میں محمد بن معاذ راوی مجہول ہے۔]

داؤ داور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ بگڑ بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آ کر انہیں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قرآن سنا اس نے اپنے طریقے پر اس نے اپنے طور پر پڑھا آپ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک وشبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آ گیا آپ نے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن! جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قراءت پر اپنی امت کو پڑھاؤ، میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے عفو درگزر اور بخشش ومغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے دو طرح کی قراءتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں پھر بھی زیادہ طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قراءتوں کی اجازت ملی۔ (۱) یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے، اب جبکہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ بھی نازل ہوئی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہ کرنے کے پڑھ کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سنا دیں کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور سیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپ نے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی۔ واللہ اعلم۔ پس جس طرح آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اس دن کے شک وشبہ کے دفع کرنے کیلئے جو انہیں مختلف قراءت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنے پر پیدا ہوا تھا ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی، ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بھی حدیبیہ والے سال صلح کے معاملہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ شریف جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آ رہا ہے کہ تو وہاں پہنچے گا اور طواف کرے گا، اب حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے سورۂ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی جس میں یہ آیت بھی ہے ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ (۲) الخ، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ ہوگا، جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ (۳) حافظ ابونعیم اپنی کتاب اسماء صحابہ میں

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (۸۲۱-۲۸۰)]

(۲) [سورہ الفتح : آیت ۲۷]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب (۲۷۳۱ - ۲۷۳۲)]

حدیث لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب سورۂ "لم یکن" کی قراءت سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے جنت میں ایسا ٹھکانہ دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔[1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ میں تجھے دنیا اور آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولوں گا۔[2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤

اللہ تعالیٰ رحم وکرم کرنے والے کے نام سے شروع

اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے ○ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھے ○ جن میں صحیح اور درست احکام ہیں ○ اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آجانے کے بعد ہی اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے ○ انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی دین درست اور مضبوط ہے ○

قرآن کریم معزز صحیفوں میں: اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پوجنے والے عرب اور آتش پرست عجمی ہیں۔ فرماتا ہے یہ لوگ بغیر دلیل حاصل کئے باز رہنے والے نہ تھے پھر بتایا کہ وہ دلیل اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ سناتے ہیں۔ جو اعلیٰ فرشتوں نے پاک اوراق میں لکھا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾[3] الخ' کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا صاف اوراق میں پاک باز نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ کی لکھی ہوئی باتیں عدل واستقامت والی موجود ہیں۔ جن کے اللہ کی جانب سے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں

---

[1] [ضعیف جدا : ابو نعیم فی معرفة الصحابة (۳۵۰/۱) ، (۱۰۸۳) ابن حجر فی الاصابة (۲۳۲/۱)] اس کی سند میں محمد بن اسماعیل راوی کو امام ابوحاتمؒ اور امام ذہبیؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔[المیزان (۹۲۲۳)] اسی طرح اس میں عبداللہ بن سلمہ راوی ہے جسے امام ابوزرعہؒ نے منکر الحدیث اور ایک روایت کے مطابق متروک کہا ہے۔ [المیزان (٤٣٦٣)]

[2] [ضعیف جدا : اسد الغابة لابن الاثیر (۳۲۵/۵) الاصابة لابن حجر (۵۵۸/۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

[3] [سورہ عبس : آیت ۱۳۔۱٦]

نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ عمدگی کے ساتھ قرآنی وعظ کہتے ہیں اور اس کی اچھی تعریفیں بیان کرتے ہیں' ابن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل وانصاف والی' پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں والے اللہ کی حجتیں قائم ہو چکنے اور دلیل پانے کے بعد اللہ کے کلام کے مطالب میں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے' جیسے کہ اس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ یہودیوں کے اکہتر (۷۱) فرقے ہوگئے اور نصرانیوں کے بہتر (۷۲)' اور اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے' سوا ایک کے سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے؟ فرمایا وہ جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں (۱) پھر فرمایا کہ انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (۲) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یکسو ہو کر یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (۳) یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو۔ حنیف کی پوری تفسیر سورۂ انعام میں گزر چکی ہے جسے لوٹانے کی اب ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا نمازوں کو قائم کریں جو کہ بدن کی تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے' اور زکوۃ دیتے رہیں یعنی فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتے رہیں' یہی دین مضبوط' سیدھا درست عدل والا اور عمدگی والا ہے۔ بہت سے ائمہ کرام نے جیسے امام زہری رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ کی عبادت اور نماز و زکوۃ کو دین فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے' یہ

---

(۱) [حسن : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جاء فی افتراق ھذہ الامۃ (۲۶۴۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(۲) [سورۃ الانبیاء : آیت ۲۵] (۳) [سورۃ النحل : آیت ۳۶]

لوگ بدترین خلائق ہیں ○ بے شک جولوگ ایمان لائے اور سنت کے مطابق نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں ○ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور یہ اس سے' یہ ہے اس کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے ○

مخلوق کے بدترین اور بہترین لوگ: اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر جو خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب اللہ کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ رہا ہوں گے' یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں۔ پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں۔ اس آیت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علماء کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان لازوال جنتوں کی صورت میں ہے جن کے چپے چپے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں' جن میں دوام اور ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں اور نہ کوئی کھٹکا ہے نہ غم' پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہوگئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی دل سے راضی ہوگئے ہیں۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ بہت بڑی جزا اور اجر عظیم دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہنے کے عوض ہے' ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو' جس کی عبادت میں اخلاص ہو' جو جانتا ہو کہ اللہ کی اس پر نظریں ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق' مالک' سچے رب اور حقیقی اللہ کو دیکھ رہا ہے' مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور' فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز بلند ہو اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور گرجتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں' لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ اللہ کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے [1] سورۂ "لم یکن" کی تفسیر ختم ہوئی' اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔

تفسیر سورۃ الزلزال

سورہ زلزال کا تعارف: مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۱۶۹/۲)] شیخ شعیب ارناؤط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٦٥٧٥)]

پڑھائیے' آپ نے فرمایا الٓرٰ والی تین سورتیں پڑھو تو اس نے کہا بوڑھا ہو گیا' حافظہ کمزور ہو گیا' زبان موٹی ہو گئی تو آپ نے فرمایا حٰم والی سورتیں پڑھا کرو۔ اس نے پھر وہی عذر بیان کیا آپ نے فرمایا یُسَبِّحُ والی تین سورتیں پڑھ لیا کر و اس نے پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور ﷺ مجھے کوئی جامع سورت کا سبق دے دیجئے تو آپ نے اسے یہ سورت پڑھائی جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کروں گا پھر وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کو پہنچ گیا۔ پھر فرمایا ذرا اسے بلاؤ وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے بقرعید کا حکم کیا گیا ہے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید کا دن بنایا ہے تو اس شخص نے کہا اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کیلئے کوئی جانور تحفۃً دے رکھا ہو تو کیا میں اس کو ذبح کر ڈالوں؟ فرمایا نہیں پھر تو اپنے بال کتروا' ناخن کٹوا' مونچھیں پست کرا' زیر ناف کے بال صاف کر' اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے۔ [1] یہ حدیث مسند احمد ابو داؤد نسائی میں بھی ہے۔ ترمذی شریف کی اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو پڑھے اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے [2] یہ حدیث غریب ہے' اور روایت میں ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ آدھے قرآن کے برابر ہے اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے اور ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ چوتھائی قرآن کے برابر [3] یہ حدیث بھی غریب ہے' اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کیا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا نہیں حضور ﷺ میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کر سکوں آپ نے فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ تیرے ساتھ نہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا' ﴿اِذَا جَآءَ﴾ نہیں؟ کہا وہ بھی ہے' فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا' فرمایا کیا ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ یاد نہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا چوتھائی قرآن کے برابر یہ ہے' جا اب نکاح کر لے [4] یہ حدیث حسن ہے یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں۔

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب تحزيب القرآن (١٣٩٩) نسائی فی عمل اليوم والليلة (٧٢١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود (٣٠٠)]

[2] [حسن دون فضل زلزلت : ترمذی : کتاب التفسير : باب ما جآء فی اذا زلزلت (٢٨٩٣)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

[3] [صحيح دون فضل زلزلت : ترمذی : کتاب التفسير : باب ما جآء فی اذا زلزلت (٢٨٩٤)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسير : باب ما جآء فی اذا زلزلت (٢٨٩٥)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی ، التعليق الرغيب (٢/٢٢٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سلمہ بن وردان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَہَا ۚ﴿۳﴾ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَہَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوۡحٰی لَہَا ؕ﴿۵﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَہُمۡ ؕ﴿۶﴾ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ٪﴿۸﴾

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

جب زمین پوری طرح جھنجوڑ دی جائے گی ○ اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ○ انسان کہنے لگے گا اسے کیا ہو گیا؟ ○ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی ○ اس لئے کہ تیرے رب نے اسے یہ حکم دیا ہے ○ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ○ پس جس نے ذرے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ○ اور جس نے ذرے برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ○

قیامت کا زلزلہ: زمین اپنے نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگے گی اور جتنے مردے اس میں ہیں سب نکال پھینکے گی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾ [1] لوگو! اپنے رب سے ڈرو یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ اس دن کا بھونچال بڑی چیز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ﴾ [2] جبکہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہموار کر دی جائے گی اور اس زمین میں جو کچھ ہے وہ اسے باہر ڈال دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی، صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی، سونا، چاندی مثل ستونوں کے باہر نکل پڑے گا قاتل اسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہے گا ہائے اسی مال کیلئے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر ادھر بکھر رہا ہے کوئی آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہیں، اسی طرح صلہ رحمی توڑنے والا بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں آ کر رشتہ داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا، چور بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کٹوا دیئے تھے غرض وہ مال یونہی بکھرا پھرے گا کوئی نہیں لے گا [3] انسان اس وقت ہکا بکا رہ جائے گا اور کہے گا یہ تو ملنے جلنے والی نہ تھی بلکہ ٹھہری ہوئی بوجھل اور جمی ہوئی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یوں بید کی طرح تھرانے لگی؟ اور ساتھ ہی جب دیکھے گا کہ تمام پہلی پچھلی لاشیں بھی زمین نے اگل دیں تو اور حیران و پریشان ہو جائے گا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟ پس زمین بالکل بدل دی جائے گی اور

---

[1] [سورۃ الحج : آیت ۱]

[2] [سورۃ الانشقاق : آیت ۳۔۴]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الترغیب فی الصدقۃ قبل ان لا یوجد من یقبلھا (۱۰۱۳) ترمذی : کتاب الفتن (۲۲۰۸)]

آسمان بھی اور سب لوگ اس قہار اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ زمین کھلے طور پر صاف صاف گواہی دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں زیادتی اس شخص پر کی ہے۔ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہوں گی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی علم ہے تو آپ نے فرمایا جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کیے ہیں وہ تمام وہ ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے۔ (۱) امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔ معجم طبرانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کھول کر بیان کرے گی (۲) یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے' اَوْحٰی اور اس کے ہم معنی افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے اور الیٰ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے فرمائے گا کہ بتا اور وہ بتاتی جائے گی' اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسموں کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے کوئی بد ہوگا کوئی نیک' کوئی جنتی بنا ہوگا کوئی جہنمی' یہ معنی بھی ہیں کہ یہاں سے جو الگ الگ ہوں گے تو پھر اجتماع نہ ہوگا' یہ اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پا لیں گے۔ اسی لئے آخر میں بھی بیان فرما دیا' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں۔ ایک اجر پانے والا' ایک پردہ پوشی والا اور ایک بوجھ اور گناہ والا۔ اجر والا تو وہ ہے جو گھوڑا پالتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادھر ادھر سے چرتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کیلئے اجر کا باعث ہے اور اگر اس کی رسی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر ادھر چلا گیا تو اس کے نشان قدم اور لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی نہر میں جا کر پانی پی لے چاہے پلانے کا ارادہ نہ ہو تو بھی ثواب مل جاتا ہے' یہ گھوڑا تو اس کیلئے سراسر اجر و ثواب ہے' دوسرا وہ شخص جس نے اس لئے پال رکھا ہے کہ دوسرے سے بے پرواہ اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن اللہ کا حق نہ تو اس بارے میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں پس یہ اس کیلئے پردہ ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے فخر و ریاکاری اور ظلم و ستم کیلئے پال رکھا ہے پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اور اس پر گناہ کا بار ہے' پھر حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟' آپ نے فرمایا مجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوائے تنہا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرہ برابر نیکی یا بدی ہر شخص دیکھ لے گا (مسلم) (۳) حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے تو حضور ﷺ کی زبانی یہ آیت سن کر کہہ دیا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں

---

(۱) [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ اذا زلزلت الارض (۳۳۵۳) مسند احمد (۲/۳۷۴) بغوی فی التفسیر (۴/۵۱۵) وفی السنۃ (۴۳۰۸) مستدرک حاکم (۲/۲۵۶)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، یحییٰ بن ابی سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف : طبرانی (۴۵۹۶)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اثم مانع الزکاۃ (۹۸۷۔ ۲۴) صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ممن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (۴۹۶۲)]

(مسند احمد ونسائی) ① صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو ② اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام کو ہلکا نہ سمجھو گو اتنا ہی کام ہو کہ تو اپنے ڈول میں سے ذرا سا پانی کسی پیاسے کو پلوا دے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کر لے ③ دوسری ایک صحیح حدیث میں ہے اے ایمان والی عورتو! تم اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے یا ہدیئے کو حقیر نہ سمجھو گو ایک کھر ہی آیا ہو ④ اور حدیث میں ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے دو گو جلا ہوا کھر ہی ہو ⑤ مسند احمد کی حدیث میں ہے اے عائشہ رضی اللہ عنہا! گناہوں کو حقیر نہ سمجھو یاد رکھو کہ ان کا بھی حساب لینے والا ہے ⑥ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت اتری تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ایک ایک ذرے برابر کا بدلہ دیا جاؤں گا؟ تو آپ نے فرمایا اے صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچی ہیں یہ تو اس میں آ گئیں اور نیکیاں تمہارے لئے اللہ کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور ان سب کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائے گا ⑦ ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سن کر بہت روئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ سورت رلا رہی ہے آپ نے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے

---

① [صحیح : مسند احمد (۵/۵۹) مستدرك حاكم (۳/۶۱۳) نسائی فی التفسیر (۷۱٤)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۰۶۱۲)]

② [صحیح : صحیح بخاری : صحیح بخاری : كتاب الزكاة : باب الصدقة قبل الرد (۱٤۱۳) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة (۱۰۱۶) مسند احمد (٤/۲۵۶)]

③ [مسند احمد (۵/۶۳) مسند ابن الجعد (۳۱۰۰) مسند طیالسی (۱۲۰۸) المسند الجامع (۲۰۸۰)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۰۶۳۳)]

④ [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الهبة : باب فضل الهبة (۲۵۶۶)، (۶۰۱۷) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ولو بالقليل (۱۰۳۰)]

⑤ [حسن : مسند احمد (۶/٤۳۵) نسائی : كتاب الزكاة : باب رد السائل (۲۵۶۶) التاريخ الكبير للبخاری (۵/۲۶۲) طبرانی کبیر (۲٤/۵۵۵) مؤطا (۲/۹۳۱)] شیخ شعیب ارناؤط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷٤۵۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

⑥ [صحیح : مسند احمد (۶/۷۰) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الذنوب (٤۲٤۳)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

⑦ [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبری (۳۷۷٤۷)] اس میں ہیثم بن ربیع ضعیف ہے۔]

اور اللہ انہیں بخشتا (۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ آیت سن کر پوچھا کہ حضور ﷺ کیا مجھے اپنے سب اعمال دیکھنے پڑیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں' پوچھا اور چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں' میں نے کہا ہائے افسوس! آپ نے فرمایا ابوسعید خوش ہو جاؤ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک اللہ جسے چاہے دے گا ہاں گناہ اسی کے مثل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا سنو! کسی شخص کو صرف اس کے اعمال نجات نہ دے سکیں گے میں نے کہا حضور ﷺ کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے ہی مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے (۲) اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہیں یہ روایت صرف انہی سے مروی ہے' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ﴾ الخ' نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہ للہ دیں گے تو کوئی ثواب نہ ملے گا مسکین ان کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ کھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حقارت خیال کر کے یونہی لوٹا دیتے تھے کہ اگر دیں تو کوئی اچھی محبوب ومرغوب چیز دیں' ادھر تو ایک جماعت یہ تھی۔ دوسری جماعت وہ تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہو گی مثلاً کبھی کوئی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادھر ادھر نظریں ڈال لیں' کبھی غیبت کر لی وغیرہ جہنم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو یہ آیت ﴿فَمَن يَعْمَلْ﴾ نازل ہوئی' اور انہیں بتایا گیا کہ چھوٹی سی نیکی کو حقیر نہ جھو یہ بڑی ہو کر ملے گی اور تھوڑے سے گناہ کو بھی بے جان نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا مل کر بہت نہ بن جائے' ذرہ کے معنی چھوٹی چیونٹی کے ہیں' یعنی نیکیوں اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامہ اعمال میں دیکھ لے گا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کیلئے اللہ چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہو جاتی ہیں' ایک کے بدلے دس دس بدیاں معاف ہو جاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی برائی سے ایک ذرے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں گناہوں کو ہلکا نہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ان برائیوں کی مثال بیان کی جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اترے پھر ایک ایک دو دو لکڑیاں چن لائے تو لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے گا۔ پھر اگر انہیں سلگایا جائے تو اس وقت اس آگ پر جو چاہیں پکا سکتے ہیں (اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہو کر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں) (۳) سورۂ "اذا زلزلت" کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

---

(۱) [حسن : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۷٦۰) بیهقی فی شعب الایمان (۷۱۰۳) مجمع الزوائد (۱٤۱/۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [اسنادہ ضعیف : اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

(۳) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٤۰۲/۱) طبرانی (۱۰۵۰۰) مسند ابو یعلی (۲۲/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۲٤۷۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۳۸۱۸)]

تفسیر سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

شروع اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم○ پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی○ پھر صبح کے وقت دھاوا اڑانے والوں کی○ پس اس وقت غبار اڑاتے ہیں○ پھر فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں○ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے○ اور یقیناً وہ خود بھی اس سے باخبر ہے○ یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے○ کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں؛ جب قبروں کے مردے اٹھا کھڑے کر دیئے جائیں گے○ اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی○ بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہے○

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں: مجاہدین کے گھوڑے جبکہ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے ہانپتے اور ہنہناتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتا ہے' پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کا ٹکرانا اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ مارنا اور دشمنان رب کو تہہ وبالا کرنا آنحضرت ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو ٹھہر کر کان لگا کر سنتے اگر اذان کی آواز آ گئی تو آپ رک جاتے نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ بزن بول دیں [1] پھر ان گھوڑوں کا گرد وغبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ﴿وَالْعَادِيَاتِ﴾ سے مراد اونٹ ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا گھوڑے ہمارے پاس بدر والے دن تھے ہی کب؟ یہ تو اس چھوٹے لشکروں میں تھے جو بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھڑ سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آ کر کھانے پکانے کیلئے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ اس وقت زم زم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے اس نے آپ سے بھی یہی سوال کیا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب الامساك عن الاغارة علی قوم (۳۸۲)]

بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں دھاوا بولیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلا لانا جب وہ آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتوے دے رہے ہو اللہ کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو ﴿عَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾ یہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا[1] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا وہی کہنے لگا' مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہنڈیا روٹی پکانے کیلئے آگ سلگاتے ہیں' غرض حضرت علی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی ایک جماعت کا قول ہے جن میں ابراہیم' عبید بن عمیر رحمہم اللہ وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گھوڑے مروی ہیں۔ مجاہد' عکرمہ' عطاء' قتادہ' اور ضحاک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں' بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطا رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ''ضبح'' یعنی ہانپنا کسی جانور کیلئے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز ''اح اح'' کی نکلتی ہے یہی ضبح ہے' اور دوسرے جملے کے ایک تو یہ معنی کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ کا پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کا بھڑکانا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا' اور یہ بھی مروی ہے کہ راتوں کو اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر آگ روشن کرنا' اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا' پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا' اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لئے ہیں وہ فرماتے ہیں اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے' پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں غبار اڑانا' پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں گھس جانا اور چیرتے پھاڑتے' مارتے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آ جاتے ہیں' تو اس صورت میں جَمْعًا حال موکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا۔ ابوبکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے' جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گزر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس لشکر کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سموں کی ٹکر سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہی تھی' پھر غالب آ کر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے۔[2] ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے

---

[1] [اسنادہ حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۲/۳۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: مسند بزار (۲۲۹۱) مجمع الزوائد (۱۴۵/۷)] اس کی سند میں حفص راوی ضعیف

جس پر قسمیں کھائی گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدردان نہیں' اگر کوئی دکھ درد کسی وقت آ گیا ہے تو وہ تو بخوبی یاد رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں' سب کو بھلائے ہوئے ہے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ کَنُوْد وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور احسان کا سلوک نہ کرے[1] اس کی سند ضعیف ہے' پھر فرمایا اللہ اس پر شاہد ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال واقوال سے صاف ظاہر ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾[2] یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہوسکتی جبکہ یہ اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں۔ پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بے حد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی محبت میں پھنس کر وہ ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا اور بخل کرتا ہے۔ پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کیلئے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی لگی ہوئی تھیں سب ظاہر ہو جائیں گی' سن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر ظلم وہ روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔ سورۂ عادیات کی تفسیر اللہ کے فضل واحسان سے ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورة القارعه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

اللہ تعالیٰ بہت مہربان بڑے رحم کرنے والے اللہ کے نام سے کھڑ کھڑا دینے والی ○ کیا ہے وہ کھڑ کھڑانے والی ○ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑ کھڑانے والی کیا ہے ○ جس دن انسان پراگندہ پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے ○ ہاں جس کا پلہ بھاری ہو گیا ○ وہ تو من مانتی آرام کی زندگی میں ہوگا ○ اور جس کی تول ہلکی ہو گی ○ اس کی ماں ہاویہ ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ وہ کیا ہے؟ ○ وہ تیز وتند آگ ہے ○

جس روز پہاڑ روئی کی طرح اڑیں گے: ﴿قَارِعَه﴾ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے "حَآقَّة طَآمَّة"

---

[1] [**مرفوعا ضعیف:** طبرانی (۷۷۷۸) مجمع الزوائد (۱۱۵۱۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں جعفر بن زبیر راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اسے موقوفا صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورة التوبہ : آیت ۱۷]

صَآخَّـه غَاشِيَـه" وغیرہ اس کی بڑائی اور ہولنا کی کے بیان کیلئے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا، پھر خود بتاتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پراگندہ حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے، جس طرح پروانے ہوتے ہیں۔ اور جگہ فرمایا ہے ﴿كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾ (۱) گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں۔ پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ادھر ادھر نظر آئیں گے، پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائے گا، نیکوں کی بزرگی اور بروں کی اہانت کھل جائے گی، جس کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام کی زندگی جنت میں بسر کرے گا، اور جس کی بدیاں نیکیوں پر چھا گئیں، بھلائیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا وہ جہنمی ہو جائے گا، وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا جائے گا، ام سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائے گا، اور یہ بھی معنی ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ ہے جہاں اس کیلئے قرارگاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے۔ ﴿هَاوِيَه﴾ جہنم کا نام ہے اسی لیے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے، حضرت اشعث بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کی موت کے بعد فرشتے اس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کرو یہ دنیا کے رنج و غم میں مبتلا تھا، اب وہ نیک روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں پھونکوا سے وہ تو اپنی ماں ہاویہ میں پہنچا، ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب بسط سے ہے اور ہم نے بھی اسے کتاب صفۃ النار میں وارد کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس آگ جہنم سے نجات دے آمین! پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اس کا سترھواں حصہ ہے، لوگوں نے کہا، حضرت ﷺ! ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے، صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ایک حصہ اس آگ جیسا ہے۔ (۲) مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے (۳) مسند احمد کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا سترھواں حصہ ہونے کے پھر بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے (۴) اور حدیث

---

(۱) [سورة القمر : آیت ۷]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة النار (۳۲۶۵) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب جهنم اعاذ نا الله منها (۲۸۴۳)]

(۳) [صحیح : مسند احمد (۲/۴٦۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۲۰۱)]

(۴) [صحیح : مسند احمد (۲/۲٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۳۲۷)]

میں ہے یہ آگ سوواں حصہ ہے۔ [1] طبرانی میں ہے جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور جہنم کی آگ میں کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے [2] ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے [3] مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے، جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی جس سے اس کا دماغ کھد بدا رہا ہوگا۔ [4] بخاری و مسلم میں ہے کہ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے اللہ! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے تو پروردگار نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں، پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے اس کے گرم سانس کا اثر ہے [5] اور حدیث میں ہے کہ جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے [6] الحمدللہ سورۂ قارعہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ التکاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸ ع

---

[1] [اسنادہ قوی: مسند احمد (۲/۳۷۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔[الموسوعہ الحدیثیة (۸۹۲۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [طبرانی اوسط (۴۸۹)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۸۵۷۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ موقوفاً صحیح ہے۔]

[3] [ضعیف: ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب صفة النار (۴۳۲۰) ترمذی (۲۵۹۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجہ، ضعیف ترمذی]

[4] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲/۴۳۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ سند جید ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۹۲۰۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کے شواہد بھی ہیں۔]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق (۳۲۶۰)، (۵۳۷) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب الابراد بالظهر فی شدة الحر (۶۱۷) مسند احمد (۲/۴۶۲)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلاة: باب الابراد بالظهر فی شدة الحر (۵۳۶) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب الابراد بالظهر فی شدة الحر (۶۱۵) مسند احمد (۲/۲۲۹)]

بہت بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا ○ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ○ نہیں نہیں تم معلوم کر لو گے ○ اور ابھی ابھی تمہیں علم ہو جائے گا ○ یوں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے ○ بیشک تم جہنم کو دیکھ لو گے ○ اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے ○ پھر اس دن تم سے ضرور ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا ○

دنیا کی فکر اور آخرت سے لاپرواہی: ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے پا لینے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے بے پرواہ کر دیا تم اسی دنیا کی ادھیڑ بن میں رہے کہ اچانک موت آ گئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں پھنس کر بے رغبتی کر لی اور مرتے دم تک غفلت برتی (ابن ابی حاتم) (۱) حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال اور اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال پرے پھینک دیا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ﴿لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ (۲) یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہو اسے قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے یہاں تک کہ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ نازل ہوئی مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جناب رسول ﷺ کی خدمت میں جب آیا تو آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پھاڑ دیا یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا۔ (۳) صحیح مسلم شریف میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو لوگوں کیلئے چھوڑ چھاڑ کر چل دے گا۔ (۴) بخاری کی حدیث میں ہے میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو تو پلٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے گھر والے مال اور اعمال۔ اہل و مال تو لوٹ آئے عمل ساتھ رہ گئے (۵) مسند احمد کی حدیث میں ہے ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور امنگ (۶) حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟

---

(۱) [**ضعیف و لا اصل له:** الدر المنثور للسیوطی ، ابن ابی حاتم] اس کی سند میں خالد بن عبدالدائم راوی ضعیف ہے۔ اسی طرح زکریا بن یحییٰ کو بھی صالح جزرہ نے کذاب کہا ہے، امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے فرمایا ہے کہ اس کی مرفوعا کوئی اصل نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو موضوع کہا ہے۔]

(۲) [**صحیح:** صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ما یتقی من فتنته المال (٦٤٤٠)]

(۳) [**صحیح:** صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٥٨) ترمذی : کتاب التفسیر (٣٣٥٤) مسند احمد (٤/٢٤)]

(۴) [**صحیح:** صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٥٩)]

(۵) [**صحیح:** صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب سکرات الموت (٦٥١٤) صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٦٠)]

(۶) [**صحیح:** صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله الیه فی العمر (٦٤٢١) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب کراهة الحرص علی الدنیا (١٠٤٧) مسند احمد (٣/١١٥)]

اس نے کہا میرا‘ فرمایا تیرا تو اس وقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں خرچ کر دے یا بطور شکر رب کے خرچ کر‘ حضرت احنف رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے پھر یہ شعر پڑھا:

اَنْتَ لِلْمَالِ اِذَا اَمْسَکْتَهٗ فَاِذَا اَنْفَقْتَهٗ فَالْمَالُ لَكَ

یعنی جب کہ تو مال کو لئے بیٹھا ہے تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اسے خرچ کر دے گا اس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائے گا۔ ابن بریدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنو حارثہ اور بنو حارث انصار کے قبائل آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوٹ یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے‘ دوسرے قبیلے والے اپنے میں سے ایسوں کو پیش کرتے تھے‘ جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جا کر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارے کر کے کہنے لگے بتلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گزرا ہے؟ وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان میں پہنچ گئے اور اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے۔ چاہئے تھا کہ یہاں آ کر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سڑنا گلنا یاد کرتے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک ہو کر قبرستان میں پہنچ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ بہتات کی چاہت نے غفلت میں ہی رکھا یہاں تک کہ مر گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی بیمار پرسی کیلئے گئے اور حسب عادت فرمایا کوئی ڈر خوف نہیں ان شاء اللہ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اس نے کہا آپ اسے خوب پاک بتلا رہے ہیں یہ تو وہ بخار ہے جو بوڑھے بڑوں پر جوش مارتا ہے اور قبرستان تک پہنچا کر رہتا ہے‘ آپ نے فرمایا اچھا پھر یوں ہی سہی۔ [1] اس حدیث میں بھی لفظ ”تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ“ ہے اور یہاں قرآن میں ﴿زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مر کر قبر میں دفن ہونا ہی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نہ اتری ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے۔ [2] یہ حدیث غریب ہے‘ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر فرمانے لگے میمون! قبروں کو دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنے والا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے‘ یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف‘ ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اور ہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دھمکاتے ہوئے دو دو مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا‘ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے کفار مراد ہیں دوبارہ مومن مراد ہیں‘ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقین کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے‘ یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المرض : باب عیادة الاعراب (٥٦٥٦)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الهكم التكاثر (٣٣٥٥)] امام ترمذیؒ نے اسے غریب کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

آخرت سے غافل نہ رہتے' پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اس کی ایک ہی جنبش کے ساتھ اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی ہیبت وخوف کے مارے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے' اس کی غفلت اور دہشت ہر دل پر چھائی ہوئی ہوگی' جیسے کہ بہت سی احادیث میں بتفصیل مروی ہے' پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نعمتوں کی باز پرس ہوگی' صحت' امن' رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا' ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ٹھیک دوپہر کو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے چلے تو دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں آ رہے ہیں پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو؟ حضور ﷺ جس چیز نے آپ کو نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے' اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے ان سے بھی حضور ﷺ نے یہی سوال کیا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا پھر حضور ﷺ نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں' پھر فرمایا اگر ہمت ہو تو اس باغ تک چلے چلو کھانا پینا مل ہی جائے گا اور سائے دار جگہ بھی' ہم نے کہا بہت اچھا پس آپ ہمیں لے کر ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے باغ کے دروازے پر آئے آپ نے سلام کیا اور اجازت چاہی' ام ہیثم انصاریہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے ہی کھڑی سن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ اللہ کے رسول اور زیادہ سلامتی کی دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ کا سلام سنیں جب تین مرتبہ حضور ﷺ سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چل دیئے' اب تو حضرت ابوالہیثم کی بیوی صاحبہ دوڑیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کی آواز سن رہی تھی لیکن میرا ارادہ تھا کہ اللہ کرے آپ کئی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی آپ آیئے تشریف لے چلیئے آپ نے ان کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا' پھر پوچھا کہ ابوالہیثم خود کہاں ہے؟ مائی صاحبہ نے فرمایا حضور ﷺ وہ بھی یہیں قریب سے پانی لینے گئے ہیں' آپ تشریف لایئے ان شاء اللہ تشریف لاتے ہی ہوں گے' حضور ﷺ باغ میں رونق افروز ہوئے' مائی صاحبہ نے ایک سایہ دار درخت تلے کچھ بچھا دیا جس پر آپ بیٹھ گئے' اتنے میں حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے بے حد خوش ہوئے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل سکون کو نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے اتار اتار کر دینے لگے یہاں تک کہ خود آپ نے روک دیا صحابی نے کہا یارسول اللہ ﷺ گیلی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح چاہیں تناول فرمائیں' جب کھجوریں کھا چکے تو میٹھا پانی لائے جسے پیا پھر حضور ﷺ فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے [1] ابن جریر کی اسی حدیث میں ہے کہ ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس حضور ﷺ آئے اور پوچھا کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ دونوں نے کہا حضور ﷺ بھوک کے مارے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بھی اسی وجہ سے اس وقت نکلا ہوں۔ اب آپ انہیں لے کر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ مل گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں

---

[1] [**اسنادہ ضعیف** : اس کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کیلئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ اتنے میں تو وہ مشک اٹھائے آ ہی گئے' خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ سے خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے ہیں' مشک تو لٹکا دی اور خود جا کر کھجوروں کے تازہ تازہ خوشے لے آئے آپ نے فرمایا چن چن کر الگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضور ﷺ میں نے چاہا کہ آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے چن لیں اور نوش فرمالیں' پھر چھری ہاتھ میں اٹھائی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکائیں تو آپ نے فرمایا دودھ دینے والے جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ اس نے ذبیحہ کیا آپ نے وہیں کھانا کھایا پھر فرمانے لگے دیکھو! بھوکے گھر سے نکلے اور پیٹ بھر کر جا رہے ہیں یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔ ① رسول اللہ ﷺ کے آزاد غلام حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی میں نکلا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر کسی انصاری کے باغ میں گئے' اور اس سے فرمایا لا بھائی کھانے کو دؤ وہ انگور کے خوشے اٹھا لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھائے' پھر فرمایا ٹھنڈا پانی پلاؤ' وہ لائے آپ نے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی اللہ کے ہاں پرسش ہوگی' آپ نے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی پرسش نہیں۔ پردہ پوشی کے لائق کپڑا' بھوک روکنے کے قابل ٹکڑا اور سردی گرمی میں سر چھپانے کیلئے مکان (مسند احمد) ② مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے پڑھ کر سنائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا؟ کھجوریں کھا رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں' تلواریں گردنوں میں لٹکا رہے ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے' آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب نعمتیں آ جائیں گی۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے جو حضور ﷺ آئے اور نہائے ہوئے معلوم ہوتے تھے ہم نے کہا حضور ﷺ اس وقت تو آپ خوش و خرم نظر آتے ہیں' آپ نے فرمایا ہاں پھر لوگ تونگری کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو اس کیلئے تونگری کوئی بری چیز نہیں اور یاد رکھو متقی شخص کیلئے صحت تونگری سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی اللہ کی نعمت ہے (مسند احمد) ④ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے' ترمذی شریف میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی اور ٹھنڈے پانی سے

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاشربه : باب جواز استتباعه غیره (۲۰۳۸)]

② [حسن : مسند احمد (۸۱/۵) مجمع الزوائد (۲٦۷/۱۰)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

③ [حسن : مسند احمد (٤۲۹/۵)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن عمرو راوی ہے، اس کی حدیث حسن ہے۔ [مجمع الزوائد (۱٤۵/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱٤۰۵)]

④ [صحیح : مسند احمد (۳۷۲/۵) ابن ماجه : كتاب التجارات : باب الحث على المكاسب (۲۱٤۱)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد (۱۵۸/۲) صحيح ابن ماجه]

تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟ ① ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ﴾ الخ، کوسن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھا رہے ہیں تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کیلئے نہیں پہنتے اور کیا تم ٹھنڈے پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرسش نعمتیں ہیں۔ ② اور روایت میں ہے کہ امن اور صحت کے بارے میں سوال ہوگا ③ پیٹ بھر کھانے، ٹھنڈے پانی، سائے دار گھروں، میٹھی نیند کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ ④ شہد پینے، لذت حاصل کرنے، صبح وشام کے کھانے، گھی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ، غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کیے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ ⑤ ہر شخص سے اس کے کان، اس کی آنکھ اور اس کے دل کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے دو نعمتوں کے بارے میں لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں۔ صحت اور فراغت ⑥ یعنی نہ تو ان کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں اللہ کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ بزار میں ہے تہہ بند کے سوا، سائے دار دیواروں کے سوا، اور روٹی کے ٹکڑوں کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ ⑦ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا اے ابن آدم! میں نے تجھے گھوڑوں پر اور اونٹوں پر سوار کرایا۔ عورتیں تیرے نکاح میں دیں تجھے مہلت دی کہ تو ہنسی خوشی آرام وراحت سے زندگی گزارے اب بتا کہ اس کا شکریہ کہاں ہے؟ ⑧ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ تکاثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ العصر

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مسیلمہ کذاب سے ملاقات اور گفتگو: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب سے ملے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہو

---

① [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة التكاثر (۳۳۵۸) مستدرك حاكم (۱۳۸/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

② [اسناده ضعيف: الدر المنثور للسيوطی (٦٦١/٦)] اس میں حفص بن عمر راوی ضعیف ہے۔]

③ [اسناده ضعيف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٥/۳۰)] اس میں شراحیل اور ابن مسعودؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

④ [اسناده ضعيف: ابن ابی حاتم] شیخ عبدالرزاق مہدی اس سند کو باطل کہتے ہیں۔]

⑤ [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳٦]

⑥ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الصحة والفراغ (٦٤٢١) ترمذی: کتاب الزهد: باب الصحة والفراغ نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس (۲۳۰٤) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤١٧٠)]

⑦ [اسناده ضعيف: مسند بزار (۳٦٤۳)] اس میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

⑧ [صحیح: مسند احمد (٤٩٢/٢) واصله فی صحیح مسلم: کتاب الزهد (۲۹٦۸)]

اس مدت میں تمہارے نبی ﷺ پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سورہ والعصر پڑھ کر سنا دی۔ مسیلمہ ذرا دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورت اتری ہے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ "یَا وَبَرُ یَاوَبَرُ اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ وَسَائِرُكَ حَفْرٌ نَقْرٌ" پھر کہنے لگا عمرو رضی اللہ عنہ کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹے ہونے کا علم ہے۔ [1] وبر بلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی۔ باقی جسم بالکل حقیر اور واہیات ہوتا ہے۔ اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں رضی اللہ عنہم کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے [2] حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورت کافی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③

ع ۲۸

اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش کرنے والے بہت بڑے رحم والے کے نام سے شروع

زمانے کی قسم! ○ بے شک وبالیقین انسان نقصان میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ○

خسارے سے نجات پانے والے کون؟ عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے' حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے' اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں' ٹوٹے میں اور ہلاکت میں ہے' ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو' اعمال میں نیکیاں ہوں' حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں یعنی نیکی کے کام کرنے کی' حرام کاموں سے رکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں' قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہوں۔ ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں تو ان کو بھی برداشت کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ والعصر کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

---

[1] [اسنادہ ضعیف : الخرائطی فی مساوئ الاخلاق (۱۷۳)] اس میں عبداللہ بن صالح راوی ضعیف ہے۔]

[2] [اسنادہ ضعیف : طبرانی اوسط (۵۱۲۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

QLRF

تفسیر سورہ همزة

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝۱ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ۝۴ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۝۶ الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۝۸ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کو جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو○ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے○ سمجھے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ کی زندگی دے دے گا○ نہیں نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینکا جائے گا○ تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہے؟○ یہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے○ جو دلوں پر چڑھے چلی جاتی ہے○ جو ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہے○ بڑے بڑے لمبے ستونوں میں○

مال ہمیشہ کی زندگی نہیں دے سکتا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا' اپنے کاموں سے دوسروں کی حقارت کرنے والا' خرابی والا شخص ہے۔ ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ [1] کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد طعنہ دینے والا' غیبت کرنے والا ہے۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں سامنے برا کہنا تو ہمز ہے اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا لمز ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں زبان سے اور آنکھ کے اشاروں سے بندگان اللہ کو ستانا اور چڑانا مراد ہے کہ کبھی تو ان کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے اور کبھی ان پر طعنہ زنی کرے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمز ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور لمز زبان سے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد اخنس بن شریق کافر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے۔ پھر فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ [2] حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر تو مال کمانے کی ہائے وائے میں لگا رہا اور رات کو سڑی بھسی لاش کی طرح پڑا رہا' اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ دنیا میں رکھے گا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ یہ بخیل اور لالچی انسان جہنم کے اس طبقے میں گرے گا جو ہر اس چیز کو جو اس میں گرے چور چور کر دیتا ہے' پھر فرماتا ہے یہ توڑ پھوڑ کرنے والی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں معلوم نہیں' یہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن مرتے نہیں' حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ جب اس آیت کی تلاوت کر کے اس کا یہ معنی بیان کرتے تو رو دیتے اور کہتے انہیں عذاب نے بڑا ستایا' محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی پھر پہنچتی ہے' یہ آگ ان پر چاروں

---

[1] [سورة القلم : آیت ۱۱]

[2] [سورة المعارج : آیت ۱۸]

طرف سے بند کردی گئی ہے جیسے کہ سورۂ بلد کی تفسیر میں گزرا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے' [1] اور دوسرا طریق اس کا موقوف ہے۔ لوہا جو مثل آگ کے ہے اس کے ستونوں میں یہ لمبے لمبے دروازے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بِعَمَدٍ مروی ہے' ان دوزخیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے دروازے بند کردیئے جائیں گے' ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب کئے جائیں گے۔ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وزنی بیڑیاں اور قیدوبند ان کیلئے ہوگی' اس سورت کی تفسیر بھی اللہ کے فضل وکرم سے پوری ہوئی فالحمدللہ۔

تفسیر سورۃ الفیل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ؕ‏ ۱ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍۙ‏ ۲ وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَۙ‏ ۳ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍۙ‏ ۴ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ۵ ع

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟ ○ ان کے مکر کو بیکار نہیں کیا ○ اور ان پر پرندوں کے جھرمٹ بھیج دیئے ○ جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے ○ پس انہیں کھائی ہوئی بھوسی کی طرح کردیا ○

ابرہہ کے لشکر کا انجام: اللہ رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اس کا ذکر کررہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبے کو ڈھانے کیلئے چڑھائی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ کعبے کے وجود کو مٹائیں ان کا نام ونشان مٹادیا۔ ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کرلیں' برباد وغارت کردیا۔ یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مسخ کردیا تھا تقریباً بت پرست ہوگئے تھے' انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال تولد ہوئے تھے' اکثر تاریخ داں حضرات کا یہی قول ہے تو گویا رب العالمین فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی' عظمت وعزت میں اپنے آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے' غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطول واقعہ اصحاب الاخدود کے بیان میں گزر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے

[1] [اسنادہ ضعیف : ابن مردویہ] اس کی سند میں علی بن سراج راوی ضعیف ہے۔]

کے سارے ہی شہید کر دیئے گئے تھے' دوس ذوثعلبان ایک بچا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چاہی۔
یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دو اس لئے کہ
یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا اس بادشاہ نے ارباط اور ابو یکسوم ابرہہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر
دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہنچا اور یمن کو اور یمنیوں کو تخت و تاراج کر دیا' ذونواس بھاگ
کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا
اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئی آخر نوبت یہاں تک
پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کیلئے نکل آئے' عام حملہ ہو اس سے پیشتر ان دونوں
سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت' آؤ ہم تم دونوں میدان میں
نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں' جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اسی کی۔ چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور
دونوں میدان میں نکل آئے' ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونا خون کر دیا
ناک' ہونٹ اور منہ کٹ گیا' ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقعہ پر ارباط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا
ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا' علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔
نجاشی شاہ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصے ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا
کہ قسم اللہ کی میں تیرے شہروں کو پامال کروں گا۔ اور تیری چوٹی کو کاٹ لاؤں گا' ابرہہ نے اس کا جواب نہایت
عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیئے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھر دی اور اپنی پیشانی کے بال
کاٹ کر اس میں رکھ دیئے' اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور
چوٹی کے بال بھی' آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمایئے' اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی
سرداری اسی کے نام کر دی' اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کیلئے ایک ایسا گرجا گھر تعمیر کر رہا
ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو' اور اس کا گرجا گھر بنانا شروع کیا' بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا' بہت
مضبوط' بے حد خوبصورت اور منقش و مزین گرجا بنایا۔ اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی
تھی اسی لئے عرب اسے قلیس کہتے تھے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا۔ اب ابرہہ اشرم کو یہ سوجھی کہ لوگ بجائے کعبۃ
اللہ کے حج کے اس کا حج کریں' اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرا دی عدنانیہ' اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا
ادھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے' تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ
کر کے چلا آیا' چوکیداروں نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان
کا کعبہ روک دیا ہے لہٰذا انہوں نے جوش و غضب میں آ کر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ
پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا' ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند من چلے نوجوان
قریشیوں نے اس گرجا میں آگ لگا دی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گرجا جل گیا اور منہ کے بل زمین

پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تا کہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا جسے محمود کہا جاتا تھا جس جیسا ہاتھی اور نہ تھا' شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا' آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کعبے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال کر اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ دوں گا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے گرا دیں گے' جب اہل عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر پڑا' اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو ہم ضرور اس سے مقابلہ کریں گے اور اسے اس کی بدکرداری سے روکیں گے۔ ایک یمنی شریف سردار جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ''ذونفر'' کہا جاتا تھا۔ یہ کھڑا ہو گیا اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی اور ذونفر اس خبیث کے ہاتھ میں قید ہو گیا' اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور مکہ شریف کی طرف بڑھا خثعم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ نے انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہو گیا' پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا تا کہ راستہ بتائے۔ جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے۔ اس نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ انہوں نے ابورغال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا' ابرہہ جب مکے کے بالکل قریب مغمس کے پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا اس کے لشکر نے آس پاس مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چر چگ رہے تھے سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں میں دو سو اونٹ تو صرف عبدالمطلب کے تھے۔ اسود بن مفصود جو اس کے لشکر کے ہراول کا سردار تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار تصنیف کئے ہوئے ہیں جو سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں' اب ابرہہ نے اپنا قاصد حناطہ حمیری مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے کو نہیں آیا میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کے بچانے کے درپے ہوئے تو لامحالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑے گی' حناطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ! نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندہ یادگار ہے۔ اللہ اگر چاہے گا تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا ورنہ ہم میں تو ہمت وقوت نہیں۔ حناطہ نے کہا اچھا آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے چلئے۔ عبدالمطلب ساتھ ہو لئے۔ بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آ گیا۔ عبدالمطلب گورے چٹے' سڈول اور مضبوط قوی جسم والے حسین' جمیل انسان تھے دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے

کہا میرے دو سو اونٹ جو بادشاہ نے لے لئے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تو تیرا رعب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھو دی' اپنے دو سو اونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں۔ میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کیلئے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ کہ اونٹ تو میرے ہیں اس لئے انہیں بچانے کی کوشش میں ہوں اور خانہ کعبہ اللہ کا ہے وہ خود اسے بچالے گا۔ اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ اللہ بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان [1] یہ بھی مروی ہے کہ اہل مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بدارادہ سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا' خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیئے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کر دو اور پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ اب عبدالمطلب اپنے ساتھ چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھام کر رو رو کر اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ باری تعالیٰ ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچالے' عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے:

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْـ ـنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حِلَالَكَ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمَحَالُهُمْ اَبَدًا مَحَالَكَ

یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے اے اللہ تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا' یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آ جائیں۔

اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا' یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سو اونٹ بیت اللہ کے گرد نشان لگا کر چھوڑ دیئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بددین آئے اور انہوں نے اللہ کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب الٰہی ان پر اترے گا' دوسری صبح ابرہہ کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں' اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا لشکر میں کمر بندی ہو چکی اور مکہ شریف کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو اللہ تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑ میں جا چھپا' محمودؔ ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ اب ہزار جتن فیل بان کر رہے ہیں' لشکری بھی کوششیں کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں' سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برچھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کر لئے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۹۸۹) الدرالمنثور للسیوطی (۶۷۲/۶) السیرة النبویة (۴۸/۱) السیرة لابن کثیر (۲۹/۱) دلائل النبوة للبیهقی (۸۵/۱)].

ہاتھی جنبش بھی نہیں کرتا۔ پھر بطور امتحان یمن کی طرف چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا' مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا پھر مکہ شریف کی طرف منہ کر کے آگے بڑھانا چاہا وہیں بیٹھ گیا۔ انہوں نے پھر اسے مارنا پیٹنا شروع کیا' دیکھا کہ ایک گھٹا توپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کی طرف سے اڈا چلا آ رہا ہے' ابھی پوری طرح دیکھنا بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آ گئے چاروں طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا ان میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک مسور یا ماش کے دانے برابر کنکری تھی' اور دونوں پنجوں میں دو دو کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے جس پر بھی کنکری آن پڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی' ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسے ان لوگوں نے اپنا رہبر اور راستہ سمجھانے والا سمجھ رکھا تھا' نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں کی یہ درگت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰہُ الطَّالِبُ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جبکہ اللہ خود تاک میں لگ گیا ہے۔ سنو! اشرم بدبخت مغلوب ہو گیا اب یہ پنپنے کا نہیں' اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس قصہ کو بیان کیا ہے' اور کہا ہے کاش کہ تو اس وقت موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں۔ تو اس وقت اللہ کے لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا' ہم تو وہاں کھڑے حمد رب کی راگنیاں الاپ رہے تھے کہ کلیجے ہمارے بھی اونچے ہو گئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے' نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیل پر ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا' واقدی فرماتے ہیں یہ پرندے زرد رنگ تھے کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے' اور روایت میں ہے جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی پیشانی پر کنکری پڑی اور بلبلا کر پیچھے ہٹا اور پھر اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں' اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے کوئی بھی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے' ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑتا یہاں تک کہ خثعم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں بلک بلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا دل پھٹ گیا تھا' قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا' عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا' زمین عرب میں آبلہ اور چیچک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی سال سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے' پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول اللہ ﷺ اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کو مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا۔ 'ابابیل'

جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں پایا نہیں گیا۔ سجیل کے معنی ہیں بہت ہی سخت اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی غرض سجیل وہ ہے جس میں پتھر مع مٹی کے ہو عصف جمع ہے عصفۃ کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں۔ ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے۔ بعض نحوی کہتے ہیں اس کا واحد ابیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان پرندوں کی چونچ تھی اور پرندوں جیسی اور پنجے تھے کتوں جیسے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سبز رنگ کے پرند تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اور اقوال بھی ہیں یہ پرند باقاعدہ ان لشکروں کے سروں پر پر باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھراؤ کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر پڑا وہ عضو ساقط ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ و بالا ہو گئے عصف کہتے ہیں چارے کو اور کٹی کھیتی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو اور "ماکول" سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کا تہس نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں الٹ ہو گئیں بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ ایسا بھی کوئی ان میں صحیح سالم نہ رہا جو ان کی خبر پہنچائے۔ جو بھی بچا وہ زخمی ہو کر اور اس زخم سے پھر جان بر نہ ہو سکا خود بادشاہ بھی گو وہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا تھا جوں توں صنعا میں پہنچا تھا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا کہ مر گیا اس کے بعد اس کا لڑکا یکسوم یمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی اب سیف بن ذی یذن حمیری کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد طلب کی تاکہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے کسریٰ نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی اور چاروں طرف سے مبارک بادیاں وصول ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیل بان اور چرکٹے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے اس فیل بان کا نام انیسا تھا بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمر بن مقصود کے بھیجا تھا یہ لشکر بیس ہزار کا تھا اور یہ پرندان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان کا ستیاناس ہو چکا تھا لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خود ابرہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا یہ ممکن ہے کہ اس کے ہراول دستہ پر یہ شخص سردار ہو اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں بسط کے ساتھ بیان کیا ہے

سورۂ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ ﷺ اس ٹیلے پر چڑھے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصواء تھک گئی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت ہے اسے اللہ نے روک لیا ہے جس طرح ہاتھیوں کو روک لیا تھا' پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مکے والے جن شرائط پر مجھ سے چاہیں گے میں سب مان لوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوگئی۔ [1] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے' بخاری مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی ﷺ کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو۔ سنو! آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آ گئی ہے جیسے کل تھی' خبردار ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے [2] اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ فیل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ قریش

قریشیوں کے سات فضائل: اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث بیہقی کی کتاب خلافیات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں' دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے' تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاسبان یہ ہیں' چوتھے یہ کہ چاہ زم زم کے ساقی یہ ہیں' پانچویں یہ کہ اللہ نے انہیں ہاتھی والوں پر غالب کیا' چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے اللہ کی عبادت کی اور کوئی عبادت اللہ نہ کرتا تھا' ساتویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی پھر آپ نے بسم اللہ الخ' پڑھ کر یہ سورت تلاوت کی۔ [3]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾
الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

شروع ہے اللہ تعالیٰ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے

قریش کو الفت دلانے کے واسطے ○ انہیں الفت دلائی جاڑے اور گرمی کے سفر میں ○ انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشرط فی الجهاد (۲۷۳۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب کتابة العلم (۱۱۲) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب تحریم مکة و تحریم صیدها و خلاها و شجرها (۱۳۵۵)]

[3] [اسناده ضعیف : مستدرك حاکم (۲/۵۳۶) الخطیب فی تاریخه (۷/۱۹۵) مجمع الزوائد (۱٦٤٤٦)] امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں یعقوب راوی ضعیف اور ابراہیم صاحبِ مناکیر ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں۔ [العلل (٤٧٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

عبادت کرتے رہیں ○ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا' اور ڈر خوف میں امن وامان دیا ○

امن وامان کی ضمانت: موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورت سورۂ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کی آیت کا فاصلہ موجود ہے' مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی سورت سے ہی متعلق ہے جیسے کہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ باامن اس شہر میں رہنے سہنے کیلئے تھا۔ اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں اور گرمیوں میں کیا دور دراز کے سفر امن وامان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکہ جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن وامان سے سفر طے کر لیتا تھا۔ اسی طرح وطن میں ہر طرح کا امن انہیں حاصل ہوتا تھا جیسے اور جگہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنا دیا ہے۔ اس کے آس پاس تو لوگ اچک لئے جاتے ہیں [1] لیکن یہاں کے رہنے والے نڈر ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿لِاِیْلٰفِ﴾ میں پہلا لام تعجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جداگانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے' تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر تعجب کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہئے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا﴾ [2] الخ' یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرم بنایا جو ہر چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوں' پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں نڈر رکھا انہیں چاہئے اس کی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھہرائیں' جو اللہ کے اس حکم کی بجا آوری کرے گا وہ تو دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن وامان سے رہے گا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر' خوف اور انتہائی مایوسی سے بدل جائے گا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً﴾ [3] الخ' اللہ تعالیٰ ان بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن وامان کے ساتھ تھے ہر جگہ سے بافراغت روزیاں کھچی چلی آتی تھیں لیکن انہیں اللہ کی ناشکری کرنے کی سوجھی چنانچہ اللہ نے بھی انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھا دیا یہی ان کے کرتوت کا بدلہ تھا ان کے پاس ان ہی میں سے اللہ کے بھیجے ہوئے آئے' لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا' اس ظلم پر اللہ کے عذابوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔
ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریشیو! تمہیں تو اللہ یوں راحت و آرام فرمائے پہنچائے گھر بیٹھے کھلائے پلائے۔ چاروں طرف بدامنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن وامان سے میٹھی نیند

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ٦٧]
[2] [سورۃ النمل : آیت ٩١]
[3] [سورہ النحل : آیت ١١٢۔١١٣]

سلائے پھرتم پر کیا مصیبت ہے جوتم اپنے اس پروردگار کی توحید سے جی چراؤ اوراس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ۔ (۱) الحمدللہ سورۂ ”لایلاف“ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿١﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿٤﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿٥﴾ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿٧﴾ ع ۳۲

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے○ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے○ اور مسکین کو کھلانے کی رغبت نہیں دیتا○ ان نمازیوں کیلئے ویل نامی جہنم کی جگہ ہے○ جو اپنی نماز سے غافل ہیں○ جو ریا کار ہیں○ اور برتنے کی چیز روکتے ہیں○

یتیم کو دھکے اور نماز میں سستی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ! تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے' یتیم پر ظلم وستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے اس کے ساتھ سلوک واحسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کار خیر پر آمادہ نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ○ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (۲) یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو' پھر فرمان ہوتا ہے کہ غفلت برتنے والے نمازیوں کیلئے ویل ہے یعنی ان منافقوں کیلئے جو لوگوں کے سامنے تو نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کئے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالضحیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں' حضرت عطاء بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں' اللہ کا شکر ہے کہ فرمان باری میں ﴿عَنْ صَلٰوتِهِمْ﴾ ہے ﴿فِىْ صَلٰوتِهِمْ﴾ نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا' نمازوں میں غفلت برتتے ہیں نہیں فرمایا' اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان وشروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع وخضوع اور تدبر وغور و فکر نہ کرے' لفظ قرآن میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا بدنصیب ہے' اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل والا ہے اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے' بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ

---

(۱) [اسنادہ ضعیف: مسند احمد (۴۶۰/۶) طبرانی کبیر (۱۷۷/۲۴) مجمع الزوائد (۱۴۶/۷)] اس کی سند میں لیث ابن ابی سلم اور شہر بن حوشب ضعیف ہے۔]

(۲) [سورہ الفجر : آیت ۱۷-۱۸]

فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینگ اس میں ملالے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے جس میں اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرے (۱) یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے' یہ شخص مکروہ وقت کھڑا ہوتا ہے اور کوے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع وخضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے۔ انہی منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (۲) یعنی منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں' یہ جب بھی نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے ہارے باد ل ناخواستہ صرف لوگوں کے دکھاوے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اللہ کی یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ ریاکاری کرتے ہیں۔ لوگوں میں نمازی بنتے ہیں' طبرانی کی حدیث میں ہے ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جہنم کی ہر دن اس سے چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے' یہ ویل اس امت کے ریاکار علماء کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنے والوں کیلئے ہے اور ریاکاری کے طور پر حج کرنے والوں کیلئے ہے اور ریاکاری کے طور پر جہاد کرنے والوں کیلئے ہے (۳) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کیلئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے ذلیل وحقیر کرے گا (۴) ہاں اس موقعہ پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہوگئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں۔ اس کی دلیل مسند ابو یعلی موصلی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سرکار نبوی میں ذکر کیا کہ حضور ﷺ میں تو تنہا نوافل پڑھتا ہوں لیکن اچانک کوئی آجاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے آپ نے فرمایا تمہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا ظاہر کرنے کا۔ (۵) حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے یہ حدیث ریاکاروں کیلئے بھی اچھی چیز ہے' یہ حدیث بروئے اسناد غریب ہے' لیکن اسی معنی کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے' ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ تم میں سے ہر شخص کو مثل

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب التبکیر بالعصر (۶۲۲)]

(۲) [سورۃ النساء: آیت ۱۴۲]

(۳) [ضعیف ومنقطع: طبرانی کبیر (۱۲۸۰۳)]

(۴) [صحیح: مسند احمد (۲/۲۱۲) مجمع الزوائد (۱۰/۲۲۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۷۰۸۵)]

(۵) [ضعیف: ابن ماجہ : کتاب الزہد : باب الثناء الحسن (۴۲۲۱) ترمذی : کتاب الزہد : باب عمل السر (۲۳۸۴) شرح السنۃ للبغوی (۴۱۴۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلۃ الضعیفہ (۴۳۴۴)]

تمام دنیا کے دیا جائے اس سے مراد وہ شخص ہے۔ کہ نماز پڑھے تو اس کی بھلائی سے اسے کچھ سروکار نہ ہو اور نہ پڑھے تو اللہ کا خوف اسے نہ ہو۔ ① اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسی آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں۔ ② اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسرے معنی یہ کہ شرعی وقت نکال دیتے ہیں پھر پڑھتے ہیں۔ یہ معنی بھی ہیں کہ اوّل وقت میں ادا نہیں کرتے' ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تنگ وقت کر ڈالتے ہیں' زیادہ صحیح موقوف روایت ہی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح ہے' امام حاکم رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ پس جس طرح یہ لوگ عبادت رب میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لئے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جوں کی توں واپس کر دیں۔ پس ان خسیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ماعون کا مطلب ادائیگی زکوٰۃ بھی مروی ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز میں ریا کاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں ہاتھ روکنا ہے۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے اس لئے اسے ادا نہیں کرتے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ماعون ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں جیسے کدال' پھاوڑا' دیگچی ڈول وغیرہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے' اور روایت میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے ③ نسائی کی حدیث میں ہے ہر نیک چیز صدقہ ہے' ڈول اور ہنڈیا یا پتیلی مانگنے پر نہ دینے کو ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ماعون سے تعبیر کرتے تھے۔ ④ غرض اس کے معنی زکوٰۃ نہ دینے کے اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں' چھوٹی چھوٹی بے جان چیزیں کوئی دو گھڑی کیلئے مانگنے آئے اس سے ان کا انکار کر دینا مثلاً چھلنی' ڈول' سوئی' سل' بٹا' کدال' پھاوڑا' پتیلی' دیگچی وغیرہ' ایک غریب حدیث میں ہے کہ قبیلہ نمیر کے وفد نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ماعون سے منع کرنا' انہوں نے

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۰۵۵)] اس میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [ضعیف مرفوعا : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۰۳٤) مجمع الزوائد (۱۱۵۲٤)] اس کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ موقوفا صحیح ہے۔]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۳۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے مرفوع کے حکم میں کہا ہے۔]

④ [حسن : ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی حقوق المال (۱٦۵۷) مسند بزار (۲۲۹۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۹/۱۰) نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی ویمنعون الماعون (۱۱۷۰۱)، (۵۲۲/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۱٤۰۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

پوچھا ماعون کیا ہے؟ فرمایا پتھر لوہا پانی انہوں نے پوچھا لوہے سے مراد کونسا لوہا ہے؟ فرمایا یہی تمہاری تانبے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ پوچھا پتھر سے کیا مراد؟ فرمایا یہی دیگچی وغیرہ [1] یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ علی نمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جب ملے سلام کرے جب سلام کرے بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے میں نے پوچھا حضور ﷺ ماعون کیا؟ فرمایا پتھر لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں۔ [2] واللہ اعلم۔
الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے احسان اور رحم سے اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الکوثر

بعض کے نزدیک مکیہ ہے اور بعض کے نزدیک مدنیہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
یقیناً ہم نے تجھے کوثر دی ○ پس تو اپنے رب کی نمازیں پڑھ اور قربانی کر ○ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے ○

نہر کوثر کا ذکر: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر کہ آپ کیوں مسکرائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اس وقت سورت اتری پھر آپ نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر اس پوری سورت کی تلاوت کی اور فرمایا جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا وہ ایک جنت کی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں [3] اور حدیث میں وارد ہوا ہے

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٦٨٤)] اس میں دلہم بن دہشم راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف : اسد الغابة لابن الاثیر (٤/١٢٧) الاصابه لابن حجر (٢/٥١١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب حجة من قال البسملة اية من اول كل سورة سوى براۃ (٤٠٠) مسند احمد (٣/١٠٢) ابوداود : کتاب الصلاۃ : باب من لم يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم (٧٨٤) نسائی : کتاب الافتتاح : باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم (٢/١٣٣)]

کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گرتے ہوں گے [۱] نسائی کی حدیث میں ہے یہ واقعہ مسجد میں گزرا [۲] اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے' اور اکثر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہر سورت میں اس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی' اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے۔ اس کے دونوں جانب موتی کے خیمے ہیں' اس کی مٹی خالص مشک ہے اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں [۳] اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دے رکھی ہے [۴] اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں' ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے آپ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں۔ (ابن جریر) [۵] اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا (مسند احمد) [۶] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ نہر جنت کے درمیان میں ہے۔ [۷] ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز کو جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسی آواز آتی ہے نہ کہ خاص اسی کی آواز ہو۔ [۸] واللہ اعلم۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد وہ

---

[۱] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب اثبات حوض نبینا محمد وصفاتہ (۲۳۰۱) مسند احمد (۴۲۴/۴)]

[۲] [صحیح: نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم (۹۰۵)]

[۳] [صحیح: مسند احمد (۱۵۲/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۳۵۷۸)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۲۵۱۳)] حسین سلیم اسد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی مسند ابی یعلی (۳۵۲۹)]

[۴] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورۃ انا اعطینک الکوثر (۴۹۶۴) مسند احمد (۱۰۳/۳)]

[۵] [اسنادہ قوی: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۷۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔]

[۶] [صحیح: مسند احمد (۲۲۱/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۷۷)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [الترغیب والترھیب (۵۵۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۳۳۰۶)]

[۷] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۱/۳۰)]

[۸] [ضعیف و منقطع: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۱/۳۰)] اس میں انقطاع ہے۔ نیز اس میں ابوجعفر رازی راوی ضعیف ہے۔]

قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازیں خالص اللہ ہی کیلئے ادا کر اس کے سوا کسی اور کیلئے نہ کر' اسی طرح اسی کی راہ میں خون بہا کسی اور کے نام پر قربانی نہ کر نہ اس کا شکر بجالا جس نے تجھے یہ بزرگی دی اور وہ نعمت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھی کو اس کے ساتھ خاص کیا' یہی قول بہت اچھا ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ اور عطا رحمہ اللہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے دشمنی رکھنے والا ہی قلت و ذلت والا' بے برکتا اور دم بریدہ ہے' یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں اتری ہے' یہ پاجی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سنتا تو کہتا اسے چھوڑ وہ دم کٹا ہے اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا' اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوتی ہے' شمر بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت اتری ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے' بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ جو اپنی پوری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے' حالانکہ ہم حاجیوں کے اہل میں سے ہیں' بیت اللہ ہمارے ہاتھ میں ہے' زم زم پر ہمارا قبضہ ہے۔ تو یہ خبیث کہنے لگا بیشک تم اس سے بہتر ہو اس پر یہ آیت اتری' اس کی سند صحیح ہے' حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاجزادے کا انتقال ہوا تو یہ بدنصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد کی نسل کٹ گئی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے' آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لئے گئے وہ بھی جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی' ابتر کے معنی ہیں تنہا عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مر جائے تو کہتے ہیں ابتر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاجزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری' تو مطلب یہ ہوا کہ ابتر وہ ہے جس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر مٹ جائے' ان مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لڑکے تو انتقال کر گئے وہ نہ رہے جن کی وجہ سے ان کے انتقال کے بعد ان کا نام رہتا۔ حاشا و کلا اللہ تعالیٰ آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا' آپ کی شریعت ابدالآباد تک باقی رہے گی' آپ کی اطاعت ہر ایک پر فرض کر دی گئی ہے آپ کا پیارا اور پاک نام ہر مسلم کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجتا رہے گا' بحر و بر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی' اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اولاد پر اور ازواج و اصحاب رضی اللہ عنہم پر قیامت تک درود و سلام بے حد و بکثرت بھیجتا رہے' (آمین) الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے احسان و رحم سے سورۂ کوثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد والمنہ۔

تفسیر سورۃ الکافرون

سورۂ کافرون کا تعارف: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو اور سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کو طواف کے بعد کی دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا۔ ① صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت ﷺ انہی دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ② مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس اوپر کچھ دفعہ یا دس اور کچھ مرتبہ سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی ③ (یعنی اتنی مرتبہ میں نے یہ سورتیں آپ کو ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے بخوبی دیکھا ④ مسند ہی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ مہینہ بھر تک میں نے آپ کو ان دونوں رکعتوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا۔ یہ روایت ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے ⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں، وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ بھی ⑥ مسند احمد میں روایت ہے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہماری ربیبہ زینب کی پرورش تم اپنے ہاں کرو، میرے خیال سے یہ حضرت زینب تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے

---

① [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الحج : باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

② [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب رکعتی سنة الفجر (۷۲۶)]

③ [صحیح: مسند احمد (۲/۲٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۲۱۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اسے احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔]

④ [صحیح: مسند احمد (۲/۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵٤٤۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اسے احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔]

⑤ [صحیح: ابن ماجه : کتاب الصلاة : باب ما جآء فیما یقراء فی الرکعتین قبل الفجر (۱۱٤۹) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی تخفیف رکعتی الفجر وما کان النبی یقرا فیهما (٤۱۷) نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءة فی الرکعتین بعد المغرب (۹۹۳) مسند احمد (۲/۹٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اسے شیخ احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

⑥ [صحیح دون فضل زلزلت: ترمذی : کتاب التفسیر : باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹٤)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾

میں پڑھتا ہوں اللہ کے نام کی برکت سے جو رحمٰن ورحیم ہے

کہہ دے کہ اے کافرو! ○ کہ نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجوں ○ نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو ○ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا ○ نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی عبادت میں کر رہا ہوں ○ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے ○

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا: اس سورۂ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور اللہ کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے، گو یہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں، اس کا شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی اللہ کی عبادت کریں گے، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ نے اپنے نبی برحق ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم اللہ کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا، گو تم بھی میرے معبود برحق اللہ وحدہ لاشریک لہ کو نہ پوجو، پس ''ما'' یہاں پر معنی میں من کے ہے، پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا، نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں، بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس

---

① [صحیح: مسند احمد (۵/۴۵٦) ابو داؤد: کتاب الادب: باب ما یقول عند النوم (۵۰۵۵) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۴۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

② [حسن بالشواهد: طبرانی اوسط (۱۹۸۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۱۲۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے۔]

اور مشرکین کے معبود بجز اللہ کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی اللہ کا بتلایا ہوا نہیں اسی لئے فرمایا کہ تمہارا

دین تمہارے لئے میرا میرے لئے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِیْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ② یعنی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں، اور جگہ فرمایا ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ ③ ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین ہے یعنی اسلام، یہ لفظ اصل میں ''دینی'' تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف نون ہے اس لئے اس میں بھی ''یا'' کو حذف کر دیا جیسے ''فَهُوَ يَهْدِيْنِ'' میں اور ''يَسْقِيْنِ'' میں، بعض مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لئے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا، اسی طرح نہ تم اب میرے اللہ کو پوجتے ہو نہ آئندہ اس کی عبادت کرو گے، اس سے مراد کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا اللہ کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ ④ یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اس سے ان میں اکثر تو سرکشی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں۔ ابن جریر نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملے کا لانا تاکید کیلئے ہے جیسے ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ⑤ میں اور جیسے ﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ ⑥ پس ان دونوں جملوں کو دو مرتبہ لانے کی حکمت یہ تین قول ہوئے، ایک تو یہ پہلے جملے سے مراد معبود دوسرے سے مراد طریق

---

① [سورة النجم : آیت ۲۳]
② [سورة یونس : آیت ٤١]
③ [سورة القصص: آیت ٥٥]
④ [سورة المائدہ : آیت ٦٤]
⑤ [سورة الانشراح : آیت ٥-٦]
⑥ [سورة التکاثر : آیت ٦-٧]

عبادت‘ دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ‘ تیسرے یہ کہ پہلے جملے کی تاکید دوسرے دونوں جملوں سے ہے‘ لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی توجیہ بھی ہے جسے حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں‘ وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے‘ تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے‘ یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے‘ یہ قول بھی بہت اچھا ہے‘ واللہ اعلم۔ حضرت امام ابوعبداللہ شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لئے یہود نصرانی کا اور نصرانی یہود کا وارث ہوسکتا ہے جبکہ ان دونوں میں نسب یا سبب ورثے کا پایا جائے‘ اس لئے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں‘ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کا مذہب اس کے برخلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہوسکتا ہے نہ نصرانی یہود کا کیونکہ حدیث ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔[1] سورۂ ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

تفسیر سورۃ النصر

قرآن کا چوتھائی حصہ: پہلے وہ حدیث بیان ہوچکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبید اللہ بن عبداللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کونسی سورت اتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورت ﴿اِذَا جَـآءَ﴾ تو آپ نے فرمایا تم سچے ہو (نسائی)[3] حافظ ابوبکر بزار اور حافظ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت وارد کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اتری تو آپ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے‘ اسی وقت حکم دیا اور آپ کی اونٹنی قصویٰ کسی گئی‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور اپنا پر زور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے‘[4] بیہقی میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آ گئی ہے‘ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رونے لگیں یک دم ہنس دیں جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رلا دیا لیکن روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا بیٹی صبر کرو میری اہل میں سب

---

[1] [حسن صحیح: ابوداؤد: کتاب الفرائض: باب هل یرث المسلم (۲۹۱۱) ابن ماجه: کتاب الفرائض: باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرك (۲۷۳۱) ترمذی: کتاب الفرائض: باب لا یتوارث اهل ملتین (۲۱۰۸) مسند احمد (۲/۱۷۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ما جاء فی اذا زلزلت (۲۸۹۵)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۲/۲۲٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سلمہ بن وردان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التفسیر (۳۰۲٤)]

[4] [ضعیف: بیهقی (۵/۱۵۲)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ①

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ رحم کرنے والے مہربان کے

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ○ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق آتا دیکھ لے ○ تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرنے لگ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ' بیشک وہ معاف کرنے والا ہے ○

سورۂ نصر پیغمبر ﷺ کی وفات کا پیغام: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی ہو گی اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں' ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں' خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج انہیں کچھ دکھانا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ سورۂ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد اللہ آ جائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں' فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا پیغام ہے آپ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپ تسبیح' حمد اور استغفار میں مشغول ہو جایئے' حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں۔ (بخاری) ② جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب اسی سال میرا انتقال ہو جائے گا مجھے میرے انتقال کی خبر دی گئی ہے' (مسند احمد) ③ مجاہد رحمہ اللہ ابو العالیہ رحمہ اللہ ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مدینہ شریف میں تھے فرمانے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر! اللہ کی مدد آ گئی اور فتح بھی' یمن والے آ گئے۔ پوچھا گیا حضور ﷺ یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا وہ نرم دل لوگ ہیں سلجھی ہوئی طبیعت والے ہیں ایمان تو اہل یمن کا ہے اور سمجھ بھی اہل یمن کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے

---

① [**ضعیف**: طبرانی کبیر (۱۱۹۰۷)] اس کی سند میں ہلال بن خباب راوی ضعیف ہے۔]

② [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالى فسبح بحمد ربك (۴۹۷۰)]

③ [مسند احمد (۲۱۷/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۸۷۳)] البتہ شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شیخ احمد شاکر ؒ نے صحیح کہا ہے۔]

(ابن جریر) [۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری چونکہ اس میں آپ کے انتقال کی خبر تھی تو آپ نے اپنے کاموں میں اور کمر کس کی اور تقریباً وہی فرمایا جو اوپر گزرا (طبرانی) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے آخری سورت یہی ہے (طبرانی) [۳] اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری آپ نے اس کی تلاوت کی اور فرمایا لوگ ایک کنارہ ہوں میں اور میرے اصحاب ایک کنارہ ہیں سنو! فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے' مروان کو جب یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سنائی تو یہ کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے اس وقت مروان کے ساتھ اس کے تخت پر حضرت رافع بن خدیج اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن اس کو تو اپنی سرداری چھن جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدے سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے' مروان نے یہ سن کر کوڑا اٹھا کر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان سن! حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سچ بیان فرمایا ہے (مسند احمد) [۴] یہ حدیث ثابت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے' جب تمہیں چلنے کا کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ [۵]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے' ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کر دے اور ہماری مدد فرما دے تو ہمیں حکم مل رہا ہے کہ ہم اس کی تعریفیں بیان کریں' اس کا شکر کریں' اس کی پاکیزگی بیان کریں' نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں' یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور یہ تفسیر بھی نہایت پیاری ہے' دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن ضحیٰ کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ [۶] گو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضحیٰ کی نماز تھی لیکن ہم

---

[۱] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲۳۰) مسند ابو یعلی (۲۵۰۵)] اس کی سند میں حسین بن عیسیٰ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔]

[۲] [طبرانی کبیر (۱۱۹۰۳) مجمع الزوائد (۱٤۲٤)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

[۳] [طبرانی کبیر (۱۰۷۳٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[۴] [صحیح لغیرہ دون الجملة : مسند احمد (۲۲/۳)، (۱۸۷/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ الناس حیز وأنا وأصحابی حیز ﴾ کے علاوہ صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۱۱٦۷)]

[۵] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب لا یحل القتال بمکة (۱۸۳٤) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب تحریم مکة وصیدها وخلاها (۱۳۵۳) نسائی : کتاب المناسك : باب حرم مکة (۲۸۷۷) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الهجرة هل انقطعت (۲٤۸۰) ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی الهجرة (۱۵۹۰)]

[۶] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التقصیر : باب من تطوع فی السفر (۱۱۰۳) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب صلاة الضحی (۸۰۳۳٦)]

کہہ سکتے ہیں کہ ضحیٰ کی نماز آپ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اس دن جبکہ شغل اور کام بہت زیادہ تھا مسافرت تھی یہ کیسے پڑھی؟ آپ کی اقامت فتح کے موقعہ پر مکہ شریف میں رمضان کے آخر تک انیس دن رہی' آپ فرض نماز کو بھی قصر کرتے رہے روزہ نہیں رکھا اور تمام لشکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا' ان حقائق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ نماز فتح کے شکر یہ کی نماز تھی' اسی لئے سردار لشکر امام وقت پر مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت نماز ادا کرے' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن والے دن ایسا ہی کیا تھا' ان آٹھ رکعت کو دو دو رکعتیں کر کے ادا کرے' گو بعض کا قول یہ بھی ہے کہ آٹھوں ایک ہی سلام سے پڑھ لے' لیکن ابوداؤد کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے [1] دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کی ہے اس میں آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ اپنی بستی مکہ فتح کر لیں جہاں سے ان کفار نے آپ کو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ کے جھنڈے تلے آ جائیں جوق در جوق لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنے کی اور ہم سے ملاقات کی تیاریوں میں لگ جاؤ سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے لینا تھا پورا ہو چکا اب آخرت کی طرف نگاہیں ڈالو جہاں آپ کیلئے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ کیلئے وہاں ہے' وہیں آپ کی مہمانی تیار ہے اور مجھ جیسا میزبان ہے' تم ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ استغفار میں لگ جاؤ' صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدے میں بکثرت ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾ پڑھا کرتے تھے آپ قرآن کی اس آیت ﴿فَسَبِّحْ﴾ الخ' پر عمل کرتے تھے [2] اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ﴾ اللہ کی پاک ذات ہے اس کیلئے سب تعریفیں مختص ہیں' میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف جھکتا ہوں' اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ فتح ہو گیا اور دین اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بکثرت کہوں چنانچہ بحمد للہ میں اسے دیکھ چکا لہٰذا اب اس وظیفے میں مشغول ہوں (مسند احمد) [3] ابن جریر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں بیٹھتے اٹھتے' چلتے پھرتے' آتے جاتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا کرتے میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا

---

[1] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب التطوع: باب صلاۃ الضحی (۱۲۹۰) ابن ماجہ (۱۳۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الدعاء فی الرکوع (۷۹۴)، (۴۲۹۳) صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب ما یقال فی الرکوع والسجود (۴۸۴) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا (۸۸۹) نسائی: کتاب التطبیق (۱۰۴۸)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب ما یقال فی الرکوع والسجود (۴۸۴)]

وجہ ہے؟ تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم الٰہی یہی ہے۔ ① کسی مجلس میں بیٹھیں پھر وہ مجلس برخاست ہو تو پھر کیا پڑھنا چاہئے اسے ہم تو اپنی مستقل تصنیف میں لکھ چکے ہیں' مسند احمد میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ اسے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ یہ پڑھتے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ ② فتح سے پہلے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے' عموماً عرب قبائل اسی کے منتظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ جائیں اور مکہ ان کے زیر نگیں آ جائے تو پھر ان کے نبی ہونے میں ذرا سا بھی شک شبہ نہیں اب جبکہ اللہ نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ فتح کرا دیا تو یہ سب اسلام میں آ گئے' اس کے بعد دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا' اور ہر ایک قبیلے میں اسلام اپنا راج کرنے لگا' فالحمد للہ۔ صحیح بخاری شریف میں بھی حضرت عمرو بن سلمہ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ مکہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلے نے اسلام کی طرف سبقت کی ان سب کو اسی بات کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑو دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آ جائیں گے اور مکہ پر ان کا جھنڈا نصیب ہو جائے گا۔ ③

''ہم نے غزوہ فتح مکہ کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی 'سیرۃ' کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیلات دیکھنا چاہیں وہ اس کتاب کو دیکھ لیں'' فالحمد للہ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن جابر رضی اللہ عنہ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کرنے کیلئے گئے تو انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور ان کے اختلاف کا حال بیان کیا اور ان کی نو ایجاد بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ اللہ کے حبیب' شافع روز جزا حضرت محمد ﷺ سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔ ④ اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

تفسیر سورۃ تبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ع ۵ / ۳۶

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲۴۸)] اس میں حفص بن سلیمان ضعیف ہے۔]

② [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱/۴۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۶۸۳)] مزید دیکھئے : السلسلة الصحیحة (۲۰۸۴)]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی (۴۳۰۲)]

④ [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۴۳) مجمع الزوائد (۷/۲۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط نے جار جابر بن عبداللہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۴۶۹۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

میں اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں جو بڑا رحمان نہایت رحیم ہے

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں وہ خود ہلاک ہو گیا○ نہ تو اس کا مال کام آیا اور نہ اس کی کمائی○ بھڑ کنے والی آگ میں وہ جائے گا○ اور اس کی بیوی بھی؛ جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے○ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہو گی○

بدترین میاں بیوی: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطحا میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی آواز سے ''یَا صَبَاحَاهُ یَا صَبَاحَاهُ'' کہنے لگے قریش سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب نے کہا تجھے ہلاکت ہو' کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری (بخاری) [1]

دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھاڑتا ہوا یوں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ تَبَّتْ بددعا ہے اور تب خبر ہے' یہ ابو لہب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابو عتبہ تھی اس کے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جاتا تھا' یہ حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا ہر وقت ایذا دہی' تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا' ربیعہ بن عباد دیلی رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے لوگوں کا مجمع آپ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ہی ایک گورے چٹے چمکتے چہرے والا بھینگی آنکھ والا جس کے سر کے بڑے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ آیا اور کہنے لگا لوگو! یہ بے دین ہے' جھوٹا ہے۔ غرض آپ لوگوں کے مجمع میں جا کر اللہ کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ دشمن پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے (لعنۂ اللہ) (مسند احمد) ابوالزیاد نے راوی حدیث حضرت ربیعہ سے کہا کہ آپ تو اس وقت بچہ ہوں گے فرمایا نہیں میں اس وقت خاصی عمر کا تھا مشک لاد کر پانی بھر لایا کرتا تھا [2] دوسری روایت میں ہے میں اپنے باپ کے ساتھ تھا میری جواں عمر تھی اور میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تاکہ میں اس کا کام بجا لاؤں جس کا حکم مجھے دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے' آپ یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے تو آپ کا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو! یہ شخص تمہیں لات وعزیٰ سے ہٹانا چاہتا ہے اور بنو مالک بن اقیش کے تمہارے حلیف جنوں سے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ما اغنی عنه ماله وما کسب (٤٩٧٢)]

[2] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٣٤١/٤) مستدرك حاکم (١٦/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٩٠٠٥)]

تمہیں دور کر رہا ہے اور اپنی نئی لائی ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں گھسیٹ رہا ہے' خبردار نہ اس کی سننا نہ ماننا (احمد وطبرانی) [1] اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برباد ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی' اس کی اولاد اس کے کام نہ آئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے بھتیجے کی باتیں حق ہیں تو میں قیامت کے دن اپنا مال و اولاد اللہ کو فدیہ میں دے کر اس عذاب سے چھوٹ جاؤں گا اس پر یہ آیتیں ﴿مَا اَغْنٰی﴾ الخ' اتری۔

پھر فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانے والی اور بہت تیز ہے داخل ہوگا' اور اس کی بیوی بھی جو قریش عورتوں کی سردار تھی اس کی کنیت ام جمیل تھی نام اروی تھا' حرب بن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان کی بہن تھی اور اپنے خاوند کے کفر و عناد اور سرکشی و دشمنی میں یہ بھی اس کے ساتھ تھی اس لئے قیامت کے دن عذابوں میں بھی اسی کے ساتھ ہوگی' لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لائے گی اور جس آگ میں اس کا خاوند جل رہا ہوگا ڈالتی جائے گی اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے مراد اس کا غیبت گو ہونا ہے' امام ابن جریر اسی کو پسند کرتے ہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل کی خاردار لکڑیاں چن لاتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا' لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے' واللہ اعلم۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس ایک نفیس ہار تھا کہتی تھی کہ اسے میں فروخت کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں خرچ کروں گی اور یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

''مسد'' کے معنی کھجور کی رسی کے ہیں۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک کڑی ستر ستر گز کی ہے۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اونٹ کی کھال کی اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی لوہے کا طوق۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری تو یہ بھینگی عورت ام جمیل بنت حرب اپنے ہاتھ میں نوکدار پتھر لئے یوں کہتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی:

مُذَمَّمًا اَبَيْنَا وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا وَاَمْرَهٗ عَصَيْنَا

یعنی ہم مذمم کے منکر ہیں' اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آ رہی ہے

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۴۹۲/۳) طبرانی کبیر (۴۰۸۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں حسین بن عبداللہ ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۹/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسین بن عبداللہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۶۰۲۵)]

ایسا نہ ہو آپ کو دیکھ لے آپ نے فرمایا صدیق بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی، پھر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی تاکہ اس سے بچ جائیں، خود قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ [1] یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ ڈائن آ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو گئی گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے لیکن حجابوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری کوئی ہجو نہیں کی تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش تو جانتے ہیں کہ ان کے سردار کی بیٹی ہوں [2] (ابن ابی حاتم) ایک مرتبہ یہ اپنی چادر اوڑھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذمم غارت ہو۔ ام حکیم بنت عبد المطلب نے کہا میں تو پاک دامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور دوست پسند ہوں پس داغ نہ لگاؤں گی اور ہم سب ایک ہی دادا کی اولاد میں سے ہیں اور قریش ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ شعر گوئی جانتے ہیں نہ کبھی آپ نے شعر کہے، اس کے جانے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ آپ نے فرمایا فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی [3] بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہو گی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں ڈال دیا جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا، ڈول کی رسی کو عرب مسد کہہ دیا کرتے ہیں۔ عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اس معنی میں لایا گیا ہے، ہاں یہ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ان کی بدبختی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے۔ باطن میں نہ چھپے نہ کھلے، پس یہ صورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے۔

---

[1] [سورہ الاسرا: آیت ۴۵]

[2] [صحیح: مستدرک حاکم (۳۶۱/۲) مسند حمیدی (۱۵۳/۱) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۹۵/۲) مجمع الزوائد (۱۱۵۲۹) ابو نعیم (ص: ۶۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ابن ابی حاتمؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [کما فی الدر المنثور للسیوطی (۱۸۶/۴)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے "صحیح السیرة النبویة" میں نقل فرمایا ہے۔ [ص: ۱۳۸]]

[3] [حسن: مسند بزار (۲۹۴)، (۱۲۱/۲-۱۲۲) مسند ابو یعلی (۲۳۵۸۵)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۷۳۸/۸)] شیخ علوی بن عبد القادر سقاف بھی اسے قابل تحسین قرار دیتے ہیں۔ [تخریج احادیث و آثار کتاب فی ظلال القرآن (ص: ۳۵۷)]

حضور ﷺ کی نبوت کی۔ اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور اسی کے فضل و کرم اور اسی کے احسان و انعام کی یہ برکت ہے۔

تفسیر سورۃ الاخلاص

سورۂ اخلاص کی فضیلت: مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ صَمَد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اس کی اولاد ہو' اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مرے گا بھی اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے اللہ عزوجل نہ مرے نہ اس کا کوئی وارث ہو اس جیسا اور اس کی جنس کا کوئی نہیں نہ اس کے مثل کوئی چیز ہے۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے [1] ابو یعلی موصلی میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ سوال کیا تھا [2] اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اتری [3] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کی نسبت ہے اور اللہ کی نسبت یہ سورت ہے [4] صمد اسے کہتے ہیں جو کھوکھلا نہ ہو' بخاری شریف کتاب التوحید میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ الخ' پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟' پوچھنے پر کہا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے [5] بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا کے امام تھے ان کی عادت تھی کہ الحمد للہ ختم کر کے اس سورت کو پڑھتے پھر جون سی سورت پڑھنی ہوتی یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے' ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے ہیں پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یہ کیا؟ یا تو آپ صرف اسی کو پڑھئے یا چھوڑ دیجئے دوسری سورت ہی پڑھا کیجئے انہوں نے جواب دیا میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں' اب انہیں یہ بھاری پڑی جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھانا بھی گوارا نہ ہوسکا' ایک دن جبکہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان

---

[1] [حسن دون الجملة :ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة اخلاص (٣٣٦٤) مسند احمد (١٣٤/٥) مستدرک حاکم (٥٤٠/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے ان الفاظ ﴿والصمد الذی ......﴾ کے علاوہ اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف :مسند ابو یعلی (٢٠٤٤)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[3] [حسن بالشواهد :ابو الشیخ فی العظمة (٩١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف :طبرانی اوسط (٧٣٦)] اس میں الوازع بن نافع راوی ضعیف ہے۔]

[5] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب ما جآء فی دعآء النبی امته الی توحید الله تعالی (٧٣٧٥) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل قراءة قل هو الله احد (٨١٣)]

لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے امام صاحب سے کہا تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھے اس سورت سے بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا[1] ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا میں اس سورت سے بہت محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا[2] ایک شخص نے کسی کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار دوہرا رہا ہے۔ صبح کے وقت آ کر اس نے حضور ﷺ سے ذکر کیا گویا کہ وہ اسے ہلکے ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن کے ہے (بخاری)[3] صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھاری پڑا اور کہنے لگے بھلا اتنی طاقت تو ہر ایک میں نہیں آپ نے فرمایا سنو! سورہ ﴿قل هو الله﴾ تہائی قرآن ہے[4] مسند احمد میں ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے حضور ﷺ سے جب یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے[5] ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن کا پڑھ لیا کرے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے یہ کس سے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے' اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی آ گئے آپ نے سن لیا اور فرمایا ابوایوب رحمہ اللہ سچ کہتے ہیں (مسند احمد)[6] ترمذی میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج تہائی قرآن سناؤں گا لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ گھر سے آئے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ الخ' پڑھی اور پھر گھر چلے گئے اب صحابہ میں باتیں ہونے لگیں کہ وعدہ تو حضور ﷺ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سنائیں گے شاید آسمان سے کوئی وحی آ گئی ہو۔ اتنے میں آپ پھر واپس آئے اور فرمایا میں نے تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا' سنو! یہ سورت تہائی

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان (۷۷٤)]

② [حسن صحیح : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی سورة الاخلاص (۲۹۰۱) مسند احمد (۱٤۱/۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند شواہد کے ساتھ حسن ہے۔]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة قل هو الله احد (۵۰۱۳) ابوداؤد : کتاب الوتر : باب فی سورة الصمد (۱٤٦۱)]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل قل هو الله احد (۵۰۱۵)]

⑤ [ضعیف : مسند احمد (۱۵/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۱۱۱۵)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

⑥ [ضعیف : مسند احمد (۱۷۳/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳۰۷/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۶۶۱۳)]

قرآن کے برابر ہے۔ ① حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر دن تہائی قرآن شریف پڑھ لیا کرو لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس سے عاجز اور بہت ضعیف ہیں' آپ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کئے ہیں' ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تیسرا حصہ ہے (مسلم' نسائی وغیرہ) ② ایسی ہی روایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں سے آ رہے تھے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے تو آپ نے ایک شخص کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا واجب ہوگئی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا جنت (ترمذی' نسائی) ③ ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو رات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے ④ مسند احمد میں ہے عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پیاسے تھے رات اندھیری تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تھا کہ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپ آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ۔ میں چپ کا رہا' آپ نے پھر فرمایا پڑھ۔ میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا ہر صبح شام تین مرتبہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ لیا کر یہ کافی ہو جائے گی۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کرے گی ⑤ مسند کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں وہ کلمات یہ ہیں ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ان کے راوی خلیل بن مرہ ہیں' جنہیں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بہت ضعیف بتلاتے ہیں ⑥ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لے

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل القرآن : باب فضل قراءۃ قل هو الله احد (۸۱۲) ترمذی : کتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص (۲۹۰۰) مسند احمد (۲/۴۲۹)]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل القرآن : باب فضل قراءۃ قل هو الله احد (۸۱۱) مسند احمد (۶/۴۴۲۔ ۴۴۷)]

③ [صحیح : ترمذی : کتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص (۲۸۹۷)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

④ [اسنادہ ضعیف : مسند ابو یعلی (۴۱۱۸) مجمع الزوائد (۱۱۰۴۹)] اس میں عیسی بن موسیٰ اور یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [حسن : ابو داؤد : کتاب الادب : باب ما یقول اذا اصبح (۵۰۸۲) ترمذی (۳۵۷۵) نسائی (۵۴۴۳) وفی السنن الکبری (۷۸۶۰) عبد الله بن احمد فی زوائد المسند (۵/۳۱۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑥ [ضعیف : مسند احمد (۴/۱۰۳)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند خلیل بن مرہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۶۹۵۲)]

گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر تو ہم بہت سے محل بنوالیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے۔ [1] دارمی میں ہے کہ دس مرتبہ پر ایک محل، بیس پر دو، تیس پر تین، الخ یہ حدیث مرسل ہے۔ [2] ابویعلی موصلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں [3] اسی کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایک دن میں دوسو مرتبہ پڑھ لے اس کیلئے ایک ہزار پانچ سونیکیاں لکھی جاتی ہیں، بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو [4] ترمذی کی اس حدیث میں ہے کہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ کہ اس پر قرض ہو [5] ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ جو شخص سونے کیلئے اپنے بستر پر جائے پھر داہنی کروٹ لیٹ کر سو دفعہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائے گا اے میرے بندے! اپنی داہنی طرف سے جنت چلا جا۔ [6] بزار کی ضعیف سند والی حدیث میں ہے جو شخص اس سورت کو دوسو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دوسو سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے [7] نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دے کر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہمسر اور ساتھی کوئی اور۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے اللہ کے اس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی سوال کیا جائے تو عطا ہو اور جب کبھی اس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو۔ [8] ابویعلی میں ہے

---

[1] [ضعیف مسند احمد (۴۳۷/۳) طبرانی کبیر (۱۷۱۵۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (۸۹۳)] اس کی سند میں ابن لہیعہ، ابن فائد اور ابن معاذ تینوں راوی ضعیف ہیں۔]

[2] [مرسل دارمی (۴۵۹/۲)] یہ روایت مرسل ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف دارمی (۴۶۱/۲)] اس کی سند میں نوح بن قیس راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف مسند ابو یعلی (۳۳۶۵)] اس میں حاتم بن میمون راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف ترمذی : کتاب ثواب القرآن : باب ما جآء فی سورۃ الاخلاص (۲۸۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلۃ الضعیفہ (۳۰۰)]

[6] [ضعیف ضعیف الترغیب للألبانی (۳۴۸) ضعیف ترمذی (۵۵۲) ضعیف الجامع (۵۳۸۹)]

[7] [ضعیف مسند بزار (۸۴/۳)] اس کی سند میں اغلب بن تمیم راوی منکر الحدیث ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[8] [صحیح ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الدعا (۱۴۹۳) ابن ماجہ : کتاب الدعاء : باب اسم اللہ الاعظم (۳۸۵۷) ترمذی : کتاب الدعوات : باب جامع الدعوات عن النبی (۳۴۷۵) مسند احمد (۳۵۰/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، صحیح ترمذی]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں جائے اور جس کسی حور سے چاہے نکاح کرا دیا جائے۔ جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ الخ، کو پڑھ لے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے آپ نے فرمایا ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔ [1] طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا [2] اس کی سند ضعیف ہے۔ مسند ابو یعلی میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج ایسی روشنی، نور اور شعاعوں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف اور روشن و منور نہیں دیکھا تھا حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اس تیز روشنی اور زیادہ نور اور چمکیلی شعاعوں کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے جن کے جنازے کی نماز کیلئے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے آسمان سے بھیجے ہیں پوچھا کہ کس عمل کے باعث؟ فرمایا وہ سورۂ قل ھو اللہ احد الخ کو دن رات چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں زمین سمیٹ لوں اور آپ ان کے جنازے کی نماز ادا کر لیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا پس آپ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ [3] اس حدیث کو حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں وہ علاء بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ ان پر موضوع حدیثیں بیان کرنے کی تہمت ہے، واللہ اعلم۔ مسند ابو یعلی میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں۔ اس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول مقبول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے کہ کیا آپ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا تمام درخت اور ٹیلے پست ہو گئے ان کا جنازہ حضور ﷺ کو نظر آنے لگا آپ نے نماز شروع کی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان کی سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے، بیٹھتے اٹھتے اس کی تلاوت [4] اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، اور بیہقی کی سند میں محبوب بن ھلال ہیں۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ مشہور نہیں، ابو یعلی میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبداللہ محمود ہیں، لیکن ٹھیک بات محبوب کا ہونا ہے، اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں، ہم نے اختصار کیلئے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔

---

[1] [ضعیف :مسند ابو یعلی (۱۷۹٤)] اس میں عمر بن نبہان راوی ضعیف اور ابو شداد مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف :طبرانی (۲٤۱۹)] اس میں مروان بن سالم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف :مسند ابو یعلی (٤۲٦۷)] اس میں علاء ابو محمد ثقفی راوی متروک الحدیث ہے۔]

[4] [مسند ابو یعلی (٤۲٦۷) دلائل النبوة للبیهقی (٥/٢٤٦)] اس میں محبوب بن ہلال ضعیف ہے۔]

مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ! زبان تھامے رکھ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ' پھر دوبارہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عقبہ! کیا میں تمہیں تورات' انجیل' زبور' اور قرآن میں اتری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیے' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے پس آپ نے مجھے سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں پھر فرمایا دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا۔ فرماتے ہیں پھر نہ میں انہیں بھولا نہ کوئی رات ان کے بغیر پڑھے گزاری' میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے؟ آپ نے فرمایا سن جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ' جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے' جو تجھ سے ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے [1] اس کا بعض حصہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی زہد کے باب میں وارد کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [2] مسند احمد میں بھی اس کی ایک اور سند ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتے پہنچاتے' پہلے سر پر' پھر منہ پر' پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے' یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔ [3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ④

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

کہہ دے کہ اللہ ایک ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ○ اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے ○

---

[1] [حسن : مسند احمد (١٤٨/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے البتہ یہ سند علی بن یزید کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٣٣٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [حسن : مسند احمد (١٥٨/٤)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (١١٥٧)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٣٣٤)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات (٥٠١٧)، (٥٧٤٨) ابوداؤد : کتاب الادب : باب ما يقول عند النوم (٥٠٥٦) ترمذی (٣٤٠٢) ابن ماجه (٣٨٧٥)]

اللہ کا کوئی شریک وہمسر نہیں: اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے کہ ہم حضرت مسیح کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم چاند سورج کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد اور احد ہے جس جیسا کوئی نہیں' جس کا کوئی وزیر نہیں' جس کا کوئی شریک نہیں' جس کا کوئی ہمسر نہیں' جس کا کوئی ہم جنس نہیں' جس کا برابر اور کوئی نہیں' جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں۔ اس لفظ کا اطلاق صرف اسی کی ذات پر ہوتا ہے وہ اپنی صفتوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ وہ صمد ہے یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ 'صمد' وہ ہے جو اپنی سرداری میں' اپنی شرافت میں' اپنی بندگی اور اپنی عظمت میں' اپنے حلم و علم میں' اپنی حکمت' تدبر میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ صفتیں صرف اللہ جل شانہ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اس کا ہمسر اور اس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بینظیر ہے' صمد کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے' جو ہمیشہ کی بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اس میں سے کچھ نکلے۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ صمد کی تفسیر اس کے بعد ہے یعنی نہ اس میں سے کچھ نکلے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اس کی اولاد ہو نہ ماں باپ' یہ تفسیر بہت اچھی اور عمدہ ہے اور ابن جریر کی روایت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صراحتاً یہ مروی ہے جیسے کہ پہلے گزرا۔ اور بہت سے صحابہ اور تابعین سے مروی ہے کہ 'صمد' کہتے ہیں ٹھوس چیز کو جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو' عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'صمد' وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دمک والا ہو' ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو[1] لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں' صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ حافظ ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''السنہ'' میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب سچے ہیں اور صحیح ہیں۔ یہ کل صفتیں ہمارے رب عزوجل میں ہیں اس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے نہ وہ کھائے نہ پیئے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے۔ وغیرہ۔

پھر فرمایا اس کی اولاد نہیں نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾[2] یعنی وہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسے اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے' یعنی وہی ہر چیز کا خالق

---

[1] [ضعیف : طبرانی (۱۱۶۲) مجمع الزوائد (۱۱۵۳۰)] اس میں صالح بن حیان راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الانعام : آیت ۱۰۱]

مالک ہے پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ (۱) الخ یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے تم تو ایک بڑی بری چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ کو یہ لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں کل کے کل اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں اللہ کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تنہا تنہا اس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں اور جگہ ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ﴾ (۲) الخ یعنی ان کافروں نے کہا کہ رحمٰن کی اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اللہ کے باعزت بندے ہیں بات میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اسی کے فرمان کے عامل ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (۳) الخ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور جنات کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سنتے ہوئے صبر کرنے میں اللہ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ انہیں روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے۔ (۴) بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہ چاہئے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اولاً اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں تنہا ہوں میں ایک ہی ہوں میں صمد ہوں نہ میری اولاد ہے نہ میرے ماں باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور۔ (۵)

الحمد للہ سورۂ اخلاص کی تفسیر اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

مضبوط پناہ گاہیں نا قابل تسخیر مدافعت اور شافی علاج: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ الخ تو میں نے

---

(۱) [سورۃ مریم : آیت ۸۸۔۹۵] (۲) [سورۃ الانبیاء : آیت ۲۶۔۲۷]

(۳) [سورۃ الصافات : آیت ۱۵۸۔۱۵۹]

(۴) [صحیح صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین (۷۳۷۸) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب فی الکفارۃ (۲۸۰۴)]

(۵) [صحیح صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب سورۃ قل ھو اللہ احد (۴۹۷۴)]

بھی یہی کہا۔ پھر کہا ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ الخ، تو میں نے بھی یہی کہا۔ پس ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا[1] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو ان دونوں کو قرآن شریف میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا (ابوبکر حمیدی)[2] مسند میں بھی یہ روایت الفاظ کے تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے[3] اور بخاری شریف میں بھی[4] مسند ابو یعلی وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے[5] بلکہ قاریوں اور فقیہوں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے، شاید انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہو اور تواتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو، پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے چاروں طرف پھیلے، وللہ الحمد والمنۃ۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن جیسی کبھی دیکھی نہیں گئیں، پھر آپ نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی، یہ حدیث مسند احمد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔[6] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اب آؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے کہ آپ کی بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہوگی سوار ہونا منظور کر لیا تھوڑی دیر بعد میں اتر گیا اور حضور ﷺ سوار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا عقبہ میں تجھے دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ضرور سکھایئے۔ آپ نے مجھے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں پھر نماز کھڑی ہوئی آپ نے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا؟ سن جب تو سوئے اور جب کھڑا

---

[1] [صحیح وھذا اسناد حسن : مسند احمد (۱۲۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند حسن ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۱۸۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : مسند حمیدی (۳۷٤)] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (۱۲۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۱۸۳)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب تفسیر القرآن : باب قل اعوذ برب الناس (٤۹۷۷)]

[5] [مسند بزار (۲۳۰۱)، (۱۲۹/۵) طبرانی کبیر (۹۱۵۲)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ ان کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۵٦۳)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل القراءۃ المعوذتین (۸۱٤) نسائی: کتاب الافتتاح (۹۵۳) ترمذی : کتاب التفسیر (۳۳٦۷) مسند احمد (۱۵۱/٤)]

ہوانہیں پڑھ لیا کر، ترمذی، ابوداؤداورنسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ (۱) مسند احمد کی اورحدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ہرنماز کے بعدان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا۔ (۲) یہ حدیث بھی ابوداؤد، ترمذی اورنسائی میں ہے امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں اورروایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تونے پڑھی ہی نہیں (۳) حضرت عقبہ والی حدیث جس میں حضور ﷺ کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یہ سورتیں بتائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قراءت اور ہے ہی نہیں۔ (۴) نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کیلئے اورنہیں۔ (۵) ایک اورروایت میں ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ سورتیں حضور ﷺ نے پڑھائیں پھر فرمایا نہ تو دعا کی ان جیسی اورسورتیں ہیں نہ تعویذ کی (۶) ایک روایت میں ہے صبح کی فرض نماز حضور ﷺ نے ان ہی دونوں صورتوں سے پڑھائی (۷) اورحدیث میں ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہوئے حضور ﷺ مجھے سورۂ ہود یا سورۂ یوسف پڑھایئے آپ نے فرمایا اللہ کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ سے زیادہ نہیں (۸) اورحدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کیلئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اورکوئی نہیں (۹) پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اوروہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں اورسورۂ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں، نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرت نے ایک شخص کے

---

(۱) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فی المعوذ تین (۱۴۶۲) نسائی (۲۵۲/۸) مسند احمد (۱۵۱/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۲) [صحیح : ابو داؤد: کتاب الوتر : باب فی الاستغفار (۱۵۲۳) ترمذی (۲۹۰۳) نسائی (۱۳۳۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۳) [صحیح وھذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۱۴۶/۴)] شیخ شعیب ارناؤط نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۲۲)]

(۴) [صحیح وھذا اسناد حسن : مسند احمد (۱۵۱/۴) نسائی فی السنن الکبری (۷۸۴۲)] شیخ شعیب ارناؤط نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند حسن ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۴۲)]

(۵) [حسن : نسائی : کتاب الاستعاذہ : باب ماجاء فی سورة المعوذتین (۵۴۳۳)]

(۶) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۳۸)]

(۷) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۵۰)]

(۸) [ضعیف : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۳۹)] اس میں یزید مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

(۹) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۴۱)]

مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھو تو انہیں پڑھا کرو ① بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہوں گے' واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فرمایا کہہ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ﴿قل ھو اللہ﴾ پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہہ پھر سورۂ فلق پڑھی آپ نے پھر بھی یہی فرمایا تو سورۂ ناس پڑھی تو آپ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر۔ اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورت نہیں۔ ② نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں سورتیں آپ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور نہ پڑھے گا ③ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر' چہرے اور سامنے کے جسم پر پھیر لیتے تھے ④ موطا امام مالک میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اس عمل کا مقصد آپ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا ⑤ سورۂ نون کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ⑥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے شروع کرتا ہوں

---

① [اسنادہ صحیح : مسند احمد (۷۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۰۷۴۵)]

② [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸٤۵)]

③ [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۵٤)]

④ [صحیح : مؤطا امام مالك (۱۰) كتاب العين]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : كتاب فضائل القرآن : باب فضل الموذات (۵۰۱٦) صحیح مسلم : كتاب السلام : باب رقية المرض بالمعوذات والنفث (۲۱۹۲) ابن ماجه : كتاب الطب : باب النفث فی الرقية (۳۵۲۹) مسند احمد (۱۰٤/٦)]

⑥ [صحیح : ترمذی : كتاب الطب : باب ماجآء فی الرقية بالمعوذتين (۲۰۵۸) ابن ماجه : كتاب الطب : باب من استرقى فى العين (۳۵۱۱) نسائی (۵٤۹٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، المشكاة (٤۵٦۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

تو کہہ کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ○ ہر اس چیز کی برائی سے جسے اس نے پیدا کیا ہے ○ اور اندھیری رات کی برائی سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے ○ اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے ○ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے ○

جادو جنات سے بچاؤ کا بہترین ذکر: حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو، خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فلق سے مراد مخلوق ہے، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس کی آگ کی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے۔ یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی مراد اس سے صبح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔

تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم بھی داخل ہے اور ابلیس اور اولاد ابلیس بھی۔ غَاسِق سے مراد رات ہے۔ ''اِذَا وَقَبَ'' سے مراد سورج کا غروب ہو جانا ہے، یعنی رات جب اندھیرا لئے ہوئے آ جائے، ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو غاسق کہتے ہیں [2] بیماریاں اور وبائیں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ غاسق ہے، لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، بعض مفسرین کہتے ہیں مراد اس سے چاند ہے، ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس غاسق کی برائی سے پناہ مانگ۔ [3] اور روایت میں ہے کہ ﴿غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾ سے یہی مراد ہے، دونوں قولوں میں با آسانی یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ، یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے کہ جب رات آ جائے، واللہ اعلم۔ گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں شرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کاٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر۔ دوسری حدیث میں ہے [4] کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ بیمار

---

[1] [سورہ الانعام : آیت ۹۶]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۳۷۵)] اس میں محمد بن عبدالعزیز راوی متروک ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ المعوذتین (۳۳۶۶) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۱۳۸) مسند احمد (۶/۶۱) مستدرك حاكم (۲/۵۴۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (۳۷۲)] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام : باب الطب والمرضى والرقى (۲۱۸۶) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی التعوذ للمريض (۹۷۲) مسند احمد (۲/۲۸)]

ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ﴾ یعنی اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بدی سے اللہ تجھے شفا دے۔ اس بیماری سے مراد شاید وہ بیماری ہے جبکہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عافیت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادو کے مکر کو رد کر دیا اور ان کی تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور انہیں رسوا اور فضیحت کیا' لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا ڈپٹا تک نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی کفایت کی' اور آپ کو عافیت اور شفا عطا فرمائی۔ مسند احمد میں ہے نبی ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ بیمار رہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنویں میں گرہیں لگا کر رکھا ہے آپ کسی کو بھیج کر اسے نکلوا لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیجا اور اس کنویں سے وہ جادو نکال کر گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپ نے اس یہودی سے کبھی اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی اس کے سامنے غصہ کا اظہار کیا۔ [1]

صحیح بخاری شریف کتاب الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے' جب یہ حالت آپ کی ہوگئی ایک دن آپ فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتا دیا دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا ایک پائنتی کی طرف' سرہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلے کا ہے جو یہود کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے' کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں اور کنگھی میں' پوچھا دکھا کہاں ہے؟ کہا تر کھجور کے درخت کی چھال میں پتھر کی چٹان تلے ذروان کے کنویں میں' پھر حضور ﷺ اس کنویں کے پاس آئے اور اس میں سے وہ نکلوایا اس کا پانی ایسا تھا کہ گویا مہندی کا گدلا پانی اس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے' میں نے کہا بھی یا رسول اللہ ﷺ ان سے بدلہ لینا چاہئے آپ نے فرمایا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا [2] دوسری روایت میں بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ

---

[1] [صحيح بغير هذا السياق : مسند احمد (٤/٣٦٧) مسند ابن ابی شيبة (٥١٣) مسند عبد بن حميد (٢٧١) المسند الجامع (٣٨٠٨) نسائی فی السنن الكبری (٣٥٤٣)] حافظ ابن حجرؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اسے حاکم اور عبد بن حمید نے صحیح کہا ہے۔[فتح البارى (١٠/٢٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سیاق کے علاوہ صحیح ہے اور اس کی سند میں اعمش کی تدلیس موجود ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٩٢٦٧)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الطب : باب هل يستخرج السحر (٥٧٦٥)]

گویا میں کر چکا ہوں' اور یہ بھی ہے کہ اس کنویں کو آپ کے حکم سے بند کر دیا گیا[1] یہ بھی مروی ہے کہ چھ مہینے تک آپ کی یہی حالت رہی' تفسیر ثعلبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے بہلا سکھا کر آپ کے چند بال اور آپ کی کنگھی کے چند دندانے منگوا لئے اور ان میں جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا لبید بن اعصم تھا پھر ذروان نامی کنویں میں جو بنو زریق کا تھا اسے ڈال دیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے سر کے بال جھڑنے لگے خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہو آیا حالانکہ آتے نہ تھے گو آپ اسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم نہ ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حال رہا پھر وہ واقعہ ہوا جو اوپر بیان کیا کہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو اس کا تمام حال معلوم ہو گیا اور آپ نے حضرت علی' حضرت زبیر' اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنویں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں ان میں ایک تانت تھی جس میں بارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' اور ہر گرہ پر ایک سوئی چبھی ہوئی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں اتاریں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت ان پر پڑھتے جاتے تھے اور ایک ایک گرہ اس کی خود بخود کھلتی جاتی تھی' جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئیں وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل شفایاب ہو گئے' ادھر جبرائیل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو اوپر گزر چکی ہے' لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں اللہ نے مجھے تندرستی دے دی اور میں لوگوں میں شر و فساد پھیلانا نہیں چاہتا۔ یہ روایت تفسیر ثعلبی میں بلا سند مروی ہے اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے

تو کہہ کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں ○ لوگوں کے مالک کی ○ لوگوں کے معبود کی ○ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے ○ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ○ خواہ وہ جن ہو یا انسان ○

لوگوں کو شیطان سے پناہ دینے والا معبودِ برحق: اس میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی تین صفتیں بیان ہوئی ہیں' پالنے اور پرورش کرنے کی' اور شہنشاہ ہونے کی' معبود اور لائق عبادت ہونے کی' تمام چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں مشغول ہیں' پس وہ حکم دیتا ہے کہ ان پاک اور برتر صفات والے اللہ کی پناہ میں

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب (۵۷۶۶ - ۶۰۶۳) صحیح مسلم: کتاب السلام (۲۱۸۹)]

آ جائے جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو' شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے وسوسوں سے وہی بچانے والا ہے' شیطان ہر انسان کے ساتھ ہے۔ برائیوں اور بدکاریوں کو خوب زینت دار کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے اور بہکانے میں' راہ راست سے ہٹانے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ بچا لے۔ صحیح حدیث میں ہے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے۔ [1] بخاری مسلم کی اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں تھے تو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچانے کیلئے ساتھ چلے راستے میں دو انصاری صحابی رضی اللہ عنہما مل گئے جو آپ کو بیوی صاحبہ کے ساتھ دیکھ کر جلدی چل دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا سنو! میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہیں انہوں نے کہا سبحان اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے' مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے [2] حافظ ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تب اس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ ذکر اللہ بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے' یہی ﴿وَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ ہے [3] یہ حدیث غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو ان کے منہ سے نکلا شیطان برباد ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان پھول کر بڑا

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب تحریش الشیطن و بعثه سرایاه لفتنة الناس (٢٨١٤) مسند احمد (٣٨٥/١)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاعتکاف : باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد (٢٠٣٥)، (٦٢١٩)، (٧١٧١) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب بیان انه یستحب من رؤی خالیا بامراة (٢١٧٥) ابوداؤد : کتاب الادب : باب حسن الظن (٤٩٩٤) ابن ماجه : کتاب الصیام : باب فی المعتکف یزوره اهله فی المسجد (١٧٧٩) مسند احمد (٣٣٧/٦)]

[3] [ضعیف :مسند ابویعلی (٤٣٠١) مجمع الزوائد (١٤٩/٧)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [اتحاف الخیرة المهرة (٣١٥/٦)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عدی بن ابی عمارہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١١٥٦٠)] شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (١٣٦٧)] حسین سلیم اسد بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [التعلیق علی مسند ابی یعلی (٤٣٠١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

ہو جاتا ہے [۱] اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی طاقت سے گرا دیا اور جب تم بسم اللہ کہو تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے' اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اس کے چھوڑ دینے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے' اور غالب آ جاتا ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے تھپکتا اور بہلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بہلاتا ہو پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں نکیل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا کہ تم خود اسے دیکھتے ہو نکیل والا تو وہ ہے جو ایک طرف جھکا کھڑا ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو [۲] اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں شیطان ابن آدم کے دل پر چٹکی مارے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسے ڈالنے شروع کئے جہاں اس نے ذکر کیا اور یہ پیچھے ہٹا' سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اسے بہکانا چاہتا ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے' پھر فرمایا جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینے میں' لفظ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطور غلبہ کے آ جاتا ہے۔ قرآن میں اور جگہ ہے ﴿بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ [۳] کہا گیا ہے تو جنات کو لفظ ناس میں داخل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں' غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

اس کے بعد کے جملے میں ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی' اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ وسواس ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو خواہ کوئی انسان۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [۴] یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانی اور جناتی شیطان بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا سنوار کر ڈالتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا' آپ نے فرمایا نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت ادا کر لو۔ میں اٹھا اور دو رکعت پڑھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ذر! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو انسان

---

[۱] [صحیح: مسند احمد (۵/۷۱)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔[مستدرک حاکم (۷۷۹۲)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[اتحاف الخیرة المهرة (۶۱۴۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۰۵۹۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الترغیب (۳۱۲۸) صحیح الجامع الصغیر (۷۴۰۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔]

[۲] [اسنادہ قوی: مسند احمد (۲/۳۳۰) مسند الصحابه (۲۹۷/۶) المسند الجامع (۱۲۷۷۵) مجمع الزوائد (۱۲۴۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۸۳۷۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[۳] [الجن: ٦] [۴] [الانعام: ۱۱۲]

شیطانوں اور جن شیطانوں سے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نماز کیسی چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا بہترین چیز ہے جو چاہے کم کرے جو چاہے اس عمل کو زیادہ کرے میں نے پوچھا روزہ؟ فرمایا کافی ہونے والا فرض ہے اور اللہ کے پاس اجر و ثواب لا انتہا ہے۔ میں نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضور ﷺ نے فرمایا بہت ہی بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے بدلہ دیا جائے گا۔ میں نے پھر عرض کی حضور ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا باوجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا میں نے سوال کیا حضور ﷺ سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے پوچھا کیا وہ نبی تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ نبی تھے اور وہ بھی جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ان سب سے بڑی عظمت والی آیت کون سی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ [1] الخ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے [2] اور ابو حاتم بن حبان کی صحیح ابن حبان میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت بڑی ہے فاللہ اعلم

مسند احمد کی ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کا زبان سے نکالنا مجھ پر آسمان سے گر پڑنے سے بھی زیادہ برا ہے نبی ﷺ نے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ اللہ ہی کیلئے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو وسوسے میں ہی لوٹا دیا یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی ہے۔ [3] **الحمد للہ** اللہ تعالیٰ کے احسان سے یہ تفسیر ختم ہوئی۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**

اللہ کے فضل و کرم سے تیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی اور تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ تفسیر محمدی بالکل کامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل نصیب فرمائے اور پھر قبول کرے۔ آمین اِلٰـهَ الْحَقِّ اٰمِیْن! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

---

[1] [البقرہ : ۲۵۵]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۱۷۸/۵) مسند بزار (۱۰۱/۲) نسائی : کتاب الاستعاذة : باب الاستعاذة من شر شیاطین الانس (۵۵۰۹) بیهقی فی شعب الایمان (۲۹۱/۳) غایة المقصد فی زوائد المسند (۱۲۶۸/۲) مجمع الزوائد (۷۲۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۵۴۶)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (۲۳۵/۱) مسند طیالسی (۲۷۰۴) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی رد الوسوسة (۵۱۱۲) صحیح ابن حبان (۱۴۷) اتحاف الخیرة المهرة (۱۴۲) السنن الکبری للنسائی (۱۷۱/۶) کنز العمال (۱۲۵۹) مسند الصحابة (۵۰۳) المسند الجامع (۷۰۶۷)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، الظلال (۶۵۸) تخریج الایمان لابن تیمیة (ص : ۱۰۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۰۹۷)] شیخ عبد القادر ارناؤوط نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی جامع الاصول (۳۴۳/۱) ، (۳۳)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

جلد: 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ





ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ





ابو امیمہ اویس

QLRF